ایمان کی شاخیں

شعب الایمان

مصنف
حضرت علامہ امام احمد بیہقی بن حسین بن علی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم
علامہ محمد طاہر نجمی

نوریہ رضویہ پبلیکیشنز

ایمان کی شاخیں

شعب الایمان

تصنیف

حضرت علامہ امام احمد بیہقی بن حسین بن علی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

علامہ محمد طاہر نجمی
ایم۔اے، ایم۔او۔ایل، ایم۔اے، ایم۔ایڈ، فاضل علوم شرقیہ

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز
۱۱۔گنج بخش روڈ، لاہور

نام کتاب	——	ایمان کی شاخیں
مصنف	——	علامہ محمد طاہر نجمی بن الحاج شیخ محمد انور نکھی
پروف ریڈنگ	——	الحاج والحافظ علامہ محمد اعظم نوری
اشاعت سوم	——	مئی ۲۰۱۱ء
صفحات	——	۵۵۲
مطبع	——	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
طابع	——	سید محمد شجاعت رسول قادری
ناشر	——	نوریہ رضویہ پبلی کیشنز لاہور
کمپیوٹر کوڈ	——	1N0015
قیمت	——	350 روپے

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11- گنج بخش روڈ' لاہور

فون 37313885-37070663

Email:nooriarizvia@hotmail.com

مکتبہ نوریہ رضویہ بغدادی جامع مسجد گلبرگ اے فیصل آباد

فون: 041-2626046

ابتدائیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان کے ستر سے زائد شعبے ہیں ان میں سب سے افضل اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ماننا اور آخری درجہ راستہ سے تکلیف کو دور کرنا ہے۔ (المسلم)

علماء امت نے ایمان کے ان تمام شعبہ جات کو یکجا کرنے کی نہایت اہم کوشش و سعیٔ جمیلہ کی ہے درج ذیل کتب اس موضوع پر ہیں:

۱۔ شعیب الایمان، از امام ابوعبداللہ حسین بن حسن حلیمی شافعی المتوفی 403 غالباً اس موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے بڑی ضخیم ہے جو تین جلدوں پر مشتمل ہے اور اس کا نام ''منھاج'' ہے۔

۲۔ شعب الایمان، از امام احمد بن حسین بیہقی المتوفی 458 اس موضوع پر سب سے بڑا کام انہی کا ہے یہ کتاب محققہ نسخہ کی صورت میں نو جلدوں پر مشتمل ہے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے جا بجا امام حلیمی رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کا تذکرہ کیا ہے اپنی کتاب کی وجہ تصنیف ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فوجدت الحاکم ابا عبد اللہ الحسین بن الحسن الحلیمی رحمنا اللہ و ایاہ اوردہ فی کتاب المنھاج المصنف فی بیان شعب الایمان المشار الیھا فی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الاخبار والاثار مافیہ کفایۃ

(شعب الایمان، ۱/ ۲۸)

میں نے امام ابوعبداللہ حسین بن حسن حلیمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب المنھاج دیکھی جو انہوں نے شعب الایمان پر لکھی اور اس میں متعدد احادیث و آثار کا تذکرہ کیا مگر وہ کافی نہ تھی اس لئے میں نے اس موضوع پر کام کا سوچا۔

۳۔ شعب الایمان از امام موسیٰ عبدالجلیل القصری المتوفی 608 یہ کتاب ایک جلد میں ہے لیکن عقائد کے لحاظ سے نہایت قیمتی متاع ہے کاش اس کا ترجمہ شائع ہو جائے اس کے دو ابواب محبتِ الٰہی اور محبتِ رسول اللہ ﷺ کا ترجمہ بندہ نے کیا ہے۔

اس موضوع پر اردو زبان میں کوئی کام نظر سے نہیں گزرا اس لئے بندہ نے فاضل عزیز حافظ محمد طاہر نجمی مدظلہ العالی کے ذمہ یہ کام لگایا اگرچہ ان کے سامنے مذکورہ کتب میں سے کوئی کتاب بھی نہ تھی مگر انہوں نے مختلف مقامات سے تمام شعبہ جات پر یہ نہایت قیمتی مواد جمع کر دیا ہے جو اردو خواں حضرات کے لئے کافی ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ موصوف کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور ہم سب کے لئے اسے نافع بنائے ایمان کی ان تمام شاخوں پر عمل کی توفیق نصیب ہو تا کہ ہمارا ایمان بھی اسلام کی بہار سے لطف اندوز ہو۔

اسلام کا ادنیٰ خادم

محمد خان قادری

جامعہ اسلامیہ لاہور

5 ربیع الاوّل 1419ھ بروز منگل

بمطابق 30 جون 1998ء

انتساب

میں اپنی اس سعیٔ ناتمام کو بصدِ عجز و سلام حضور
سیّد خیر الانام ﷺ کے دربار گوہر بار میں پیش کرتا
ہوں جن کی محبت کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

محمد طاہر نجمی
چشتیاں شریف

فہرستِ مضامین

تقریظ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

زیرِ نظر ترجمہ شعب الایمان ہے۔ شعب الایمان کے مصنف حضرت علامہ احمد بن حسین بن علی المعروف بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۳۸۴ ہجری میں ہوئی اور وصال ۴۵۸ ہجری میں ہوا حضرت امام احمد بن حسین بن علی یگانہ روزگار تھے اپنے زمانے کے ممتاز عالم، محقق، مصنف، اور فقیہ تھے علم میں پختہ اور راسخ تھے آپ نے خداوند کریم سے بلا کا حافظہ پایا موصوف محدث کبیر علامہ عبداللہ نیشاپوری کے مایہ ناز شاگرد تھے۔ آپ نے اور بھی بہت سے اکابر علماء وفقہاء سے اکتسابِ فیض کیا۔ آپ کثیر التصانیف ہیں۔ تاہم آپ کی چند مشہور اور قابلِ ذکر تصانیف یہ ہیں جیسے السنن الکبریٰ، السنن الصغیر، نصوص الشافعی، الآثار، دلائل النبوۃ، البعث والنشور، شعب الایمان اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سی چھوٹی بڑی تصانیف موجود ہیں۔ موصوف انتہائی متقی و پرہیزگار تھے بڑے ہی زاہد و عابد اور صاحب تقویٰ وورع تھے۔ ان کا انتقال نیشاپور میں ہوا اور پھر آپ کے تابوت کو بیہق لایا گیا۔

شعب الایمان چونکہ بہت نافع اور مفید کتاب تھی مگر اہلِ عجم عربی نہ جاننے کی وجہ سے اس سے کماحقہ اکتسابِ فیض نہ کر سکتے تھے اور کسی شخص نے اس طرف توجہ نہ کی کہ اس کا ترجمہ کر دیا جائے تا کہ عوام الناس اور دینی طلباء کو صحیح معنوں میں اس سے فائدہ حاصل ہو مگر اس کے ترجمے کی سعادت بقول شخصے

ایں سعادت بزور بازو نیست
گر نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت علامہ فاضلِ شہیر عالمِ نبیل جو دونوں علوم سے مرصع ہیں جس کا سینہ قرآن پاک کے نور سے منور ہے۔ میری مراد اس سے حضرت علامہ الحاج والحافظ محمد طاہر نجمی صاحب ہیں حقیقت یہ ہے کہ کسی کتاب کا ترجمہ صرف یہ نہیں کہ اسے عربی سے اردو میں ڈالا جائے بلکہ مترجم کے لیے لازم ہے کہ مصنف کے منشاء وارادہ کو سمجھے کہ اس کی منشاء وارادہ کیا ہے۔ الحمدللہ علامہ محمد طاہر نجمی نے اس کا صرف پورا خیال ہی نہیں رکھا بلکہ اس کا پورا حق ادا کیا ہے جس سے کتاب کا حسن دوبالا ہوا ہے۔ اصل وجہ یہ ہے کہ علامہ نجمی صاحب ایک زیرک اور ذہین عالم دین ہیں۔ اسی حوالے سے میرے شیخ طریقت رہبر شریعت محدث اعظم پاکستان ابوالفضل محمد سردار احمد فیصل آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ علم اور شئی ہے عقل اور شئی ہے علم سے عقل نہیں آتی بلکہ علم تو ایک آلہ ہے۔ اس محاورہ کی رو سے علامہ نجمی صاحب ایک عقلمند عالمِ دین ہیں صرف عالم ہی نہیں جس کی جھلک شعب الایمان کے ترجمہ میں بالکل واضح اور نمایاں نظر آتی ہے۔ علامہ نجمی صاحب ابھی عالمِ شباب میں ہیں جب یہ اپنی زندگی کے سفر میں رواں دواں رہے اور علم و تجربہ بڑھتا گیا تو مزید صلاحیت اپنے عروج پر ترقی کی منازل کو چھوئے گی۔

اس سے قبل علامہ نجمی صاحب کی دو کتابیں:

۱۔ نماز کی فضیلت واہمیت

۲۔ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتیں بھی شائع ہو چکی ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نوجوان اور صالح عالم دین کو اپنے مبارک دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

ابوالبدر علامہ محمد شمس الزمان قادری

مہتمم غوث العلوم سمن آباد لاہور

۱۹۹۸-۲-۱۳

پیشِ لفظ

میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے اپنے فاضل دوست محترم محمد طاہر نجمی زاد عمرہ کی کتاب ''ایمان کی شاخیں'' کے لیے چند سطور بطورِ پیشِ لفظ تحریر کرنے کا موقع ملا ہے کتاب کی اہمیت وافادیت کا اندازہ اس کے عنوان سے ہی عیاں ہے یہ کتاب جہاں عوام الناس کے لیے فائدہ مند ہے وہاں اہلِ علم کے لیے بھی بہت ہی نفع رساں ہے۔ ہم نے یہ حدیث بار با دفعہ پڑھی تھی اور اکثر علماء سے بھی سنی تھی کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں لیکن جب کسی سے پوچھتے کہ وہ شاخیں کون کون سی ہیں تو ہمارے دور کے اکثر علماء ہمیں ایمان مجمل سنا کر خاموش ہو جاتے تھے۔ اکثر یہ خیال آتا رہتا کہ کاش ایمان کی وہ شاخیں کسی ایک جگہ لکھی ہوئی مل جائیں استفسار سے معلوم ہوا کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر تحقیق کی ہے اور ستتر شاخوں کو یکجا کر کے ''شعب الایمان'' کے نام سے ضخیم کتاب تحریر فرمائی ہے اپنے علاقے کے جید علماء سے امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ کتاب بڑے نادر و نایاب ہے اس لیے ہمارے پاس تو نہیں لیکن ہوسکتا ہے کہ لاہور میں کسی بڑی لائبریری سے مل جائے چنانچہ لاہور کے اکثر بڑے بڑے کتب فروشوں سے رابطہ کیا تو انہوں نے کہا کہ پاکستان سے اس کا ملنا مشکل ہے سعودی عرب سے ملنے کی توقع ہے۔

محترم محمد طاہر نجمی جو میرے ساتھ (I.E.R) پنجاب یونیورسٹی میں پڑھتے تھے ایک دفعہ ان کے ٹیبل پر امام قزوینی رحمۃ اللہ علیہ کی ''المختصر فی شعب الایمان'' دیکھی تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی میں نے ان سے پڑھنے کے لیے مانگی تو موصوف نے فرمایا کہ یہ کتاب مجھے میرے استاد علامۃ الزماں محقق دوراں مفتی محمد خان قادری مدظلہ العالی نے ترجمہ کرنے کے لیے دی ہے۔

ترجمہ کرنا اگرچہ بڑا مشکل کام ہے اور یہ دور بھی تراجم کا دور کہلاتا ہے۔ آپ کو بڑے بڑے مترجمین ملیں گے لیکن ترجمہ کا صحیح حق ادا کرنے والے بہت ہی کم نظر آئیں گے یہ بات سب لوگ جانتے ہیں کہ مترجم کے خیالات و نظریات کی جھلک اس کے ترجمہ سے نظر آتی ہے اس لیے باذوق اہلِ علم کی تسکین اصل کتاب پڑھے بغیر نہیں ہوتی میرے نزدیک اس دور کے انتشار کا ایک سبب اصل کتاب کے غلط تراجم کی اشاعت بھی ہے لیکن اگر زبان دانی پر عبور ہو نیت میں خلوص ہو، خوفِ الٰہی اور عشقِ نبی ﷺ جیسی صفات ہوں تو پھر ایسا آدمی اپنے نظریات ٹھونسنے کی بجائے لوگوں کی فلاح کا نظریہ سامنے رکھتا ہے ایسے لوگوں کو ہی حقیقت پسند کہتے ہیں بلاشبہ انہی لوگوں میں محترم محمد طاہر نجمی بھی ہیں جو الحمد اللہ جدید و قدیم علوم پر بیک وقت دسترس رکھتے ہیں اور اس سے قبل امام یوسف بن اسمٰعیل نبھانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الرحمۃ المھداۃ فی فضل الصلوۃ" کا ترجمہ کر چکے ہیں جو کتاب اب "نماز کی فضیلت واہمیت" کے نام سے چھپ چکی ہے موصوف اہلِ علم کی طرف سے ڈھیروں مبارک بادیں قبول فرما چکے ہیں۔

"ایمان کی شاخیں" گویا ایمان کی انسائیکلو پیڈیا ہے جو شخص اس کتاب کا خلوص نیت سے مطالعہ کر کے عمل کر لے مجھے یقین ہے کہ وہ ولی بن سکتا ہے کیونکہ اس میں ایمانیات کے کسی پہلو کو بھی تشنہ نہیں چھوڑا گیا۔ انشاء اللہ اس کتاب کا مطالعہ قاری کو سینکڑوں کتب کے مطالعہ سے بے نیاز کر دے گا یہ نایاب کتاب سینکڑوں سال بعد اردو زبان میں پہلی دفعہ اس دھوم دھام سے مارکیٹ میں آ رہی ہے حضرت استاذ العلماء قبلہ مفتی صاحب زید مجدہ بھی اس سلسلہ میں مبارکباد کے مستحق ہیں جنہوں نے محترم نجمی صاحب کو ایمان کی شاخیں لکھنے کے لیے تیار کیا جس سے ہزاروں تشنگانِ علم کو اپنی تسکین کا سامان ملے گا۔ حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے جس عرق ریزی سے ایمان کی ان ستتر شاخوں کو مجتمع فرمایا وہ بھی قابل صد احترام و تحسین ہیں۔

میں بڑے شوق سے طاہر بھائی کے کمرے میں جا کر اس کتاب کا ترجمہ دیکھا کرتا تھا موصوف نے جس دلنشین انداز میں عام فہم ترجمہ کیا وہ یقیناً ہر قاری کے دل میں گھر کر

جانے والا ہے موصوف اکثر رات دیر تک اپنے علمی کام میں مصروف رہتے انہیں لکھنے پڑھنے کا اس قدر شوق بلکہ عشق تھا میرا خیال ہے کہ ہماری کلاس میں شاید کسی طالب علم کو مطالعہ کا ایسا شوق نہ ہو جیسا موصوف میں دیکھا گیا ہے اس بات پر تو نہ صرف کلاس کے طلبہ بلکہ اساتذہ بھی گواہ ہیں کہ جب ہمارے طلبہ کسی موضوع پر پڑھنے کے لیے اساتذہ سے کتابیں پوچھتے تو موصوف بھی طلبہ کو بیسیوں کتابوں کے نام بتا دیتے اور اکثر فرماتے کہ فلاں فلاں کتابیں میرے پاس بھی ہیں اکثر اساتذہ بھی ان کے علمی ذوق کے معترف تھے اور ان سے علمی موضوعات پر گفتگو کیا کرتے تھے بسا اوقات تو ہوسٹل میں بھی ان کے پاس آ جایا کرتے تھے ان کے علمی ذوق کا یہ حال تھا اور کتب پر ان کی اس قدر گہری نظر تھی جب بھی کلاس میں کسی سنوڈنٹ کو کوئی مشکل اسائنمنٹ ملتی تو وہ موصوف سے ضرور کنسلٹ کرتا اکثر سینئرز طلبہ بھی ان سے راہنمائی لینے کے لیے ان کے پاس جمع رہتے تھے موصوف خود اساتذہ سے کہتے کہ جس مشکل اسائنمنٹ سے پوری کلاس انکار کر دے وہ مجھے دے دیں اور ایسے ہی ہوتا رہا۔ فائنل ایئر میں تھیسز کی باری آئی تو نجمی صاحب چاہتے تھے کہ میں (ذرائع علم میں وحی الٰہی مستند ذریعہ علم ہے) پر کام کروں اور اس میں انشاء اللہ مستشرقین کے وحی پر اعتراضات کا بھی محاسبہ کروں گا موصوف نے اس موضوع پر اچھی خاصی کتابیں اکٹھی کر لیں تھیں اور اس پر چالیس، پچاس صفحات بھی لکھ لیے تھے لیکن انسٹرکٹر صاحب نے انہیں ان کے مزاج سے ہٹ کر اپنی مرضی سے مشکل موضوع دے دیا لیکن پھر بھی بخدا ہماری کلاس میں سب سے پہلے جس طالب علم نے تھیسز لکھ کر وائیوا (Viva) دیا وہ بھی طاہر نجمی ہی تھا جبکہ باقی طلبہ اپنے اپنے انسٹرکٹرز کی منتیں ہی کر رہے تھے کہ ہمیں یہ موضوع دیا جائے یہ نہ دیا جائے بہر حال

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

پسرور میں میرے ایک دوست سجاد النبی شاہد جو ہمارے علاقے کے بڑے مشہور صحافی اور ماہر تعلیم ہیں مجھے پوچھنے لگے کہ چشتی صاحب پنجاب یونیورسٹی سے دو سال میں کیا

حاصل کیا ہے؟ واللہ میں نے برجستگی سے کہا وہاں صرف طاہر نجمی کو پایا ہے۔ کیونکہ میں نے دو سال یونیورسٹی پڑھ کر وہ کچھ حاصل نہیں کیا جو طاہر نجمی کی صحبت سے حاصل کیا ہے میں امید کرتا ہوں انشاء اللہ یہ کتاب بڑے ذوق شوق سے پڑھی جائے گی اور ہر قاری کے لیے مشعل راہ ہوگی میری دلی دعا ہے اللہ تعالیٰ موصوف کے علم وعمل میں زیادتی فرمائے ان کی سعی وکوشش کو قبول فرمائے ان کی عمر میں برکت دے اور انہیں اپنی رحمتِ واسعہ سے حصہ وافر عطا فرمائے۔(آمین)

خادم العلماء والاولیاء

صاحبزادہ حافظ محمد حامد چشتی

آستانہ عالیہ ننگل شریف (سیالکوٹ)

کلمہ کا آغاز

حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جب کسی سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے اپنے دین کی سوجھ بوجھ عطا فرما دیتا ہے میرے لیے اس سے بڑھ کر اور کوئی بات باعث مسرت و اطمینان نہیں کہ میرا نام حضور ﷺ کے دین کی خدمت کرنے والوں کے نعل برادروں میں لکھا جائے میری دعا ہے اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَجْعَلْنَا مِنْھُمْ کیونکہ میرے نزدیک یہی سکندری و تاجوری ہے اور میری یہ بھی خوش قسمتی ہے کہ مجھے دین متین پڑھنے کا موقع ایسے استاد سے میسر آیا جن کے شب و روز خدمتِ دین کے لیے وقف ہیں اور جن کی زندگی کا مقصد حضور ﷺ کے دین کی سرفرازی ہے جس مردِ قلندر کے صبح و شام احیائے اسلام کی فکر میں گزرتے ہیں جو بلند پایہ محقق اور اعلیٰ درجے کے مفسر ہیں جن کی گفتگو عشق نبی ﷺ سے لبریز ہوتی ہے جنہیں مکینِ گنبدِ خضریٰ ﷺ سے وہ نسبت نصیب ہے جو لاکھوں میں سے کسی ایک خوش قسمت آدمی کا مقدر ہوتی ہے میری مراد استاذی المکرم فقیہ العصر مفتی محمد خان قادری زاد عمرہ ہیں آپ شاید اسی لیے طلبہ کو فرمایا کرتے ہیں کہ ساتھیو! اپنی زندگیوں کو غنیمت جان کر جتنی زیادہ سے زیادہ ہو سکتی ہے حضور ﷺ کے دین کی نوکری و چاکری کر لو آپ نے اکثر طلبہ کو ان کی تربیت کے لیے عربی کتب تراجم کے لیے دیں اور پھر سبقاً سبقاً ان کے کام کو چیک فرماتے۔ اصلاح کرتے اور ان کی حقیری سی کوشش کی بھی حوصلہ افزائی فرماتے۔ میں نے امام یوسف بن اسمٰعیل النبہانی کی کتاب الرحمۃ المھداۃ فی فضل الصلوۃ کا جب ترجمہ کیا تو میرا چونکہ پہلا موقع تھا اس لیے میں بھی حضرت استاذ المکرم کی خدمت میں دو دو تین تین صفحات اصلاح کے لیے پیش کرتا تھا آپ کے اندازِ مشفقانہ و ناصحانہ کا اثر تھا کہ میں نے پندرہ سولہ دن میں

کتاب کا ترجمہ مکمل کرلیا جو نماز کی فضیلت اور اہمیت کے نام سے شائع ہوا۔

۱۴ شعبان۔ ۲۷ جنوری بروز جمعرات ۱۹۹۴ء شبِ برأت کے موقع پر میں پنجاب یونیورسٹی سے شادمان رحمانیہ مسجد میں استاد گرامی کے پاس شبِ بیداری کے لیے حاضر ہوا نمازِ فجر کے بعد آپ نے مجھے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''شعب الایمان'' کی اہمیت کے بارے میں بتایا اور ''المختصر فی شعب الایمان'' جو امام قزوینی رحمۃ اللہ علیہ کی تلخیص ہے وہ کتاب ترجمے کے لیے دی میں نے بڑی خوشی سے اسے اپنی سعادت سمجھتے ہوئے قبول فرمایا اور الحمد للہ ۱۸ رمضان ۲ مارچ بروز بدھ میں نے اس کا ترجمہ مکمل کرلیا اور اپنے شفیق و مہربان استاد کی خدمت میں اسے لے کر حاضر ہوا آپ نے ترجمہ ملاحظہ فرمایا شاباش دی اور فرمایا بیٹا اس کتاب کی اہمیت اس کے صفحات کی کثرت و ضخامت سے بھی ظاہر ہونی چاہیے آپ اسے لے جاؤ اور ہر شاخ کی قرآن و حدیث سے تشریح کر کے لاؤ چنانچہ میں اسے لے آیا اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کی تلاش شروع کر دی بہت گھوما پھرا لیکن کہیں سے نہ ملی چنانچہ رمضان المبارک ۱۹۹۵ء میں والدِ گرامی عمرہ شریف کی سعادت کے لیے گئے تو ان سے عرض کیا کہ دیارِ حبیب ﷺ سے ملے تو خرید لائیں لیکن وہ بھی دوسری کتابیں لے آئے وہاں سے بھی شعب الایمان نہ ملی بالآخر استاد گرامی کی توجہات سے اور اپنی نیک بخت عالی مرتبت تہجد گزار ماں جی سے دعا لے کر ۲۰ مئی بروز ہفتہ ۱۹۹۵ء سے تشریح کا آغاز کیا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضور ﷺ کی نظرِ عنایت بے غائیت سے ۱۳ جولائی بروز جمعرات ۱۹۹۵ء کو فارغ ہو گیا۔

اگست میں پھر استادِ گرامی کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوا اور مسودہ پیش کیا آپ نے فرمایا اسے صاف ستھرا اور ہر شاخ کو الگ الگ لکھ کر لاؤ چنانچہ کچھ گھریلو مصروفیات کی بناء پر تاخیر ہوگئی اور ۸/ اپریل جمعرات ۱۹۹۶ء کو میں اس کام سے فارغ ہوا اور دوبارہ ۲۲/ اپریل پیر کو استادِ محترم کی خدمت میں اصلاح کے لیے پیش کر دیا چند ماہ بعد لاہور گیا تو آپ نے فرمایا بیٹے میں اپنی تدریسی و تحقیقی اور تنظیمی مصروفیات کی بناء پر پڑھ نہیں سکا لہٰذا آپ اسے واپس لے جاؤ اپنے کسی ساتھی سے پڑھوا لو چنانچہ اکتوبر ۱۹۹۷ء کو میں گوجرانوالہ اپنے ایک

مخلص اور قابل دوست الحاج الحافظ محمد اعظم نوری صاحب جو گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ میں لیکچرار ہیں ان سے عرض کی کہ مسودہ پڑھ دیں چنانچہ انہوں نے مہربانی فرمائی جب مسودہ واپس آیا تو میں ان دنوں اپنی کتاب ''حبیب خدا کی نصیحتیں'' کی اشاعت وطباعت کے سلسلے میں لاہور گیا ہوا تھا چنانچہ عید الفطر کے بعد میرے محسن اور مہربان دوست حضرت صاحبزادہ سید ہدایت رسول شاہ صاحب خطیب بغدادی مسجد فیصل آباد کا چشتیاں شریف مجھے فون آیا انہوں نے میری پہلی کتاب حبیب خدا کی نصیحتیں کی مبارک باد دی اور ''ایمان کی شاخیں'' چھاپنے کے لیے وعدہ فرمایا چنانچہ میں نے چشتیاں شریف سے اس کی کمپیوٹر کمپوزنگ کروادی باقی اس کی اشاعت کے تمام مراحل کے اخراجات قبلہ شاہ صاحب نے خود برداشت کیے۔

مجھے اپنی کم علمی، کج فہمی اور بے بضاعتی کا ہر موڑ پر احساس رہا لیکن کملی والے آقا ﷺ کی نوازشات وعنایات نے مجھے ثابت قدم رہنے میں بڑی مدد فرمائی ابتدا اب میں یہ کہنے میں ذرا تامل محسوس نہیں کرتا کہ طاہر

یہ تو دربارِ محمد ﷺ ہے یہاں اپنوں کا کیا کہنا
یہاں سے ہاتھ خالی غیر بھی جایا نہیں کرتے

طالب مدینہ
محمد طاہر نجمی 0695-51961
64/F نور محلہ چشتیاں شریف ضلع بہاولنگر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ایمان کی لغوی واصطلاحی بحث:

لفظ ایمان کا مادہ (Root) ''امن'' ہے۔ ثلاثی مجرد میں اس کا باب ''سمع یسمع'' ہے۔ اطمینان وسکون کا پھریرا جب ہر سو لہرانے لگ جائے اور خوف ڈر ہیبت و وحشت کے روح فرسا لحات ختم ہو جائیں تو فرحت وراحت کے ان روح افزا لحات کو امن وامان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ سورہ آلِ عمران میں حرم کعبہ کے متعلق آیا ہے۔ وَمَنۡ دَخَلَهٗ کَانَ اٰمِنًا (جو حرم کعبہ میں داخل ہو گیا وہ امن وامان میں آ گیا اور جو امن وامان میں آ گیا گویا وہ خوف وہراس سے نجات پا گیا۔)

امانت، امن، امان تینوں مصادر ہیں۔ امان، انسان کی حالت امن کو کہتے ہیں انسان کے پاس جو چیز حفاظت کے لیے رکھی جائے اسے امانت کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَخُوۡنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوۡلَ وَ تَخُوۡنُوۡۤا اَمٰنٰتِکُمۡ (الانفال: ۲۷)

(اے ایمان والو اللہ اور رسول ﷺ سے خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو)

انسان بھی چونکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت والوہیت اور نبی مکرم ﷺ کی رسالت ونبوت پر ایمان لا کر اپنے آپ کو جہنم کے دھکتے ہوئے انگاروں سے محفوظ و مامون کر لیتا ہے اس لیے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنۡ قَالَ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الۡجَنَّةَ

جس نے اللہ کی وحدانیت (اور محمد ﷺ کی رسالت) کا اقرار کیا وہ جنت میں جائے

کا اقرار کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ زبانی

لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

کہتا رہے اگر دل اس کی تصدیق نہ کرے گا تو یہ

لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

کہنا اللہ تعالیٰ کے ہاں معتبر نہ ہوگا۔ کیونکہ بقول اقبال

خرد نے کہہ بھی دیا لاالہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

اس سے قبل کہ ہم اس بحث کی طرف آئیں کہ "کونسا ایمان معتبر ہے" ہم پہلے شرح عقائد سے مومن کی تعریف ذکر کرتے ہیں۔

اَلْاِیْمَانُ فِی الشَّرْعِ ھُوَ التَّصْدِیْقُ بِمَا جَاءَ بِہٖ مِنْ عِنْدَ اللّٰہِ تَعَالٰی اَیْ تَصْدِیْقُ النَّبِیِّ بِالْقَلْبِ فِیْ جَمِیْعِ مَا عُلِمَ بِالضَّرُوْرَۃِ مَجِیْئِہٖ بِہٖ مِنْ عِنْدَ اللّٰہِ تَعَالٰی اِجْمَالًا فَاِنَّہٗ کَافٍ فِی الْخُرُوْجِ عَنْ عُھْدَۃِ الْاِیْمَانِ۔

(شریعت میں ایمان کا معنی یہ ہے کہ نبی پاک ﷺ اللہ تعالیٰ کے پاس سے جو کچھ (احکامات وغیرہ) لے کر تشریف لائے ہیں ان سب کی تصدیق کی جائے یعنی جن چیزوں کے متعلق بداہت کے ساتھ یا اجمالاً معلوم ہو کہ آپ ﷺ ان کو اللہ کے پاس سے لے کر آئے ہیں۔ ان کو دل سے مان لینا مومن ہونے کیلئے کافی ہے۔

کونسا ایمان معتبر ہے:

اللہ تعالیٰ کے ہاں زبانی ایمان قبول کرنا اور مومن ہونا کوئی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ اس علیم بذات الصدور کی نظر تو دلوں پر ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ اس کا اندر کیا کہتا ہے۔ وہ دوسرے اعمال کی نیتوں سے بھی واقف ہے اور نتائج سے بھی اور ہماری نیتوں سے مکمل طور پر آگاہ ہے اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ

اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

دوسری جگہ فرمایا

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَنِیَّاتِکُمْ

(بیشک اللہ تعالیٰ ظاہری شکل وصورت نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے) منافقین بھی نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو "رسول" کہتے تھے لیکن زبانی زبانی انکا دل ان کے اپنے ہی قول (رسول کہنے) کی تصدیق نہیں کرتا تھا اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے انہیں جھوٹا قرار دیا حالانکہ وہ بات ٹھیک اور سچ کہہ رہے تھے لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کے کذاب اور جھوٹے ہونے کو تاکیداً بیان کیا۔

اِذَا جَآءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْھَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُہٗ وَاللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ۔ (المنافقون: ۱)

جب منافقین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ گوہر بار میں حاضر ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم واقعتاً اس کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں۔

ایک اور مقام پر انہی منافقین کے متعلق فرمایا:

یَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاھِھِمْ مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ (آلِ عمران: ۱۶۷)

(جو ان منافقین کے منہ اور زبانیں کہتے ہیں وہ ان کے دلوں میں نہیں ہے) معلوم ہوا اللہ کے ہاں قدر ومنزلت قلبی تعلق کی ہے نہ کہ زبانی کلامی تعلق کے دعووں کی۔

اس لئے کسی نے دل سے نکلی بات کی اثر آفرینی کو کیا خوب انداز میں بیان کیا ہے۔

آہ جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

منافقین کا وطیرہ تھا کہ وہ مسلمانوں کو باور کراتے رہتے تھے کہ ہم بھی پکے مومن ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا ھُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ (البقرہ: ۸)

اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر، قیامت کے دن پر ایمان لائے ہیں حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں۔

مندرجہ بالا احادیث اور آیاتِ بینات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کا تعلق دل سے ہے فقط اقرار باللسان ایمان نہیں ہے۔

ایمان کی جائے قرار:

ایمان کی جائے قرار "دل" ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (الحجرات: ۱۴)

(دیہاتی لوگ کہتے ہیں ہم ایمان لائے۔ اے حبیب محترم ﷺ آپ انہیں فرمادیں کہ تم ایمان نہیں لائے لیکن تم کہو ہم نے) اسلام واطاعت قبول کی ہے ایمان ابھی تک تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

ارشادِ ربانی ہوتا ہے:

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (الحجرات: ۷)

اللہ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنایا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں مزین کیا ہے۔

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ (المجادلہ: ۲۲)

یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت فرمادیا ہے۔

جب یہ بات دلائل سے ثابت ہوگئی کہ ایمان کی جائے قرار دل ہے تو اس کے بعد یہ بات سمجھنا بھی انتہائی ضروری ہے کہ مومن بننے کیلئے فقط علم رکھنا یا جاننا کافی نہیں بلکہ ماننا ضروری ہے۔

شارح بخاری امام بدرالدین عینی عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں کہ ایمان کی تعریف میں جو تصدیق بالقلب معتبر ہے اس سے مراد علم، معرفت اور جاننا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کرنا اور نبی اکرم ﷺ کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کرنا اور آپ ﷺ کو مخبرِ صادق ماننا ہے کیونکہ بعض کفار بھی حضور اکرم ﷺ کی رسالت کو جانتے تھے لیکن وہ مومن نہیں تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ (البقرہ: ۱۴۶)

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس نبی ﷺ کو ایسے پہچانتے جیسے اپنے

بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ کتاب کو حضور ﷺ کی نبوت و رسالت کا اسقدر یقین تھا جس میں شک و شبہ کا کوئی گزر نہیں اور وہ لوگ پیارے آقا و مولیٰ ﷺ کو سچا نبی بھی جانتے تھے لیکن اس کے باوجود وہ کافر ہی رہے مومن نہ بنے معلوم ہوا کہ ایمان کے تحقق کے لیے فقط جاننا کافی نہیں بلکہ ماننا بھی ضروری ہے یعنی اپنے قصد و اختیار سے مخبر کی طرف صدق کو منسوب کرے اور اسے اس کی دی ہوئی خبروں میں صادق قرار دے۔

ایمان بسیط یا مرکب:

محدثین، متکلمین، فقہاء آئمہ ثلاثہ، معتزلہ اور خوارج کا کہنا ہے کہ تصدیق بالجنان (دل کی تصدیق) اقرار باللسان (زبان سے اقرار) عمل بالارکان (اعمال) تینوں کے مجموعے کا نام ایمان ہے۔

احناف کے نزدیک ایمان تصدیقِ قلبی کا نام ہے اقرار اس کی شرط ہے۔ مجبوری و اضطراری کیفیت میں اگر اقرار باللسان انسان سے ساقط ہو جائے تو اس وقت وہ ایمان سے محروم نہیں ہوتا کیونکہ یہ منافی ایمان نہیں ہے جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ

(النحل: ١٠٦)

یعنی ظاہراً اگر زبان سے کلماتِ کفریہ ادا ہو گئے ہیں اور اس کا دل ایمان سے مطمئن ہے تو کوئی ہرج نہیں اگر کوئی شخص اپنے ایمان کی آبیاری اعمالِ صالحہ سے کرے تو اللہ کے ہاں مقبول و منظور ہو گا اور مقرب بندہ بن جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا

(الکہف: ١٠٧)

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کے لئے جنت الفردوس کی مہمانی ہے۔

اس آیت میں اعمال کا ایمان پر عطف کیا گیا ہے اور عطف میں اصل تغایر ہے۔

معلوم ہوا کہ اعمال، ایمان کا غیر ہیں ایمان میں داخل نہیں ہیں۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ

(النحل: ۹۷)

جس نے نیک عمل کیے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اس کو ضرور پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے۔

اس آیت میں اعمال کا مشروط اور ایمان کو شرط قرار دیا گیا ہے اور مشروط، شرط سے خارج ہوتا ہے اور اس سے پتہ چلا کہ اعمال ایمان سے خارج ہیں۔

اس کے برعکس اگر اعمال صالح اس کے نامہ اعمال میں نہیں ہیں تو وہ گناہ گار تو ہو سکتا ہے لیکن نفسِ ایمان سے محروم نہیں ہو سکتا وہ فقط گناہ گار ہو گا نفسِ ایمان سے محروم نہ ہو گا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ (الحجرات: ۹)

اور اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں قتال کریں تو ان کے درمیان صلح کراؤ۔

جدال و قتال حرام ہے اور قبیح و شنیع جرم ہے اللہ تعالیٰ حرام کام کرنے والوں کو اس ہولناک جرم کے ارتکاب کے باوجود "مومن" کہہ رہا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ۭ (التحریم: ۸)

اے ایمان والو۔ اللہ کی طرف خالص توبہ کرو۔

تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ (النور: ۳۱)

اے مومنو! تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو۔

توبہ معصیت پر واجب ہے اس آیت میں مؤمنین کو توبہ کا حکم دیا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ معصیت ایمان کے منافی نہیں ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ رفعت پناہ میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَامِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ مَاتَ عَلٰى ذٰلِكَ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ

جس بندے نے بھی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہا پھر وہ اسی یقین کے ساتھ مر گیا تو وہ جنت

میں جائے گا۔ میں نے عرض کی۔

وَ اِنْ زَنٰی وَ اِنْ سَرَقَ

اگر چہ اس نے بدکاری اور چوری کی ہو

آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اگر چہ اس نے بدکاری اور چوری کی ہو۔

میری حیرت کی انتہا نہ رہی پھر یہی پوچھا کہ اگر چہ اس نے بدکاری اور چوری کی ہو آپ ﷺ نے پھر اسی وثوق سے جواب دیا کہ ہاں! اگر چہ اس نے بدکاری اور چوری کی ہو اب تو بات حیرت سے آگے بڑھ چکی تھی متعجب ہو کر پھر وہی پوچھا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا! ہاں! اگر چہ اس نے بدکاری اور چوری کی ہو وہ ضرور جنت میں جائے گا خواہ ابوذر اپنی ناک رگڑتا رہے۔

مندرجہ بالا دلائل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اعمال، ایمان کا جز و نہیں ہیں بلکہ اعمال کی کمی و زیادتی ایمان کے قوی وضعف کا سبب ضرور ہے لیکن اعمال نفسِ ایمان نہیں ہیں اعمالِ صالحہ ایمان کا ثمرہ اور علامت ہیں اور ایمان بسیط ہے مرکب نہیں۔ آخری بات یہ کہ بد عمل، بد کردار، گناہ گار کو چونکہ اللہ نے مومن فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمل اور ایمان دو چیزیں ہیں مومن گناہ گار ہو سکتا ہے گناہ کے باعث کافر اور مرتد نہیں ہو جاتا اور دوسری بات یہ کہ اعمالِ صالحہ کرنے والا مومن اور گناہ گار مومن برابر نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ ۵ۙ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِیْٓءُ

(المومن: ۵۸)

نابینا اور بینا برابر نہیں ہیں (اور نہ ہی) وہ لوگ جو ایمان لائے نیک عمل کیے برابر ہیں ان لوگوں کے جنہوں نے برائیاں اور نافرمانیاں کیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایمان کی ستتر شاخیں ہیں ان میں سے سب سے افضل لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔

اور ادنیٰ شاخ۔ اَمَاطَةَ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ

''تکلیف والی چیز کو راستے سے ہٹانا'' ہے

ان میں سب سے پہلی شاخ ''ایمان باللہ'' اللہ پر ایمان ہے

پہلی شاخ

اللہ پر ایمان

ایمان کے حوالے سے مختصر گفتگو گزشتہ صفحات میں ہو چکی ہے۔

اب ایمان باللہ پر باقاعدہ گفتگو کرنے سے قبل لفظ ''اللہ'' جو خالق کائنات کا اسمِ ذاتی ہے پر مختصر بحث کریں گے۔

اسمِ جلالت ''اللہ'' کی تعریف:

هُوَ اِسْمٌ عَلَمٌ خَاص لِلّٰهِ تَعَالٰی تَفَرَّدَ بِهِ الْبَارِی سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی لَیْسَ بِمُشْتَقٍ وَلَا یُشْرِکُهٗ فِیْهِ اَحَدٌ (الخازن)

یہ وہ اسمِ علم ہے جو اللہ تعالیٰ کیلئے خاص ہے اور باری تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرتا ہے نہ یہ کسی سے مشتق ہے اور نہ اس میں کوئی اور شریک ہے۔

لفظِ اللہ کی ترکیب کا معنوی حسن:

لفظ ''اللہ'' چونکہ ذاتِ باری تعالیٰ کیلئے بولا جاتا ہے۔ اس لیے یہ اپنے دامنِ دراز میں بیشمار حکمتیں اور مصلحتیں چھپائے ہوئے ہے۔ ان میں ایک حکمت اس اسمِ ذات کی ترکیبِ لفظی میں بھی پنہاں ہے۔ اگر اس لفظ ''اللہ'' سے کوئی حرف حذف (drop) کر دیں تو پھر بھی بقیہ حروف ذاتِ باری تعالیٰ کی نشان دہی کیلئے اپنا معنی برقرار رکھتے ہیں مثلاً لفظِ ''اللہ'' کا پہلا حرف ''الف'' گرا دیا جائے تو باقی ''للہ'' رہ جائے گا۔ جس کا معنی ہے ''اللہ کیلئے'' اگر دوسرا حرف ''لام'' حذف کر لیں اور پہلی الف کو بحال کر لیں تو ''الہ'' بن جائے گا۔ جس کا معنی ہے ''معبود'' اگر پہلے دونوں حرف ''الف اور لام'' حذف کر لیں تو پھر ''لہٗ'' رہ جائے گا جس کا معنی ہے ''اس کے لیے'' اگر پہلے تینوں حرف حذف کر لیے جائیں تو باقی ''ہٗ'' رہ

جائے گا۔ جو ہر دم اسی مولا کی ذات کی نشاندہی کرتا ہے اورھو (وہ) کے معنی میں ضمیر استعمال ہوتا ہے گویا اللہ ایک ایسا لفظ ہے جو من حیث الکل بھی اور اپنے ہر ہر حرف اور جزو کے اعتبار سے بھی ذاتِ حق پر معنوی دلالت کرتا ہے اس نام کی ترکیبِ لفظی کے حسن کا یہ عالم ہے کہ اس کا کوئی حرف یا کوئی حصہ بھی بے معنی نظر نہیں آتا۔ گویا اسمِ ذات بھی ذاتِ باری تعالیٰ کی طرح ہر ہر اعتبار سے مکمل واکمل ہے۔

محسوسات کا علم تو حواسِ خمسہ سے حاصل ہوتا ہے۔ انسان کے علاوہ چوپائے بھی حواس کے ذریعہ محسوسات کا علم حاصل کرتے ہیں لیکن انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ عقل وشعور اور فہم وفراست سے نوازا۔ حکمت ودانائی عطا کی۔ کیا اس کا کام بھی چوپاؤں جیسا ہے کہ جس چیز کا ثبوت حواس فراہم کریں وہی صحیح اور قرینِ قیاس ہے۔ اور باقی غلط ہے اگر انسان کی یہ سوچ ہے تو یہ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ہے۔

عقل والوں کا کام تو یہ ہے کہ حالات وواقعات اور دلائل وعلامات سے نا معلوم چیز کو معلوم کریں اسے منطق وفلسفہ کی زبان میں Inductive Method کہتے ہیں۔ اب ہر عقل رکھنے والا وسیع وعریض کائنات کی بے کرانیوں، مناظر وفطرت کی حشر سامانیوں اور دریاؤں کی جولانیوں کو دیکھ کر ایک ایسی ہستی کو ماننے کیلئے مجبور ہو جاتا ہے جس کے قبضہ قدرت میں سب جہانوں اور مخلوقات کا کنٹرول ہے۔ اور وہ ہستی اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی ہے یہ دانے کے سینے میں شجر، سنگ کے پہلو میں شرر، قطرہ نیساں میں گہر، تاحدِ نظر پھیلے ہوئے کمالات، ارض وسموات، کیا یہ مظاہر ہمیں دعوت فکر نہیں دیتے جس کی تخلیق کے مظاہر کو دیکھ کر اس پر ایمان لانا فرض ہے جو اس سے غافل ہے وہ تو عقلمند کہلوانے کا حق دار ہی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ

تمام مومن اللہ پر ایمان لائے۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ

اے ایمان والو اللہ پر ایمان لے آؤ۔

یعنی صرف زبان سے ہی نہ کہتے پھرو کہ ہم مومن ہیں اور ایمان لے آئے ہیں بلکہ

اپنے نہاں خانہ دل کے اندر بسنے والی خواہشات کے باطل معبودوں کو لا اللہ کی ضرب سے پاش پاش کر دو اور اپنے لوحِ قلب وذہن پر اسکی وحدانیت اور احدیت وصمدیت کا نقش مرتسم کرلو جو کائنات کی ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز کا خالق وصانع ہے اسی کو مانو۔ جبینِ نیاز صرف اسی کے سامنے جھکاؤ اور اپنا مقصود ومنتہا اسی کو بناؤ۔ اپنے دل کی ویران اور اُجڑی بستی کو اس کے ذکر کی حلاوت سے آباد وشاد کرو۔ دنیوی مال ومنال کی محبت کو دل میں جگہ دینے کی بجائے حسنِ مطلق کے جلوہ وجمال کو جگہ دو۔ جاہ وحشمت کی تمناؤں کی بجائے اس کی ہیبت وجلالت کی گرفت سے بچنے کے التجائیں کرو اپنی محبتوں اور چاہتوں کا مرکز ومحور اسی کو بناؤ اس عقیدے کو مضبوط ومستحکم کرلو کہ وہی معبودِ حقیقی ہے بے نیاز ہے۔ ہر چیز پر قادر ہے تمام جہانوں اور مخلوقات کی جمیع انواع واقسام کا خالق ہے او رعلیم خبیر بصیر ہے کائنات ارضی وسماوی کا کوئی ذرہ بھی اس کی قدرت اور اختیارات سے بالاتر نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ایسا ذرہ ہے جس کی اس کو خبر نہ ہو۔

وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ط وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّ رَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا

(الانعام: ۵۹)

(اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور نہیں گرتا کوئی پتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے)۔

اور اللہ پر ایمان کا مطلب یہ بھی ہے کہ اس کی تمام صفاتِ کاملہ پر مکمل ایمان لایا جائے کہ وہ عالم الغیب والشہادۃ ہے حی وقیوم ہے علیم وخبیر ہے۔ قادر ومختار اور ہر شے کا مالک ہے قدیم ہے حادث نہیں۔ بے مثل اور غیر محدود ہے لم یلد ولم یولد ہے اس کی تمام صفات ذاتی، ازلی، لامحدود ہیں کسی کی عطا کردہ نہیں ہیں مستقل ہیں تدریجی وارتقائی نہیں۔ اس کی تمام صفات عیوب ونقائص سے مبرا ومنزہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کی جھلک اس کی مخلوقات میں بھی دکھائی دیتی ہیں۔ اور یہ شرک نہیں کیونکہ مخلوق اور اس کی تمام صفات حادث، محدود اور عطائی ہیں۔ جبکہ اللہ کی تمام صفات قدیم، لامحدود اور ذاتی ہیں۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ○ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ○

(الرحمن: ۲۶-۲۷)

جو کچھ زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے اور باقی رہے گی آپ کے رب کی ذات جو بڑی عظمت اور احسان والی ہے۔

یہی وہ اٹل حقیقت ہے جس پر کائنات کا ذرہ ذرہ شاہد و عادل ہے۔ اور کوئی بصارت و بصیرت والا اس سے انکاری نہیں ہو سکتا۔

وَفِیْ کُلِّ شَیْءٍ لَهٗ اٰیَةٌ
تَدُلُّ عَلٰی اَنَّهٗ وَاحِدٌ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝

(آل عمران: ۱۰۲)

اے ایمان والو اللہ سے ایسا ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس طرح کی جائے کہ کوئی قدم اس کی رضا کے خلاف نہ اٹھے کوئی آنکھ اس کی رضا جوئی کی تمنا کے بغیر نہ گھومے۔ ایسی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے کہ اس میں معصیت و نافرمانی کا شائبہ تک نہ ہو۔ اور اسے ایسے یاد کیا جائے کہ کبھی غفلت طاری ہی نہ ہو۔ شکر اس انداز میں ہو کہ ناشکری کی بو بھی نہ آئے۔

رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ (آل عمران: ۱۹۳)

اے ہمارے رب بیشک ہم نے منادی کرنے والے کو سنا کہ وہ بلند آواز سے بلاتا تھا ایمان کی طرف (اور کہتا تھا) کہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ تو ہم ایمان لے آئے۔ اے ہمارے رب ہمارے گناہ بخش دے مٹا دے ہم سے ہماری برائیاں اور نیک لوگوں کے ساتھ موت دے)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ مَاتَ وَ هُوَ یَعْلَمُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ

جو اس حال میں اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کرے اور جانتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی

معبود نہیں تو وہ جنت میں جائے گا۔

یعنی اللہ کی وحدانیت کا انکاری جنت تو کیا جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔

اللہ پر ایمان کے متعلق عقیدہ

۱۔ صانع عالم جل مجدہ واجب الوجود ازلی وابدی ہے اس کا کوئی مثل نہ ذات میں ہے نہ صفات میں تمام کمالات ممکنات اس کی عظمتِ ذاتی کے ظل و پرتو ہیں

۲۔ وجوب و وجود، استحقاق عبادت خالقیت باختیار خود تدبیرِ کائنات کلی و جزوی اس کی ذاتِ مقدس سے مختص ہیں۔

۳۔ حیات، قدرت، علم، کلام، سمع، بصر، ارادہ، صفات ذاتیہ، حق سبحانہ کی ہیں ان سب سے ازلاً متصف ہے باقی صفات فصلیہ، سلبیہ اضافیہ ہیں۔

۴۔ کائنات کو خلعت وجود بخشنے سے بیشتر ویسا ہی کامل تھا جیسا بعد میں (آلان کما کان)

۵۔ شفائے مرض، عطائے رزق، ازالہ تکالیف و مصائب بطورِ استقلال وخلق اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔

۶۔ جوہر، عرض، جسم، مکان، زمان، جہت، حرکت، انتقال، تبدیل ذاتی و صفاتی، جہل، کذب، ممکنات سے مختص ہیں ذاتِ حق پر یہ سب محال بالذات ہیں۔

۷۔ اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال و اعمال کا خالق ہے لیکن کفر و معصیت پر راضی نہیں ہے۔

۸۔ تمام خیر و شر خالق الکل جل شانہ کے ارادہ وخلق و تقدیر سے ہے جو ازل میں مقرر ہو چکا ہے وہی ظاہر ہوتا ہے لیکن راضی صرف خیر پر ہے۔

۹۔ بے نیاز ہے کسی کا اس پر حق نہیں ہے مگر جو اپنے فضل سے وعدہ فرمائے وہ ضرور وفا فرماتا ہے۔

۱۰۔ مومن کو دینِ حق پر انشراح عطا فرمانا اور اسے قبول کرنا اور اس کے موافق اعمال و احسان کی توفیق عطا فرمانا اس کا فضل ہے اور کافر کو صرف عقل و حواس عطا فرما کر تبلیغ انبیاء علیہم السلام کا اس کے ذہن پر واضح فرمانا اور توفیق سے محروم رکھنا جنابِ رب العزت کا عدل ہے۔

۱۱۔ صفت عدل وفضل کی چھ صورتیں ہیں جن کا اعتقاد کرنا مومن پر فرض ہے۔

۱۔ حق سبحانہ کسی پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں فرماتا

۲۔ کسی کے اعمال حسنہ سے ذرہ بھر نقصان نہیں فرماتا

۳۔ کسی کو بغیر گناہ عذاب نہیں فرماتا

۴۔ اس کا فضل ہے کہ اپنے مسلمان بندوں پر جو مصیبت بھیجے اس میں بھی ان کے لیے اجر رکھتا ہے

۵۔ کسی کو طاعت یا معصیت پر جبر نہیں فرماتا

۶۔ فوق الطاقت کسی کو تکلیف نہیں دیتا

۱۲۔ اہلِ سنت کا اجماع ہے کہ جس اسم کے معنی میں تنقیصِ الوہیت ہو اس کا ذاتِ حق پر بولنا کلمۂ کفر ہے۔

دوسری شاخ

رسولوں پر ایمان

اللہ پر ایمان لانے کے بعد اس کے مقرب و پسندیدہ بندوں Persons Selected حضرات انبیاء و رسل علیہم السلام پر ایمان لانا لازم ہے کیونکہ یہی وہ نفوسِ قدسیہ ہیں جنہوں نے ہمیں اللہ کی پہچان کرائی ہے۔ وگرنہ ہم تو شاید سورج، چاند، ستاروں اور آگ کی ہی پوجا کرتے رہتے۔ یہ مظاہرِ کائنات جس کو خالقِ کائنات نے اپنے دعویٰ الوہیت کی دلیل بنایا تھا۔ ہم نے لاعلمی کی بنا پر اسی دلیل کو دعویٰ سمجھ کر پوجنا شروع کر دیا۔ اگر نبی و رسول نہ آتے تو ہمیں کون بتاتا کہ اللہ بھی ہے جس نے پوری کائنات بنائی ہے سورج چاند ستاروں کو بنایا ہے اور ان کو انسان کے لئے مسخر بھی کیا ہے۔ براہِ راست خالقِ کائنات نے کسی انسان سے بات نہیں کی کہ میں اللہ ہوں میری عبادت و پرستش کرو۔ کسی بشر میں اس سے ہم کلام ہونے کی سکت ہی نہیں ہے۔ کیونکہ

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ط (الشوریٰ: ۵۱)

کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ کلام کرے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ (براہِ راست) مگر وحی کے طور پر یا پسِ پردہ یا بھیجے کوئی پیامبر (فرشتہ) اور وہ وحی کرے اس کے حکم سے جو اللہ تعالیٰ چاہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ج (الکہف: ۱۱۰)

(اے نبی محترم) آپ فرمائیے میں بشر ہی ہوں تمہاری طرح (تمہارا اور میرا فرق یہ ہے کہ) میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا صرف اللہ وحدہ ہے۔ (یہاں اللہ نے ایک عام بشر اور نبی کے بشر ہونے کا فرق واضح فرمایا کہ میرے نبی پر وحی کی جاتی ہے یعنی

میں اس سے ہمکلام ہوتا ہوں اور یہ اتنا بڑا اشرف ہے جو انبیاء علیہم السلام کے حصے میں آیا ہے اور کسی بشر کے حصے میں نہیں آیا جب فرق واضح موجود ہے تو پھر صرف بشر بشر کی رٹ لگا کر نبی کو اپنے جیسا کہنا شانِ رسالت کی بے ادبی و گستاخی نہیں تو اور کیا ہے؟)

یہ نبی کی ذات ہے جو اوپر خدا سے احکامات لیتی ہے اور ادھر بندوں تک پہنچاتی ہے۔

ادھر اللہ سے واصل ادھر بندوں میں بھی شامل

خواص اس برزخِ کبریٰ کو ہے حرفِ مشدّد کا

طوالت کے ڈر سے عقلی و نقلی دلائل دیئے بغیر اسی بات پر گفتگو ختم کرتا ہوں کہ ہمیں از ذاتِ انبیاء و رسل علیہم السلام کے توسل سے اللہ کی معرفت نصیب ہوئی ہے اس لیے پہلے نبی و رسول پر ایمان لائیں تو خدا پر لایا ہوا ایمان معتبر ہوگا و گرنہ نہیں خدا تک پہنچنے کیلئے قدم قدم پر نبوت کی ضرورت ہے۔

مَا یَتَوَقَّفُ عَلَیْهِ الْمَقْصُوْدُ فَهُوَ الْمَقْصُوْدُ

مقصود جس پر موقوف ہوتا ہے وہ (موقوف) بھی مقصود ہی ہوتا ہے

اصطلاحِ شرح میں نبی و رسول اس انسان کو کہا جاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے احکامات کی تبلیغ کے لئے مخلوق کے پاس بھیجا ہو اور اس کی تائید معجزات سے فرمائی ہو۔ ہر نبی کیلئے معجزہ ضروری ہے کیونکہ نبوتِ کاذبہ اور نبوتِ صادقہ کے درمیان فرق صرف معجزہ سے ہوتا ہے۔ خرقِ عادت واقعہ کے رونما ہونے کو معجزہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ خرقِ عادت واقعات کو اللہ سچے نبی پر ظاہر فرماتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس یدِ بیضا و عصا کا معجزہ تھا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو معجزہ ملا کہ جس بیمار پر ہاتھ پھیر دیتے تو تندرست و صحت یاب ہو جاتا تھا۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تمام معجزات سے نوازا گیا جو دیگر انبیاء علیہم السلام کو عطا کیے گئے تھے۔

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال نے صرف مصری عورتوں کو مسحور کیا جنہوں نے حسنِ یوسف پر انگلیاں کاٹ لیں اور انہیں اس کا احساس تک نہ ہوا یہی عورتیں اگر میرے پیارے

آقا ﷺ کے حسن کی ایک جھلک دیکھ لیتیں تو اس قدر بے خود ہو جاتیں کہ اپنے دلوں کو ہی چیر بیٹھتیں اور انہیں پتہ بھی نہ چلتا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

لَوَّامِنِیْ زُلَیْخَالَو رَأَیْنَ حَبِیْبَهٗ
لَاٰ ثَرْنَ بِقَطْعِ الْقُلُوْبِ عَلَی الْیَدِ

زلیخا کو ملامت کرنے والی عورتیں اگر حضور ﷺ کی جبینِ مقدس کی نورانیت کو دیکھ لیتیں تو بجائے ہاتھ کاٹنے کے دلوں کو کاٹ ڈالتیں۔

حسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پر مردانِ عرب

چاند کے ٹکڑے ہونا سورج کا پلٹنا یہ سب اس لیے ہو رہا تھا کہ یہ نبی سچے ہیں یہ حیران کن معجزات اور حیرت میں گم کردینے والے تصرفات اور بے پناہ اختیارات اللہ تعالیٰ نے اپنے باکمال انبیاء و رسل علیہم السلام کو اس لیے عطا فرمائے تاکہ دیکھنے والوں کو یقین آ جائے کہ واقعی یہ اللہ کے فرستادہ سچے نبی ہیں۔ اور اگر یہ سچے نہ ہوتے تو ان سے ایسی اعجازی شانوں کا صدور وظہور کبھی نہ ہوتا۔

تمام رسولوں پر ایمان لانے کا مقصد و مطلب یہ ہے کہ ان انبیاء و رسل علیہم السلام کو ایک ہی سرچشمہ سے فیض یافتہ سمجھا جائے۔ ان کے بارے میں کسی قسم کا بغض، کینہ، حسد نہ رکھا جائے۔ ان کی ساری شانوں کو عطائی سمجھا جائے۔ اور صفِ انبیاء علیہم السلام میں رسولِ محترم ﷺ کو آخری نبی مانا جائے سب انبیاء و رسل علیہم السلام کی تصدیق و توثیق کی جائے۔ ان کی اصل تعلیمات کو سچا مانا جائے۔ ان تمام کو گناہ و معصیت سے مبرا و منزہ سمجھا جائے نفسِ رسالت میں تمام رسولوں کو برابر جانا جائے۔ اور کوئی فرق نہ کیا جائے۔

لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (البقرۃ، ۲۸۵)

ہم فرق نہیں کرتے کسی میں اس کے رسولوں میں۔

کسی نبی کو دوسرے نبی سے شان میں ہلکا یا کم بیان نہ کیا جائے۔ بلکہ

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ

پر عمل کیا جائے یعنی انبیاء ورسل علیہم السلام کے تذکرے فضیلتوں اور کمالات کے اعتبار سے کیے جائیں۔ نقص، کمی، کجی، کے حوالے سے نہیں۔

(یہاں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے انبیاء ورسل علیہم السلام کے متعلق گفتگو کرنے کا سلیقہ وانداز سکھایا ہے کہ جب بھی میرے رسولوں کی بات کرو تو عظمتوں اور رفعتوں کے حوالے سے کرو یعنی یہ کہو کہ فلاں نبی کی شان فلاں نبی سے بلند ہے۔ یہ ہرگز نہ کہو کہ فلاں نبی کی شان فلاں نبی سے کم ہے حالانکہ ایک ہی بات ہے جس کے بیان کے دو انداز ہیں اور دونوں صحیح ہیں لیکن جب اللہ کے مقرب بندوں (انبیاء و اولیاء) کے بیان کی باری آئے تو اس وقت صرف عظمتوں والا انداز اختیار کیا جائے نقص، عیب والا نہیں۔ افسوس صد افسوس اس امتی پر ہے جو اپنے بے عیب نبی "خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ" کے عیب نکالتا ہے اور علی الاعلان بیان کرتا ہے گویا اس نے تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ کو ہی نہیں سمجھا اور نہ ہی وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کو پڑھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن فہمی کے ساتھ ساتھ صاحبِ قرآن کی مقام فہمی بھی عطا فرمائے (آمین)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ قف (البقرة: ۲۸۵)

تمام کے تمام مومن اللہ پر فرشتوں پر کتابوں پر اور رسولوں پر ایمان لائے۔

اسی طرح حدیثِ جبرائیل میں ہے کہ جنابِ جبرائیل علیہ السلام بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر چند سوال پوچھتے ہیں ان میں ایک سوال ایمان کے بارے میں بھی تھا کہ

فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِیْمَانِ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ قَالَ صَدَقْتَ۔

عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایمان کے بارے میں بتایئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تو اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، کتابوں پر، رسولوں پر، قیامت کے دن پر ایمان لائے تقدیرِ خیر اور تقدیرِ شر پر بھی ایمان لائے اس نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے۔

رسالت ونبوت سے متعلق عقائد:

رسالت و نبوت کوئی ایسی چیز نہیں کہ نیکی و پارسائی سے عبادات و ریاضات سے محنت ومجاھدات سے نبی بن جائیں بلکہ یہ سراسر وھبی (God gifted) چیز ہے اس لیے ہر نبی پیدائش سے ہی نبی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی حکمت و مصلحت کے پیش نظر جب چاہتا ہے ان سے اعلان نبوت کروالیتا ہے جیسا کہ شیر خوارگی کی مدت میں ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اعلانِ نبوت کروادیا تھا۔

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ قف ط اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ○ (مریم: ۳۰)

(بچے نے کہا) میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اس نے مجھے نبی بنایا ہے۔

(جناب عیسیٰ علیہ السلام نے یہ نہیں کہا کہ اللہ مجھے کتاب عطا کرے گا۔ پھر میں نبی بنوں گا۔ نہیں بلکہ آپ نے فرمایا اس نے مجھے کتاب عطا کردی ہے۔ اور مجھے نبی بنادیا ہے۔ یعنی دونوں باتوں کو صیغۂ ماضی کے ساتھ بیان فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ ماضی میں گفتگو کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ نبی پیدائشی نبی ہوتا ہے اور اسے اپنی نبوت کا علم بھی ہوتا ہے اور انہیں یوم میثاق والا وعدہ بھی یاد ہے)

جامع ترمذی میں روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مَتٰی وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةَ

اللہ تعالیٰ نے کب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے سرفراز فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔

كُنْتُ نَبِیًّا وَاٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ۔

میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی میں تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (الانعام: ۱۲۵)

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے (اس دل کو) جہاں وہ رکھتا ہے اپنی رسالت کو۔

نبی کی اطاعت ہر حال میں لازم ہے کیونکہ نبی کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ط (النساء: ٦٤)
اور ہم نے رسول کو اس لیے بھیجا کہ اللہ کے حکم سے ان کی اطاعت کی جائے۔ نبی کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ص وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○ (النساء: ١٤)
اور جو نافرمانی کرے گا اللہ کی اور اس کے رسول کی اور تجاوز کرے گا اللہ کی حدوں سے تو اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا۔ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کیلئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

انبیاء ورسل علیہم السلام کے گستاخوں اور بے ادبوں کا ٹھکانہ بھی جہنم ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا (الاحزاب: ٥٧)
جو لوگ ایذا پہنچاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے محروم کر دیتا ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اس نے ان کیلئے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (التوبہ: ٦١)
اور جو لوگ تکلیف پہنچاتے ہیں اللہ کے رسول کو ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

ہر نبی کا کمال اپنے امتیوں کے کمالات سے اعلیٰ وارفع ہوتا ہے یعنی ہر اعتبار سے اپنے امتیوں سے برتر و فائق ہوتا ہے۔ نبی کی شخصیت میں جاذبیت ہوتی ہے اس کی کوئی عادت و خصلت حتیٰ کہ بیماری ایسی نہیں ہوتی جو لوگوں کیلئے باعث ننگ و عار ہو امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام تو پہلے ہی۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ
کی عرش بوس بلندیوں پر فائز ہیں۔

حضور ﷺ کی نبوت کے متعلق عقیدہ:

حضور سیّد الکونین جد الحسن والحسین امام الانبیاء حبیبِ کبریا ﷺ کے متعلق یہ عقیدہ ہو

کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔ اب قیامت تک کوئی (ظلی و بروزی) نبی نہیں آئے گا۔
آپ ﷺ کی نبوت کے متعلق قرآن مجید کا حتمی فیصلہ ہے۔

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

آپ ﷺ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔

آپ ﷺ کی نبوت کا زمانہ قیامت تک جاری رہے گا اور کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ بھی آپ ﷺ کی تا قیامِ قیامت نبوت کی تصدیق کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (الاعراف: ۱۵۸)

(اے حبیب ﷺ) آپ ﷺ فرما دیجئے کہ اے بنی نوع انسان بیشک میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف۔

وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (الانبیاء: ۱۰۷)

ہم نے آپ ﷺ کو دونوں جہانوں کے لیے سراپا رحمت بنا کر بھیجا۔

قیامت کے روز حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔

عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○ (بنی اسرائیل: ۷۹)

یقیناً فائز فرمائے گا آپ ﷺ کو آپ کا رب مقام محمود پر حضور ﷺ نے فرمایا:

شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِيْ

قیامت کے روز میں ان لوگوں کے لیے (بھی) شفاعت کروں گا جنہوں نے میری امت میں گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہوگا۔

(سَيِّدِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْظُرْ حَالَنَا)

تیسری شاخ

فرشتوں پر ایمان

فرشتے اللہ تعالیٰ کی نوری مخلوق ہیں۔ان کا خمیر خالص نور کا ہے۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت و طاعت میں مصروف رہتے ہیں۔ جو حکمِ خداوندی انہیں پہنچتا ہے۔ اس کے بجالانے میں کسی قسم کی سستی و کاہلی سے کام نہیں لیتے اور نہ ہی نافرمانی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے متعلق فرمایا:

لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ○ (التحریم: ٦)

نافرمانی نہیں کرتے اللہ کی جس کا اس نے انہیں حکم دیا ہے اور جو حکم انہیں دیا جاتا ہے فوراً بجالاتے ہیں۔

فرشتوں کی مختلف ذمہ داریاں ہیں جن کی بجا آوری کے لئے یہ ہمہ وقت کمر بستہ رہتے ہیں بعض تو انسان کے ساتھ ہر وقت رہتے ہیں جو ان کی نیکی و بدی، اچھائی و برائی کو ان کے نامۂ اعمال میں لکھتے رہتے ہیں اور حشر کے روز جب انسان کے سامنے اس کا نامہ اعمال کھولا جائے گا تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔

اِقْرَاْ كِتَابَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ○ (بنی اسرائیل: ١٤)

پڑھو اپنا دفترِ عمل آج تم اپنی باز پرس کرنے کے لئے خود ہی کافی ہو۔

یعنی آج کسی گواہ کی ضرورت نہیں ہے جو کچھ تم دنیا میں کرتے تھے فرشتے اسی طرح لکھتے تھے گویا ہر شخص کی وڈیو کیسٹ تیار کی جارہی ہے اے انسان اس کو دیکھ اور خود ہی بتا کہ تو جنت کے انعام کا مستحق ہے یا جہنم کے عذاب کا حقدار ہے۔

فرشتوں پر ایمان لا کر انسان ایک ایسی غیر مرئی و غیر محسوس مخلوق کے وجود کو تسلیم کرتا

ہے جس کا ظاہراً عقل انکار کرتی ہے فرشتوں کا روحانی و نورانی وجود حواس اور عقل کی رسائی سے بالاتر ہے اسی بنا پر عقلِ نارسا اس کا انکار کر دیتی ہے قلندرِ لاہوری علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

اگر عقل کی اس بات کو حجت مان لیا جائے کہ ہر وہ چیز جو عقل اور حواس کی دسترس سے ماوراء ہے اس کا کوئی وجود نہیں اس کی کوئی حیثیت نہیں بڑے ادب سے ان عقلاء سے میں پوچھتا ہوں کہ جس عقل کی کسوٹی پر دوسروں کے وجود کو پرکھ کر تسلیم کرتے ہو مجھے اسی عقل کا وجود دکھاؤ تو ہرگز نہیں دکھا سکیں گے اسی طرح اگر ان سے پوچھا جائے کہ وہ روح جس کے دم قدم سے تمہارے بدن میں نشاط ہے فرحت ہے اس روح کا ہی وجود دکھادو یقیناً جواب نفی میں ملے گا اور وہ روح دکھانے سے قاصر رہیں گے الغرض بیشمار اشیاء ہیں جن کو بغیر دیکھے تسلیم کیا جا رہا ہے ہر وہ چیز جو مادی وجود نہیں رکھتی اس کو ہم سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے فرشتوں کا بھی چونکہ مادی وجود نہیں ہے اس لیے وہ بھی دکھائی نہیں دیتے۔

افسوس تو یہ ہے کہ عقل نہ دکھا کر اور اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہو کر بھی اپنے بے عقل ہونے کا اقرار نہیں کرتے اور نہ ہی کریں گے بلکہ ستم بالائے ستم کہ اپنے آپ کو سب سے بڑا عقلمند اور باشعور و سمجھدار خیال کریں گے یہ لادینی سوچ سیکولر تعلیم کے ذریعے ہمارے اذہان میں جاگزیں ہو رہی ہے اور کی جا رہی ہے یہ سراسر اسلام کی روح کے منافی ہے اس سلسلے میں اسلامی نکتۂ نظر یہ ہے کہ ہر موجود چیز کے لیے ضروری نہیں کہ وہ دکھائی بھی دے اور محسوس بھی ہو جیسے ہوا چلتی ہے ہمارے کپڑے ہلتے ہیں درختوں کی ٹہنیاں ہلتی ہیں کپڑوں کا ہلنا، ٹہنیوں کا ہلنا، ہوا کی علامتیں اور نشان ہیں از خود ہوا نہیں ہیں اسی طرح غم وغصہ، خوشی و فرحت، کے جذبات نہ نظر آتے ہیں نہ انہیں حواس سے محسوس کیا جا سکتا ہے لیکن صرف آثار سے اندازہ لگا سکتے ہیں بند کمرے میں رات کی تاریکی میں کچھ نظر نہیں آتا لیکن اس وقت ہم کمرے میں موجود چیزوں کے وجود کا انکار نہیں کرتے کیونکہ

ہمیں پتہ ہے کہ اس کمرے میں فلاں فلاں چیز موجود ہے اگرچہ اس وقت نظر نہیں آ رہی معلوم ہوا کہ اگر اپنے ہی اندر اندھیرا و تاریکی ہو تو قصور اپنا ہے دکھائی نہ دینے والی چیز کا نہیں شاعرِ مشرق نے اسی لیے فرمایا تھا کہ

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی

سائنسی ترقی کے اس دور میں ہم بے شمار چیزوں (شہروں کو، ملکوں کو، مصنوعات کو، کتابوں کو، کارناموں کو، جدید تحقیقات) کو دوسروں کے کہنے پر مان لیتے ہیں اعتماد کر لیتے ہیں ہم روزانہ اخبار پڑھتے ہیں خبریں سنتے ہیں اور اس پر اعتماد و یقین کرتے ہیں اگر یہ اعتماد و یقین نہ ہو اور ہر چیز کے وجود کو تسلیم کرنے کے لیے اس کا دیکھنا ہی شرط قرار پایا جائے تو زندگی گزارنا صرف ناممکن ہی نہیں بلکہ محال ہو جائے اس لیے ہم بن دیکھے ان باتوں کو مان لیتے ہیں یہی ایمان باالغیب ہے جو ہم اللہ پر فرشتوں پر، جنت و دوزخ وغیرہ کے بارے میں رکھتے ہیں۔

فرشتے نوری مخلوق ہیں ہر نقص وعیب اور گناہِ صغیرہ وکبیرہ سے پاک اور مبرا و منزہ ہیں اتباع واطاعت ان کی غذا ہے تسبیح وتہلیل کرنا ان کی تخلیق کا مقصود و مدعا ہے۔ ان میں کوئی تو حالتِ قیام میں قرأت کے مزے لے رہا ہے اور کوئی رکوع وسجود کی تسبیحات سے لطف اٹھا رہا ہے کوئی اس کی احدیت وصمدیت کے نغمے آلاپ رہا ہے اور کوئی اس کی قدوسیت و صبوریت کے گیت گا رہا ہے کوئی کائنات کے نظم ونسق کا انتظام سنبھالے ہوئے ہے تو کوئی تدبیر وتنظیم کے فرائض انجام دے رہا ہے کوئی انسانوں کی حفاظت کے لیے مامور ہے تو کوئی اللہ کی رحمت کی بارش برسانے پر متعین ہے کوئی نیکو کار کی نیکیوں کو اوپر لے جا رہا ہے اور کوئی اللہ کے محبوب بندوں کے لئے اللہ کا پیارا پیغام نیچے لا رہا ہے۔ کوئی میرے آقا و مولیٰ مدنی تاجدار نبی مختار ﷺ پر ہدیہ صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کے لئے دست بستہ آ رہے ہیں۔ اور کوئی ستر ہزار کی ٹولی درود وسلام پڑھ کر جا رہی ہے۔ بعض کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ پوری کائنات میں پڑھے جانے والے درود وسلام کو حضور ﷺ کی بارگاہ میں لاتے ہیں الغرض ان ملائکہ کی بے شمار ذمہ داریاں ہیں۔

فرشتوں سے متعلق عقائد:

اللہ کی یہ نوری مخلوق اس کے حکم ومنشاء سے ہر قسم کی شکل اختیار کرنے پر قادر ہے۔

جِسْمٌ نُوْرِیٌّ یَتَشَکَّلُ بِاَشْکَالٍ مُّخْتَلِفَۃٍ

جناب جبرائیل علیہ السلام بارہا دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں انسانی بشری ہیئت بنا کر تشریف لائے ہیں اور جب یہ بشری لبادے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت دحیہ قلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں تشریف لایا کرتے تھے۔ حضرت عیسی علیہ السلام کی والدہ محترمہ سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کے پاس بھی حضرت جبرائیل علیہ السلام بشر بن کر آئے جس کو قرآن نے بھی یوں بیان فرمایا:

فَاَرْسَلْنَآ اِلَیْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا ○ (مریم ۱۷)

پھر ہم نے بھیجا اس (مریم) کی طرف اپنے جبرائیل کو پس وہ اس کے سامنے کامل بشری صورت میں ظاہر ہوا۔

بشری شکل اختیار کرنے سے جبرائیل علیہ السلام کی نورانیت میں ذرا بھر بھی فرق نہیں پڑا۔

(اللہ تعالی نے فرشتوں کو جن کی نورانیت پر کسی کو شک نہیں ان کو بھی اپنا "عبد" فرمایا ہے۔

وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِکَۃَ الَّذِیْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا (الزخرف: ۱۹) اور انہوں نے ٹھہرالیا فرشتوں کو عورتیں (حالانکہ) وہ تو رحمن کے بندے ہیں اللہ تعالی نے دوسرے مقام پر فرمایا:

بَلْ عِبَادٌ مُّکْرَمُوْنَ ○ (الانبیاء ۲۶) فرشتے اللہ کے معزز بندے ہیں۔

فرشتوں کو اللہ "عبد" کہہ دے تو فرشتوں کی نورانیت میں فرق نہیں آتا۔ اللہ تعالی چاند سورج ستاروں کو بھی۔ بلکہ کائنات کی ہر چیز کو وہ نوری ہو یا ناری یا خاکی سب کو عبد فرمارہا ہے۔

اِنْ کُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ○ (مریم ۹۳)

آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب اس کے حضور بندے (عبد) ہوکر حاضر ہوں گے۔

جب کائنات کی ہر چیز عبد ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی عبد ہیں۔ تو یہ کہاں کا انصاف ہے

کہ اللہ تعالیٰ باقی نوری چیزوں کا عبد فرمائے تو ان کی نورانیت میں ذرا بھی فرق نہ آئے لیکن حضور ﷺ کو عبد فرمادے تو آپ ﷺ کی نورانیت متاثر ہو جائے معلوم ہوا کہ عبد نور کی نقیض (Opposite) نہیں ہے نور کی نقیض تو ظلمت ہے عبد نہیں عبد اور نور میں تو عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر نور عبد ہو سکتا ہے لیکن ہر عبد کے لیے ضروری نہیں کہ وہ بھی نور ہو۔ اس لیے قرآن مجید کی جن آیات میں اللہ نے حضور ﷺ کو عبد فرمایا ہے اس سے حضور ﷺ کی صفتِ نورانیت کا انکار کرنا یا ان آیات کو حضور ﷺ کے نور نہ ہونے کی دلیل بنانا جہالت و گمراہی ہے۔ (اور اس بات کا بین ثبوت ہے کہ قرآن مجید کو تعصب کی عینک اتار کر نہیں پڑھا گیا۔)

جس طرح ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش انبیاء علیہم السلام میں تین سو سترہ (۳۱۷) یا تین سو پندرہ (۳۱۵) رسول ہیں۔ اسی طرح فرشتوں میں بھی رسول ہوتے ہیں۔ اور وہ چار ہیں۔

جبرائیل، عزرائیل، اسرافیل، میکائیل علیہم السلام

رُسُلُ الْبَشَرِ اَفْضَلُ مِنْ رُسُلِ الْمَلَائِكَةِ

انسانوں کے رسول فرشتوں کے رسولوں سے بہتر و افضل ہیں۔

وَرُسُلُ الْمَلَائِكَةِ اَفْضَلُ مِنْ عَامَّةِ الْبَشَرِ

رسول فرشتے اولیاء و صلحا سے بہتر ہیں۔

وَعَامَّةُ الْبَشَرِ اَفْضَلُ مِنْ عَامَّةِ الْمَلَائِكَةِ (شرح عقائد)

عام بشر (اولیاء و صلحا) عام فرشتوں سے افضل ہیں۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حقیقت کو یوں بے نقاب فرمایا:

فرشتہ کہنے سے میری تحقیر ہوتی ہے
میں تو مسجودِ ملائک ہوں مجھے انساں ہی رہنے دو

فرشتے گناہوں سے معصوم ہیں۔

لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ○ (التحریم: ۶)

نافرمانی نہیں کرتے اللہ کی جس کا اس نے حکم دیا ہے اور جو حکم انہیں دیا جاتا ہے فوراً بجا لاتے ہیں۔

اپنی مرضی سے کوئی کام سرانجام نہیں دیتے۔

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ

(جبرائیل میرے نبی سے کہو یا رسول اللہ ﷺ) آپ ﷺ کے رب کی اجازت کے بغیر ہم نیچے نہیں اترتے۔

وَهُمُ الْمَلَائِكَةُ الَّذِيْنَ لَا اَبٌ لَهُمْ وَلَا اُمٌّ لَهُمْ

وہ فرشتے ہیں جن کا نہ کوئی باپ اور نہ کوئی ماں۔ (شرح عقائد)

يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ○ (الانبیاء ۲۰)

فرشتے دن رات خدا کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور ہرگز نہیں تھکتے۔

فرشتے اللہ کے بیٹے یا بیٹیاں نہیں بلکہ خدا کے معزز بندے ہیں۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ○ (الانبیاء ۲۶)

وہ کہتے ہیں کہ بنالیا ہے رحمٰن نے اپنے لیے بیٹا سبحان اللہ (یہ کیونکر ہوسکتا ہے) بلکہ وہ تو اس کے معزز بندے ہیں۔

چوتھی شاخ

قرآن مجید اور جمیع کتب سماوی پر ایمان

اللہ تعالیٰ نے انسان کی رشد و ہدایت اور فوز و فلاح کے لیے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا ہے۔ کسی بشر و انسان میں یہ طاقت و ہمت نہیں کہ اپنے باہمی معاملات و اختلافات کو نبٹانے کیلئے براہِ راست اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہو اور اس سے ہدایت و رہنمائی حاصل کرے۔

چنانچہ اسی لیے اس نے اپنے مقبول اور مقرب بندوں یعنی انبیاء علیہم السلام پر اپنا ناصحانہ کلام کتب و صحائف کی صورت میں نازل فرمایا تا کہ مخلوق اپنے باہمی متنازعات و مناقشات سے محفوظ و مامون رہ سکے۔ اور زندگی گزارنے کے صحیح اور سنہری اصول وضوابط سے آگاہ ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ نے مختلف اوقات میں اپنے مختلف انبیاء علیہم السلام پر کتب و صحائف نازل فرمائے جن کا قرآن مجید میں یوں ذکر فرمایا کہ۔

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ ص وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ط (البقرۃ: ۲۱۳)

(شروع میں) سب لوگ ایک ہی دین پر تھے (پھر ان میں اختلافات نے جنم لیا) پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء بھیجے خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے اور ان کے ساتھ کتاب نازل فرمائی تا کہ فیصلہ کر دے لوگوں کی درمیان جن باتوں میں وہ جھگڑتے تھے۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل کرنے کی وجہ بیان فرمائی تا کہ اختلافاتِ امت کی سلگتی آگ کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بجھایا جا سکے اور بھٹکتے ہوؤں کو راہِ راست پر لایا جا سکے قرآن مجید اور

ربع کتب سماوی جن کی تعداد ایک سو چار تک بیان کی جاتی ہے ان پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ انہیں من جانب اللہ مانا جائے۔ انہیں امتِ مسلمہ کی ہدایت کا سرچشمہ مانا جائے۔ ان کتابوں میں پیغامِ حق تھا۔ لیکن افسوس کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسلام کے علاوہ دیگر ادیانِ عالم کے پیروکاروں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کو یکسر بھلا دیا اور اس پر طرفہ تماشہ یہ کہ اپنی حسب منشا ترامیم کیں۔ تحریف وتبدل کیا جس کی نشاندہی قرآن مجید نے بھی فرمائی۔

یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ لا وَ نَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُکِّرُوْا بِہٖ ج (المائدہ ۱۳)

وہ بدل دیتے ہیں اللہ کے کلام کو اصلی جگہوں سے اور انہوں نے اس کا بڑا حصہ بھلا دیا ہے جس کے ساتھ انہیں نصیحت کی گئی تھی۔

اقسامِ تحریف:

تحریف دو طرح کی ہوتی ہے (۱) تحریفِ لفظی۔ (۲) تحریفِ معنوی۔ لفظی تحریف تو یہ ہے کہ پوری پوری عبارات بدل دی جائیں یعنی الفاظ کو ہی بدلا جائے۔ اور معنوی تحریف یہ ہے کہ الفاظ کچھ ہیں ان کا معنی ومفہوم کچھ اور ہی بیان کیا جائے یہودیوں نے دونوں طرح کی تحریف اپنی آسمانی کتب میں کی ہیں۔ اب تک جتنی آسمانی کتب نازل ہوئی ہیں ان میں صرف ایک ہی کتاب ہے جو تحریف لفظی ومعنوی دونوں سے پاک ہے۔ کیونکہ یہی وہ کتابِ مقدس ہے جس کی حفاظت کا ذمہ براہِ راست اللہ تعالیٰ نے لیا ہوا ہے۔ جبکہ دیگر کتب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہرگز نہیں تھا۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ○ (الحجر: ۹)

بیشک ہم نے ہی اس ذکر (قرآن) کو اتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

قرآن کو نازل ہوئے چودہ سو سال گزر گئے ہیں لیکن ابھی تک دشمنان اسلام کی لاکھوں کوششوں، خواہشوں اور ناپاک سازشوں کے باوجود ایک آیت میں بھی ردوبدل نہیں ہو سکا۔ آیت تو دور کی بات ابھی تک ایک لفظ کی کمی وبیشی اور زیر وزبر کا فرق نہیں آنے پایا۔ یہی وہ آسمانی کتاب ہے جس نے بانگِ دھل یہ دعویٰ کیا ہوا ہے کہ۔

لَا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْ م بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ (حم السجدہ: ۴۲)

باطل اس کے قریب نہیں آ سکتا نہ اس کے سامنے سے اور نہ اس کے پیچھے سے۔

ہمارا ایمان اللہ تعالیٰ کی ان نازل کردہ کتب پر ہے۔ جو اس نے مخلوق کو خیر و برکت بھلائی و فلاح کی طرف راغب کرنے اور شر و معصیت سے باز رکھنے کیلئے نازل کی تھیں اور یہ اسلام کی حقانیت و صداقت ہے کہ اس نے ہمیں کسی خاص نبی کی کتاب یا صحیفہ کی بجائے تمام انبیاء علیہم السلام کی کتب و صحائف کو ماننے اور ان پر ایمان لانے کا پابند بنایا ہے۔

ارشادِ ربانی ہے۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ مَآ اُنْزِلَ اِلٰٓی اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَ عِیْسٰی وَ مَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ج لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ صلے ز وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (البقرۃ: ۱۳۶)

اے مسلمانوں کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کتاب ہم پر اتری اس پر اور جو صحائف ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب (علیہم السلام) اور ان کی اولاد پر نازل ہوئے ان پر اور جو کتابیں موسیٰ و عیسیٰ (علیہم السلام) کو عطا ہوئیں ان پر اور جو دیگر پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور ہم اسی خدائے بزرگ و برتر کے تابع فرما ہیں۔

یہاں بڑے ہی واضح انداز میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جناب رسول پاک ﷺ تک جتنے انبیاء علیہم السلام آئے سب کی طرف جو جو پیغامات بھیجے بعض پر کتب بھیجیں بعض پر صحائف بھیجے ان تمام پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام میں نفسِ نبوت میں کوئی فرق نہ کیا جائے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر بڑے ہی دلنشین انداز میں بیان فرمایا کہ۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ط وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ○ (النساء: ۱۳۶)

اے ایمان والو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی ہے اور اس کتاب پر جو نازل فرمائی اس نے پہلے اور جو کفر کرے اللہ

کے ساتھ۔ اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اور اس کے رسولوں اور روزِ آخرت کے ساتھ تو وہ گمراہ ہوا اور گمراہی میں بہت آگے نکل گیا۔

اس آیت میں بھی قرآن مجید کے ساتھ تمام کتب انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔

(اس آیت میں اشارۃ النص سے حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کی دلیل مل رہی ہے جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ قرآن مجید اور وہ کتب جو دیگر انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئیں ان پر ایمان لاؤ اور ان لوگوں کیلئے سخت وعید وعذاب ہے جو کتب سابقہ انبیاء علیہم السلام اور روزِ آخرت پر ایمان نہیں لائے۔ آپ ﷺ کے بعد بھی اگر کوئی نبی آنا ہوتا یا کسی نبی کی ضرورت ہوتی تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس نبی اور اس کی کتاب پر ایمان لانے کا حکم صادر فرما دیتا۔ پورے قرآن میں کسی جگہ بھی اس بات کا اشارہ نہیں ملتا کہ حضور ﷺ کے بعد کسی نبی کی آمد متوقع ہے۔ بلکہ قرآن تو آپ کو خاتم النبیین کے لقب سے ملقب فرماتا ہے وَلٰكِن رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ "اس مقام پر کسی اور نبی اور کتاب کا ذکر نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ نے نبی اکرم ﷺ کو خاتم النبیین بنا کر بھیجا ہے اور قیامت تک صرف آپ ﷺ کا ہی دورِ نبوت رہے گا)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی ابتدا میں ہی اس بات کو بیان کیا اور فرمایا کہ حقیقی مومن وہی ہے جو ہماری نازل کردہ کتب پر ایمان لاتا ہے۔

وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ج (البقرہ ۴)

حقیقی مومن وہ ہیں جو حضور ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب پر اور آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہونے والی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں۔

(یوں تو ساری کتب سماوی محترم و محتشم ہیں لیکن ان سب میں جو مقام اعلیٰ و ارفع قرآن مجید کو ملا ہے وہ کسی دوسری کتابِ سماوی کے حصہ میں نہیں آیا۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ قرآن مجید خاتم النبیین امام الانبیاء والمرسلین ﷺ پر نازل ہوا۔ جس طرح آپ ﷺ کی فضیلت تمام انبیاء پر ہے اسی طرح آپ ﷺ کی کتاب (قرآن مجید) کی

فضیلت بھی تمام انبیاء علیہم السلام کی کتب پر ہے۔

قرآن مجید ایک جامع و مانع کتابِ ہدایت ہے۔ اس کا پیغام آفاقی اور عالمگیر ہے اس کی جامعیت و اکملیت مسلمہ ہے۔ اس کے اصول وقوانین اٹل ہیں۔ نسلِ انسانی کی وحدت کا پیغام ہے کتبِ سابقہ کے اجمال کی تفصیل بیان کرتا ہے ان کے حقائق کی تصدیق وتائید اور ان کے عقائدِ باطلہ کی تردید کرتا ہے)

کتاب اللہ (قرآن مجید) کے حقوق:

۱۔ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا ط (التغابن: ۸)۔

پس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس نور (کتاب) پر ایمان لاؤ جو ہم نے اتارا۔

۲۔ وَ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ (البقرۃ: ۴۱)

(اہلِ کتاب سے خطاب) اور ایمان لاؤ اس کتاب (قرآن مجید) پر جو میں نے اتاری ہے وہ تمہارے پاس والی کتاب کی تصدیق کرتی ہے۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ (البقرۃ: ۲۸۵)

رسول ایمان لایا اس کلام پر جو اس کی طرف نازل ہوا اور اہلِ ایمان بھی۔

هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَ اتَّقُوْا (الانعام: ۱۰۵)

اور یہ کتاب ہے جو ہم نے اتاری برکت والی ہے پس تم اس کی پیروی کرو اور ڈرتے رہو۔

وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ (المائدہ: ۴۸)

اور ہم نے سچی کتاب آپ کی طرف اتاری جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور انکی محافظ ہے پس آپ ان کے درمیان اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ کیجئے۔

ماحصل:

ان آیات کی روشنی میں کتاب اللہ کے حقوق یہ ہیں کہ اس کو خدا کی طرف سے نازل

شدہ سمجھا جائے اس کی عظمت و تکریم کی جائے۔ اس کے بیان کردہ جملہ عقائد و احکام کو اپنایا اور پھیلایا جائے اس کی تمام اخبار و اطلاعات کو برحق سمجھا جائے۔ اور ان سب پر ایمان لایا جائے۔

ایمان بالقرآن کے تقاضے (حدیث کی روشنی میں)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ قرآن میں پانچ چیزیں ہیں۔

حلال، حرام، محکم، متشابہ، امثال

حلال وحرام

پس تم حلال کو حلال جانو اور حرام کو حرام قرار دو۔

محکم

(قرآن کا وہ حصہ جن میں عقائد و احکام بیان کیے گئے ہیں) پر عمل کرو۔

متشابہ

(وہ حصہ جس میں خدائی صفات اور عقیدہ آخرت کی تفصیلات بیان ہوتیں ہیں جیسے جنت، دوزخ، عرش، کرسی وغیرہ) پر ایمان رکھو (اس میں بحث اور کرید سے احتراز کرو۔)

امثال

(اقوام سابقہ کی تباہی کے واقعات) سے عبرت حاصل کرو۔ (مشکوۃ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے قرآن والو (مسلمانو) قرآن کو تکیہ نہ بنالو بلکہ اسکی تلاوت کا حق ادا کرو کہ صبح و شام خوب تلاوت کرو۔ اس کی خوب اشاعت کرو۔ اسی کو کافی سمجھو اس میں خوب غور و فکر کیا کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اس کے ثواب کی جلدی نہ مچاؤ کیونکہ اس کا ثواب بہت عظیم اور وسیع ہے۔ (مشکوۃ)

فضیلتِ قرآن

امام حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قرآن پڑھنے والا قیامت کے دن آئے گا تو قرآن فرمائے گا اے رب اس کو لباس پہنا پھر اس کو کرامت کا تاج پہنایا جائے گا قرآن پھر فرمائے گا اے رب زیادہ عطا کر اے رب اس سے راضی ہو جا۔ اور قرآن پڑھنے والے سے کہا جائے گا کہ قرآن پڑھتا جا اور ترقی کرتا جا اور ہر آیت کے بدلے میں اسے ایک نیکی زیادہ دی جائے گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کسی چیز پر اس قدر اجر نہیں عطا فرماتا جتنا کسی کی خوش الحانی اور بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنے پر اجر عطا فرماتا ہے۔ (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص قرآن مجید میں ماہر ہو۔ وہ ان فرشتوں کے ساتھ رہتا ہے جو معزز اور بزرگ ہیں اور نامۂ اعمال لکھتے ہیں۔ اور جس شخص کو قرآن مجید پڑھنے میں دشواری ہوتی ہے اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اس کو دو اجر ملتے ہیں۔ (مسلم)

پانچویں شاخ

خیر و شر کی تقدیر پر ایمان

خیر و شر کی تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ عالم الغیب والشہادۃ اور دلوں کے سربستہ رازوں کو جاننے والی ذات نے جو کچھ انسان کی تقدیر (قسمت) میں لکھ دیا ہے۔ وہی اس کے حق میں بہتر ہے۔ اسے چاہئے کہ وہ برضا و رغبت اسے قبول کرے۔ اور کسی مقام پر تنگ دل نہ ہو۔ ارشادِ ربانی ہے:

قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ

(حبیب) ارشاد فرمائیے کہ تمام معاملات اللہ عزوجل کی طرف سے ہوتے ہیں۔

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ

ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا۔

قضاء وقدر کا لغوی معنی

قضا کا معنی ہے "حکم" اللہ تعالیٰ کی قضا سے مراد اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور قدر کا معنی "اندازہ" کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدر سے مراد کسی چیز کے متعلق اللہ تعالیٰ کا پیشگی اندازہ لگانا۔ علم باری تغیر و تبدل سے محال ہے۔

وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ (بنی اسرائیل ۲۳)

اور آپ کے رب نے حکم فرمایا ہے کہ اس (اللہ تعالیٰ) کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَ مَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (الحجر ۲۱)

اور ہر چیز ہمارے خزانوں میں ہے اور ہم ہر چیز کو معلوم و معین اندازے کے مطابق نازل کرتے ہیں۔

تقدیر کی تعریف:

علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ تقدیر کا شرعی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں
ہر مخلوق کی اس کے حسن و قبح، نفع و ضرر، اس کے زمانہ (مدتِ حیات) اس کے رہنے کی جگہ اور اس کے ثواب و عقاب کی مقرر کردہ حد کا نام اس کی تقدیر ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ بہت لوگوں کا یہ گمان ہے کہ قضا اور قدر کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنے علم اور اپنے حکم کے مطابق عمل کرنے پر مجبور کر دیا ہے حالانکہ اس طرح معاملہ نہیں ہے۔ تقدیر کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علمِ ازلی سے پہلے ہی یہ خبر دے دی ہے کہ بندہ اپنے اختیار اور ارادے سے کیا کام کرے گا اور کیا نہیں کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے خیر اور شر میں سے کیا کیا پیدا کیا ہے۔

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ○ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ (القمر: ۵۲،۵۳)

اور انہوں نے جو کچھ کیا وہ سب نوشتوں میں موجود ہے اور ہر چھوٹا اور بڑا کام لکھا ہوا ہے۔

لطیف بات:

اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ جو کچھ نوشتوں میں موجود تھا انہوں نے وہی کیا بلکہ جو کچھ انہوں نے کیا ہے وہ پہلے سے موجود تھا اور ہر چھوٹا اور بڑا کام لوح محفوظ میں لکھا ہے۔
یعنی علم، معلوم کے تابع ہے۔ معلوم علم کے تابع نہیں ہے۔

تقدیر کے متعلق قرآن مجید کی آیات:

اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ط قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا (طلاق: ۳)

بیشک اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کرنے والا ہے تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر کیا ہے۔

نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ (الواقعہ: ۶۰)

ہم نے تمہارے درمیان موت کو مقدر فرمایا:

وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ط وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ

مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ (فاطر: ۱۱)

اللہ کے علم سے ہی ہر مادہ حاملہ ہوتی ہے اور وضع حمل کرتی ہے اور جس معمر شخص کو عمر دی جاتی ہے یا اس کی عمر کم کی جاتی ہے وہ سب لوحِ محفوظ میں ہے۔

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ (التوبہ: ۵۱)

آپ فرما دیجئے ہمیں وہی (مصیبت) پہنچتی ہے۔ جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دی ہے۔ وہی ہمارا مالک ہے اور ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔

قرآن مجید اور انسانی کسب واختیار:

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ (البلد: ۸تا ۱۱)

کیا ہم نے انسان کی دو آنکھیں نہیں بنائیں اور (اس کی) زبان اور دو ہونٹ (نہیں بنائے) اور ہم نے اسے (نیکی و بدی کے) دونوں واضح راستے دکھا دیے تو وہ (عمل کی) دشوار گھاٹی میں سے کیوں نہیں گزرا۔

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۙ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۪ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ○ (النجم: ۳۹تا ۴۱)

انسان کو وہی اجر ملے گا جس کی وہ سعی کرتا ہے اور عنقریب اس کی سعی (کوشش) دیکھی جائے گی۔ پھر اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ○ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ○

(زلزال: ۷۔۸)

تو جس نے ذرہ برابر نیکی کی وہ (اس کی جزا) کو دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی وہ اس کی (سزا) دیکھے گا۔

شریعتِ اسلامیہ میں تقدیر (خیر و شر) پر ایمان گویا ایک طرح سے خدا کی ذات پر ایمان و ایقان ہے۔ تقدیر پر ایمان لانے والا اس مسلمہ حقیقت کا اقرار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ

نے اپنی حکمت کے تقاضوں کے مطابق روزِ ازل سے ہی ہر چیز کو لکھ دیا تھا یہی وجہ ہے کہ رسولِ خدا ﷺ تقدیر پر ایمان لانے کی ترغیب دیتے تھے۔ اور اس میں زیادہ سوچ بچار سے روکا کرتے تھے۔ کیونکہ اس نازک مسئلہ پر زیادہ سوچ بچار کرنے سے پھسلنے کا اندیشہ ہوتا ہے تقدیر میں تفکر و تدبر اس لئے بھی روا نہیں کہ اس میں بحث و مباحثہ کرنے والے کے پاس دوسرے کو مطمئن کرنے کا سامان نہیں ہوتا اور نہ اس کے پاس کوئی عقلی دلائل ہوتے ہیں۔ جن کی مدد سے وہ اختلافات کو ختم کر کے قطعی حجت و برھان قائم کر سکے۔

حضور ﷺ اور مسئلہ تقدیر:

ایک دفعہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ذہنوں میں مسئلہ تقدیر کے بارے میں عجیب وغریب شکوک وشبہات پیدا ہوئے۔ وہ ان سوالات کو لے کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ جو اللہ نے فیصلہ فرما لیا ہے وہ تو بدل نہیں سکتا۔ اَفَلَا نَتَوَکَّلُ (کیا ہم اپنی تقدیر پر ہی بھروسہ نہ کر لیا کریں) اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا اَنْتَ لَاقٍ (جو کچھ تمہیں ملنے والا ہے اسے قلم لکھ کر خشک ہو گئے ہیں)

یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو صرفً مجبورِ محض نہیں بنایا بلکہ صلاحیت واہلیت کا جوہر عطا فرمایا۔ عقل وخرد اور دانش وبینش سے نوازا ہے۔ اس کو سعی وکوشش کے ساتھ اپنے مقدر کو تلاش کرنے کی آزادی دی ہے۔ اور اسے عمل کا اختیار دیا ہے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے کا حکم نہیں دیا کہ فارغ بیٹھا رہ اور تقدیر پر شکوے کیے جا۔ شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

عبث ہے شکوۂ تقدیرِ یزداں
تو خود تقدیرِ یزداں کیوں نہیں

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور مسئلہ تقدیر

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ طاعون زدہ شہر میں داخل ہونے سے انکار کر دیا تو آپ سے کہا گیا کہ آپ تقدیر سے بھاگنا چاہتے ہیں۔ تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواباً

فرمایا ہم خدا کی تقدیر سے بھاگ کر اس کی تقدیر کی طرف ہی جا رہے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اشارہ اس طرف تھا کہ خدا کی تقدیر ہر حالت میں اسے گھیرے ہوئے ہے۔ اور ایمان بالقدر کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اسباب سے فائدہ نہ اٹھایا جائے۔ اسباب بھی مقدر ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان پر عمل پیرا ہونا بہت ضروری ہے۔ روایات میں ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک چور کو لایا گیا۔ آپ نے پوچھا تم نے چوری کیوں کی۔ چور بولا "خدا کا فیصلہ ہی یہی تھا" آپ نے اس پر حد نافذ کر دی اور مزید کچھ درے بھی لگائے۔ جب حضرت عمر سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا اس کا ہاتھ تو چوری کے جرم میں کاٹا گیا ہے۔ اور درے خدا پر جھوٹ باندھنے کے جرم میں لگائے گئے ہیں۔

جن ظالموں نے خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت میں عملی حصہ لیا وہ کہا کرتے تھے کہ ہم نے آپ کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ اور جب آپ پر پتھر پھینکتے تو کہتے کہ اللہ تعالیٰ پتھر مار رہا ہے۔ حضرت عثمان جواباً کہتے "تم جھوٹ بول رہے ہو اگر خدا پتھر مارتا تو اس کا نشانہ کبھی خطا نہ ہوتا۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور مسئلہ تقدیر:

ایک بوڑھے نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی اے علی" آپ یہ بتائیں کہ آیا ہمارا یہ سفر تقدیر خداوندی کے مطابق تھا" حضرت علی نے فرمایا "اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑ کر انگوریاں پیدا کیں اور سب روحوں کو جنم دیا۔ ہم جہاں سے بھی گزرے جس وادی میں بھی اترے خدا کی قضا وقدر سے اترے" یہ سن کر بوڑھے نے کہا "پھر مجھے اجر و ثواب کیونکر ملے گا؟" آپ نے فرمایا "چپ رہیے اس سفر میں اور اس لوٹنے میں تمہیں بڑا اجر ملے گا۔ تم کسی حالت میں بھی مجبور نہیں تھے بلکہ یہ سفر تم نے اپنے ارادے سے انجام دیا ہے" بوڑھا کہنے لگا" کیونکر ممکن ہے ہم تو تقدیر کے چلانے سے چلتے ہیں" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا" شاید تمہارا خیال ہے کہ تقدیر کی بنا پر ہر کوئی شخص مجبور ہو جایا کرتا ہے۔ اور اگر ایسا ہو تو ثواب و عقاب، وعدو وعید اور امر و نہی سب بے کار ہو کر رہ جائیں پھر تو اللہ تعالیٰ گناہ گار کو نہ ملامت کر سکے نہ نیکو کار کی تعریف کر سکے۔ نہ نیک اعمال

کرنے والا بداعمال کرنے والے سے افضل ہو۔ اور نہ ہی بدکار نیکوکار کی نسبت زیادہ مذمت کا مستحق ہو اور جو بات آپ کہہ رہے ہیں یہ تو پرستار لشکر شیطان قدریہ کا مقولہ ہے۔ جو اس امت کے مجوسی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو احکام دیئے ہیں بندہ ان میں مختار ہوتا ہے۔ اس نے برے کاموں سے اس لیے منع کیا ہے کہ لوگ برے افعال سے بچ جائیں۔ اس نے انسان کو اعمال کا مکلف بنایا ہے تو ان کے لیے آسانیاں بھی مہیا کی ہیں۔ وہ زبردستی کسی کو اپنی اطاعت پر مجبور نہیں کرتا اور نہ ہی مغلوب کو عاصی قرار دیتا ہے۔ اس نے رسولوں کو بے مقصد نہیں بھیجا اور نہ ہی زمین وآسمان کو بے کار پیدا کیا ہے۔ یہ تو کفار کا عقیدہ ہے اور کفار جہنمی ہیں۔"

بوڑھے نے پوچھا وہ تقدیر کیا چیز ہے جس نے ہمیں چلنے پر مجبور کیا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تقدیر خدا کا امر ہے اور اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی قَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ یہ سن کر بوڑھا ہنسی خوشی چل پڑا۔

عمل اور مسئلہ تقدیر:

اکثر پڑھے لکھے لوگ جب مسئلہ تقدیر پر گفتگو شروع کرتے ہیں تو یہ بات ضرور زیر بحث لاتے ہیں کہ جب ہماری تقدیر (اچھی یا بری) لکھی جا چکی ہے تو پھر عمل کی کیا ضرورت ہے؟ یہ اتنی بڑی غلط فہمی ہے جس کا اگر ازالہ نہ کیا جائے تو ایمان کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ اور یہ سراسر بے بنیاد اور غلط تصور (Concept) ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تقدیر کے عقیدے سے یہ مطلب لینا کسی اعتبار سے بھی درست نہیں ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "لوگو تم اپنے کام کئے جاؤ تم میں سے ہر شخص سے وہی کام صادر ہوں گے جن کے لیے وہ پیدا کیا گیا"

کام کرنا انسان پر لازم ہے اور اس کے نتیجے کے مطابق جزا دینا خدا کا کام ہے

مالی دا کم پانی لانا تے بھر بھر مشکاں پاوے
مالک دا کم پھل پھل لانا لاوے بھانویں نہ لاوے

قضا وقدر اور سعی وعمل میں باہم مطابقت ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت: ۶۹)

اور جو ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم انہیں اپنا راستہ سمجھا دیتے ہیں۔

ہم میں سے ہر شخص کی یہ عادت ہے کہ تقدیر شر کو اللہ کی ناراضگی کا سبب سمجھتا ہے ہم غربت، افلاس، غم، دکھ، تکلیف، پریشانی وغیرہ کو اپنے لیے برا خیال کرتے ہیں۔ بعض لوگ تو جب ان حالات سے دوچار ہوتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق عجیب و غریب باتیں کرنا شروع کر دیتے ہیں حدیثِ پاک میں ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ مِنَ الذُّنُوْبِ ذُنُوْبًا لَا يُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَلَا الصِّيَامُ وَلَا الْحَجُّ وَلَا الْعُمْرَةُ يُكَفِّرُهَا الْهُمُوْمُ فِيْ طَلَبِ الْمَعِيْشَةِ۔

کچھ گناہ ایسے ہیں کہ نماز، روزہ، حج اور عمرہ ان کا کفارہ نہیں بنتے بلکہ ان کا کفارہ وہ غم و آلام بنتے ہیں جو انسان کو روزی کی تلاش میں پیش آتے ہیں۔

مباحثہ حضرت آدم و موسیٰ علیہما السلام:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم و موسیٰ علیہما السلام کا مباحثہ ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے حضرت آدم! آپ ہمارے باپ ہیں آپ نے ہمیں نامراد کیا اور جنت سے نکال دیا حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا! تم موسیٰ ہو تمہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی ہمکلامی کے لیے منتخب فرمایا اور اپنے دستِ قدرت سے تمہارے لیے تورات لکھی کیا تم مجھے اس چیز پر ملامت کر رہے ہو۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے مقدر کر دیا تھا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰى فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰى۔

حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔ حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔

ایک اہم علمی نکتہ

اس بات کو جاننا انتہائی ضروری ہے کہ انسان کن امور میں مجبور سمجھا جاتا ہے اور کن معاملات میں بالکل آزاد ہے۔ اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ انسان امورِ سماویہ یا امورِ تکوینیہ میں مجبور ہے۔ اور احکامِ شرعیہ میں مختار ہے۔ موت وحیات، صحت اور فرض، حوادث ومصائب، رزق کی تنگی اور دیگر سماوی اور تکوینی امور میں انسان مجبور ہے۔

ایمان وکفر، نیک عمل اور بدعمل کرنے میں انسان خود مختار ہے۔ اور انہی کے اعتبار سے انسان جزاء وسزا کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ (الکهف: ۲۹)

پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ

(حمٓ سجدہ: ٤٦)

جس نے نیک عمل کیا تو اپنے نفع کیلئے اور جس نے برا کام کیا تو اپنے ضرر کیلئے اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

عقیدہ تقدیر پر ایمان لانے کے فوائد:

۱۔ عقیدہ تقدیر انسان کو مایوسی کے مہیب سایوں سے نکال کر شاہراہ امید پر لا کر کھڑا کرتا ہے۔

۲۔ انسان کا اللہ کی ذات پر ایمان کامل کرتا ہے اور توکل علی اللہ کی غیر معمولی طاقت پیدا کرتا ہے۔

۳۔ پست ہمتی سے بچاتا ہے اور ہمت وحوصلہ پیدا کرتا ہے۔

۴۔ عقیدہ تقدیر انسان کو بے کار اور عبث بیٹھنے سے بچاتا ہے اور اسے جہدِ مسلسل پر مجبور کرتا ہے۔

۵۔ صبر ورضا کا پیکرِ اتم بناتا ہے اور خطرات ومشکلات سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

نوٹ: امتِ مسلمہ میں سب سے پہلے جس شخص نے تقدیر کا انکار کیا تھا اس کا نام معبد جہنی تھا جو بصرہ میں رہتا تھا۔

ایک اشکال کا جواب:

جب تقدیر کا لکھا ہی غالب آتا ہے تو اعمال پر جزا وسزا کیوں ہے؟

اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ ہے جو ظاہر وغیب ہر ہر چیز کا مکمل اور قطعی علم رکھتا ہے اس کے اسی مبارک علم کو ہی تقدیر سے تعبیر کیا جاتا ہے جس طرح ایک آرکیٹیکچر عمارت بنانے سے پہلے نقشہ تیار کرتا ہے پھر اس کے متعلق پوری پوری معلومات فراہم کرتا ہے مشین بنانے والا اپنی مشین کے ساتھ ایک کاپی ارسال کرتا ہے جس میں اس کے چلانے کا طریقہ اس کی احتیاط، خرابی دور کرنے کا طریقہ بتایا جاتا ہے الغرض اس طرح کی بیسیوں مثالیں دی جا سکتی ہیں لیکن اختصار کے ساتھ صرف قرآن سے ایک مثال پیش کرتا ہوں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بدکار اور گناہ گار قیامت کے روز اپنے گناہوں کا الزام شیطان پر لگائیں گے شیطان کہے گا فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَکُمْ میرا تم پر کوئی زور نہ تھا پس مجھے ملامت نہ کرو اپنے آپ کو ہی ملامت کرو شیطان کا جواب اس بات کی دلیل ہے کہ انسان مجبورِ محض نہیں ہے شیطان نے بدی کا راستہ دکھایا گناہ گاروں نے اختیار کرلیا نیکوکار نے چھوڑ دیا معلوم ہوا ہر شخص نیکی اور بدی کے اختیار میں خود مختار ہے۔

چھٹی شاخ

آخرت پر ایمان

اس کائنات میں انسان کی زندگی برائے نام ہے۔ دنیوی زندگی کی یہ رونقیں اور رعنائیاں ختم ہو جائیں گی۔ نظامِ کائنات معطل ہو جائے گا۔ اجرامِ فلکی آپس میں ٹکرا کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ فلک بوس پہاڑ ٹوٹ پھوٹ جائیں گے۔ روح فرسا کڑک اور جان لیوا گڑگڑاہٹ پیدا ہو گی۔ جو کانوں کے پردے پھاڑ رہی ہو گی۔ ستارے بے نور ہو جائیں گے۔ چاند اور سورج اپنی تمام تر تابناک شعاعوں سے محروم ہو جائیں گے۔ ہر سو تاریکی ہو جائے گی۔ نظامِ کائنات درہم برہم ہو جائے گا۔ ابتدا سے لے کر قیامت تک کی تمام مخلوق دربارِ الٰہی میں پیش ہو گی اعمال نامے کھلنے کا وقت آ جائے گا۔ ہر نفس پر ہیبت اور وحشت ہو گی۔ زبانوں پر تالے لگے ہوئے ہوں گے۔ خوف و ہراس کی وجہ سے نفسا نفسی کا عالم ہو گا بھائی بہن کو، بہن بھائی کو، ماں باپ اولاد کو اولاد ماں باپ کو نہ پہچانے گی۔ مخلوق کا حساب شروع ہو جائے گا۔ دنیوی زندگی کی کارکردگی اور رپورٹ، جنت و دوزخ کا فیصلہ سنایا جائے گا۔ مظلوم کو ظالم سے حق دلوایا جائے گا۔ کمزور کا طاقتور سے قصاص لیا جائے گا۔ صحیح انصاف کے تقاضوں اور عدل کا ایسا بول بالا ہو گا کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔

نبی پاک ﷺ نے ایک دفعہ اس نازک اور مشکل گھڑی کی یوں منظر کشی فرمائی کہ جب انسان کے نامہ اعمال کھلنے کا وقت آئے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا۔ اِقْرَاْ کِتَابَکَ اے انسان اپنی کتابِ حیات کو پڑھو۔ جب وہ پڑھنا شروع کر دے گا تو حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ انه من نوقش الحساب هلك يا عائشة اے عائشہ جس کے حساب و کتاب کے دوران اللہ تعالیٰ نے پوچھنا شروع کر دیا (کہ یہ کیوں

ہوا؟ کیسے ہوا اور ایسا کیوں نہ ہوا؟) پس وہ ہلاک ہو جائے گا۔ اس لیے آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے اس مشکل گھڑی سے بچنے کیلئے ایک دعا کی تلقین فرمائی کہ۔ اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا۔

اس یومِ آخرت یعنی قیامت پر ایمان لانا اس لیے بھی ضروری ہے۔ تاکہ لوگوں کو احساس رہے کہ کوئی عمل رائیگاں نہیں جائے گا۔ اگر آج زیادتی کی تو کل اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ اور جزا و سزا کے عمل سے گزرنا پڑے گا۔ اگر یہی تصور سب پر غالب آجائے تو معاشرے میں تمام برائیاں، بے حیائیاں ختم ہوسکتی ہیں۔ اور ہر طرف انصاف اور نیکی و بھلائی کی حکمرانی نظر آئے گی۔ جس سے ایسا مثالی اور غبط ملائک معاشرہ تشکیل پا سکتا ہے۔ جس کی نظیر دنیا میں کہیں نہ ملے گی۔ ایسا ہی بے مثال، خوشحال اور جرائم سے پاک معاشرہ تشکیل دینے کے لیے آخرت پر ایمان لانا لازم قرار دیا گیا ہے۔ (یہ سب ممکن ہو بھی سکتا ہے لیکن افسوس! کہ ہم لوگ آخرت پر، یومِ جزا و سزا پر ایمان تو رکھتے ہیں مگر ''برائے نام'' اور اب تو نوبت بایں جا رسید کہ ہم نے مرنا ہی بھلا دیا ہے۔ خدا شاہد ہے کہ اگر ہمیں صرف موت یاد رہے قبر کی کوٹھڑی یاد رہے تو یہ اصلاحِ احوال اور اصلاحِ معاشرہ کے لیے کافی ہے مگر ......)

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی بیان کی ہے۔

بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ (البقرۃ: ٤)

اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔

یعنی مومنوں کو صرف اس آخرت کا علم ہی نہیں بلکہ یقین کامل بھی ہے۔ یقین اس کیفیت کو کہتے ہیں جس میں شک وشبہ کا کوئی گزر نہ ہو اور جب کسی چیز کے بارے میں علم اس قدر پختہ ہو جاتا ہے، تو انسان اس کے خلاف نہ سوچتا ہے اور نہ ہی اس کے خلاف کچھ کہہ سکتا ہے جب آخرت پر کسی کا یقین مضبوط و پختہ ہو جاتا ہے تو وہ ہر قدم اٹھانے سے پہلے اس کے نتائج کا اندازہ لگاتا ہے۔ جو اس پر مترتب ہونے والے ہیں۔ انسان کو انسان بننے کے لیے فکرِ آخرت کا احساس کافی ہے۔

منکرینِ آخرت کے لیے وعید:

وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَۃِ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ (الاعراف: ۱۴۷)

اور جنھوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور آخرت کی ملاقات کو تو ان کے سارے اعمال ضائع ہو گئے۔

وَاِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ اَعْتَدْنَا لَھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا (بنی اسرائیل: ۱۰)

اور بیشک وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

بیشمار آیات میں سے صرف دو کا انتخاب کیا گیا ان دونوں آیتوں میں ایک ہی بنیادی مضمون کو بیان کیا گیا ہے کہ نیک اعمال کا اجر وثواب قیامت کے دن صرف ان لوگوں کو عطا کیا جائے گا جو اللہ تعالیٰ اس کے رسولوں، اور روزِ جزا پر ایمان لائے اور جو اللہ تعالیٰ اس کے رسولوں اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لائے گا۔ اس کے تمام نیک اعمال ضائع کر دیے جائیں گے۔ اسے جہنم کے دھکتے انگاروں میں پھینکا جائے گا۔ بلکہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق ہے۔

وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ

کہ جہنم کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ اور انہیں لوگوں کے لیے جہنم تیار کیا گیا ہے۔

عقیدۂ آخرت کے انسانی زندگی پر اثرات

اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا (النساء: ۵۹)

اگر تم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو یہی بہتر ہے اور اس کا انجام بھی بہت ہی اچھا ہے۔

فَکَیْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ کَفَرْتُمْ یَوْمًا یَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبًا ٭ اِنِ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِہٖ کَانَ وَعْدُہٗ مَفْعُوْلًا (المزمل: ۱۸،۱۷)

اور تم کیسے صاحب تقویٰ ہو سکتے ہو اگر اس دن کا انکار کرو۔ جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ اور جس سے آسمان پھٹ جائے گا اور اس کا یہ وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔

یعنی اگر کوئی یہ چاہے کہ میں تمام انسانوں سے بہتر، اچھا اور متقی ہو جاؤں تو اس کے لیے ضروری ہے کہ آخرت پر ایمانِ کامل رکھے۔ آخرت پر ایمان رکھے بغیر وہ کامل مومن نہیں بن سکتا کیونکہ آخرت پر ایمانِ کامل ہی انسان کو دنیا و آخرت میں اچھے مقامات عطا کروائے گا۔

یومِ آخرت یومِ جزا و سزا ہے:

قیامت کا دن جزا و سزا اور حساب و کتاب کا دن ہے۔ اس روز گناہوں پر سزا اور نیکیوں پر جزا دی جائے گی۔ ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (آل عمران: ۱۸۵)

بیشک تمہیں قیامت کے دن اپنی اس زندگی کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (آل عمران: ۱۶۱)

پھر ہر نفس کو قیامت کے دن اس کے کیے ہوئے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہو گا۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ (الانبیاء: ۴۷)

اور قیامت کے روز ہم صحیح تولنے والے ترازو رکھ دیں گے اور کسی پر ذرہ بھر ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر (کسی کا عمل) رائی کے دانے کے برابر بھی ہو گا تو ہم اسے بھی لائیں گے اور ہم کافی ہیں حساب کرنے والے۔

اہلِ محبت کے لیے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (خادمِ خاص) فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ رفعت پناہ میں عرض کی کہ قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری شفاعت فرمائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَنَا فَاعِلٌ میں شفاعت کروں گا۔ میں نے (فرطِ محبت سے

عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں آپ کو کہاں تلاش کروں فرمایا پہلے پل صراط پر (جہاں سے میری امت گزر رہی ہوگی) مجھے ڈھونڈنا اگر وہاں ملاقات نہ ہوئی تو میزان کے پاس مجھے تلاش کرنا (جہاں میری امت کے اعمال کا وزن ہو رہا ہوگا) میں نے عرض کی آقا اگر وہاں بھی شرفِ ملاقات نصیب نہ ہوا تو فرمایا پھر حوض کے پاس (آ جانا) میں ان تین مقامات میں سے کسی ایک پر ضرور ہوں گا۔ (ترمذی)

ساتویں شاخ

مرنے کے بعد والی زندگی پر ایمان

ایک مسلمان کا یہ عقیدہ ہونا بہت ضروری ہے کہ اس دارِ فانی سے ایک نہ ایک دن کوچ کرنا ہے۔ چند ساعتیں گزار کر اپنا رختِ سفر باندھنا ہے۔ اور پھر دوبارہ بھی اٹھنا ہے۔ اور حساب و کتاب دینا ہے۔ اپنے کیے ہوئے پر جزا و سزا حاصل کرنا ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰى وَ رَبِّىْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ (التغابن ۷)

کفار یہ گمان کرتے ہیں کہ انہیں ہرگز دوبارہ زندہ نہ کیا جائے گا آپ فرمائیے کیوں نہیں میرے رب کی قسم تمہیں ضرور زندہ کیا جائے گا اور پھر تمہیں آگاہ کیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

کفار مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کا انکار کرتے تھے۔ مر کر دوبارہ زندہ ہونے کو خلافِ عقل خیال کرتے تھے۔ اور اسی بنا پر قیامِ قیامت کے انکاری تھے۔ اس لیے وہ بڑے دعوے سے کہتے کہ لن یبعثوا یعنی انہیں قبروں سے زندہ کر کے ہرگز نہیں اٹھایا جائے گا۔ ان کے اس دعوے کے بطلان کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو بتایا کہ انہیں فرما دیں کہ تمہارا خیال باطل ہے۔ میں اپنے رب کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ تمہارا دفترِ عمل تمہارے سامنے کھولا جائے گا۔ ایسا کرنا میرے رب کے لیے ہرگز دشوار نہیں ہے۔ جس طرح اس نے کائنات کی تخلیق کے وقت "کُن" فرمایا تھا۔ اور سارا جہاں نیست سے ہست ہو گیا۔ اسی طرح اس وقت بھی اس کا ایک اشارہ ہو گا۔ تم سر جھکائے قبروں سے باہر نکل کھڑے ہو گے۔ بکھرے ذرات کو مجتمع کرنا تمہارے لیے مشکل ہے۔ لیکن میرے اللہ کے لیے مشکل نہیں جو عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ہے۔

یہ دنیا دارالعمل ہے دارالجزاء نہیں۔ ہم یہاں دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی بدکار اور بدکردار ہے سراپا ظلم ہے اس کے باوجود وہ بڑی عزت و آرام اور سکون کی زندگی بسر کرتا ہے اور دوسرا آدمی نیک، مخلص اور انتہائی شریف ہے لیکن پھر بھی عمر بھر طرح طرح کی مصیبتوں اور آزمائشوں میں مبتلا رہتا ہے۔ اگر موت انسانی زندگی کے قافلہ کی آخری منزل ہوتی تو اس سے بڑی ناانصافی اور کیا ہوسکتی ہے کہ ایک شخص جو نیک اور صالح ہے وہ عمر بھر کانٹوں پر سوتا رہے اور جو بدمعاش اور سفاک ہے۔ اس کے مصائب و آلام سے کبھی پالا ہی نہ پڑا ہو ایسی ناگفتہ بہ حالت میں اخلاقی اقدار کو کوئی بھی نہیں اپنائے گا۔ اس سے تو عظمت انسانی کے چمکتے چاند کو گرہن لگ جائے گا۔ قانون کی حکمرانی و بالادستی کی بجائے جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا رواج عام ہو جائے گا۔ فتنہ و فساد اپنی انتہائی حدود کو پہنچ جائے گا۔ قتل و غارت اور ڈاکہ زنی ہر سو عام ہو جائے گی۔ خالقِ کائنات جو عادل اور حکیم ہے یہ اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ اس فانی زندگی کے بعد ایک باقی زندگی کا آغاز کرے۔ جہاں عدل و انصاف کے تمام تقاضے پورے کیے جائیں۔ مخلص لوگوں کو ان کی مخلصانہ جدوجہد کا پورا پورا صلہ دیا جائے۔ اور بدکاروں کو ان کی بدکاری کے باعث پوری پوری سزا دی جائے۔ اور نیکوکاروں کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَفَلَا یَعلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ (العادیات : ۹)

کیا وہ اس وقت کو نہیں جانتا جب نکال لیا جائے گا جو کچھ قبروں میں ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ زندگی کے منکرین کو سمجھاتے ہوئے فرما رہے ہے کہ یہ ناداں جو مخلوقِ خدا پر طرح طرح کے مظالم ڈھا رہے ہیں کیا یہ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ میں انہیں قبروں سے نکالوں گا۔ اور ان درندہ صفت انسانوں سے دنیوی زندگی کے متعلق سختی سے باز پرس کروں گا۔ ایک اور مقام پر انسان کو غفلت کی چادر اتارنے اور عقل و دانائی سے کام لینے کی دعوت بڑے ناصحانہ انداز میں فرمائی۔

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ (الانفطار : ۱ تا ۵)

(قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر فرمایا) آسمان پھٹ جائے گا اس میں دراڑیں اور شگاف نمودار ہو جائیں گے۔ ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر بکھرنے لگ جائیں گے۔ سمندر بہنے لگ جائیں گے۔ قبروں کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا جائے گا۔ ان میں جو لوگ دفن ہیں وہ باہر آ جائیں گے۔ اس وقت انسانوں پر ان کی نیک و بد اعمال کی حقیقت آشکار ہو جائے گی۔

پھر فرمایا:

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ

(التکویر ۱ تا ۱٤)

(حبیب یاد کرو) جب سورج لپیٹ دیا جائے اور جب ستارے بکھر جائیں گے اور جب پہاڑوں کو اکھیڑ دیا جائے گا اور جب دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں چھوٹی پھریں گی اور جب وحشی جانور یکجا کر دیے جائیں گے اور جب سمندر بھڑکا دیے جائیں گے اور جب جانیں (جسموں سے) جوڑی جائیں گی اور جب زندہ درگور کی ہوئی (بچی) سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ کے باعث ماری گئی اور جب اعمال نامے کھولے جائیں گے اور جب آسمان کی کھال اُدھیڑ لی جائے گی اور جب جہنم دہکائی جائے گی اور جب جنت قریب کر دی جائے گی (تو اس دن) ہر شخص جان لے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے۔

حیات بعد الممات پر قرآن و حدیث کے دلائل

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیشمار مقامات پر دنیوی زندگی کے اختتام پر نئی شروع ہونے والی زندگی یعنی حیاتِ برزخی کا ذکر فرمایا ہے اس دارِ فانی میں چند دن گزار کر انسانی زندگی کا دوسرا سفر شروع ہوتا ہے۔ جسے برزخی زندگی کہتے ہیں دنیوی زندگی اور برزخی زندگی میں (Requirements) کے اعتبار سے چونکہ خاصا فرق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض احباب حیاتِ برزخی کو سمجھنے میں پریشان ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (البقرۃ: ۲۸)

تم کیونکر اللہ کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے اس نے تمہیں زندہ کیا پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا پھر اسی کی طرف تم پلٹائے جاؤ گے۔

اس مقام پر دو موتوں اور دو زندگیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ (الحج: ٦٦)

اور وہی ہے جس نے تمہیں زندگی دی پھر مارے گا اور پھر زندگی عطا کر دے گا۔

قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (الجاثیہ: ٢٦)

فرمایئے اللہ نے تمہیں زندہ فرمایا ہے اور پھر وہی تمہیں مارے گا پھر تمہیں جمع کرے گا قیامت کے دن جس میں ذرا شک نہیں ہے۔ لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے۔

قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَ فِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَ مِنْهَا تُخْرَجُوْنَ (الاعراف: ٢٥)

فرمایا اسی زمین میں تم زندہ رہو گے۔ اسی میں مرو گے۔ اور اسی سے تم اٹھائے جاؤ گے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كَمَا تَحْيَوْنَ تَمُوْتُوْنَ وَ كَمَا تَمُوْتُوْنَ تُحْشَرُوْنَ

جس حالت پر تم اپنی زندگی گزارو گے اسی پر تمہیں موت آ گے گی۔ اور جس حال میں موت آئے گی اسی حال میں قیامت کے روز کھڑے کیے جاؤ گے۔ (مشکوٰۃ شریف)

"باب اثبات عذاب القبر" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی (اس کو دفن کرنے کے بعد) لوٹتے ہیں تو وہ (مردہ) انہ لیسمع قرع نعالھم ان (لوٹنے والوں) کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے۔ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں ما کنت تقول فی ھذا الرجل لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ان صاحب کے متعلق کیا

کہا کرتا تھا یعنی محمد ﷺ تو مومن کہہ دیتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ﷺ ہیں۔ تب اس سے کہا جاتا ہے کہ اپنا دوزخ کا ٹھکانہ دیکھ جسے اللہ نے جنت کے ٹھکانے سے بدل دیا ہے۔ تو وہ ان دونوں کو دیکھتا ہے۔ لیکن جب منافق اور کافر سے کہا جاتا ہے کہ ان صاحب کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا وہ کہتا ہے۔ میں نہیں جانتا جو لوگ کہتے تھے میں وہی کہتا تھا تو اس سے کہا جاتا ہے کہ تو نے نہ پہچانا نہ قرآن پڑھا۔ پھر اسے لوہے کے ہتھوڑوں سے مارا جاتا ہے۔ جس سے وہ ایسی چیخیں مارتا ہے کہ سوائے جن وانس کے تمام مخلوق اس کی چیخ وپکار کو سنتی ہے۔

ایک اعتراض کا جواب

ان مذکورہ بالا آیات وحدیث میں قبر سے دوبارہ اٹھنے کی بات کی گئی ہے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو قبر نصیب نہیں ہوتی۔ جیسے کوئی سمندر میں غرق ہو جائے۔ کسی کو شیر یا چیتا کھا جائے۔ یا کوئی جل کر راکھ ہو جائے ایسی صورت میں کیا ہوگا۔ انسانی وجود میں دو چیزیں اللہ نے ودیعت کی ہیں مادی جسم اور روح اس مادی جسم کو جو کچھ مرضی ہو جائے جہاں مرضی رہے اس کی روح بالکل (Safe and sound) ہوتی ہے جس پر نہ شیر اور چیتا حملہ کر سکتا ہے اور نہ آگ اسے اپنی لپیٹ میں لے سکتی ہے۔ جب قیامت آئے گی جسم کے جو ذرات پوری کائنات میں بکھرے ہوئے ہوں گے مجتمع ہو کر روح کے ساتھ متعلق ہو جائیں گے۔ وہ جسم جہاں بھی رہے گا اس کی روح کا اس کے ساتھ تعلق رہے گا۔ جس جگہ یہ جسم ہوگا وہیں سے اس کو دوبارہ نکالا جائے گا۔ (وہ قبر ہو یا مچھلی، شیر چیتا وغیرہ کا پیٹ ہو) یہی اس کی حیات بعد الممات ہے۔

زندگی جسمِ سابق سے ہی ہوگی

اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ (الحج: ۵)

اگر تمہیں مرنے کے بعد اٹھنے میں شک ہے تو تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہم نے پہلے بھی تمہیں مٹی سے پیدا کیا تھا۔

جو ذات انسان کی پہلی تخلیق مٹی سے کر سکتی ہے وہ اس کی نشاۃِ ثانیہ مٹی یا کسی اور شے سے کیوں نہیں کر سکتی۔

قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَ هِیَ رَمِیْمٌ قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ (یٰسین: ۷۹)

ان سے کہئے کون ہڈیوں کو (دوبارہ) زندہ کرے گا۔ جبکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی۔ فرمادیں ان کو وہی زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں زندگی بخشی تھی۔

قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِیْدًا اَوْ خَلْقًا مِّمَّا یَكْبُرُ فِیْ صُدُوْرِكُمْ فَسَیَقُوْلُوْنَ مَنْ یُّعِیْدُنَا قُلِ الَّذِیْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ

ان سے کہو خواہ تم پتھر بن جاؤ یا لوہا یا کوئی ایسی چیز جس کا زندہ ہونا تمہارے خیال میں ناممکن ہو پھر وہ پوچھیں کہ ہمیں دوبارہ کون زندہ کرے گا؟ تو فرمادو کہ وہی جس نے پہلی بار تم کو پیدا فرمایا۔

ان تمام آیات میں ایک ہی بات کو واضح کیا گیا ہے کہ جس ذات نے تمہیں پہلے بنایا ہے وہی تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔ اور اس جسم پر زندہ کرے گا جس جسم پر اس نے تمہیں پہلی دفعہ تخلیق فرمایا تھا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

اَلْاِیْمَانُ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَبِالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَ بِالْقَدْرِ كُلِّهٖ۔ ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، فرشتوں پر، کتابوں پر، رسولوں پر، مرنے کے بعد اٹھنے پر، اور تقدیر پر ایمان لاؤ۔

آٹھویں شاخ

قبروں سے اٹھنے کے بعد تمام لوگوں کا ایک ہی جگہ جمع کیے جانے پر ایمان

ظالم کو ظلم کی سزا اور مظلوم کو صبر پر جزا نہ دینا از خود ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا وہ بال برابر بھی کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ جزا و سزا کا نظام اس وقت تک قائم نہیں کیا جا سکتا جب تک یہ جہاں ختم نہیں ہوتا۔ مثلاً ایک شخص مسجد بنا کر فوت ہو جاتا ہے جب تک اس مسجد میں نماز پڑھی جاتی رہے گی اس کے نامہ اعمال میں نیکیاں لکھی جاتی رہیں گی۔ اور اگر کوئی شخص برائی کا اڈا (بت خانہ، شراب خانہ) بنا کر فوت ہو گیا۔ جب تک وہاں برائیاں ہوتی رہیں گی اس کے نامہ اعمال میں برائیاں لکھی جاتی رہیں گی۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فِي الْإِسْلَامِ فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا

جو شخص اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اسے اپنے عمل اور ان کے عملوں کا ثواب ہے جو اس پر کار بند ہوں گے۔

مَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا

جو شخص اسلام میں بُرا طریقہ ایجاد کرے گا اس پر اپنی بد عملی کا گناہ اور ان کی بد عملیوں کا گناہ جو اس کے بعد اس پر کار بند ہوں گے۔

اس لیے جب تک یہ جہاں آباد ہے اور اس کے رہنے والے انسان اس میں موجود ہیں اس وقت تک لوگوں کا نامہ اعمال مکمل نہیں ہو سکتا۔ نامہ اعمال اس وقت مکمل ہو گا۔ جب دنیا اور اس کے رہنے والے ختم ہو جائیں گے۔ اور اسی کا نام ہی قیامت ہے اور یہی

جزاوسزا کا دن ہے۔ جب ہر نفس کو اس کے کیے ہوئے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

صورِ اسرافیل کی کیفیت

قیامت کے روز حضرت اسرافیل علیہ السلام بحکمِ الٰہی تین بار صور پھونکیں گے پہلی بار پوری کائنات فنا ہو جائے گی۔ دوسری بار پوری نوع انسانی دوبارہ زندہ ہو کر قبروں سے نکل کھڑی ہوگی۔ اور تیسری بار صور پھونکنے پر سب لوگ دربارِ الٰہی میں محاسبہ اعمال کے لیے حاضر ہو جائیں گے۔ سورۃ یاسین میں اس کیفیت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

یہ لوگ کہتے ہیں کہ قیامت کی دھمکی آخر کب پوری ہوگی بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ وہ دراصل جس چیز کی راہ تک رہے ہیں۔ وہ بس ایک دھماکہ ہے جو (اچانک) انہیں دبوچ لے گا۔ جب وہ بحث ومباحثہ کر رہے ہوں گے۔ پس نہ وہ (اس وقت) کوئی وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر آسکیں گے۔ اور (دوبارہ جب) صور پھونکا جائے گا تو فوراً وہ اپنی قبروں سے نکل کر پروردگار کی طرف تیزی سے جانے لگیں گے۔ (اس وقت) کہیں گے ہائے ہم برباد ہو گئے۔ کس نے ہمیں ہماری خوابگاہ سے اٹھا کھڑا کیا ہے۔ (آواز آئے گی) یہ وہی ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ فرمایا تھا۔ اور اس کے رسولوں نے سچ کہا تھا۔ ایک زوردار کڑک اور ہوگی۔ پھر فوراً وہ سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کر دیئے جائیں گے۔ پس آج ذرہ برابر بھی کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا اور تمہیں صرف انہی اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ جو تم کیا کرتے تھے۔ بیشک اہلِ جنت آج اپنے شغل سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔ وہ اور ان کی بیویاں سایہ میں تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے ان کے لیے وہاں پھل ہوں گے اور انہیں ملے گا جو وہ طلب کریں گے۔ رب رحیم کی طرف سے انہیں سلام کیا جائے گا۔ اور (حکم ہوگا) اے مجرمو (میرے دوستوں سے) آج الگ ہو جاؤ۔ کیا میں نے تمہیں تاکیدی حکم نہیں دیا تھا کہ اے اولادِ آدم شیطان کی عبادت نہ کرنا۔ بلاشبہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور میری عبادت کرنا یہ سیدھا راستہ ہے۔ شیطان نے تم میں سے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا۔ کیا تم عقل وخرد نہیں رکھتے تھے۔ یہ ہے وہ جہنم جس کا تم سے وعدہ کیا تھا۔ (یاسین: ۴۸ تا ۶۳)

یومِ جزا وسزا کی حقانیت پر دلائل

ایک ایسا وقت بھی آنے والا ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ ساری دنیا کو فنا کردے گا۔ پھر پوری انسانیت کو دوبارہ زندہ فرمائے گا۔ اور اس وقت ساری دنیا کے اگلے پچھلے سب انسان دوبارہ زندہ ہو جائیں گے۔ اور اللہ سے اپنی جزا وسزا لیں گے۔

رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ط (آل عمران: ۹)

اے ہمارے پروردگار بیشک تو جمع فرمانے والا ہے سب لوگوں کو اس دن کے لیے جس (کے آنے) میں کوئی شک نہیں ہے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ط (النساء: ۸۷)

اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں ہے وہ ضرور (بالضرور) تمہیں جمع کرے گا قیامت کے دن جس (کے آنے) میں کوئی شک نہیں۔

اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (المائدہ: ۱۰۵)

تم سب کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے پس وہ تمہیں بتادے گا جو تم کرتے تھے۔

فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ (آل عمران: ۲۵)

کیا حال ہوگا (ان کا) جب ہم جمع کریں گے انہیں اس روز جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔

وَ يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا (الانعام: ۲۲)

(یاد کرو) وہ دن جب ہم تم سب کو جمع کریں گے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ (ھود: ۱۰۳)

بیشک ان واقعات میں نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ یہ وہ دن ہے جس دن اکٹھے کیے جائیں گے۔ سب لوگ اور وہ دن ہے جب سب (مخلوقات اور ان کے انواع واقسام) کو حاضر کیا جائے گا۔

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا (المجادلہ: ۶)

(یاد کرو) جس روز اللہ تعالیٰ سب کو زندہ کرے گا۔ پھر انہیں آگاہ کرے گا جو کچھ انہوں نے کیا تھا۔

اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (المطففین: ٤ تا ٦)

کیا وہ (اتنا) خیال بھی نہیں کرتے کہ انہیں قبروں سے اٹھایا جائے گا۔ ایک بڑے عظیم دن کے واسطے جس دن لوگ (جواب دہی کیلئے) پروردگار عالم کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ ۢبِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا (النساء: ٤١)

تو کیا حال ہوگا (ان نافرمانوں کا) جب ہم لے آئیں گے۔ ہر امت سے ایک گواہ اور (اے حبیب ﷺ) ہم لے آئیں گے۔ آپ کو ان سب پر گواہ

یعنی قیامت کے دن ہر نبی اپنی امت کے احوال و اعمال پر شہادت دے گا۔ اور ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام کی شہادت دیں گے۔

(گواہی دینے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ قریب ہو یا دور سے بیٹھا اس واقعہ کا مشاہدہ کر رہا ہو۔ اگر یہ دونوں صورتیں نہیں ہیں تو وہ گواہ نہیں بن سکتا اس سے ثابت ہوا کہ تمام انبیاء کا دورِ نبوت حضور ﷺ کی نگاہوں کے سامنے گزرا ہے اور حضور ﷺ اپنی امت کو بھی قیامت تک ملاحظہ فرماتے رہیں گے تبھی تو شہادت دیں گے)

ان مذکورہ بالا آیاتِ بینات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی ہے کہ ایک ایسا دن آنے والا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے تمام مخلوق کو ایک ہی جگہ اکٹھا فرمائے گا۔ جس دن کسی سے کوئی ظلم و زیادتی نہیں ہوگی۔ بلکہ مظلوم کو ظالم سے حق دلوایا جائے گا۔ اور ہر انسان کو الدنیا مزرعة الاخرة کی صحیح سمجھ آئے گی۔ ہر ایک کو پوری پوری جزا و سزا دی جائے گی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے روز سب لوگ (اولین و آخرین) جمع ہوں گے ان میں سے کوئی ایک بھی غائب نہ ہوگا۔ اور ان کے نصف کانوں تک پسینہ ہوگا۔

یومِ حساب کی مقدار

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ

(المعارج ۴)

عروج کرتے ہیں فرشتے اور جبرائیل اللہ کی بارگاہ میں۔ یہ عذاب اس روز ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک جتنی بھی مخلوق ہوگی۔ سب کا حساب و کتاب ایک ہی دن ہوگا۔ اس لیے اس دن کو بہت زیادہ طویل بنایا گیا ہے۔ وقت کی مقدار ایک ہی ہوتی ہے کسی کے لیے وہ ایک لمحہ کی طرح گزر جاتا ہے۔ اور کسی کے لیے وہ وقت بڑا طویل ہو جاتا ہے۔ قیامت کا دن تو وہی ہوگا۔ جو اہلِ ایمان کو بڑا مختصر معلوم ہوگا۔ لیکن مجرموں کو ہزار ہا سال کے برابر محسوس ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اس دن کی طوالت کا ذکر کیا گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ اَنَّهٗ لَیُخَفَّفُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حَتّٰی یَكُوْنَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ مِنْ صَلٰوةٍ مَكْتُوْبَةٍ یُصَلِّیْهَا فِی الدُّنْیَا

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ دن مومن کے لیے بڑا مختصر کر دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ جتنا وقت فرض نماز کے ادا کرنے میں لگتا ہے۔ اس سے بھی اسے مختصر معلوم ہوگا۔ جیسے جب کسی کو اس کا کوئی بہت ہی پیارا محبوب ملتا ہے تو ساری رات محوِ گفتگو رہنے والا یہ محب یہی شکوہ کرتا ہے کہ آج کی رات بہت مختصر تھی۔

من قصر الليل اذا زرتني
اشكوه وتشتكين من الطول

جس رات تو مجھے شرفِ ملاقات سے نوازتی ہے تو اس رات میں تنگی وقت کا شکوہ کرتا ہوں۔ اور تو اس کے لمبا اور طویل ہونے کی شکایت کرتی ہے۔

نویں شاخ

مومنین کا ٹھکانہ جنت اور کفار (مشرکین ومنافقین کا ٹھکانہ جہنم پر ایمان)

مومن وہ ہے جس نے اپنی ساری زندگی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ کی اتباع واطاعت میں گزاری۔ جس نے اپنی لذات وخواہشات کو خدا اور رسول ﷺ کے دینِ متین کے تابع کیا۔ اور اپنی خوشی ورضا کو اللہ ورسول ﷺ کی رضا کے مطابق کیا۔ ایسے شخص کے لئے مژدہ سنایا گیا ہے کہ اسے جنت میں اعلیٰ مقام عطا کیا جائے گا۔

مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (النساء: ٦٩)

جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ (جنت میں) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا (وہ) انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین ہیں اور یہ بہت ہی اچھے ساتھی ہیں۔

مومنین کی صفات

یوں تو مومنین کی بے شمار صفات ہیں مگر ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝

(البقرۃ: ۳ تا ۵)

اور جو ایمان لائے ہیں غیب پر اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور جو ہم نے انہیں دے رکھا ہے اس سے خرچ کرتے ہیں اور وہ جو ایمان لائے اس پر جو آپ کی طرف اتارا گیا۔

(قرآن مجید) اور جو اتارا گیا آپ سے پہلے (کتب و صحائف) اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (المومنون: ۱ تا ۱۱)

بیشک مومن فلاح (کامیابی) پاگئے۔ اور وہ مومن جو اپنی نماز میں عجز و نیاز کرتے ہیں اور وہ بے ہودہ اور لغویات سے منہ پھیرتے ہیں۔ اور وہ جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں کے اور ان کنیزوں کے جوان کے ہاتھوں کی ملکیت ہیں تو بے شک انہیں ملامت نہ کی جائے گی۔ اور جس نے ان دو کے سوا خواہش کی تو یہی لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ اور وہ مومن جو اپنی امانتوں اور وعدوں کی پاسداری کرتے ہیں اور وہ جو اپنی نمازوں کی پوری حفاظت کرتے ہیں اور یہی لوگ وارث ہیں۔ اور جو وارث بنیں گے فردوس (جنت) کے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

جنت مومنین کی میراث

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ (البقرۃ: ۲۵)

اور مومنین کو خوشخبری سنائیے کہ ان کے لیے جنت ہے جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (البقرۃ: ۸۵)

وہ لوگ جو مومن ہیں اور انہوں نے اچھے کام کیے وہی جنتی ہوں گے۔

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ جَنّٰتٌ (آل عمران: ۱۳۶)

یہ وہ (مومن) ہیں جن کا بدلہ اپنے رب کی طرف سے بخشش اور جنت ہے۔

وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا (النساء: ۱۲۴)

اور جس نے اچھے عمل کئے مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مومن ہو وہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان سے ذرا بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ (التوبہ: ۲۱)

ان (مومنین) کا رب انہیں خوشخبری دیتا ہے اپنی رحمت اور خوشنودی کی اور ایسی جنت کی جس میں دائمی نعمت ہوگی اور وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ بے شک اللہ ہی کے پاس اجر عظیم ہے۔

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِىْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا (مریم: ۶۳)

یہ وہ جنت ہے جس کا ہم اپنے متقی (مومن) بندوں کو وارث بنائیں گے۔

جنت کی نعمتیں

فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ (المومنون: ۱۹)

اور پھر ہم نے اگائے تمہارے لئے اس پانی سے باغات کھجوروں اور انگوروں کے، تمہارے لئے ان میں بہت سے پھل ہیں اور ان میں سے تم کھاتے ہو۔

يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ (الزخرف: ۶۸)

اے (مومن) بندو آج سے (جنت میں) تم پر کوئی غم وملال نہ ہوگا۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِىْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ وَّاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ وَاَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۵ وَاَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ط وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ط (محمد: ۱۵)

وہ جنت جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جس کی بو اور مزہ نہیں بدلتا اور دودھ کی نہریں ہیں جس کا ذائقہ نہیں بدلتا اور شراب کی نہریں ہیں جو

پینے والوں کیلئے لذت بخش ہیں اور صاف ستھرے شہد کی نہریں ہیں (جنت میں) ان کے لیے ہر قسم کے پھل (میوے) ہوں گے اور رب کی طرف سے بخشش ہو گی۔

مُتَّكِـِٔيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ (الرحمن: ۵۴)

وہ (مومن جنت میں) تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے بستروں پر جن کے استر قناویز کے ہوں گے اور دونوں باغوں کا پھل نیچے جھکا ہو گا۔

فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ (الرحمن: ۷۰)

ان میں (جنتیوں کے لیے) نیک سیرت اور خوبصورت عورتیں ہیں۔

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِى الْخِيَامِ (الرحمن: ۷۲)

وہ خیموں میں پردہ نشین حوریں ہیں۔

مُتَّكِـِٔيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ (الرحمن: ۷۶)

وہ سبز بچھونوں اور منقش خوبصورت چاندنیوں پر تکیہ لگائے ہوں گے۔

جنت میں سب سے بڑی نعمت

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم کی خدمتِ عالیہ میں تھے کہ آپ ﷺ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ تم اپنے رب کی بارگاہ میں پیش کیے جاؤ گے تو اسے اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو اس کے دیکھنے میں کوئی شک وشبہ نہ کرو گے۔ (ترمذی)

اللہ تعالیٰ کے دیدار کے بعد مومنوں کی کیا کیفیت ہو گی۔

بکند فراش ہر یکی نعمت جناں زحمت جہاں
مدہوش جملہ موماناں از یک تجلی در نظر

اہلِ جنت کا شکر و سپاس

جب مومنین صالحین اپنی توقع سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل وکرم اور احسان وانعام کا مشاہدہ کریں گے تو بارگاہِ ربِ ذوالجلال میں ان کی زبان پر شکر وسپاس کے یہ

الفاظ جاری ہو جائیں گے۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ نِ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ (فاطر: ٣٤، ٣٥)

اور (جنتی) کہیں گے شکر ہے اس خدا کا جس نے ہم سے غم دور کر دیا۔ یقیناً ہمارا رب معاف کرنے والا اور قدر فرمانے والا ہے۔ جس نے ہمیں اپنے فضل سے ابدی قیام کی جگہ ٹھہرا دیا۔ اب یہاں ہمیں نہ کوئی مشقت پیش آتی ہے نہ تھکان لاحق ہوتی ہے۔

جنت اور دوزخ کا مباحثہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم نے فرمایا کہ جنت اور دوزخ میں مباحثہ ہوا۔ دوزخ نے کہا کہ مجھے جباروں اور متکبروں کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے۔ جنت نے کہا مجھے کیا ہو گیا ہے کہ مجھ میں صرف نحیف، لاچار اور عاجز لوگ داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا تم میری رحمت ہو میں اپنے بندوں میں سے جس پر چاہوں گا تمہارے ذریعہ سے رحمت کروں گا۔ اور دوزخ سے فرمایا تم میرا عذاب ہو میں اپنے بندوں میں سے جس کو چاہوں گا تمہارے ذریعے سے عذاب دوں گا۔ اور تم میں سے ہر ایک کے لیے پُر ہونا ہے۔ لیکن دوزخ نہیں پُر ہو گی پھر اللہ تعالیٰ اس پر اپنا قدم رکھ دے گا وہ کہے گی بس! بس! اس وقت وہ پُر ہو جائے گی اور اس کا بعض حصہ بعض سے مل جائے گا۔ (مسلم)

کفار کا ٹھکانہ جہنم

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (البقرۃ: ٣٩)

اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہ جہنمی ہیں اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ (البقرۃ: ٨١)

ہاں! جس نے جان کر برائی کی اور اس کو اس کی خطا نے گھیر لیا تو وہی دوزخی ہیں۔

مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ (المائدۃ: ٧٢)

جو اللہ کے ساتھ شریک بنائے گا تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانہ (جہنم کی) آگ ہے۔

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ (النمل: ۹۰)

جو قیامت کے روز برائی لے کر آئے گا تو اسے آگ پر منہ کے بل پھینکا جائے گا۔

يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ (القمر: ۴۸)

اس روز انہیں منہ کے بل آگ میں گھسیٹا جائے گا اور فرمایا جائے گا چکھو اب آگ میں جلنے کا مزا

نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا

جہنم کی آگ دنیاوی آگ سے بہت زیادہ شدید (سخت) ہے۔

عذابِ جہنم کی ایک جھلک

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌ

(الانعام: ۷۰)

یہی وہ (جہنمی) لوگ ہیں جو اپنی کرتوتوں کی وجہ سے ہلاک کیے گئے ہیں ان کے لیے پینے کو کھولتا ہوا پانی اور دردناک عذاب ہے۔

فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ (الحج: ۱۹)

اور وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا ان کے لیے جہنم کی آگ سے کپڑے (لباس) تیار کر دیے گئے ہیں۔ اور ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی انڈیلا جائے گا۔

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِيْمِ كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ (الدخان: ۴۳ تا ۴۷)

بے شک زقوم (دوزخ کا ایک درخت جو خاردار، کڑوا اور کسیلا ہے)

جہنمیوں کی خوراک ہوگی۔ پگھلے تانبے کی مانند پیٹوں میں جوش مارے گا۔ جیسے کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے۔ (حکم ہوگا) اسے پکڑلو اور اسے گھسیٹ کر جہنم کے وسط میں لے جاؤ۔

فِیْ سَمُوْمٍ وَّحَمِیْمٍ وَّظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ لَّا بَارِدٍ وَّلَا کَرِیْمٍ (الواقعه: ۴۲ تا ۴۴)

(جہنمی) جھلتی ہوئی (آگ) اور کھولتے ہوئے پانی میں اور سیاہ دھوئیں کے سایے میں ہوں گے۔ نہ یہ ٹھنڈا ہوگا نہ آرام دہ۔

لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا اِلَّا حَمِیْمًا وَّغَسَّاقًاo جَزَآءً وِّفَاقًا (النبا: ۲۴ تا ۲۶)

(جہنمی) نہیں چکھیں گے کوئی ٹھنڈی چیز اور نہ پانی سوائے کھولتے ہوئے پانی اور گرم پیپ کے یہ ان کے گناہوں کی پوری سزا ہے۔

کامیاب لوگ کون ہیں؟

جنت کی نعمتوں اور دوزخ کے عذاب سے آگاہ کرنے کے بعد فرمایا:

لَا یَسْتَوِیْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (الحشر: ۲۰)

دوزخی اور جنتی (ہرگز) یکساں نہیں ہیں۔ لیکن کامیاب لوگ (صرف) جنتی ہیں۔

ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تم میں سے کوئی مرجاتا ہے تو صبح وشام جن محافل ومجالس میں جایا کرتا تھا وہ اُس پر پیش کی جاتی ہیں۔ اگر جنتی ہوگا تو جنت میں جائے گا اور جہنمی ہوگا تو جہنم میں جائے گا اور اسے کہا جائے گا۔

هٰذَا مَقْعَدُكَ یہ تیرا ٹھکانہ ہے۔ اب تو قیامت تک یہیں رہے گا۔

وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ (الاعراف: ۴۴)

جنتی آواز دیں گے دوزخیوں کو بیشک ہم نے پالیا ہے جو ہمارے رب نے ہمارے ساتھ سچا وعدہ کیا تھا کیا تم نے بھی پایا جو وعدہ کیا تھا تمہارے رب نے سچا وہ کہیں گے ہاں۔

لمحۂ فکریہ

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے نبی اکرم نے فرمایا:

حفت الجنة بالمكاره وحفت النار بالشهوات (مسلم)

جنت کا تکالیف نے احاطہ کیا ہوا ہے اور دوزخ کا نفسانی خواہشوں نے احاطہ کیا ہوا ہے۔

اس حدیث پاک کی رو سے ہر ذی شعور اپنا تجزیہ خود کر سکتا ہے کہ وہ جنت کا مستحق ہے یا دوزخ کا۔ آج اقدار کے بدلنے سے ہماری سوچیں بھی بدل گئی ہیں ہم معاشرے میں اس شخص کو بڑا خوش قسمت سمجھتے ہیں جسے کبھی کوئی تکلیف نہ آئی ہو۔

کاش ہمیں نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمانِ عالیشان یاد ہوتا تو کبھی بھی ہم تکالیف و مصائب کو زحمت نہ سمجھتے آپ ﷺ نے فرمایا:

اذا احب اللہ عبدا ابتلاء ہ فان صبر اجتباہ فان رضی اصطفاہ

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے (مصائب و آلام میں مبتلا کر کے) آزماتا ہے پس اگر وہ صبر سے کام لے تو اسے برگزیدہ بنا لیتا ہے اگر وہ راضی ہو جائے تو اسے (محبوب بنانے کے لیے) چن لیتا ہے۔

تکالیف و مصائب اور دکھ درد میں صبر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی معیت کا مژدہ سنایا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

اَلصَّبْرُ عِنْدَ صَدْمَۃِ الْاُوْلٰی

صبر پہلے صدمے کے وقت ہوتا ہے۔

روایت میں ہے کہ جب یہ آیت مَنْ یَّعْمَلْ سُوْءً ا یُّجْزَبِہٖ (جو آدمی برا عمل کرے اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا) نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اس آیت کے بعد نجات کی کیا صورت ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ اللہ تمہاری بخشش فرمائے کیا تم بیمار نہیں ہوئے؟ کیا تم پر کوئی آزمائش نہیں آئی؟ کیا تم صبر نہیں کرتے؟ کیا تم غمگین نہیں ہوتے؟ یہی تو بدلہ ہے یعنی جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے گناہوں کا کفارہ ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا صبر نصف ایمان ہے۔

دسویں شاخ

اللہ تعالیٰ کی محبت کے لزوم پر ایمان

محبت عربی زبان کا لفظ ہے۔ یہ نیک نظریات، پاک خیالات اور حساس تصورات سے پیدا ہوتا ہے۔ ایک جذبہ ہے جو آنکھوں سے دل میں اور پھر اعصاب پر سوار ہو جاتا ہے۔ ایک ایسا ساز ہے جو دو دلوں کے ایک دوسرے کی خاطر دھڑکنے سے بنتا ہے۔ ہر چند کہ محبت ایک کیفیت کا نام ہے جسے الفاظ کے قالب میں نہیں ڈھالا جا سکتا۔ تاہم صوفیا کرام اور مفسرینِ عظام نے اپنے اپنے خیالات و مشاہدات کے مطابق اس کی تعریف کی ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے مکاشفۃ القلوب میں بیان فرمایا ہے

''کسی پسندیدہ چیز کی طرف میلانِ طبع کا نام محبت ہے''

اس مقام پر محبت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ اس لیے یہی بیان کرنا زیادہ قرینِ قیاس ہے کہ اللہ کی محبت سے کیا مراد ہے؟

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں یوں رقمطراز ہیں کہ

مومنین کی اللہ تعالیٰ سے محبت یہ ہے کہ اس کے حکم کی اتباع کی جائے اس کی اطاعت کو بجالایا جائے۔ اس کی خوشنودی کی تلاش اور جستجو میں رہا جائے۔ اور اللہ کی اپنے بندے سے محبت کا مطلب ہے کہ اللہ کا اپنے بندے کی تعریف کرنا اور انہیں اپنے فضل و کرم اور احسان و انعام سے نوازنا۔

علاماتِ محبت

محبت کا تعلق دل سے ہے۔ اور دل کا تعلق باطن سے ہے۔ اس لیے محبت کی کیفیت کو سمجھنا خاصا مشکل ہے۔ آثار و علامات سے پتہ چلایا جا سکتا ہے کہ اسے کس سے محبت ہے

اور کتنی ہے۔ وہ آثار وعلامات تین ہیں۔

۱۔ کثرتِ ذکرِ محبوب

۲۔ اطاعتِ محبوب

۳۔ بے نیاز ماسوی المحبوب

۱۔ کثرتِ ذکرِ محبوب

تاجدارِ مدینہ سرورِ راحتِ قلب وسینہ ﷺ کا فرمانِ ذیشان ہے۔

من احب شيئا اكثر ذكره انسان کو جس سے جتنی زیادہ محبت ہو جاتی ہے۔ اتنا ہی کثرت سے اس کا ذکر کرتا ہے۔

محبت تو خود غیر محسوس چیز ہے لیکن ذکرِ محبوب اصل مقیاس اور ترازو ہے جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کتنی محبت ہے جتنی زیادہ محبت ہوگی اتنا ہی زیادہ محبوب کے ذکر میں مشغول نظر آئے گا۔ اتنا ہی زیادہ محبوب کے ذکر کی محفلیں سجائے گا۔ اور اس میں بھی صرف انہیں مدعو کرے گا۔ جو اس کے محبوب کا ذکر کریں۔ اس کے گن گائیں، اسی کے گیت گائیں۔ اور محبوب کا ذکر سن کر خوش ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اور اپنے حبیب کی محبت کی لذت عطا فرمائے (آمین)

۲۔ اطاعتِ محبوب

واقفِ اسرار ورموزِ حقیقت ومعرفت ولیہ کاملہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں:

تعصي الاله وانت تظهر حبه
هذا العمري في القياس بديع
لو كان حبك صادقا لاطعته
ان المحب يحب مطيع

تو اللہ کی نافرمانی کرتا ہے بظاہر تو اس کی محبت کا دعویدار ہے
مجھے زندگی کی قسم یہ بڑی ہی انوکھی بات ہے۔

اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اس کی اطاعت کرتا (کیونکہ)

بیشک محب (محبت کرنیوالا) جس سے محبت کرتا ہے اس کی اطاعت بھی کرتا ہے۔

۳۔ بے نیاز ماسوی المحبوب

جب محبت دل میں آ کر بسیرا کر لیتی ہے تو وہ اسے دوسروں کی محبت وچاہت سے بے نیاز کر دیتی ہے۔قرآن مجید کہتا ہے۔

وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا (المزمل: ۸)

سب سے کٹ کر (بے نیاز ہو کر) اسی (محبوب) کا ہو جا

قرآن وحدیث اور محبتِ الٰہی

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرة: ۱۶۵)

اور جو کچھ لوگ وہ ہیں جو دوسروں کو اللہ کا مدِ مقابل بناتے ہیں۔ان سے محبت کرتے ہیں۔جیسے اللہ سے محبت کرنا چاہئے اور مومن سب سے زیادہ محبت اللہ سے کرتے ہیں۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران: ۳۱)

(حبیب ﷺ) آپ فرما دیجئے (اے لوگو) اگر تم اللہ سے (واقعی سچی) محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔اللہ تم سے محبت فرمانے لگے گا۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (المائدہ: ۵۴)

اے ایمان والو تم میں سے جو اپنے دین سے پھر گیا (تو اس کی بدقسمتی ہوگی) سو عنقریب اللہ تعالیٰ ایسی قوم لائے گا کہ اللہ ان سے محبت کرے گا وہ اللہ سے محبت کریں گے۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ (التوبہ: ۲۴)

(یا رسول اللہ ﷺ) آپ ارشاد فرما دیجئے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑنے کا تمہیں اندیشہ ہے۔ تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں۔ تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنا فیصلہ فرما دے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کوئی شخص بھی ایمان کامل نہیں پا سکتا جب تک وہ صرف اللہ کے لیے دوسروں سے محبت نہ کرے اور صرف اللہ کے لیے دوسروں سے بغض نہ رکھے۔ جب وہ اللہ کے لیے محبت کرتا ہے اور اللہ کے لیے بغض رکھتا ہے تو اللہ کی ولایت کا مستحق ہو جاتا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

ایمان کا مضبوط ترین رشتہ یہ ہے کہ اللہ کے لیے ہی محبت ہو اور اللہ کے لیے ہی بغض ہو۔

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک صاحبِ ایمان نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش اس بات کے تابع نہ ہو جائے جسے میں لے کر آیا ہوں۔

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ مجھے اپنے باپ، بیٹے حتیٰ کہ تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ٹھہرا لے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی مکرم و محترم ﷺ نے فرمایا:

ان الله يقول يوم القيامة اين المتحابون بجلالي اليوم اظلهم في ظلي يوم لاظل الاظلي

اللہ تعالیٰ قیامت کے روز فرمائے گا۔ میری جلال ذات سے محبت کرنے والے آج کہاں ہیں؟ آج میں انہیں اپنے سایے میں رکھوں گا۔ میرے سایہ کے علاوہ آج کسی کا سایہ نہیں ہے۔

محبتِ الٰہی کا انعام

نبی رحمت و رافت ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے۔

مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ۔

جو اللہ سے ملاقات کو پسند کرے اللہ اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے۔ اور جو اللہ سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے اللہ اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو۔ جبرائیل اس سے محبت کرتا ہے۔ پھر جبرائیل آسمان میں ندا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ پھر آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر اس کے لیے زمین میں بھی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ (مسلم)

یعنی جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اس سے زمین و آسمان کی ہر چیز محبت کرتی ہے اور پھر زمین و آسمان میں اس کی شہرت کے ڈنکے بجتے ہیں۔

گیارھویں شاخ

خوفِ خدا کے وجوب پر ایمان

جب یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اس کائنات کا خالق، مالک، رازق اللہ تعالیٰ ہے اور اس میں صرف اسی ذات کی مرضی و مشیت چلتی ہے۔ اسے کسی کے صلاح و مشورے کی نہ حاجت ہے نہ ضرورت۔ ہر ایک سے بے نیاز ہے۔ تو اس کے مسلمہ حقائق کے بعد کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ ہم اس کے سوا کسی اور سے خوف و خشیت رکھیں۔ اسی لیے خالق کائنات نے ارشاد فرمایا:

فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ (المائدہ: ۴۴)

تم لوگوں سے نہ ڈرو صرف مجھ سے ہی ڈرا کرو۔

سورۃ البقرہ میں فرمایا وَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ (البقرہ: ۴۰) تم صرف مجھی سے ڈرا کرو۔

بیم و رجا کی درمیانی کیفیت ایمان ہے

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ ایمان خوف اور امید کی درمیانی کیفیت کا نام ہے۔

بیم و رجا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک بڑا مشہور واقعہ ہے کہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر قیامت کے دن یہ اعلان ہو گیا کہ صرف ایک شخص کے سوا باقی سب کو معافی مل گئی ہے اور ان کی بخشش ہو گئی ہے۔ تو مجھے اس بات کا خوف ہے کہ وہ بخشش سے محروم شخص کہیں ابوبکر ہی نہ ہو۔ اور اگر یہ اعلان ہو گیا کہ صرف ایک ہی شخص کی مغفرت ہوئی ہے تو میں اس کی رحمتِ واسعہ اور فضلِ کاملہ پر امید رکھتا ہوں کہ یقیناً میں ہی ہوں گا۔

اللہ تعالیٰ نے مومن کی یہ شان بیان فرمائی۔

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَاءَهٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (آلِ عمران: ۱۷۵)

یہ شیطان ہے جو (تمہیں) اپنے دوستوں سے ڈراتا رہتا ہے چنانچہ تم انسانوں سے نہ ڈرو مجھ سے ہی ڈرو اگر تم صاحبِ ایمان ہو تو۔

خوف ورجاء اور قرآن وحدیث

اَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (التوبہ: ۱۳)

کیا تم ان لوگوں سے ڈرتے ہو پس اللہ زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم (واقعی) مومن ہو۔

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ لَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ (التوبہ: ۱۸)

صرف وہی مسجدوں کو آباد کر سکتا ہے جو ایمان لایا اللہ پر یوم آخرت پر قائم کیا نماز کو اور ادا کیا زکوۃ کو اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتا ہو امید ہے کہ یہ لوگ ہدایت پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

وَ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَ يَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا (بنی اسرائیل: ۱۰۹)

(خوفِ خدا سے) گر پڑتے ہیں اپنی ٹھوڑیوں کے بل گریہ وزاری کرتے ہوئے اور اللہ کا کلام ان کے خشوع وخضوع کو بڑھا دیتا ہے۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَ وَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَ اَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ وَ يَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا وَّ كَانُوْا لَنَا خَاشِعِيْنَ (الانبیاء: ۹۰)

ہم نے (ذکریا کی) دعا قبول فرمائی اور اسے یحییٰ عطا کیا اور ہم نے ان کی خاطر ان کی زوجہ کو تندرست کر دیا بیشک وہ بہت سبک رو تھے خیرات کرنے میں اور ہمیں بڑی امید اور خوف سے پکارا کرتے تھے۔ اور ہمارے سامنے بڑی عجز و نیاز کرتے تھے۔

اَلَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ یَخْشَوْنَهٗ وَ لَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ

(الاحزاب: ۳۹)

اور جو اللہ (کے دین) کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں اور وہ اللہ کے سوا کسی اور سے نہیں ڈرتے کافی ہے اللہ حساب لینے والا۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ (الزمر: ۲۳)

اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے نہایت عمدہ کلام یعنی وہ کتاب جس کی آیتیں ایک جیسی ہیں بار بار دھرائی جاتی ہیں۔ اور اس کے پڑھنے سے بدن کانپنے لگ جاتے ہیں اور جو ڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے۔ اور پھر نرم ہو جاتے ہیں ان کے بدن اور دل اللہ کے ذکر کی طرف۔

مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِیْبٍ (ق: ۳۳)

جو بن دیکھے رحمٰن (اللہ تعالیٰ) سے ڈرتا تھا وہ ایسا دل لیے ہوئے آیا جو یادِ الٰہی کی طرف متوجہ تھا۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (الرحمٰن: ۴۶)

اور جو ڈرتا ہے اپنے رب کے روبرو کھڑے ہونے سے تو اس کو دو باغ ملیں گے۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ

(الحشر: ۲۱)

اگر ہم نے اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارا ہوتا تو آپ دیکھتے کہ وہ جھک جاتا اور اللہ کے خوف سے پاش پاش ہو جاتا۔

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر: ۲۸)

اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء ہی اس سے ڈرتے ہیں۔

فَمَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا (الکھف: ۱۱۰)

تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی

بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے پوچھے گا۔

ما منعك ان تقول فيه فيقول ربي خشيت الناس فانا احق ان تخشي

جب تم نے برائی کو دیکھا تو اس کو بدلنے کی کوشش کیوں نہ کی؟ بندہ کہے گا اے اللہ لوگوں کے ڈر کی وجہ سے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں ہی اس کا مستحق تھا کہ تو مجھ سے ہی ڈرتا۔

اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص لوگوں کی ناراضگی مول لے کر اللہ کو راضی کرتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ راضی ہو جاتا ہے اور لوگوں کو بھی اس پر راضی کر دیتا ہے اور جو کوئی اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کی رضا مندی کا طالب ہوتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ خود بھی ناراض ہو جاتا ہے اور لوگوں کو بھی اس پر ناراض کر دیتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک ﷺ نے فرمایا اگر تم وہ کچھ جان لو جو میں جانتا ہوں لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا تو کم ہنسا اور زیادہ رونا شروع کر دو۔

خوفِ خدا کا فائدہ

اللہ سے ڈرنے کے اتنے فوائد اور برکات وثمرات ہیں جن کا احاطہ ناممکن ہے۔ دُنیوی و اُخروی چند فوائد کی جھلکیاں۔

مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ يَخْشَ اللّٰهَ وَ يَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (النور: ۲۵)

جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اور اللہ سے ڈرتا رہتا ہے اس (کی نافرمانی) سے بچتا رہتا ہے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔

اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ (یٰسین: ۱۱)

آپ تو صرف اس کو ڈرا سکتے ہیں جو قرآن کا اتباع کرتا ہے۔ اور رحمان کو بغیر دیکھے ڈرتا ہے ایسے شخص کے لیے مغفرت اور بہترین اجر کی خوشخبری ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ (الملك: ۱۲)

بیشک جو لوگ اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں ان کے لئے اللہ کی مغفرت اور اجرِ عظیم ہے۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى

(النازعات: ۴۰،۴۱)

اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا ہوگا اور نفس کو (برائیوں سے) روکتا رہا ہوگا یقیناً اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ (البینۃ: ۸)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من بكى من خشية الله حرم الله تلك العين على النار

جو اللہ کے خوف اور ڈر سے رویا اللہ نے اس آنکھ کو جہنم پر حرام کر دیا۔ ایک اور مقام پر فرمایا:

لا يلج النار من بكى من خشية الله حتى يعود اللبن في الضرع

جو اللہ کے خوف سے رویا وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔ اس کا جسم جہنم میں جانا اتنا مشکل ہے جیسے دودھ کا تھنوں میں واپس جانا مشکل ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے خوف وہیبت سے جس بندہ مومن کی آنکھوں سے کچھ آنسو نکلے اگرچہ وہ مقدار میں بہت کم مثلاً مکھی کے سر کے برابر (یعنی ایک قطرہ) ہوں پھر وہ آنسو بہہ کر اس کے چہرے پر پہنچ جائیں تو اللہ تعالیٰ اس چہرے کو آتشِ دوزخ کے لیے حرام فرمادیں گے۔

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرنے کا حق یہ ہے کہ

ان يطاع فلا يعصى وان يذكر فلا ينسى وان يشكر فلا يكفر

یعنی اللہ تعالیٰ کی ایسی اطاعت کی جائے کہ اس میں نافرمانی کا شائبہ نہ ہو اس کو ایسا یاد کیا جائے کہ غفلت طاری نہ ہو۔ اور اس کا یوں شکر ادا کیا جائے کہ اس میں ناشکری کی آمیزش نہ ہو۔

بخاری اور مسلم میں روایت ہے کہ قیامت کے روز سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ سایہ عطا فرمائے گا۔ جب اللہ کے سائے کے علاوہ کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔ ان میں ایک آدمی وہ ہوگا رجل ذکر اللہ خالیا ففاضت عیناہ جو تنہائی اور خوشہ نشینی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے آنسو بہائے گا۔ اس خوش قسمت انسان کو پروردگار قیامت کے روز سایہ عطا فرمائے گا۔ اور محشر کی جانسوز گرمی سے نجات عطا فرمائے گا۔

خوف کی اقسام

خوف کی تین اقسام ہیں۔

۱۔ خوفِ طبعی: دشمنوں سے، درندوں سے، سزاؤں سے ڈرنا خوفِ طبعی ہے۔

۲۔ غیر طبعی: اللہ کے عَلاوہ غیروں سے اس طرح ڈرنا جیسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حق ہے۔

۳۔ اعمالِ صالح: کی تبلیغ و پرچار کے لیے لوگوں سے ڈرنا یعنی اگر میں دینی بات کروں گا تو لوگ میرا مذاق اڑائیں گے۔

تقوٰی کے درجات و مراتب

علماء نے تقوٰی کے تین درجات بیان کیے ہیں ادنیٰ، اوسط، اعلیٰ

ادنیٰ درجے کا تقوٰی یہ ہے:

کہ توحید باری پر ایمان لانا ہے۔ جس سے انسان دوزخ کے ابدی عذاب سے نجات حاصل کرے گا۔

اوسط درجے کا تقوٰی یہ ہے:

کہ انسان ہر اس کام سے اجتناب کرے جس میں گناہ کا شائبہ ہو جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے فرمایا متقی وہ ہے جو شرک اور کبائر سے پرہیز کرتا ہو۔

اعلیٰ درجے کا تقوٰی یہ ہے

کہ انسان ہر اس کام سے بچنے کی کوشش کرے جس سے اس کی توجہ خدا کے سوا کسی اور کی طرف مبذول ہو۔ جیسا کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ادائے فرض اور ترک محرمات کو تقوٰی کہتے ہیں۔ یہ تقوٰی کا بلند ترین مقام ہے۔

بارھویں شاخ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے امید کو واجب کرنا

اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین بھی ہے اور رب العالمین بھی جو اپنی مخلوق سے بے پناہ محبت کرتا ہے۔ وسعت رحمتی کل شی اس کا دعویٰ ہے۔ یہ ہمارا قصور اور ہماری غلطی ہے کہ ہم اس کے حکم کی نافرمانی کر کے خود اسے غیض وغضب کی دعوت دیتے ہیں۔ تاہم مومن تو وہ ہے جو ہر حال میں اس کے حضور عاجزی وانکساری کرتا رہے، رحمت و برکت، احسان و انعام، فضل وکرم کی امیدیں اسی سے وابستہ کرے۔ اسی لئے قرآن مجید میں بار بار اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے لطف وکرم کی امیدیں باندھنے کی تاکید فرمائی ہے اور اپنی رحمت و رافت سے مایوس ہونے سے روکا ہے۔

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (الزمر : ۵۳)

اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا

وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ (الحجر : ۵۶)

کون ناامید ہوتا ہے اپنے رب کی رحمت سے سوائے گمراہوں کے

قرآن وحدیث اور امید ورجاء

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (البقرۃ: ۲۱۸)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور فی سبیل اللہ جہاد کیا یہی لوگ اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔ اللہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (البقرۃ: ۲۸۶)

(اے اللہ) ہم سے درگزر فرما ہمیں بخش دے۔ ہم پر رحم فرما۔ تو ہی ہمارا دوست ہے اور قومِ کفار پر تو ہماری مدد فرما۔

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (الانعام: ٥٤)

اور جب آپ کی خدمت میں آئیں وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں ہماری آیتوں پر تو (ان سے) فرمایئے سلام ہو تم پر لازم کر لیا ہے اپنے اوپر تمہارے رب نے کہ تم پر رحمت فرمائے۔ تو جو کوئی تم میں سے نادانی سے برائی کر لے پھر اس کے بعد توبہ کر لے اور سنوار لے اپنے آپ کو تو بیشک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (الاعراف: ٥٦)

اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اس کی اصلاح کے بعد اور دعا مانگو اس سے ڈرتے ہوئے اور امید کرتے ہوئے بیشک اللہ کی رحمت محسنین کے بہت قریب ہے۔

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ (التوبہ: ٢١)

اللہ تعالیٰ مومنوں کو خوشخبری دیتا ہے اپنی رحمت اور خوشنودی کی اور جنت کی جس میں دائمی نعمتیں ہوں گی۔

وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ (التوبہ: ٧١)

جو اطاعت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی یہی لوگ ہیں جن پر ضرور اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا (الکھف: ١١٠)

اور جو اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے اسے چاہئے کہ نیک عمل کرے اور کسی کو اپنے رب کی عبادت میں شریک نہ ٹھہرائے۔

أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَائِمًا يَّحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ

(الزمر : ۹)

بھلا جو شخص عبادت میں بسر کرتا ہو رات کبھی سجدہ کرتے ہوئے، کبھی کھڑے ہوتے ہوئے۔ آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْعُقُوْبَةِ مَا طَمِعَ بِجَنَّتِهٖ اَحَدٌ لَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الرَّحْمَةِ مَا قَنَطَ مِنْ جَنَّتِهٖ اَحَدٌ

اگر مومن یہ جان لے کہ اللہ نے کس طرح کی سزا دینی ہے تو کوئی جنت کی لالچ اور طمع نہ کرے اور اگر کافر اللہ کی رحمت کو جان لیں (کہ وہ اتنی وسیع ہے) تو کوئی جنت سے مایوس اور ناامید نہ ہو۔

اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی تربیت اس انداز سے فرمائی کہ لا یموتن احدکم الاوھو یحسن الظن باللہ تم میں سے کوئی شخص اس حال میں نہ مرے مگر یہ کہ وہ اللہ پر حسنِ ظن (اچھا گمان) رکھتا ہوا وصال فرمائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ میں تو اپنے بندے کے گمان کے بھی قریب ہوں۔ ہمیشہ اس کے پاس رہتا ہوں جب بھی وہ مجھے یاد کرتا ہے۔

بخاری و مسلم میں روایت ہے کہ قیامت کے روز سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ سایہ عطا فرمائے گا جب اللہ کے سایے کے علاوہ کوئی اور سایہ نہ ہوگا ان میں سے ایک آدمی وہ ہوگا رجل ذکر اللہ خالیًا ففاضت عیناہ جو تنہائی اور گوشہ نشینی میں اللہ کو یاد کر کے (ہجر و فراق سے) آنسو بہائے گا۔ اس خوش قسمت انسان کو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز سایہ عطا فرمائے گا۔

تیرھویں شاخ

اللہ تعالیٰ پر توکل کے وجوب پر ایمان

قرآن وحدیث میں توکل اور متوکلین کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ توکل کی تعریف میں مشائخِ طریقت کا اختلاف ہے۔

توکل کی تعریف

خدا پر بھروسہ کرنے کے بعد مخلوق سے ہر قسم کی امیدیں منقطع کرنے کا نام توکل ہے۔

اور بعض مشائخ کے نزدیک غیرِ خدا سے تعلق منقطع کر کے دل کو صرف خدا کی حفاظت میں دینے کا نام توکل ہے۔

امام غزالی منہاج العابدین میں مختلف مشائخ کی توکل پر تعریفیں بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک مشائخ کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ توکل اس کا نام ہے کہ بندے کو اس امر کا یقین ہو جائے اور اس کا دل اس پر مضبوطی سے قائم ہو جائے کہ میرے جسم اور ڈھانچے کو باقی رکھنا، میری حاجات کو پوری کرنا، ہر تنگی و تکالیف سے بچانا صرف خدا کے قبضۂ قدرت میں ہے کسی دوسرے کے ہاتھ میں نہیں اور نہ ہی اسباب و وسائل دنیا کے سبب سے ہیں۔ خدا اگر چاہے تو میرے جسم کی بقا اور دیگر حاجات کیلئے کسی مخلوق کو وسیلہ بنا دیتا ہے یا دنیا کی کسی اور شے کو ذریعہ بنا دیتا ہے۔ اور اگر وہ چاہے تو بغیر اسبابِ ظاہری اور سہارہ مخلوق کے مجھے زندہ رکھ سکتا ہے وہ اسباب و ذرائع کا محتاج نہیں ہے۔

جب تیرا اعتقاد توکل کے اس مفہوم پر ہو جائے اور تیرا دل اس عقیدے پر مضبوطی سے قائم ہو جائے اور تیرا دل مخلوق اور اسبابِ دنیا سے بے نیاز ہو جائے تو سمجھ لے کہ کما حقہ تجھے وصفِ توکل حاصل ہوگئی اور تو متوکلین میں شامل ہوگیا ہے۔

مفہومِ توکل میں افراط وتفریط

عام طور پر توکل کے بارے میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ انسان کچھ نہ کرے اور سب کچھ خدا کی ذات پر چھوڑ کر فارغ بیٹھا رہے اس کے برعکس دوسرا نظریہ یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں جو مقام حاصل کرے یا جو مال و دولت کمائے اسے اپنے کمال و ہنر کا نتیجہ قرار دے۔ جبکہ اسلام کی تعلیم کے مطابق توکل کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنی استعداد کے مطابق پوری جدوجہد کرے پھر اس کا نتیجہ خدا کی ذات پر چھوڑ دے۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ توکل یہ ہے کہ آدمی اسباب سے دستبردار نہ ہو اور ان سے علیحدگی اختیار نہ کرے۔ البتہ یہ سمجھے کہ روزی دینے والا وہ مسبب الاسباب ہے۔ جس نے وہ سبب پیدا کیا ہے۔

قرآن اور درسِ توکل

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کے ایمان کی پختگی و مضبوطی کیلئے جگہ جگہ توکل علی اللہ کا درس دیا ہے۔

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (آل عمران: ۱۲۲)

اور مومنین کو صرف اللہ پر توکل کرنا چاہئے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ۔ (الانفال: ۲)

صرف وہی سچے ایماندار ہیں جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو کانپ اٹھتے ہیں ان کے دل اور جب ان پر اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو یہ ان کے ایمان کو بڑھا دیتی ہیں اور صرف اپنے رب پر وہ بھروسہ رکھتے ہیں۔

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (الانفال: ۴۹)

اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو بیشک اللہ تعالیٰ بہت حکمت والا ہے۔

فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا (یونس: ۸۴)

انہوں (اہل ایمان) نے کہا ہم نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا۔

اِنِّیْ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ رَبِّیْ وَ رَبِّکُمْ (ھود: ۵٦)

بیشک میں نے بھروسہ کر لیا اللہ تعالیٰ پر جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔

عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ (ھود: ۸۸)

اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَ عَلَیْہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ (یوسف: ٦٧)

اس ذات پر میں نے توکل کیا ہے اور اسی پر توکل کرنا چاہیے توکل کرنے والوں کو۔

قُلْ ھُوَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَ اِلَیْہِ مَتَابِ (الرعد: ۳۰)

آپ فرما دیں وہی میرا پروردگار ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی پر میں نے بھروسہ کر رکھا ہے اور اسی کی جانب میں رجوع کیے ہوئے ہوں۔

اَلَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ (النحل: ٤٢)

اور جنہوں نے (تکلیف پر) صبر کیا اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔

وَ تَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا (الاحزاب: ۳)

اے حبیب ﷺ اللہ پر بھروسہ رکھیے اور کافی ہے اللہ آپ کا کارساز

رَبَّنَا عَلَیْکَ تَوَکَّلْنَا وَاِلَیْکَ اَنَبْنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ (الممتحنہ: ٤)

اے ہمارے رب ہم نے تجھی پر بھروسہ کیا اور تیری طرف ہی رجوع کیا اور تیری طرف ہی ہمیں پلٹ کر آنا ہے۔

قُلْ ھُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِہٖ وَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْنَا (الملک: ٦)

آپ فرمائیں وہ (میرا خالق) بڑا ہی مہربان ہے ہم اسی پر ایمان لائے اور اسی پر ہم نے توکل کیا ہوا ہے۔

وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ (طلاق: ٦)

اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اس کے لئے وہ کافی ہے۔

اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ (الزمر: ٦٢)

اللہ تعالیٰ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے۔

درسِ توکل احادیث کی روشنی میں

توکل کی اہمیت وافادیت کے پیشِ نظر نبی اکرم ﷺ اکثر اس کی تلقین فرماتے رہتے تھے۔

حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ ایک صحابی نے حضور ﷺ سے ان ستر ہزار افراد کے بارے میں پوچھا جن کو جنت میں داخل کیا جائے گا اور وہاں انہیں بے حد وحساب رزق دیا جائے گا۔ تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا وہ لوگ جو نہ غلط جھاڑ پھونک کرتے ہیں۔ نہ کسی سے کرواتے ہیں اور نہ فال لیتے ہیں اور صرف اپنے رب پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔

یہ ارشاد سن کر حضرت عکاشہ بن محسن الاسدی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ انا منھم؟ کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا (نعم) ہاں تو انہی میں سے ہے۔ پھر ایک اور صحابی نے اٹھ کر عرض کی تو آپ ﷺ نے فرمایا عکاشہ رضی اللہ عنہ تم پر سبقت لے گیا۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تم میں سے کوئی ایک لکڑیوں کے ساتھ آئے پھر وہ اسی کو اپنی پیٹھ پر اٹھائے اور اس کو بیچے اس کے ذریعے غنا طلب کرے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے اس کو عطا کیا جائے یا منع کیا جائے۔ حضرت مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اپنے ہاتھ کی کمائی کے کھانے سے بہتر کوئی کھانا نہیں ہے۔ وکان داؤد علیہ السلام لا یاکل الامن عمل یدیہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی کے بغیر کچھ نہ کھاتے تھے۔

اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا الکاسب حبیب اللہ محنت کر کے روزی کمانے والا اللہ کا دوست ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کا معمول مبارک بیان کرتی ہیں کہ جب آپ ﷺ گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو یہ دعا کیا کرتے تھے بسم اللہ توکلت علی اللہ اللھم انی اعوذبک ان اضل اواضل اوازل اوازل اواظلم اواظلم اواجھل اواجھل اللہ کے نام سے شروع۔ میں اللہ پر توکل کرتا ہوں اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں کسی کو گمراہ کروں یا کوئی مجھے گمراہ کرے۔ میں کسی کو پھسلاؤں یا

کوئی مجھے پھسلائے میں کسی پر ظلم کروں یا کوئی مجھ پر ظلم کرے میں کسی کے ساتھ جہالت کروں یا کوئی میرے ساتھ جہالت کرے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: (سره ان یکون اقوی الناس فلیتوکل علی الله) جو شخص یہ چاہے کہ وہ سب سے زیادہ قوی ہو جائے تو اسے چاہئے کہ اللہ پر توکل کرے۔

حضور ﷺ اور توکل علی اللہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ قبیلہ محارب اور غطفان سے مقام نخلہ پر جنگ کر رہے تھے جب ان لوگوں نے مسلمانوں کو غفلت میں دیکھا تو ان میں سے ایک آدمی جس کا نام غوث بن حارث تھا وہ آیا اور حضور ﷺ کے سر پر کھڑا ہو کر کہنے لگا آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ ﷺ نے (ایمانِ کامل اور توکل علی اللہ کی بنا پر بڑی تسلی سے) فرمایا اللہ۔ یہ سنتے ہی اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ آپ ﷺ نے تلوار اٹھا کر اس سے پوچھا اب تم کو مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا مجھے معاف کر دیں آپ ﷺ نے فرمایا تم اس کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس نے کہا نہیں البتہ میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ میں کبھی بھی آپ سے نہیں لڑوں گا۔ اور جو لوگ آپ سے لڑیں گے ان کا ساتھ بھی نہیں دوں گا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اسے معاف فرما دیا اس نے اپنے ساتھیوں کو جا کر کہا کہ میں ایسے آدمی سے مل کر آیا ہوں جو تم سب لوگوں میں سے بہترین ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان اور توکل علی اللہ

حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مسجد تشریف لے گئے اور وہاں جا کر نوافل ادا کرنے لگے۔ ہم نے وہاں جا کر پہرہ دینا شروع کر دیا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہوئے تو ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا تم لوگ یہاں کیوں بیٹھے ہو۔ ہم نے کہا ہم آپ کا پہرہ دے رہے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا آسمان والوں سے پہرہ دے رہے ہو یا زمین والوں سے؟ ہم نے کہا زمین والوں

سے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا زمین پر اس وقت تک کوئی چیز ہو نہیں سکتی جب تک اس کے ہونے کا فیصلہ آسمان پر نہ ہو جائے۔ ہر انسان پر دو فرشتے مقرر ہیں جو ہر بلا کو اس سے دور کرتے رہتے ہیں۔ اور اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ مگر جب تقدیر کا لکھا ہوا آ جائے تو فرشتے اس کے اور تقدیر کے درمیان سے ہٹ جاتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے میری حفاظت کا بڑا مضبوط انتظام ہے۔ جب میری موت کا وقت آ جائے گا تو انتظام مجھ سے ہٹ جائے گا۔ آدمی کو ایمان کی حلاوت اس وقت تک نہیں مل سکتی جب تک اس کو یہ یقین نہ ہو جائے کہ جو کچھ اچھا یا برا اسے پہنچا ہے وہ اس سے خطا کرنے والا نہیں تھا۔ اور جو اس سے خطا کر گیا وہ اسے پہنچنے والا نہیں تھا۔

حضرت یحییٰ بن کثیر رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ ہم آپ کا پہرہ نہ دیں تو اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہر آدمی کی موت اس کا پہرہ دے رہی ہے۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ مرض الوفات میں مبتلا ہوئے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے فرمایا کہ میں آپ کیلئے بیت المال سے عطیہ نہ مقرر کر دوں؟ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا وہ عطیہ آپ کے بعد آپ کی بیٹیوں کو مل جائے گا۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ کو میری بیٹیوں پر فقر کا ڈر ہے۔ میں نے اپنی بیٹیوں کو کہا ہوا ہے کہ وہ ہر رات سورۃ واقعہ پڑھ لیا کریں۔ کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو آدمی ہر رات سورۃ واقعہ پڑھے گا اس پر کبھی فاقہ نہیں آئے گا۔

توکل کا صحیح مفہوم

ہمارے ہاں توکل علی اللہ کا بہت غلط مفہوم لیا جاتا ہے۔ صلاحیتوں کو استعمال نہ کرنا اسباب و وسائل کو ترک کرنا اور سعی و جدوجہد کو خیر آباد کہنا توکل سمجھا جاتا ہے حالانکہ کوئی عقلمند اس بات کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں۔ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو جو توکل کا صحیح مفہوم سمجھایا ہے وہ یہ ہے کہ آپ اپنی پوری سعی و کوشش کو بروئے کار لائیں۔ اپنی

صلاحیتوں اور اسباب و وسائل کو استعمال میں لائیں اور پھر نتائج و ثمرات کی توقع اسباب کی بجائے مسبب الاسباب (اللہ تعالیٰ) پر ہو۔

وعلی اللہ فلیتوکل المومنون اور اللہ پر ہی مومنوں کو بھروسہ رکھنا چاہیئے۔

حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ ایک صحابی بارگاہِ رسالت پناہ ﷺ میں حاضر ہوا تو اونٹنی پر سوار تھا۔ اونٹنی سے اُترا اور زیارت کیلئے اندر مسجد نبوی شریف میں آیا اسے (توکل کا صحیح مفہوم سمجھانے کیلئے) حضور ﷺ نے پوچھا اونٹنی کہاں چھوڑ آئے ہو۔ اس نے عرض کی اللہ کے توکل پر باہر کھلا چھوڑ آیا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا اعقلھا وتوکل پہلے اس کے گھٹنے کو باندھو اور پھر توکل کرو۔ معلوم ہوا کہ توکل ترکِ اسباب کا نام نہیں بلکہ حتی الوسع اسباب کو بروئے کار لانے کا نام ہے۔

توکل کے اثرات وثمرات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ

وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ

جو اللہ پر توکل کرے اللہ اس کے لئے کافی ہے۔ میرے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کوئی فائدہ نہیں کہ خود خالقِ کائنات اور خالق الاسباب فرماتا ہے کہ میں توکل کرنے والوں کو بے نیاز کر دیتا ہوں اور خود اس کے لئے کافی ہو جاتا ہوں۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

لو توکلتم علی اللہ حق توکلہ رزقکم کما یرزق الطیر تغدوا خماصا و تروح بطانا۔

اگر تم خدا پر کما حقہ توکل کرو تو وہ تمہیں اس طرح رزق عطا فرمائے جس طرح پرندوں کو دیتا ہے۔ جو صبح خالی پیٹ گھونسلوں سے جاتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔

حضور ﷺ نے ایک سائل کو فرمایا:

ھاك لولم تاتھا لاتتك سن لوتم اگر روزی کی تلاش نہ بھی کرتے تو جو تیرے مقدر میں ہے وہ تمہیں مل جاتا۔ ایک مقام پر فرمایا کہ جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ لوگوں میں باعزت ہو

جائے تو اسے چاہئے کہ اللہ سے ڈرے اور جو سب سے بے نیاز ہونا چاہتا ہے اسے اپنے ہاتھ والی چیز کے مقابلے میں اس چیز پر زیادہ توکل کرنا چاہئے جو خدا کے پاس ہے۔

توکل کے درجات

توکل کے تین درجے ہیں۔

پہلا درجہ توکل کہلاتا ہے دوسرا درجہ تسلیم اور تیسرا درجہ تفویض

متوکل اپنے رب کے وعدے پر مطمئن ہوتا ہے تسلیم والا اللہ تعالیٰ کے علم پر اکتفا کرتا ہے اور صاحب تفویض اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی ہوتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ توکل مومنین کی صفت ہے۔

تسلیم اولیائے کاملین کی صفت ہے۔

اور تفویض موحدین کی صفت ہے۔

اور بعض نے کہا کہ

توکل انبیاء علیہم السلام کی صفت، تسلیم حضرت ابراہیم کی صفت اور تفویض ہمارے پیارے نبی ﷺ کی صفت ہے۔

توکل کی خوبی

راضی برضا ہوتے ہیں اربابِ قناعت
وہ اپنا بھرم دستِ طلب سے نہیں کھوتے

دامانِ توکل کی یہ خوبی ہے کہ اس میں
پیوند تو ہو سکتے ہیں دھبے نہیں ہوتے

چودھویں شاخ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے وجوب پر ایمان

محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ وہ مقام ہے جس میں سانس لینے والے سانس لیتے ہیں عاملین اس کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ محبت کرنے والے اس میں گم ہو جاتے ہیں عبادت گزار اس کی نسیم رو سے راحت حاصل کرتے ہیں۔ پس یہ دلوں کی غذا اور ارواح کی قوت اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ یہ وہ حیات ہے جو اس سے محروم ہے وہ مردہ ہے اور یہ وہ نور اور روشنی ہے جس کے پاس یہ نہیں وہ تاریکیوں کے دریاؤں میں غوطہ زن ہے۔ پس محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایمان و اعمالِ صالحہ کی جان ہے۔

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ

محبت کسی سے اس کے فضل و کمال، بزل ونوال اور حسن و جمال کی بنا پر کی جاتی ہے۔ بھلا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ جو حسن و جمال کے مرتبہ کمال پر ہیں فضلِ عظیم اور کرمِ عمیم کے دریائے بیکنار ہیں اخلاقِ حسنہ کے جامع ہیں کائنات کی تمام نعمتیں چھوٹی و بڑی، ظاہری و باطنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے عطا ہوئی ہیں اسی لیے تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی محبت کو ہر مسلمان کیلئے واجب قرار دیا۔ فرمایا:

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے والدین، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔

ایک اور مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا:

ادبوا اولادکم علی ثلاث خصال حب نبیکم وحب اهل بیته وقراءة القران

اپنی اولاد کو تین چیزیں سکھاؤ۔ اپنے آقا و مولا سے محبت۔ اہلِ بیت کی محبت اور قرآن کا پڑھنا۔

حفیظ جالندھری بھی اپنا اظہارِ عقیدت کیے بغیر نہ رہ سکا۔

محمدؐ ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر مال و جان اولاد سے پیارا

محمد ﷺ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

قرآن مجید اور درسِ محبتِ رسول ﷺ

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ

(التوبه: ٢٤)

اے حبیب ﷺ آپ ارشاد فرما دیں کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ کاروبار جس کے مندے کا خوف کرتے ہو اور وہ مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو زیادہ محبوب ہوں تمہیں اللہ تعالیٰ سے اور رسول ﷺ سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ حکم لے آئے۔

محبوب کی عطاؤں پر راضی ہونا بھی علامتِ محبت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محبان رسول

ﷺ کو بڑے پیارے انداز میں سمجھایا۔

وَ لَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَیُؤْتِیْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗۤ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ۔ (التوبه: ۵۹)

اور (کیا ہی اچھا ہوتا) اگر وہ خوش ہو جاتے اس سے جو دیا تھا انہیں اللہ اور اس کے رسول نے تو وہ کہتے اللہ کافی ہے ہمیں عطا فرمائے گا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اپنے فضل سے ہم تو اللہ کی ہی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

وَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ (التوبه: ٦٢)

اللہ اور اس کا رسول سب سے زیادہ مستحق ہیں کہ انہیں راضی کیا جائے اگر وہ مومن ہیں تو۔

اللہ کی حضور ﷺ سے محبت کی چند جھلکیاں

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ (النساء: ٦٥)

اے حبیب ﷺ مجھے تیرا رب ہونے کی قسم وہ مومن نہیں ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑوں میں تمہیں حاکم (ثالث) نہ بنالیں پھر جو کچھ آپ حکم فرمائیں وہ اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور دل سے قبول فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ یوں تو کائنات کی ہر ہر چیز کا خالق و مالک ہے اور مختار کل ہے لیکن اس کے اندازِ محبت پہ قربان جائیے کہ اپنے رب ہونے کی نسبت حضور ﷺ کی طرف فرما رہا ہے۔ اس مقام پر نبی اکرم ﷺ کی حاکمیت اور اختیارات کا اعلان کیا جا رہا ہے۔ کہ اگر مومن ہو تو حضور ﷺ کے فیصلوں کو مانو یا بالفاظِ دیگر اگر مومن بننا چاہتے ہو تو میرے محبوب ﷺ کے اختیارات کو برضا و رغبت تسلیم کرو۔ اور یہ تسلیم صرف زبانی و کلامی نہ ہو بلکہ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے تسلیم کرو۔

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ یَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا۔

(الاحزاب: ٣٦)

اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے میں فیصلہ فرما دیں تو انہیں اپنے اس معاملے میں کچھ اختیار رہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے بیشک وہ صریح گمراہی میں بہکا۔

وَ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (التوبہ: ٦١)

جو رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ (الفتح: ١٠)

بے شک وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو صرف اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر (بظاہر آپ کا ہاتھ ہے مگر حقیقتاً) اللہ کا ہاتھ ہے۔

اس کے علاوہ محبت کرنے والوں کا ایک یہ بھی طریق ہے کہ وہ محبوب کا نام نہیں لیتے بلکہ اس کے القابات سے اسے یاد کرتے ہیں۔

تیری بات کروں اور تیرا نام نہ لوں۔

یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ، یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ، یٰسٓ، طٰهٰ، یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ

اور پیارے آقا کی زندگی کے ہر ہر لمحے کی قسم لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ (الحجر: ٧٢)

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء: ٨٠)

جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی یقیناً اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر لی۔

محبت کا یہ انوکھا اور نرالہ انداز ہے پورے قرآن میں کسی جگہ یہ نہیں فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے رسول ﷺ کی بھی اطاعت کر لی یعنی اپنی اطاعت میں حضور ﷺ کی اطاعت کو شامل نہیں کیا بلکہ حضور ﷺ کی اطاعت میں اپنی اطاعت کو شامل کر لیا کہ جس نے میرے نبی کی بات مان لی۔ وہ یہی سمجھے کہ میں نے اللہ کی بات مان لی۔ اور پھر اپنے حبیب ﷺ کی بات ماننے والوں کو مژدہ جاں فزا سنایا۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ

(آل عمران: ٣١)

(اے حبیب ﷺ) آپ فرمادیجئے کہ اگر تم (واقعی) اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب تم سے اللہ محبت کرے گا۔ اور بخش دے گا تمہارے لیے تمہارے گناہوں کو۔

اس آیت سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول محبت اور اطاعت میں ایک ہیں۔

درسِ محبتِ رسول ﷺ از احادیثِ رسولِ مقبول ﷺ

حضرت انس بن مالک ﷺ سے روایت ہے نبی مکرم رسولِ محتشم ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے کہ تین چیزیں (صفات) جس کے اندر ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت پالے گا۔ ان میں ایک یہ ہے کہ ان یکون اللّٰہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما اللہ اور اس کا رسول ﷺ اسے دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہو جائے۔

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ایک دفعہ نبی پاک صاحبِ لولاک ﷺ سے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ کی ذاتِ گرامی مجھے اپنی جان کے علاوہ دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا فو الذی نفسی بیدہ حتی اکون احب الیك من نفسك مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جب تک میں تجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔ اس وقت تک تم صاحبِ ایمان نہیں ہو سکتے۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بولے فانك الان احب الی من نفسی اب آپ ﷺ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الان یا عمر اے عمر رضی اللہ عنہ اب بات بنی ہے۔

حدیثِ پاک سے یہ ثابت ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان جو زھد و تقویٰ، عبادت و ریاضت اور تسلیم و رضا کے پیکر تھے وہ بھی ایمان کا معیار فقط روزہ، نماز، حج اور زکوٰۃ صدقات و خیرات کو قرار نہ دیتے تھے بلکہ ان کے ہاں بھی اساسِ ایمان اور رضائے الٰہی کے حصول کا بہترین ذریعہ محبتِ رسول تھی۔ جاء رجل الی النبی فقال یا رسول اللہ ﷺ ایک صحابی رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ متی تقوم الساعۃ قیامت کب آئے گی؟

قال ما اعددت لھا آپ ﷺ نے فرمایا تو نے قیامت کیلئے کیا تیاری کی ہے؟

قال ما اعددت لها کثیر صیام ولا صدقة

یارسول اللہ ﷺ میرے پاس (قیامت کی تیاری کیلئے) کوئی روزے، کوئی خیرات کوئی صدقات کی کثرت نہیں ہے۔

الا احب اللہ ورسولہ

لیکن (ایک چیز ہے جس پر بڑا فخر ہے) اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بہت زیادہ محبت رکھتا ہوں۔

قال انت مع من احببت

حضور ﷺ نے فرمایا۔ جس سے (دنیا میں) محبت کرے گا (قیامت کے دن) اسی کے ساتھ ہوگا۔

(اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ وہ صحابی روزے اور نمازیں ادا نہ کرتا ہوگا۔ یا صدقات و خیرات اور انفاق فی سبیل اللہ سے گریزاں ہوگا۔ بلکہ اس کا مطلب تو بڑا واضح ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ کام جو کرتا ہوں مجھے معلوم نہیں کہ وہ بے نیاز مولا قبول فرماتا ہے کہ نہیں اور جو کرتا ہوں تو وہ فرض پورا کرتا ہوں لیکن میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ بقولِ امامِ اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ

ثابت ہوا جملہ فرائض فروغ ہیں اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

محبتِ رسول ﷺ صرف قولی نہ ہو کہ محبتِ رسول ﷺ کے صرف بلند بانگ نعرے لگائے جائیں۔ یا عاشقِ رسول ﷺ ہونے کے دعویٰ کیے جائیں بلکہ محبت یہ ہے کہ اس محبوب کی اداؤں کی اتباع کی جائے۔

عمل سے خالی محبت ناقص محبت ہوتی ہے کیونکہ ان المحب لمن یحب مطیع اللہ صحیح معنوں میں عاشقِ رسول ﷺ بنائے اور محبتِ رسول ﷺ کے جذبے سے سرشار زندگی بسر کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

اکابرین واصاغرینِ امت کا اظہارِ محبت

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

واحسن منك لم ترقط عيني
واجمل منك لم تلدالنساء
خلقت مبرء ا من كل عيب
كانك قد خلقت كما تشاء
ان ابي ووالدتي و عرضي
لعرض محمد منكم وقاء

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

لنا شمس وللافاق شمس
وشمسي تطلع بعد العشاء

حضرت ابوطالب عمِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

وابيض يستسقي الغمام بوجهه
ثمال اليتامى عصمته للارامل

امام شرف الدین بوصیری رضی اللہ عنہ

فان فضل رسول الله ليس له
حد فيعرب عنه ناطق بفم
مولای صل وسلم دائما ابدا
على حبيبك خير الخلق كلهم

حضرت خواجہ غلام فرید مٹھن کوٹ والے

اپنے ہی نرالے انداز میں یوں اظہارِ محبت کرتے ہیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میڈا عشق وی توں میڈا یار وی توں
میڈا دین وی توں ایمان وی توں

میڈا جسم وی توں میڈا روح وی توں
میڈا قلب وی توں جند جان وی توں
میڈا کعبہ قبلہ مسجد منبر
مصحف تے قرآن وی توں
میڈے فرض فریضے حج زکواتاں
صوم صلوۃ اذان وی توں
میڈی زہد عبادت طاعت تقویٰ
علم وی توں عرفان وی توں

شاعرِ مشرق علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

مغزِ قرآں، روحِ ایماں جانِ دیں
ہست حبِ رحمۃ للعالمین

امامِ اہلِ سنت مجددِ دین وملت امام الشاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

کروں تیرے نام پہ جان فدا نہ بس
ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا
کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

مولانا ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ

نماز اچھی، حج اچھا، روزہ اچھا اور زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلمان ہو نہیں سکتا

نہ جب تک کٹ مروں خواجہ طیبہ کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

مرزا اسد اللہ خاں غالب

غالب ثنائے خواجہ بیزداں گزا شتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دانِ محمد است

صحابہ کرام علیہم الرضوان اور محبتِ رسول ﷺ

جنگِ اُحد میں ایک عفیفہ کے باپ، بھائی اور شوہر شہید ہو گئے اسے ان کی شہادت کی خبر دی گئی تو اسے ذرا ملال نہ آیا۔ مگر جب حضور ﷺ کی شہادت کی خبر سنی تو بے تاب ہو گئیں۔ صحابہ کرام نے بتایا یہ افواہ ہے لیکن مطمئن نہ ہوئی۔ جب حضور ﷺ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تو تسلی ہوئی۔ کہنے لگی۔

كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ

یارسول اللہ ﷺ آپ کے ہوتے ہوئے سب غم ہیچ ہیں۔

بڑھ کر اس نے رخِ اقدس کو جو دیکھا تو کہا
تو سلامت ہے پھر ہیچ ہیں سب رنج و الم

میں بھی اور باپ بھی، شوہر بھی، برادر بھی
اے شہ دیں تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کیف کان حبکم لرسول اللہ یعنی صحابہ کرام علیہم الرضوان کو حضور ﷺ سے کس قدر محبت تھی۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

كان رسول الله احب الينا من اموالنا واولا دنا وابائنا و امهاتنا واحب الينا من الماء البارد على الظمئا

رسول اللہ ﷺ ہمیں اپنے اموال، اولاد، آباؤاجداد اور امہات سے بھی زیادہ محبوب تھے کسی پیاسے کو شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے جو محبت ہوتی ہے ہمیں اس سے کہیں بڑھ کر اپنے آقا ﷺ سے محبت تھی۔

ایک صحابی حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کو جب حضور ﷺ کے وصال کی خبر پہنچی تو انہوں نے فوراً آبدیدہ ہو کر دعا مانگی۔

اللهم اذهب بصري حتى لا ارى بعد حبيبي محمدا احدا فكف بصره۔

اے اللہ میری آنکھیں واپس لے لے (اور مجھے اندھا کر دے) تاکہ میں اب اپنے پیارے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد کسی دوسرے کو دیکھ ہی نہ سکوں پس ان کی نظر اسی وقت ختم ہو گئی۔

حیوانات اور محبت رسول ﷺ

حجۃ الوداع کے موقع پر حضور ﷺ نے سو (۱۰۰) اونٹ ذبح کیے جن میں سے تریسٹھ اپنے دستِ مبارک سے ذبح فرمائے اور باقی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذبح فرمائے۔

جب حضور ﷺ ذبح کرنے کیلئے اونٹ کے سامنے آئے اور اونٹ پانچ پانچ چھ چھ کی ٹولی میں آپ ﷺ کے پاس لائے جانے لگے۔ تو وہ ایک دوسرے کو دھکیل کر اپنی گردن کو آگے کرتے تاکہ پہلے اسے ذبح ہونے کا شرف نصیب ہو۔

حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں۔

قرب الرسول الله بدنات خمس اوست فطفقن يزدلفن اليه بايتهن يبداء

سبحان اللہ جانوروں کو حضور ﷺ سے کتنا عشق ہے کہ جان جانے کا ذرا غم نہیں بھاگ کر جان بچانے کی فکر نہیں بلکہ ہر ایک کی یہی خواہش ہے کہ پہلے مجھے حضور ﷺ کے دستِ اقدس سے ذبح ہونا نصیب ہو جائے۔

جب جانوروں کا یہ حال تھا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کا حال کیا ہوگا؟

حسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پر مردانِ عرب

جمادات اور محبتِ رسول ﷺ

نبی اکرم ﷺ کی مسجد شریف میں چوب خرما کا ستون تھا جس کے ساتھ آپ ﷺ تکیہ لگایا کرتے تھے اور وعظ فرمایا کرتے تھے ہجرت کے ساتویں سال آپ ﷺ کے لیے منبر تیار کیا گیا اور اسے محراب میں رکھ دیا گیا جمعہ کا دن تھا حضور ﷺ ستون کے قریب سے گزر کر منبر پر تشریف لے گئے۔ ستون نے حضور ﷺ کی آواز مبارک سنی لیکن حضور ﷺ کو اپنے نزدیک نہ دیکھا تو زار و قطار رونا شروع کر دیا نالہ و فریاد شروع کر دی۔ اور ایک روایت کے مطابق اس اونٹ کی مانند آواز نکالی جس کا بچہ گم ہو گیا ہو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ستون پھٹ گیا حاضرین و سامعین ستون کے عشق و محبت سے متعجب ہو رہے تھے نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس لکڑی کے ٹکڑے کی حالت پر تعجب نہ کرو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس ستون کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس کے رونے کو سنا وہ بہت روئے۔ وہ اسی طرح نالہ کرتا رہا۔ حضور ﷺ منبر سے اترے اور اس ستون کے پاس گئے اور اسے اپنی گود میں لیا اور کہا اگر تو چاہے تو تجھے تیری اصلی جگہ پر پھر لگا دوں تا کہ پھر سر سبز و شاداب ہو جائے اور میوے پیدا کرے اور اگر تو چاہے تو بہشت کی زمین میں تجھے لگا دوں۔ جنت کے چشموں اور نہروں سے پانی پیئے صالحین اور اولیاء تیرے میوے تناول کریں۔ اور ستون نے آخرت کو اختیار کیا۔ پھر حضور ﷺ منبر پر تشریف لے گئے۔ اور لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اگر میں اسے (ستون کو) تسلی نہ دیتا تو قیامت تک وہ جدائی میں روتا رہتا۔ سبحان اللہ کیا عشق و محبت ہے۔

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اے مسلمانوں جب لکڑی کا ٹکڑا رسولِ خدا ﷺ کے عشق میں نالہ کرتا ہے تو تم اس بات کے زیادہ حق دار ہو کہ ان کی ملاقات کے مشتاق رہو۔ ابوجہل کے ہاتھوں میں کنکریوں کا کلمہ پڑھنا بھی محبتِ رسول ﷺ کی علامت تھی۔

محبتِ رسول ﷺ کے تقاضے

حضرت عبدالرحمن بن ابی قرار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضور ﷺ نے وضو فرمایا تو کچھ اصحاب آپ ﷺ کے وضو کا پانی لے لے کر اپنے جسموں پر ملنے لگے تو ان کو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں اس کام پر کونسی چیز آمادہ کر رہی ہے تو عرض کرنے لگے اللہ اور اس کے رسول کی محبت۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا جس کو یہ پسند ہو کہ وہ خدا اور رسول ﷺ سے محبت کرے یا خدا اور رسول ﷺ اسے چاہیں تو اسے چاہئے کہ۔

جب بات کرے تو سچ بولے۔

جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس کو بحفاظت واپس کر دے۔

اور اپنے پڑوسی سے عمدہ سلوک کرے (مشکوٰۃ)

(محبت کے تقاضے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ فعل نامناسب نہ تھا اس لیے آپ ﷺ نے انہیں اس فعل سے منع نہیں فرمایا بلکہ محبت کا اعلیٰ وارفع مقام بتلایا کہ جو محبت اتباع کے ذریعے سے ہو وہ حقیقی واصلی محبت ہوتی ہے دوسری محبت میں اتنی پختگی نہیں ہوتی۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم دعویٰ محبت کے ساتھ اتباع کامل سے اس کے حقیقی ہونے کا ثبوت بھی فراہم کریں۔)

صلۂ محبتِ رسول ﷺ

حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت دنیا و آخرت کی کامیابیوں کی مکمل ضمانت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا من احبنی فقد احب اللہ جس نے میرے ساتھ محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی۔

ایک اور مقام پر فرمایا: المرء مع من احب

دنیا میں جس سے محبت کرے گا قیامت میں اسی کے ساتھ ہوگا۔

پندرھویں شاخ

حضور ﷺ کی تعظیم، احترام اور ادب کے وجوب پر ایمان

کسی بھی شخصیت سے جب تک محبت ومودت نہ ہو اور اس کی عظمت کا نقش دل میں نہ بیٹھے تو اس وقت تک ادب واحترام کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے جب محبت کی بات کی تو اپنی اور اپنے حبیب ﷺ کی محبت کا ایک ہی معیار رکھا۔ اور پھر رسول اللہ ﷺ سے محبت اپنی جان سے بڑھ کر کرنے کو ایمان کی شرطِ اوّل قرار دیا۔ اس محبت کو تعظیم کیلئے شرط قرار دیا اور تعظیم کو ادب کے لیے شرطِ اوّل قرار دیا۔

فرشتوں کے دل میں حضرت آدم علیہ السلام کی عظمت کا نقش بیٹھا تو سب کے سب سجدہ ریز ہو گئے۔ برادرانِ یوسف کے دل میں جب حضرت یعقوب کا نقشِ عظمت بیٹھا تو سب کے سب ان کے حضور سجدے میں گر پڑے۔ ابلیس نے حضرت آدم کو محض ایک بشر اور انسان سمجھا اس لیے تعظیم کے لیے تیار نہ ہوا۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مردود و ذلیل ہوا۔ نبی کی مثلیت و یکسانیت کی غلط سوچ دل میں نہ تعظیم پیدا کرتی ہے، نہ ادب پر اکساتی ہے اور نہ ہی محبت پیدا ہونے دیتی ہے۔

ادب و تعظیم کا قرآنی حکم

اٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَ عَزَّرْتُمُوْهُمْ (المائدہ: ۱۲)

میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ

(الاعراف: ۱۵۷)

جولوگ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تعظیم کی۔ آپ کی مدد کی۔ اور اس نور کی پیروی

کی۔ جو آپ کے ساتھ اتارا گیا۔

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ (الفتح: ۹)

تا کہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کرو۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا (البقرۃ: ۱۰۴)

اے ایمان والو راعنا مت کہو اور یوں عرض کرو کہ آقا ہم پر نظر رکھیے۔ (پہلے ہی) غور سے سنا کرو۔

آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کے آداب بتائے گئے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بڑی توجہ اور حزم و احتیاط کا دامن تھام کر بیٹھا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے لفظی غلطی کی مشابہت سے بھی منع فرمادیا۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (النور: ۶۳)

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ جیسے تم خود ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ۔ (الحجرات: ۱)

ایمان والو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہ بڑھا کرو۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً (المجادلہ: ۱۲)

اے ایمان والو جب تم رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم سے تنہائی میں بات کرنا چاہو تو پہلے صدقہ دیا کرو۔

وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ (المنافقون: ۸)

(سب کی سب) عزت (تکریم و تعظیم) اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے لیے ہے۔ مگر منافقین اس کا علم نہیں رکھتے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ وَ لَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ (الحجرات: ۵،۴)

بیشک جو لوگ آپ کو حجرات کے پیچھے سے (یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پکارتے ہیں ان میں سے اکثر (ادب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ناواقف اور) ناسمجھ ہیں۔ اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ

آپ باہران کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا

سبحان اللہ! خالق و مالک اپنے بندوں کو اپنے حبیب ﷺ سے ملنے کے آداب، اس کے پاس بیٹھنے کے آداب، بلانے کے آداب بتا رہا ہے۔ اسی لیے علامہ اقبال نے کہا

ادب گاہیست زیرِ آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

عدمِ ادبِ رسول ﷺ پر وعید

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیشمار مقامات پر حضور ﷺ کے ادب واحترام اور توقیر و تعظیم کا حکم دیا ہے اور حضور ﷺ کی بارگاہ کے آداب بجانہ لانے والوں کو سخت وعید بھی سنائی ہے تاکہ انہیں پتا چل جائے کہ ''ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں''

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (الحجرات:۲)

اے ایمان والو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کیا کرو اور نہ زور سے آپ کے ساتھ بات کیا کرو جس طرح تم زور سے ایک دوسرے کے ساتھ باتیں کرتے ہو (اگر ایسا کیا تو) کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔

قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ یَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ (النور: ۶۳)

اللہ تعالیٰ اچھی طرح جانتا ہے انہیں جو کھسک جاتے ہیں تم میں سے ایک دوسرے کی آڑ لے کر پس انہیں ڈرنا چاہیے جو خلاف ورزی کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی۔ انہیں کوئی مصیبت نہ پہنچے یا انہیں کوئی دردناک عذاب نہ آئے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا (الاحزاب: ۵۷)

بے شک جو اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا و آخرت

میں لعنت فرمائی ہے۔اوران کے لیے رسواکن عذاب تیار کررکھا ہے۔

وَ مَنْ یُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَاب (الانفال: ۱۳)

اور جواللہ اوراس کے رسول کی مخالفت کرے بیشک اللہ سخت پیچھا کرنے والا ہے۔

وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ یُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِیْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ۔ (النساء: ۱۴)

اور جواللہ اوراس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے اوراس کی حدود سے تجاوز کرے اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا۔جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اوراس کے لیے رسواکن عذاب ہے۔

صحابہ کرام اورادبِ رسول ﷺ

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بارگاہِ رسالت پناہ ﷺ میں اس حال میں حاضر ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے گرداس طرح بیٹھے ہوئے تھے گویاان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔یعنی ادب وتعظیم رسول ﷺ کی بناپر سروں کو ہلا بھی نہیں رہے تھے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور ﷺ سے بڑھ کر کوئی محبوب و محترم نہ تھااس کے باوجود میں آنکھیں بھر کے آپ ﷺ کے حسن و جمال کو نہیں دیکھ سکتا تھااس لیے اگرکوئی مجھ سے حضور ﷺ کی صفت پوچھے تو میں بیان نہیں کرسکوں گا۔

حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ پیارے آقا ومولیٰ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے عرض کی لولا اتیك لرانت ان اموت یا رسول اللہ ﷺ اگر مجھے آپ کا دیدارنصیب نہ ہوتو میری موت واقع ہوجائے۔

ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے وضو کا پانی باہرلائے تو صحابہ رضی اللہ عنہم وضو کا پانی حاصل کرنے کے لئے جھپٹ پڑے۔جس کو پانی کا ایک قطرہ نہ ملا اس نے دوسرے صحابی کے ہاتھ کی تری کو چھوکراپنے چہرہ پرمل لیا۔

حضرت عبیدہ اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ ﷺ کا ایک بال

مبارک ہونا میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب تھا۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کا نمائندہ عروہ بن مسعود، صحابہ رضی اللہ عنہ کرام کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت اور ادب واحترام دیکھ کر حیران رہ گیا اور واپس جا کر اپنی قوم سے کہنے لگا میں نے آج ایک ایسی قوم دیکھی ہے جو کبھی اپنے نبی کو نہیں چھوڑیں گے اور ہمیشہ اسی کی تعظیم کے گن گائیں گے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کفن میں ان کی وصیت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتہ مبارک پہنایا گیا اور انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک میں لپیٹا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تہبند باندھا گیا اور اعضاء سجدہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تراشے ہوئے مبارک ناخن رکھے گئے۔

جنگ یرموک کے موقع پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا مقابلہ سطورہ نامی گرامی پہلوان سے ہو رہا تھا دورانِ مقابلہ آپ کی ٹوپی زمین پر گر پڑی۔ آپ مقابلے کی بجائے ٹوپی کی طرف لپکے اور رفقاء کو پکارا کہ مجھے میری ٹوپی دے دو۔ چنانچہ آپ کو ٹوپی پکڑا دی گئی۔ آپ نے پھر پہن کر مقابلہ کیا اور سطورہ کو قتل کر دیا جب جنگ ختم ہوئی تو اہلِ لشکر نے آپ سے سوال کیا کہ اتنے کڑے اور مشکل وقت میں ٹوپی کی فکر کیوں کی؟ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے یہ فکر ٹوپی کی وجہ سے نہیں کی بلکہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک بال تھا۔ مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں میں اس کی برکت سے محروم نہ ہو جاؤں۔

اکثر صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم نے اپنی اولادوں کو نصیحتیں کر رکھی تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بال ہمارے وصال کے بعد زبان کے نیچے رکھ دینا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے ادب واحترام کے واقعات سے ایمان کو جلا ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب واحترام والی زندگی عطا فرمائے (آمین)

حضور ﷺ کی بے ادبی کفر

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے بال مبارک کو اپنے دستِ اقدس میں لے کر فرمایا: **من اذی شعرة من شعری فالجنة علیه حرام** (کنز العمال)

جس نے میرے ایک بال کی بھی بے ادبی کی اس پر جنت حرام ہے۔

اس لئے ہمیں چاہئے کہ حضور ﷺ کے معاملے میں زبان و بیان میں ادب واحترام کو سامنے رکھیں اسی لیے علماء نے فرمایا ہے کہ جس چیز کی نسبت بھی حضور ﷺ کی طرف ہو جائے اس کا ادب لازم ہے۔

سولہویں شاخ

دین کے ساتھ محبت کا یہ حال ہو کہ آگ میں پھینکا جانا تو محبوب ہو لیکن اسلام چھوڑ کر کفر اختیار کرنا قبول نہ ہو

جو خوش قسمت کفر و جہالت اور گمراہی و ضلالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکل کر دائرہ اسلام میں آتا ہے۔ تو اسلام کی برکات سے اس کے پچھلے تمام گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے۔ لیکن اس پر اگر بد قسمتی مسلط ہو جائے۔ اور وہ دوبارہ کفر پر آ جائے تو اس نے حالتِ ایمان میں جو نیکیاں، اچھائیاں اور بھلائیاں کی تھیں سب ضائع ہو جائیں گی۔ دنیا و آخرت میں ذلت و رسوائی اس کا مقدر بن جائے گی۔ شریعتِ مطہرہ ایسے شقی القلب کو مرتد کہتی ہے۔

مرتد کی تعریف

مرتد اس شخص کو کہتے ہیں جو دینِ اسلام کو چھوڑ کر کفر اختیار کرے۔ اس کا اختیار نیت سے ہو یا کسی کفریہ قول و فعل سے۔

مرتد ہونے کی شرائط

مرتد ہونے کی چند شرائط ہیں۔

۱۔ عقل ہو۔ ناسمجھ بچہ اور پاگل نہ ہو۔

۲۔ ہوش۔ اگر حالتِ نشہ میں کوئی کفریہ کلمات کہہ دے تو اس کا اعتبار نہ ہوگا۔

۳۔ اختیار۔ مجبوری و اکراہ کی صورت میں کفر کا حکم نہیں ہوگا۔ مجبوری کا مطلب ہے۔ کہ جان کا خطرہ ہو یا عضو کٹنے کا اندیشہ ہو۔

الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان۔

قرآن و حدیث میں مذمتِ ارتداد

وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِنْ بَعْدِ اِيمَانِكُمْ كُفَّارًا

(البقرہ: ۱۰۸)

اہلِ کتاب میں اکثریت کی خواہش یہ ہے کہ تمہیں ایمان لانے کے بعد پھر کسی طرح کفر کی طرف پھیر دیں۔

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ (البقرہ: ۲۱۷)

اور جو پھرے تم میں سے اپنے دین سے اور پھر حالتِ کفر پر ہی مر جائے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے عمل ضائع ہو گئے دنیا و آخرت میں اور یہی دوزخی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَاُولٰئِكَ هُمُ الضَّالُّوْنَ (آلِ عمران: ۹۰)

یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا ایمان قبول کرنے کے بعد وہ کفر میں بڑھتے چلے گئے ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی اور یہی لوگ گمراہ ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كَافِرِيْنَ (آلِ عمران: ۱۰۰)

اے ایمان والو اگر تم اہلِ ایمان میں سے ایک گروہ کا کہا مانو تو تمہیں تمہارے ایمان قبول کرنے کے بعد (کفر کی طرف) لوٹا کر چھوڑیں گے۔

اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ (آلِ عمران: ۱۰۶)

(اللہ تعالیٰ مرتدوں سے کہے گا) کیا تم نے ایمان قبول کرنے کے بعد کفر اختیار کر لیا تھا تو اب اسی کفر کی وجہ سے جو تم کیا کرتے تھے عذاب کو چکھو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا (النساء: ۱۳۷)

بیشک جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر کفر میں بڑھتے گئے ان کے متعلق سنتِ الٰہی نہیں کہ انہیں بخش دے اور نہ ہی اللہ انہیں راہ راست تک پہنچائے گا۔

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗ (المائدہ: ۵۴)

اے ایمان والو جو تم میں سے اپنے دین سے پھر گیا (یہ اس کی بد قسمتی ہے) عنقریب اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم لے آئے گا۔ اللہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اللہ سے۔

ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ

(المنافقون: ۳)

(انکا) یہ (طریقِ کار) اس لیے ہے کہ وہ (پہلے) ایمان لائے پھر وہ کافر بن گئے پھر اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی اب وہ کچھ نہیں سمجھتے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس میں تین خصلتیں ہوں گی وہ ایمان کی لذت و حلاوت پائے گا۔

۱۔ جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات کی ہر چیز سے زیادہ محبوب سمجھے گا۔

۲۔ جو بندے سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے گا۔

۳۔ ومن یکرہ ان یعود فی الکفر بعد ان انقذہ اللہ کما یکرہ ان یلقی فی النار (متفق علیہ)

جو (اسلام قبول کرنے کے بعد) کفر میں لوٹ کر جانا۔ جبکہ اللہ نے اسے بچا لیا ہو اس قدر برا جانے جیسے آگ میں ڈالا جانا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یحل دم امرء مسلم الا باحدی ثلاث الثیب الزانی والنفس بالنفس والتارک لدینہ المفارق للجماعۃ۔ (متفق علیہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کا خون (قتل) تین صورتوں میں جائز ہے۔

۱۔ شادی شدہ آدمی بدکاری کرے

۲۔ جان کے بدلے جان

۳۔ دینِ (اسلام) کو چھوڑ کر امتِ مسلمہ سے الگ ہونے والا

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ غَیَّرَ دِیْنَہٗ فَاضْرِبُوْا عُنُقَہٗ جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اس کی گردن اڑادو۔

انجامِ ارتداد صحابہ کرام کی نظر میں

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مرتد سے توبہ کیلئے تین بار کہا جائے اگر وہ توبہ کرے تو اس کو چھوڑ دیا جائے اور اگر انکار کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے۔

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ عقبہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے عراق کے کچھ لوگوں کو گرفتار کرلیا جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گئے ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے ان مرتدوں کا حکم معلوم کرنے کیلئے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اس پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب لکھا کہ ان پر دین حق اور کلمۂ شہادت پیش کرو اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو چھوڑ دو اگر قبول نہ کریں تو قتل کر دو۔ ان میں بعض نے اسلام قبول کر لیا۔ ان کو چھوڑ دیا گیا اور جنہوں نے اسلام قبول نہ کیا انہیں قتل کر دیا گیا۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں چند زندیق پیش کیے گئے انہوں نے ان کو جلا دیا۔ جب یہ خبر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا اگر میں ہوتا تو انہیں نہ جلاتا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ اللہ کے عذاب کے ساتھ تم عذاب مت دو اور میں انہیں قتل کرتا اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے دین کو بدل ڈالے اسے قتل کر دو۔

سترھویں شاخ

اساسِ شریعت کے علم کی طلب

قرآن وحدیث میں علم کے حصول اوراس کے ابلاغ کوایسی لازوال عبادت کہا گیا ہے جس کی مثل کوئی عبادت نہیں۔اس لیے قرآن وحدیث میں جابجا علم اور اہلِ علم کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

علم کی تعریف

کسی شے کی صورت کا عقل (ذہن) میں آنا علم کہلاتا ہے

یا عالم کے ذہن میں کسی شے کا انکشاف ''علم'' ہے۔

امام بیہقی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے علم کی دو قسمیں بتائی ہیں۔

۱۔ عوام کا علم

عوام الناس کیلیے فرائض وواجبات اور حرام چیزوں کا جاننا ضروری ہے۔

۲۔ خواص کا علم

احکامِ شرعیہ کی فروعات کا علم،قرآن مجید کی صریح عبارات، دلالت، اشارت اور اقتضاء نصوص کو جاننا۔اسی طرح حدیث وآثار کا علم قیاس اور اس کی شرائط کو جاننا۔پیش آمدہ مسائل کا قرآن وحدیث سے حل بتانا۔

قرآن مجید اور فضیلتِ علم

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مسجودِ ملائک بنایا یہ برتری وفضیلت، عبادات و ریاضات کی بنا پر نہیں بلکہ ''علم'' کی بنا پر عطا فرمائی تھی۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِیْ بِاَسْمَاءِ هٰٓؤُلَاءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا (البقرہ: ۳۱، ۳۲)

(اللہ تعالیٰ نے) آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا مجھے ان کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو تو انہوں نے کہا ہر عیب سے پاک ہے تو ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا ہے۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (آلِ عمران: ۱۸)

شہادت دی ہے اللہ تعالیٰ نے بیشک کوئی خدا کے ساتھ معبود نہیں ہے (اور یہی گواہی دی) اور فرشتوں اور اہلِ علم نے کہ وہ عدل قائم فرمانے والا ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی عزت والا حکمت والا ہے۔

وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (النساء: ۱۱۳)

اور اتاری ہے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب اور حکمت اور آپ کو وہ سب کچھ سکھایا جو آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا آپ پر بڑا فضل عظیم ہے۔

وَ كَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَ يُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ (یوسف: ۶)

اور اسی طرح چن لے گا تمہیں تمہارا رب اور تمہیں باتوں کا انجام سکھادے گا۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر: ۲۸)

بے شک اللہ کے بندوں میں صرف علماء ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (الزمر: ۹)

آپ پوچھیے کیا کبھی علم والے اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں؟

اَلرَّحْمٰنُ ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ○ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ○ (الرحمٰن: ۱ تا ۴)

(اللہ) رحمٰن ہے (جس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو) سکھایا قرآن۔ پیدا فرمایا انسان کو۔ اسے قرآن کا بیان سکھایا۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ (المجادلہ: ۱۱)

اللہ تعالیٰ تم میں سے اہل ایمان کے اور اہلِ علم کے درجات بلند فرمادے گا۔

قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (طٰہٰ: ۱۱۴)

اے حبیب ﷺ دعا کیجئے کہ اے میرے رب میرے علم کو زیادہ فرما

فضیلتِ علم احادیث کی روشنی میں

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس کے لیے خیر کا ارادہ رکھتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرمادیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا صرف دو چیزوں پر رشک کرنا مستحسن ہے۔ایک شخص کو اللہ نے مال دیا ہو اور وہ نیکی کے راستے پر خرچ کرتا ہو۔اور ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے (علم و) حکمت دی ہو وہ اس کے مطابق فیصلے کرے اور اس کی تعلیم دے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو آدمی علم کو تلاش کرنے کیلئے کسی راستے پر چلے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں قوم کتاب اللہ کی تلاوت کرے اور ایک دوسرے کے ساتھ درس کا تکرار کرے اس پر سکینہ نازل ہوتی ہے۔انہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر فرشتوں سے فرماتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا جو شخص علم کی طلب میں نکلے وہ لوٹ کر آنے تک اللہ کے راستے میں ہے۔

جو شخص علم کو طلب کرے وہ اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ ہے۔

ایک دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا مشرق کی طرف سے کچھ لوگ تمہارے پاس علم حاصل کرنے آئیں گے جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کے ساتھ خیر خواہی کرنا

فقيه واحد اشد على الشيطان من الف عابد

ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔

منافق میں دو خصلتیں جمع نہیں ہو سکتیں۔اچھے اخلاق اور دین کا علم

افضلکم من تعلم القران و علمه

تم میں سے افضل وہ ہے جو قرآن مجید کا علم سیکھے اور سکھائے۔

تم اس حال میں صبح کرو کہ تم عالم ہو یا معلم اس کے علاوہ اور کسی میں خیر نہیں جو شخص احیاء اسلام کیلئے علم کو طلب کر رہا تھا اور اس حال میں اس کو موت آ گئی اس کے اور انبیا علیہم السلام کے درمیان جنت میں صرف ایک درجہ کا فرق ہو گا۔

ابلیس کے نزدیک عالم کی موت ستر عابدوں کی موت سے زیادہ بہتر ہے۔

الکلمة الحکمة ضالة المومن حیث وجدها فهو احق بها۔

حکمت کی بات مومن کی گم شدہ میراث ہے وہ بات جہاں سے بھی ملے مومن اس کا زیادہ حقدار ہے۔

اساسِ شریعت

کتاب۔سنت۔اجماع۔قیاس۔اجتہاد

کتاب اللہ شریعتِ اسلامیہ کا پہلا بنیادی و اساسی ماخذ و مصدر کتاب (قرآن مجید) ہے۔ ابنِ رشد ﷫ لکھتے ہیں۔''دیگر کتب سماوی کے مقابلے میں قرآن کریم اس عظیم خصوصیت کا حامل ہے کہ یہ بیک وقت کتابِ عقائد بھی ہے اور مجموعہ قوانین بھی۔ دوسری کوئی آسمانی کتاب اس وصف میں قرآن کریم کی قسیم و شریک نہیں ہو سکتی۔

قرآن کریم تدریجی طور پر ۲۲ سال ۲ ماہ ۲۲ دن میں نازل ہوا۔نزول قرآن کا آغاز حضور ﷺ کی ولادت کے اکتالیسویں سال رمضان المبارک کی سترھویں رات غارِ حرا میں اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ سے ہوا ۹ ذی الحج تک نازل ہوتا رہا اور پھر آخری آیت اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ نازل ہوئی۔نزولِ قرآن کا زمانہ دو الگ حصوں میں منقسم ہے۔

پہلا حصہ اس زمانے سے متعلق ہے جس میں آپ ﷺ کا قیام مکہ مکرمہ میں تھا یہ ۱۲ سال ۵ ماہ ۱۳ دن کا عرصہ ہے اس دور میں جو قرآن مجید نازل ہوا اس کی سورتوں کو ''مکی'' کہتے ہیں۔

دوسرا حصہ ہجرت کے بعد شروع ہوا یہ زمانہ ۹ سال ۹ ماہ ۹ دن کا ہے۔

قرآن مجید کی سورتوں کی تعداد ۱۱۴ ہے جن میں پہلی سورۃ فاتحہ اور آخری سورۃ الناس ہے۔

قرآن حکیم نے امت کی سہولت کے لئے تین اصولوں کو اپنی بنیاد بنایا ہے۔

۱۔ عدمِ حرج ۲۔ قلتِ تکلیف، ۳۔ تدریج

۱۔ عدمِ حرج: عربی میں حرج کا معنی ہے تنگی۔ اور عدمِ حرج کا معنی ہوا تنگی کو دور کرنا یعنی قرآن کے نزول کا مقصد لوگوں کو بے جا فضول پابندیوں سے آزاد کرنا تھا۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا

خدا کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ

اللہ تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے سختی کرنا نہیں چاہتا۔

۲۔ قلتِ تکلیف: قلتِ تکلیف عدمِ حرج کا لازمی نتیجہ ہے۔ کیونکہ تکلیف کی کثرت میں مختلف قسم کی تنگیاں ہیں اللہ نے فرمایا:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْاَلُوْا عَنْ اَشْيَاءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ۔

اے ایمان والو! چیزوں کے متعلق سوال نہ کیا کرو۔ اگر وہ تم پر ظاہر ہو گئیں تو تم کو نقصان پہنچائیں گی۔ اور اگر تم نے ان کے متعلق نزولِ قرآن کے وقت سوال کیا تو وہ تم پر ظاہر ہو جائیں گی خدا نے ان کو معاف کر دیا اور خدا بخشنے والا بردبار ہے۔

۳۔ تدریج: رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو اہل عرب میں بہت سی باتیں راسخ ہو چکی تھیں جن میں سے بعض قائم رکھنے کے قابل تھیں اور بعض مضر تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے حکمت سے ان مضر عادتوں کو ختم کیا اور اس کے لیے جو طریقہ اختیار کیا وہ تدریج کا تھا۔ جیسے حرمتِ شراب کا حکم یکبارگی کی بجائے تدریجاً نازل ہوا۔

۲۔ سنتِ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

سنت کا اطلاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر اس قول پر ہوتا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو اور ہر اس فعل پر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو۔ اور ہر اس کام پر جس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہو۔ سنت کی یہی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ سنتِ قولی، ۲۔ سنتِ فعلی، ۳۔ سنتِ تقریری

شریعتِ اسلامیہ کا اوّلین مآخذ قرآن ہے لیکن یہ احکامِ الٰہی کو اجمالی طور پر پیش کرتا ہے اس اجمال کی تفصیل اور تشریح وتوضیح ہمیں سنت میں ملتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید نے خود فرمایا:

وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ (النحل: ٤٤)

اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہ قرآن اتارا ہے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے لیے اس چیز کو واضح طور پر کھول کر بیان کریں۔

مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر: ٧)

حدیث اور سنتِ شارحِ قرآن ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ تم اس طرح نماز پڑھو جیسے مجھے پڑھتے دیکھتے ہو۔

۳۔ اجماع: کتاب وسنت کے بعد تیسرا مآخذ ''اجماع'' ہے،

اجماع کے لغوی معنیٰ عزم واتفاق ہیں۔

شرعی اصطلاح میں کسی زمانے میں تمام مجتہدین اور علماء کا کسی فیصلے پر متفق ہوجانا اجماع کہلاتا ہے۔ اجماع میں وہ علماء وفقہا حصہ لے سکتے ہیں جن میں مندرجہ ذیل صفات ہوں۔

۱۔ مجتہد کو اصول وفروع دونوں فقہی شاخوں سے پوری طرح واقف ہونا چاہیے۔
۲۔ احادیثِ نبوی سے واقفیت ہو۔ صحیح کو غیر صحیح اور متواتر ومشہور کو احاد سے تمیز کرسکتا ہو۔
۳۔ اس بات کا پورا علم ہو کہ قیاس کے طریقے سے استنباط کرنے کے اصول وقواعد کیا ہیں۔
۴۔ ملک کے رسم ورواج اور لوگوں کی عادات سے واقف ہو۔

شرائطِ اجماع

اجماع کا تعلق صرف فروعی مسائل سے ہوتا ہے اصولِ دین یعنی عقائد سے نہیں۔

۱۔ اس مسئلے کے متعلق کسی صحابی نے اختلافِ رائے کا اظہار نہ کیا ہو۔ یا کسی مجتہد نے اس اجماع کے منعقد ہونے سے پہلے اس کے خلاف کوئی رائے قائم نہ کی ہو۔

۲۔ جو مجتہدین اس فیصلے میں شریک تھے ان میں سے کسی نے بعد میں اپنی رائے تبدیل نہ کی ہو۔

۳۔ مذکورہ فیصلہ زبانِ زدِ عام یا کم از کم مشہور و معروف ہو۔

۴۔ وہ قرآن کی کسی صریح نص یا کسی حدیثِ متواتر یا حدیثِ مشہور پر مبنی ہو

۵۔ وہ اجماع باضابطہ طور پر منعقد ہوا ہو۔

قیاس: شریعتِ اسلامیہ کا چوتھا ماخذ ''قیاس'' ہے اس کے لغوی معنٰی اندازہ کرنے کے ہیں۔ لیکن شرعاً اس سے مراد یہ ہے کہ کسی مسئلے کو جس کا حکم کتاب و سنت اور اجماع میں نہ ملے اس کے مماثل کسی دوسرے مسئلے پر قیاس کر کے حکم لگانا جو تینوں شرعی ماخذ میں سے کسی ایک میں پایا گیا ہو۔

اس کی شرط یہ ہے کہ قیاس کیے جانے والے مسئلے اور جس پر قیاس کیا جائے دونوں کی علت غائی ایک ہو اوّل الذکر کو مقیس اور مؤخر الذکر کو مقیسَ علیہ کہتے ہیں۔

قیاس کے ارکان و شرائط

قیاس کے مندرجہ ذیل چار ارکان ہیں۔

۱۔ اصل یا نص جسے مقیس علیہ بھی کہتے ہیں یعنی جس پر قیاس کیا جائے

۲۔ فرع یا مقیس یعنی جس چیز کو قیاس کیا جائے

۳۔ حکم جو قیاس کے بعد لگایا جائے

۴۔ علت یعنی وہ وصف جو مقیس علیہ اور مقیس میں مشترک ہو اور قیاس کا سبب ہو۔

قیاس کی صحت کیلئے مندرجہ ذیل پانچ شرائط ہیں۔

۱۔ قیاس نص کے مقابلے میں نہ ہو

۲۔ قیاس سے نص کا حکم نہ بدل جائے

۳۔ قیاس ایسا نہ ہو جس سے حکم کی علت سمجھ میں نہ آسکے

۴۔ حکم کی علت کا دارومدار امرِ شرعی پر ہو امرِ لغوی پر نہ ہو

۵۔ فرع کا حکم قرآن وحدیث میں موجود نہ ہو

۶۔ اجتہاد: اجتہاد کے لغوی معنی کوشش صرف کرنے کے ہیں۔

اصطلاحِ شرع میں اس کوشش کے صرف کرنے کا نام ہے جو دلائلِ شرعیہ کے ذریعے استنباطِ احکام کے لیے کی جائے اجتہاد کا مفہوم تقلید کے بالکل برعکس ہے۔

اجتہاد ہر شخص کیلئے جائز نہیں بلکہ اجتہاد کے لیے ان مخصوص صلاحیتوں کا ہونا لازمی ہے جو مجتہد کو اس قابل بنائیں کہ وہ استخراجِ احکام اور استدلال کے کام کو کماحقہ انجام دے سکے۔لہٰذا مجتہد کے لیے شرط ہے کہ وہ صائبُ الرائے ہو صاحب فراست ہو۔انصاف پسند ہو۔پاکیزہ اخلاق کا مالک ہو۔احکام سمجھنے کی بصیرتِ تامہ رکھتا ہو۔دلائل شرعیہ اور استنباطِ احکام کے طریقوں سے پوری طرح واقف ہو۔تفسیرِ قرآن، اسبابِ نزول، راویوں کے حالات، جرح وتعدیل کے طریقوں اور ناسخ ومنسوخ کی حقیقت سے پوری طرح باخبر ہو۔

مجتہد کے درجات

۱۔ مجتہد فی الشرع

وہ مجتہد جو کسی خاص مذہب کا بانی ہو جیسے مذاہب اہلِ سنت کے چار آئمہ ابوحنیفہ، مالک، شافعی، حنبلی رحمہم اللہ

۲۔ مجتہد فی المذاہب

جو کسی مذہب کا بانی نہ ہو بلکہ آئمہ اربعہ میں سے کسی ایک کا مقلد ہو لیکن بہت سے اصولی وفروعی مسائل میں اپنے پیش رو امام سے اختلاف رکھتا ہو اور اپنے ذاتی اجتہاد سے فروعی مسائل کا استخراج کرتا ہو جیسے امام ابویوسف، محمد بن حسن شیبانی امام زفر رحمہم اللہ

۳۔ مجتہد فی المسائل

جو مذاہب کے اصول و مبادی میں نہیں بلکہ بعض فروعی مسائل میں اپنے اجتہاد سے کام لے جیسے امام طحاوی۔ امام سرخسی۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہم

۴۔ مجتہد مقید

وہ مجتہد جو آرائے سلف کا پابند ہو اور انہی کے اجتہاد کی پیروی کرتا ہو لیکن احکام کی حقیقت اور ان کے منشاء کو بھی اچھی طرح سمجھتا ہو۔ ایسے مجتہدین کو اصحابِ تخریج کہا جاتا ہے۔

اہلِ علم کے اُخروی درجات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمین پر علماء آسمان پر ستاروں کی مانند ہیں جن سے سمندر اور خشکی پر ہدایت حاصل کی جاتی ہے جب ستارے چھپ جائیں گے تو قریب ہے کہ ہدایت حاصل کرنے والے بھٹک جائیں۔

عالم کی عابد پر ستر درجے فضیلت ہے اور ہر دو درجوں میں آسمان و زمین جتنا فاصلہ ہے۔

طالب علم کو طلبِ علم کی حالت میں موت آجائے تو وہ شہید ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذا مرر تم بریاض الجنة فارتعوا قالوا یا رسول الله صلی الله علیه وسلم ما ریاض الجنة قال مجالس العلم۔

یعنی جب تم جنت کی کیاریوں سے گزرو تو کچھ چر لیا کرو صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کی کیاریاں کیا ہیں؟ فرمایا علم کی مجالس

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تمام بندوں کو اٹھائے گا پھر علماء کو الگ کر لے گا۔ پھر فرمائے گا اے علماء کی جماعت میں نے تم میں اپنا علم تم کو عذاب دینے کے لیے نہیں رکھا تھا جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا۔

العالم امین الله فی الارض

عالم زمین پر اللہ کا امین ہے

قیامت کے روز سب سے پہلے انبیاء علیہم السلام شفاعت کریں گے پھر علماء پھر شہداء

قیامت کے روز علما کے لکھنے کی روشنائی کو شہید کے خون کے ساتھ وزن کیا جائے گا تو علماء کی روشنائی وزن شہید کے خون سے زیادہ ہوگا۔

علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں آسمان والے ان سے محبت کرتے ہیں جب وہ فوت ہو جاتے ہیں تو قیامت تک سمندر کی مچھلیاں ان کے لیے استغفار کرتی رہتی ہیں۔

اہلِ علم کے حقوق

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے وہ میری امت میں سے نہیں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اکرموا العلماء فانھم ورثہ الانبیاء (حدیث)

علماء کی عزت وتکریم کرو کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلِ علم کو نصیحت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص سے کسی ایسی چیز کے متعلق سوال کیا جائے جس کا اس کو علم تھا پھر اس نے اس کو مخفی رکھا اس کے منہ میں قیامت کے دن آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے علماء پر فخر کرنے، جاہلوں سے بحث کرنے اور لوگوں کو اپنی طرف راغب کرنے کے لیے علم کو طلب کیا اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کرے گا۔

جس شخص نے علمِ دین کو مالِ دنیا کے حصول کی خاطر طلب کیا وہ قیامت کے روز جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔

کسی شخص کے عالم ہونے کے لیے کافی ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتا ہو اور کسی شخص کے جاہل ہونے کے لیے کافی ہے کہ وہ اپنے علم پر تکبر کرتا ہو۔

قیامت کے روز سب سے زیادہ عذاب اس عالم کو ہوگا جس کو اللہ نے اسکے علم سے نفع

اندوز نہیں کیا۔

ابنِ عباس رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق کلام کریں۔

حقیقی علم

زیادہ باتیں بنانا علم نہیں بلکہ اس سے خشیت کو علم کہتے ہیں۔ (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

بکثرت روایت کرنے کا نام علم نہیں بلکہ علم ایک نور ہے جسے اللہ کسی دل میں ڈال دیتا ہے۔ (امام مالک رضی اللہ عنہ)

اگر دل میں اللہ کا خوف پیدا ہو جائے تو اتنا علم ہی کافی ہے۔ (ابن مسعود رضی اللہ عنہ)

فقیہ اور عالم وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ کرے اور خدا کی نافرمانی پر بہادر نہ کرے خدا کے عذاب سے بے خوف نہ کرے قرآن کے بغیر کوئی چیز اسے اپنی طرف راغب نہ کرے۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ)

لمحہ فکریہ

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ علم کو نہیں اٹھائے گا علم ہوگا لیکن اہلِ علم (علماء) نہیں ہوں گے۔ ان کو اٹھالے گا۔ یہاں تک کہ کوئی ایک عالم بھی نہ بچے گا (اور پھر لوگ)

اتخذ الناس رؤسا جهالا فسئلوا فافتوا بغير علم فَضَلُّوْا واضلوا

یعنی جاہلوں کو اپنا پیشوا (امام) بنالیں گے۔ لوگ ان سے سوالات پوچھیں گے وہ (پیشوا) بغیر علم کے فتوے صادر فرمائیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے

آج کل معاشرے میں نظر دوڑائیں تو ہر جگہ یہی حال نظر آتا ہے کہ ہر شخص اپنی اصلیت وحقیقت کو چھپا رہا ہے جو نہیں وہ ظاہر کرتا ہے اور جو وہ ہے اسے چھپاتا ہے۔ نااہلوں نے لاکھ ملمع کاریوں اور جعل سازیوں سے اہلوں کی جگہ سنبھال رکھی ہے میدانِ سیاست ہو یا مذہب ہر دو فیلڈز میں (BLACK SHEEPS) موجود ہیں۔

مذہبی سادہ لوگ تو بیچارے جس کی داڑھی بڑی دیکھتے ہیں یا جس کا جبہ و دستار دیکھتے
ہیں اس کو بڑا عالم سمجھ بیٹھتے ہیں اسی سے مسئلہ پوچھنا شروع کر دیتے ہیں وہ اپنی لاعلمی پر
معذرت کرنے کی بجائے جو منہ میں آئے کہہ دیتا ہے اس سے جہالت و گمراہی کو تقویت
ملتی ہے اس کے معاشرے پر بُرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ نوجوان نسل دین سے دور
ہو رہی ہے اور ان کی دوری کا وبال ان نااہلوں کے سر ہے جو اہلوں کی جگہ براجمان ہیں۔
خدا ہمیں حقیقتِ اسلام اور روحِ اسلام سمجھنے کی توفیق دے (آمین)

اٹھارویں شاخ

اشاعتِ علم

تخلیقِ آدم علیہ السلام سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ملائکہ جنات اور دیگر مخلوقات کو بنا رکھا تھا۔ جو اس کی تسبیح و تہلیل اور احکامات کی تعمیل میں مصروف تھے۔ ان کے ہوتے ہوئے حضرت انسان کی تخلیق چہ معنی دارد؟

اور پھر جب تخلیقِ انسان کا پروگرام فرشتوں کے سامنے رکھا تو انہوں نے کہا کہ اے مولا کیا ہم تیری عبادات وریاضات کیلیے کافی نہیں؟ اللہ نے فرمایا اسے صرف عبادات کے لیے ہی نہیں بلکہ خلافت و نیابت کیلیے بھی بنا رہا ہوں۔ خلیفہ کو بنا کر چونکہ فرشتوں سے سجدہ کروانا تھا اس لیے حضرت آدم علیہ السلام کے دامن میں ایسی خوبی رکھ دی جس سے فرشتے محروم تھے۔ وہ خوبی اور جوہر ''علم'' تھا۔ جس نے آدم علیہ السلام کو مسجودِ ملائک بنایا۔

حضرت آدم علیہ السلام کو یہ علم صرف ذاتی استفادے کیلیے نہیں دیا بلکہ اس سے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچانے اور اس کا پیغام آگے پہنچانے کے لیے دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو علم دیتے ہی فوراً اس کی اشاعت کا حکم دیا فرمایا آدم جو ہم نے تمہیں علم (علمِ اسماء) دیا ہے فرشتوں کے سامنے اس کا پرچار اور اظہار کرو چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

الغرض تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنے اپنے ادوار میں جہالت و گمراہی میں ڈوبی ہوئی انسانیت کے سامنے علمیت کے چراغ جلائے تاکہ نورِ علم سے بے راہ لوگ راہ یاب ہو سکیں۔

آخر میں نبی اکرم ﷺ کی باری آئی تاریخ شاہد و عادل ہے کہ ظہورِ اسلام کے وقت پورے عرب میں صرف ۱۷ یا ۱۸ آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے لیکن جب آپ ﷺ کا وصال ہوا تو پورے ملک عرب کا لٹریسی ریٹ سو فیصد ہو چکا تھا۔ یہ سب اشاعتِ علم اور ابلاغ علم

کے سلسلے میں آپ ﷺ کی انتھک مساعی جمیلہ کا نتیجہ تھا۔

آپ ﷺ نے اشاعتِ علم کے لیے پورے عرب میں کلیات (کالجز) و جامعات (یونیورسٹی) کا جال بچھا دیا۔ معلمِ کائنات ﷺ خود ان درس گاہوں کی نگرانی فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اشاعت و ابلاغ علم کے لئے عملی اقدامات کیے۔ جاہل اور اجڈ قوم کو علم سے روشناس کرانے کیلئے علم کی فضیلت و اہمیت پر بے شمار لیکچرز دیے (جسے ہم انشاء اللہ آئندہ صفحات میں بیان کریں گے) جس سے علم اور اہلِ علم کی اہمیت و افادیت کا پتہ چلتا تھا۔ پہلا پیغامِ الٰہی جو غارِ حرا میں آیا وہ بھی تعلیم و تعلم سے متعلق تھا۔ ابتداء میں ابلاغ و پرچار کا دائرہ محدود رہا لیکن چند ماہ گزرنے کے بعد نئی ہدایات (Instructions) اور نئی (Education Policy) آ گئی کہ اے حبیبِ مکرم ﷺ آپ دارِ ارقم کی جامعہ سے نکل کر پورے عرب کو اپنی جامعہ بنائیے اور اس علم کا پیغام گھر گھر گلی گلی پہنچائیے بلا خوف و خطر اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے اشاعت علم کیلئے کوشاں رہیے۔

یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ (المدثر : ۱ تا ۲)

اس آفاقی پیغام کے بعد آپ ﷺ نے ابلاغ کے کام کو بڑی مستعدی سے کرنا شروع کر دیا۔ مبلغین کو تیار کیا۔ جنہوں نے خدمتِ دین اور ابلاغ علم کو اپنا مقصدِ زیست بنایا ہوا تھا۔

بلغوا عني ولو آية کے فرمانِ عالیشان نے ہر صحابی کو مبلغ بننے پر مجبور کر دیا تھا یہ اسی جذبے کا نتیجہ تھا کہ تیئس سال کے مختصر عرصے میں آپ ﷺ نے عرب میں علمی (و فکری) انقلاب برپا کر دیا۔

﴿ایک طرف ہمارے معاشرے میں اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ ڈرامہ باز اور شعبدہ باز بھی ہیں کہ دین کے نام پر قوم کو لوٹ رہے ہیں اور حضور ﷺ جیسا انقلاب لانے کی قوم کو امیدیں دلاتے ہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ وہ انقلاب محمدی ﷺ جس کا مشرق و مغرب تک یہ ڈھنڈورا پیٹتے ہیں اس انقلاب کی ایک جھلک ان کے اپنے گھروں میں بھی نظر نہیں آتی۔ گھر تو دور کی بات ہے۔ وہ انقلاب تو ان کی اپنی شخصیت میں نظر نہیں آتا اگر انقلاب نظر

آتا ہے تو فقط معاشی انقلاب یعنی یہ لوگ انقلاب کا نعرہ لگانے سے پہلے خود سفید پوش طبقے سے تعلق رکھتے تھے اور اب سفید پوش لوگوں سے بات کرنا اپنے مزاجِ آمرانہ اور قیادتِ ظالمانہ کے خلاف سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اب ان کا نام جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی فہرست میں نظر آتا ہے فقط مٹی کے پیالوں میں پانی پینے سے انقلاب آنا ہوتا تو اس غریب کی زندگی میں بھی انقلاب آجاتا جسے مٹی کے چند برتنوں کے سوا کچھ میسر نہیں۔)

اشاعتِ علم اور قرآن

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی بعثتِ مبارکہ کے مقاصدِ عظیمہ کو قرآن میں مختلف مقامات پر بیان کیا ہے جس سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی کا مقصد صرف ابلاغِ دین، اشاعت علم اور اقامت دین تھا۔

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۝ (البقرہ:۱۵۱)

جیسا کہ بھیجا ہم نے تمہارے پاس تم میں سے رسول ہماری آیات تمہیں پڑھ کر سناتا ہے اور تمہیں پاک فرماتا ہے اور تمہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔ اور تمہیں ایسی باتوں کی تعلیم دیتا ہے جنہیں تم جانتے ہی نہیں تھے۔

اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے چار مختلف مقامات پر بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ علم سکھاتے ہیں اس کا پرچار فرماتے ہیں۔

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ (النحل: ٤٤)

اور ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن مجید) نازل فرمایا تاکہ آپ لوگوں پر وہ چیزیں واضح فرمادیں جو ان کے لیے نازل ہوئی ہیں۔

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي

كَانَتْ عَلَيْهِمْ (الاعراف: ١٥٧)

جو لوگ امی (نبی) رسول کی پیروی کرتے ہیں۔ جسے وہ اپنے ہاں تورات و انجیل میں بھی لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ ان کو معروف کا حکم دیتا ہے اور منکر سے روکتا ہے وہ ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور ناپاک چیزوں کو حرام ٹھہراتا ہے۔ وہ ان پر سے وہ بوجھ اور پابندیاں اُتارتا ہے جو ان پر پہلے سے رہی تھیں۔

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ

(آلِ عمران: ١٨٧)

یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے پختہ وعدہ لیا ان لوگوں سے جنہیں کتاب دی کہ تم اسے لوگوں کو کھول کھول کر بیان کرنا اور چھپانا نہیں ہے۔

وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ (النحل: ٦٤)

اور ہم نے آپ پر اسی لیے ہی کتاب اتاری ہے کہ آپ صاف صاف بیان کر دیں ان کے لیے وہ بات جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔

قرآن مجید جو تمام علوم وفنون کا منبع و سرچشمہ ہے اس کی تشریح (Interpretation) اور توضیح (Explanation) کا کام حضور ﷺ کے ذمے تھا۔ آپ ﷺ نے اس ذمہ داری کو بڑے احسن انداز میں نبھایا اور خطبہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر سب سے پوچھا کہ بتاؤ میں نے تمہیں مکمل دین پہنچا دیا ہے۔ سب نے بیک زبان کہا۔

نعم یا رسول اللہ ہاں اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے ابلاغ علم و دین اور اشاعت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ آخر میں فرمایا تم میں سے جو حاضر ہیں وہ غائب لوگوں تک یہ پیغام پہنچا دیں۔

معلمِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات

علم کی اہمیت وافادیت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع ارشاداتِ عالیہ کا احاطہ ناممکن ہے۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

- علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ
- ہر مسلمان (مرد وزن) پر علم حاصل کرنا فرض ہے
- علم حاصل کرنا اس پر عمل کرنا اور اس کی اشاعت کرنا صدقہ ہے
- معلم اور متعلم دونوں اجر میں برابر کے شریک ہیں
- طالبِ علم کی راحت کے لیے فرشتے اس کے قدموں میں پر بچھاتے ہیں
- طالبِ علم حصولِ علم کی حالت میں مر جائے تو شہید ہے
- عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ مسلمان پر

ضروری گزارش

اسلامی تعلیمات کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ محض نظری نہیں بلکہ عملی ہے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ
(الصف: ۳،۲)

تم ایسی باتیں زبان پر ہی کیوں لاتے ہو جن پر تمہارا عمل نہیں خدا کے نزدیک یہ عمل سخت ناپسندیدہ ہے کہ تم ایسی باتیں کہو جن پر تم عمل نہیں کرتے۔

قرآن مجید میں بیشمار مقامات پر ایمان کے ساتھ عملِ صالح پر زور دیا گیا ہے۔

آمنوا وعملوا الصالحات ایمان لاؤ اور عملِ صالح کرو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمل کے بغیر علم وبال ہے اور علم کے بغیر عمل گمراہی ہے ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو آدمیوں نے میری کمر توڑ دی ایک جاہل عابد نے دوسرے بےعمل عالم نے۔

قرآن پاک میں بے عمل عالم کو ایسے گدھے سے تشبیہ دی گئی ہے جس پر موٹی موٹی کتابیں لادی گئی ہوں۔

آخرت میں انسان کے کام صرف اس کے اعمال آئیں گے اس سے اس کا حسب ونسب ہرگز نہ پوچھا جائے گا۔

کتمانِ علم کی سزا

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْهُدٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْكِتٰبِ اُولٰٓىِٕكَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَیَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ (البقرہ: ۱۵۹)

بیشک وہ لوگ جو چھپاتے ہیں ان چیزوں کو جو ہم نے نازل کیں روشن دلیلوں اور ہدایت سے اس کے بعد بھی ہم نے کھول کر بیان کر دیا انہی لوگوں کے واسطے کتاب میں یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا جس شخص سے کسی ایسی چیز کے متعلق سوال کیا جس کا اس کو علم تھا اور پھر اس نے اس کو مخفی رکھا اس کے منہ میں قیامت کے دن آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔

اشاعتِ علم کرنے والوں کو بشارت

حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کو سرسبز وشاداب رکھے جو میری بات سنے پھر اسے یاد کرلے اور محفوظ رکھے اور دوسروں تک اُسے پہنچائے۔

انیسویں شاخ

قرآن مجید کی عظمت و تعظیم کرنا

اللہ تعالیٰ کا کتنا فضل و کرم ہے جس نے ہمیں اپنے محبوب نبی اکرم ﷺ کے توسل سے وہ آسمانی کتاب مستطاب عطا فرمائی جو قیامت تک کی انسانیت کے لیے مکمل و اکمل منبع رشد و ہدایت ہے۔ جو ہر طرح کی لفظی و معنوی تحریف و تبدل سے محفوظ و مامون ہے۔ کیونکہ اس کا محافظ و نگران خود خدا ہے۔ جس نے اس کو دنیا کے کونے کونے میں بسنے والے انسانوں کے دلوں پر نقش کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابھی تک کسی بڑے سے بڑے محقق و مفکر نے کسی آیت کے متعلق نہیں کہا کہ یہ آیت قرآنی نہیں بلکہ بعد میں خود ہی اپنی طرف سے شامل کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ

یعنی غیر قرآن اس قرآن میں نہ آگے سے شامل ہو سکتا ہے اور نہ ہی پیچھے سے۔

نبی اکرم ﷺ کے معجزات میں سے سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید ہے۔ جس سے قیامت تک "تشنگانِ علم اکتسابِ فیض کر کے اپنی تشنگی دور کرتے رہیں گے اور اس بحر بے کنار میں ہر غواص اپنی حیثیت واستطاعت کے مطابق درنایاب حاصل کرتا رہے گا۔

عظمتِ قرآن از قرآن

اس کی عظمت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کے کم و بیش پچاس نام رکھے ہیں۔ اور اس کے نزول کے لیے اس ماہِ مقدس کا انتخاب فرمایا جو مہینوں میں سب سے برکت والا اور عظمت والا ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدٰى
(البقرہ ۱۸۵)

رمضان المبارک کا مہینہ جس میں قرآن اتارا گیا۔ یہ لوگوں کو راہِ حق دکھاتا ہے۔
اور اس میں روشن دلیلیں ہیں۔

مبارک اور عظمت والی کتاب کیلئے سب سے مقدس اور بابرکت مہینے کا انتخاب کیا گیا ہے۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (بنی اسرائیل ۸۲)

ہم قرآن میں وہ چیزیں نازل کرتے ہیں جو باعثِ شفاء اور سراپہ رحمت ہیں
مومنین کے لئے۔

اِنَّهٗ لَقُرْآنٌ كَرِيْمٌ ○ فِیْ كِتَابٍ مَّكْنُوْنٍ (الواقعہ: ۷۷، ۷۸)

بے شک یہ قرآن بڑی عزت والا ہے۔ ایک محفوظ کتاب میں

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ
(الحشر ۲۱)

اگر ہم نے اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارا ہوتا تو آپ اس کو دیکھتے کہ وہ جھک جاتا اور
اللہ کے خوف سے پاش پاش ہو جاتا۔

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْآنَهٗ (القیامہ: ۱۷)

بیشک اس کو جمع کرنا ہمارے ذمہ ہے۔

بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيْدٌ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ (البروج: ۲۱، ۲۲)

بلکہ وہ کمال شرف و بزرگی والا قرآن ہے ایسی تختی میں لکھا ہوا ہے جو محفوظ ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ (النحل ۸۹)

ہم نے اتاری ہے یہ کتاب اس میں ہر چیز کا تفصیلی بیان ہے۔

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ (الانعام ۵۹)

نہ کوئی تر نہ کوئی خشک مگر وہ (قرآن) کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔

قرآن کتب سابقہ کا مصدق ہے۔

وَاٰمِنُوْا بِمَا اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ (البقرہ: ۴۱)

ایمان لاؤ جو میں نے اتارا ہے اور اس کی تصدیق کرتا ہے جو تمہارے پاس ہے۔

کتبِ سماوی میں جو ابہام اور اجمال رہ گیا تھا قرآن اس کی تفصیل بیان کرتا ہے۔

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (یونس: ۳۷)

اور یہ قرآن ایسا نہیں کہ اللہ کے سوا اوروں کا افتراء ہو اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے اور کتاب کی تفصیل ہے جس میں کوئی شک نہیں جہانوں کے رب کی طرف سے ہے۔

قرآن نسلِ انسانی کی وحدت کا پیغام دیتا ہے۔

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا (یونس: ۱۹)

سب لوگ ایک امت ہیں لیکن وہ آپس میں جھگڑتے ہیں

دوسری جگہ فرمایا:

اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمْ (المومنون: ۵۲)

یہ تمہاری قوم ایک ہی قوم ہے اور میں تمہارا رب ہوں۔

بقولِ اقبال

وہ معزز تھے زمانے میں مسلمان ہو کر ۔۔۔ اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہو کر

عظمتِ قرآن از احادیثِ مبارکہ

حضور ﷺ نے فرمایا میری امت کی سب سے فضیلت و عظمت والی عبادت قرآن مجید کی تلاوت ہے۔

تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور دوسروں کو سکھایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص قرآنِ مجید (پڑھنے) میں ماہر ہو وہ ان فرشتوں کے ساتھ رہتا ہے جو معزز اور بزرگ ہیں اور (نامۂ اعمال یا لوحِ محفوظ کو) لکھتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے اس طرح قرآن پڑھا کہ اس پر حاوی ہو گیا اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ اور اس کے خاندان کے ایسے دس آدمیوں کے بارے میں شفاعت قبول فرمائے گا۔ جس پر جہنم واجب ہو چکا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن پڑھنے والا قیامت کے روز آئے گا تو قرآن کہے گا کہ اے رب اسے لباس پہنا دے پھر اس کو عظمت و کرامت کا تاج پہنایا جائے گا۔ قرآن پھر فرمائے گا کہ اے رب زیادہ عطا کر اے رب اس سے راضی ہو جا۔ پھر قرآن پڑھنے والے سے کہا جائے گا قرآن پڑھتا جا اور ترقی کرتا جا اور ہر آیت کے بدلے میں اسے ایک نیکی زیادہ دی جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن روزہ اور نماز بندے کی شفاعت کریں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی علم کو تلاش کرنے کیلئے کسی راستے پر نکلے اللہ تعالیٰ اس پر جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور اللہ کے گھروں میں کوئی قوم کتاب اللہ کی تلاوت کرے اور دوسرے کے ساتھ درس کا تکرار کرے تو اس پر سکینہ نازل ہوتی ہے انہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر فرشتوں میں فرماتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرآن کی ایک آیت سننے کیلئے بھی کان لگائے اس کے لئے ایسی نیکی لکھی جاتی ہے جو بدستور بڑھتی چلی جاتی ہے اور جو شخص جس آیت کو پڑھے وہ آیت اس شخص کیلئے قیامت کے دن ایک نور ہو گی۔ جو اس نیکی کے بڑھنے سے بھی زیادہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے سینے میں کچھ بھی قرآن نہ ہو وہ ایسا ہے جیسے اجاڑ گھر۔

آدابِ تلاوت

قرآن مجید کی عظمت و بزرگی کے پیشِ نظر اس کی تلاوت کے بھی آداب بتائے گئے ہیں جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

باوضو، قبلہ رو ہو کر آداب وسکون کے ساتھ تلاوت کرے

فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (النحل: ۹۸)

پس جب تم قرآن کی تلاوت کرنے لگو تو پناہ مانگو اللہ تعالیٰ سے شیطان مردود کی

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (الاعراف: ۲۰۴)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور چپ ہو جاؤ تا کہ تم پر رحمت کی جائے۔

وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيْلًا (المزمل: ٤)

اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر سکون سے پڑھا کرو۔

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ (المزمل: ۲۰)

تم اتنا قرآن پڑھ لیا کرو جتنا تم آسانی سے پڑھ سکتے ہو۔

لَا يَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (الواقعہ: ۷۹)

اس کو نہیں چھوتے مگر وہی جو پاک (صاف) ہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: زینوا القرآن باصواتکم خوش الحانی سے قرآن کو مزین کرو۔

قرآن کا چیلنج

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ (البقرہ: ۲۳)

اگر تمہیں شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا تو اس جیسی ایک سورت ہی لے آؤ۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (بنی اسرائیل: ۸۸)

کہا اگر سارے انسان اور سارے جن اکٹھے ہو جائیں اس بات پر لے آئیں اس قرآن کی مثل تو ہرگز نہیں لاسکیں گے اس کی مثل اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔

ختمِ قرآن کے وقت دعا قبول ہوتی ہے

صحیح احادیث میں ہے کہ ختم قرآن کے وقت اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہوتی ہے۔ امامِ تفسیر حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی عادت تھی کہ ختمِ قرآن کے وقت جمع ہو کر دعا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ختمِ قرآن کے وقت اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہوتی ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب وہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو اپنے اہل وعیال کو جمع کر کے دعا کیا کرتے تھے۔

تفسیر روح البیان میں ہے کہ جو شخص قرآن ختم کرے پھر دعا مانگے تو اس دعا پر چار ہزار فرشتے آمین کہتے ہیں پھر اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں مغفرت مانگتے رہتے ہیں صبح یا شام تک۔

ضروری بات

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان کا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جو قرآن پڑھ رہا تھا پھر مانگنے لگا یہ منظر دیکھ کر حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو آدمی قرآن پڑھے اسے اللہ ہی سے مانگنا چاہیے اس لیے میری امت میں ایسے لوگ آئیں گے جو (صرف اس لیے) قرآن پڑھیں گے تاکہ پھر لوگوں سے مانگیں (ترمذی بحوالہ زاد المعاد ص۲۰)

بیسویں شاخ

پاکیزگی

اسلام کے علاوہ دیگر ادیان و مذاہب میں ظاہری حسن و جمال کو صفائی کا نام دیا جاتا ہے۔لیکن اسلام نے صفائی سے ایک قدم آگے طہارت ونفاست کا تصور دیا ہے۔کوئی کپڑا اگر چہ ظاہراً کتنا ہی خوبصورت، مہنگا (COSTLY) اور اچھا کیوں نہ ہو۔اس کے کونے پر کوئی نجاست لگی ہے۔تو اسلام کی نظر میں وہ ناپاک ہے۔ پہننے کے قابل نہیں۔اسے پہن کر نماز ادا نہیں کی جاسکتی جبکہ دیگر ادیان و مذاہب کی نظر میں وہ صاف ہے۔اس لیے وہاں چل سکتا ہے۔

تمام اعمال کے مقبول ومحبوب ہونے کی شرط ایمان ہے اور ایمان کے بعد سب سے اہم اور افضل عمل نماز ہے اور نماز کی شرط طہارت ہے۔

طہارت کے لغوی واصطلاحی معنیٰ

طہر اور طہارت کا معنی پاک ہونا ہے طہر کی ضد حیض اور طہارت کی ضد نجاست ہے طاہر کا حقیقی معنی ہے کہ جو شخص نجاست سے آلودہ نہ ہو۔اور اس کا مجازی استعمال اس شخص کے لیے ہوتا ہے جو عیوب سے بری ہو۔اصطلاحاً کسی جگہ کو نجاستِ حقیقیہ یا نجاستِ حکمیہ سے صاف کرنے کو طہارت کہتے ہیں۔

طہارت کے متعلق قرآن مجید کی آیات

طہارت کی دو قسمیں ہیں۔

طہارتِ جسمانیہ اور طہارتِ نفسانیہ

طہارت کے ان دونوں معنوں میں قرآن مجید کی آیات ہیں۔

وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا (المائدہ: ۶)

اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو اچھی طرح پاکیزگی حاصل کرو۔ یہ آیت جسمانی طہارت کے متعلق ہے یعنی پانی یا اس کے قائم مقام چیز کو استعمال کرو۔

وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ

(البقرہ۔ ۲۲۲)

حیض کی حالت میں عورتوں سے عملِ تزویج نہ کرو حتیٰ کہ وہ پاک ہو جائیں اور جب وہ اچھی طرح پاک (غسل کرلیں) تو اس محل میں ان سے عملِ زوجیت کرو جس محل میں عمل کرنے کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

ان دونوں لفظوں سے مراد یہ ہے کہ جب تک عورتیں حیض سے پاک ہو کر غسل یا تیمم نہ کرلیں ان سے مقاربت (جماع) نہ کرو۔

فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ (التوبہ۔ ۱۰۸)

اس (مسجد) میں ایسے لوگ ہیں جو خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں۔ اور اللہ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اس آیت میں طہارت کا معنی ہے پانی سے استنجا کرنا۔ یہ آیت انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ وہ جب وضو توڑتے تو پتھر سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے استنجا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی فضیلت میں آیت نازل فرمائی۔

وَلَهُمْ فِيْهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ (البقرہ: ۲۵)

اور ان کے لیے جنت میں بہت پاک بیویاں ہوں گی۔

اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعَاكِفِيْنَ (البقرہ: ۱۲۵)

اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں کے لیے پاک کرو۔

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً (البینۃ: ۲)

اللہ کے پاس سے ایک عظیم رسول ان پر پاکیزہ صحیفوں کی تلاوت کرے۔
یعنی وہ صحیفے میل کچیل اور نجاست سے پاک ہیں۔

اِنَّہٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ فِیْ کِتٰبٍ مَّکْنُوْنٍ ○ لَّا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ○

(الواقعہ: ۷۷ تا ۷۹)

بیشک یہ بڑی عزت والا قرآن ہے۔ جو ایک محفوظ کتاب میں ہے۔ اس کو صرف پاکیزہ لوگ چھوتے ہیں۔

اس آیت میں بدن کی طہارت مراد ہے یعنی بے وضو آدمی قرآن کو نہیں چھوسکتا۔

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ (البقرہ: ۲۲۲)

بیشک اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور بہت پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اس آیت سے وہ لوگ مراد ہیں جو اپنے نفس کو معاصی کی آلودگی سے پاک رکھتے ہیں۔

وَیُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَکُمْ بِهٖ وَیُذْهِبَ عَنْکُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ (الانفال: ۱۱)

اور اتارا تم پر آسمان سے پانی تاکہ تمہیں اس سے پاک کرے اور دور کرے تم سے شیطان کی نجاست کو۔

وَثِیَابَکَ فَطَهِّرْ (المدثر: ٤) اپنے لباس کو پاک صاف رکھیے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ (التوبہ: ۲۸)

اے ایمان والو مشرکین تو سرے سے ہی ناپاک ہیں۔

اس آیت سے اسلام کا تصورِ طہارت سمجھ میں آجانا چاہئے کہ اسلام میں ظاہری نمود و نمائش پر طہارت کا اطلاق نہیں اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

الطهور شطر الایمان

صفائی اور طہارت نصف ایمان ہے۔

طہارت کے متعلق احادیث و آثار

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کا وضو ٹوٹ جائے اس کی نماز اس وقت تک مقبول نہیں ہوگی جب تک کہ وہ وضو نہ کرے (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت کو قیامت کے دن غر محجل (جس کا منہ اور ہاتھ سفید ہوں) کہہ کر پکارا جائے گا۔ اس کا سبب وضو کے آثار ہیں۔ سو تم میں سے جو شخص اپنی سفیدی زیادہ کرنا چاہتا ہو اور وہ اپنی سفیدی کو زیادہ کرے (یعنی اعضاء وضو کو مقررہ حد سے زیادہ دھوئے) (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ مومن وضو کرتا ہے اور جب چہرے کو دھوتا ہے تو پانی کے قطروں کے ساتھ اس کے چہرے سے ہر وہ گناہ دھل جاتا ہے۔ جو اس نے آنکھوں سے کیا تھا۔ اور جب ہاتھوں کو دھوتا ہے تو پانی کے قطروں کے ساتھ اس کا ہر وہ گناہ دھل جاتا ہے جو اس نے ہاتھوں سے کیا تھا حتیٰ کہ وہ گناہوں سے صاف ہو جاتا ہے۔ (ترمذی)

حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کر رہے تھے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو (فوراً) جواب نہیں دیا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جواب میں تاخیر کا) عذر بیان کرتے ہوئے فرمایا میں بغیر پاکیزگی (طہارت) کے اللہ کا ذکر ناپسند کرتا ہوں۔ (ابوداؤد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں فرماتا اور حرام مال سے صدقہ قبول نہیں فرماتا۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اچھی طرح وضو کر کے مسجد میں جائے اور اس کا مسجد میں جانا صرف نماز کے لیے ہو تو اس کے ہر قدم سے اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے حتیٰ کہ وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آمنہ کے لال صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا پھر کہا

اشھد ان لاالٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھدان محمدا عبدہ و رسولہ اللھم اجعلنی من التوابین وجعلنی من المتطھرین

اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔ (ترمذی)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس شخص نے باوضو ہونے کے باوجود وضو کیا اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن بشر المازنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ناخن کے تراشے دفن کر دو۔ انگلیوں کے جوڑ صاف کرو۔ مسوڑھوں سے طعام کے ذرات صاف کرو دانت صاف کرو اور میرے پاس گندہ اور بدبودار منہ لے کر نہ آؤ یا پیلے دانتوں کے ساتھ نہ آؤ۔

اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ وَيُحِبُّ الْجَمَالَ

اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور ظاہری و باطنی خوبصورتی و طہارت کو پسند کرتا ہے۔

طہارت کے مراتب اور درجات

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

طہارت کے چار مراتب ہیں

پہلا مرتبہ: ظاہری بدن کو ظاہری نجاست اور باطنی نجاست (جنبی ہونا یا بے وضو ہونا) سے پاک کرنا یہ تمام مسلمانوں کی طہارت ہے۔

دوسرا مرتبہ: ظاہری اعضاء کو جرائم اور معاصی (مثلاً شراب نوشی، زنا کاری چوری اور ڈاکہ وغیرہ) سے پاک کرنا یہ خاص مسلمانوں کی طہارت ہے۔

تیسرا مرتبہ: دل کو اخلاقِ مذمومہ (مثلاً بخل، تکبر، ریا کاری، تصنع، ناشکری، کینہ، بغض وغیرہ) سے اور خصالِ رذیلہ مبغوضہ (مثلاً گناہوں سے محبت کرنا) سے پاک کرنا یہ عباد صالحین میں سے خواص مؤمنین کی طہارت ہے۔

چوتھا مرتبہ: باطن قلب کو ماسوی اللہ سے پاک کرنا بایں طور کہ دل میں غیر اللہ کا خیال تک

نہ آئے۔ یہ انبیاء علیہم السلام اور صدیقین کی طہارت ہے۔

طہارت کا پہلا مرتبہ نیک مسلمانوں کا ہے اور یہ ولایت کا پہلا درجہ ہے اور دوسرا مرتبہ مؤمنین وصالحین کا ہے یہ ولایت کا دوسرا درجہ ہے۔ طہارت کا تیسرا مرتبہ شہداء کا درجہ ہے اور طہارت کا چوتھا مرتبہ انبیاء علیہم السلام اور صدیقین کا درجہ ہے۔

جس طرح حدث (بے وضو ہونا) پانی سے زائل ہوتا ہے اسی طرح گناہوں (صغیرہ و کبیرہ) سے پاکیزگی اشک ندامت اور توبہ کے آنسوؤں سے حاصل ہوتی ہے اور بسا اوقات حدود وتعزیرات کے نفاذ سے پاکیزگی حاصل ہوتی۔ گناہوں سے پاک ہو کر جب مسلمان عبادت کے لیے حاضر ہوگا تو یقیناً عبادت کا نور اور اللہ کی محبت کا نور اس کے دل میں پیدا ہوتا جائے گا۔ جو روز بروز بڑھتا جائے گا۔ حتیٰ کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ اس کی نگاہیں مخلوق کے حسن وجمال سے بے نیاز ہو کر حسنِ مطلق پر جم جائیں گی اور وہ کہے گا کہ

اب میری نگاہوں میں جچتا نہیں کوئی
جیسے میرے سرکار ہیں ایسا نہیں کوئی

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے ایمان والو! جب تم نماز ادا کرنے کے لیے اٹھو تو پہلے دھولو اپنے چہرے اور اپنے بازو کہنیوں تک اور مسح کرو اپنے سروں پر اور دھولو اپنے پاؤں ٹخنوں تک اور اگر تم جنبی ہو تو (سارا بدن) پاک صاف کرو اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو تو یا آئے تم میں سے کوئی قضاء حاجت کے بعد یا صحبت کی ہو تم نے عورتوں سے پھر تم پانی نہ پاؤ تو تیمم کرو پاک مٹی سے یعنی اپنے چہرے اور بازوؤں پر مسح کرلو اور اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی رکھے بلکہ وہ تو یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک صاف کرے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دے تاکہ تم شکریہ ادا کرتے رہو۔

فرائضِ وضو کا بیان

وضو کے چار فرض ہیں تین اعضاء کا دھونا اور چوتھائی سر کا مسح

۱۔ منہ کا دھونا، ۲۔ دونوں کہنیوں سمیت، ۳۔ دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت، ۴۔ چوتھائی سر کا مسح (یعنی پیشانی کی مقدار جتنا سر کا مسح فرض ہے)

سنن وضو

وضو میں نو چیزیں سنت ہیں۔

(۱) تین مرتبہ ہاتھوں کو دھونا (۲) ابتداء وضو کے وقت بسم اللہ پڑھنا (۳) مسواک کرنا، (۴) کلی کرنا (۵) ناک میں پانی ڈالنا (۶) دونوں کانوں کا مسح کرنا۔ (۷) داڑھی کا خلال کرنا، (۸) انگلیوں کا خلال کرنا، (۹) ہر عضو کو تین مرتبہ دھونا

مستحباتِ وضو

(۱) وضو کی نیت کرنا، (۲) سارے سر کا مسح کرنا، (۳) ترتیبِ وضو کا لحاظ رکھنا (۴) دائیں عضو سے شروع کرنا، (۵) پے در پے ہر عضو کو دھونا (۶) گردن کا مسح کرنا۔

نواقضِ وضو

(۱) پیشاب اور پاخانے کے راستے سے کسی بھی چیز کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (۲) خون نکل کر بہہ جائے (۳) منہ بھر کرتے آنے سے (۴) قہقہہ لگانے سے (۵) لیٹ کر، تکیہ لگا کر یا کسی سہارے سے سو جانے سے (۶) دیوانہ ہو جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

فرائض غسل

غسل کے تین فرض ہیں۔

(۱) کلی کرنا، (۲) ناک میں پانی ڈالنا، (۳) سارے بدن پر پانی بہانا

غسل کا مسنون طریقہ

سب سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ اور شرمگاہ کو دھوئے صاف کرے۔ پھر بدن پر لگی ہوئی نجاست کو صاف کرے۔ پھر نماز والا وضو کرے پھر تین مرتبہ پورے بدن پر پانی بہائے۔

تیمّم کے مسائل

کوئی شخص مسافر ہو اسے پانی نہ ملے یا پانی اس سے ایک میل کی مسافت سے زیادہ

دور ہو یا وہ مریض ہو اور خوف ہو کہ پانی کے استعمال سے مرض بڑھ جائے گا۔ یا جنبی کو یہ اندیشہ ہو اگر پانی سے غسل کیا تو سردی لگ جانے سے مر جائے گا۔ تو ایسے لوگ پاک صاف مٹی سے تیمم کر کے طہارت حاصل کر سکتے ہیں۔

طریقۂ تیمم

تیمم کی دو ضربیں ہیں ایک کو منہ اور دوسری کو دونوں ہاتھوں پر کہنیوں سمیت تیمم ہر اس چیز سے جائز ہے جو زمین کی جنس سے ہوگی جیسے مٹی، ریت، پتھر، جست، قلعی، چونہ (زمین کی جنس سے مراد دھات کی قسم سے نہ ہو اور گلانے سے گل نہ جائے جیسے سونا چاندی وغیرہ) تیمم میں نیت فرض ہے جبکہ وضو میں نیت مستحب ہے۔

امام شعرانی رضی اللہ عنہ وضو کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے یہ عہد لیا کہ گرمیوں اور سردیوں میں ہر موسم میں خوب اچھی طرح وضو کیا کریں۔ اور ہر وقت باوضو رہا کریں تاکہ ہمارا دل ہر وقت اللہ تعالیٰ کی توجہ کا اہل اور اس کی تجلیات اور واردات کے لائق رہے۔ جس شخص کو یہ بصیرت نصیب ہوگئی کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہے تو وہ کبھی بے وضو نہیں رہے گا۔

شیخ تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ تازہ وضو فرما کر نماز ادا کرتے تھے۔

امام بخاری رضی اللہ عنہ ایک بادام یا ایک کھجور پر سارا دن گزارا کرتے تھے۔

امام مالک رضی اللہ عنہ تین دن میں صرف ایک بار کھانا کھایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اللہ کی مجلس سے اٹھ کر بیت الخلاء جاتے ہوئے شرم آتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تم کو ایسی عبادت نہ بتلاؤں جس سے تمہارے گناہ مٹ جائیں اور نیکیوں کے درجات بلند ہو جائیں صحابہ نے عرض کی کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تکلیف کے وقت مکمل وضو کرنا، زیادہ قدم چل کر مسجد کی طرف جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔

اکیسویں شاخ

پانچ وقت کی نماز

الصلوۃ کی لغوی تحقیق

لفظ صلی آگ کے جلانے پر اور آگ میں داخل ہونے پر بولا جاتا ہے۔

سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى وَ يَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقٰى ○ الَّذِىْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى (الاعلی: ۱۰ تا ۱۲)

سمجھ جائے گا جس کے دل میں (اللہ کا) خوف ہوگا اور اس سے بدبخت وہ رہے گا جو بڑی آگ میں داخل ہوگا۔

حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (المجادلہ: ۸)

کافی ہے انہیں جہنم اس میں داخل ہوں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے

فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى لَا يَصْلٰهَا اِلَّا الْاَشْقٰى (اللیل: ۱۳، ۱۴)

میں نے ایک بھڑکتی آگ سے تمہیں خبردار کردیا تھا اس میں نہیں جلے گا مگر انتہائی بدبخت۔

اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا (النساء: ۱۰)

پس وہ اپنے پیٹوں میں آگ کھا رہے ہیں عنقریب وہ بھڑکتی آگ میں جھونکے جائیں گے۔

صلوۃ کے اصل معنی دعا اور برکت دینا کے ہیں۔

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (التوبہ: ۱۰۳)

ان کے لیے دعا فرمایئے بیشک آپ ﷺ کی دعا ان کے لیے تسکین کا باعث ہے

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِىِّ (الاحزاب: ۵۶)

بیشک اللہ اور اس کے فرشتے اس نبی مکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ (البقرہ: ۱۵۷)

یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں۔

عبادت گاہ کو بھی صلوٰۃ کہا گیا ہے

لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ (الحج: ۴۰)

منہدم ہو جائیں خانقاہیں اور گرجے اور عبادت خانے

اصطلاحاً صلوٰۃ سے مراد وہ مخصوص نماز ہے۔ جو نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو سکھائی اور فرمایا:

صلوا کمار ایتمونی اصلی جس طرح مجھے دیکھتے ہو اسی طرح نماز کو پڑھو۔

نوٹ: قرآن مجید میں جہاں لفظ صلوٰۃ سے نماز مراد ہوگا وہاں صلوٰۃ کے ساتھ اقام یا اس کے مشتقات کو استعمال کیا گیا ہوگا۔

جیسے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ۔ اَقِیْمُوْ الصَّلٰوۃَ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ

اسلام میں نماز کی اہمیت

کلمہ طیبہ کے بعد سب سے پہلا حق جو مسلمانوں پر عائد ہوتا ہے۔ وہ پانچ وقت کی باجماعت نماز ہے۔ حالتِ نماز میں نمازی دونوں ہاتھ باندھ کر اللہ کی عظمت کا اظہار کرتا ہے پھر جھک جاتا ہے اور عاجزی وانکساری کے درجہ کمال کو پانے کے لیے اپنا سر زمین پر رکھ دیتا ہے اور اس کی کبریائی کا اقرار کرتا ہے۔ تسبیحات پڑھتا ہے قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔ امتِ مسلمہ کے لیے خیر و برکت کی دعائیں مانگتا ہے۔ جتنی دیر نماز میں مشغول رہتا ہے اللہ کے منع کردہ احکامات سے رکا رہتا ہے۔ مسجد میں حاضر ہو کر اعتکاف کی سعادت حاصل کرتا ہے کعبہ کی طرف منہ کر کے حج کی یاد تازہ کرتا ہے۔ دوران نماز کھانے پینے سے رک کر روزے کی چاشنی حاصل کرتا ہے۔ ظاہری و باطنی طہارت سے اللہ کے حضور حاضر ہو کر اپنی خدا خوفی کا اظہار کرتا ہے۔

قرآن مجید میں نوے مرتبہ نماز کا حکم آیا ہے۔ تمام عبادات میں صرف نماز کی یہ

خصوصیت ہے کہ یہ امیر و غریب، شاہ و گدا، بوڑھے و جوان، مرد و زن، صحت مند و بیمار پر یکساں فرض ہے۔ یہی وہ عبادت ہے جو کسی حال میں بھی معاف نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا جس دین میں خدا کے سامنے جھکنا نہ ہو اس میں کوئی بھلائی نہیں اور فرمایا نماز دل کی روشنی ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ ایک صحابی نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کو سب سے اچھا عمل کون سا لگتا ہے؟ فرمایا نماز کو اس کے صحیح وقت پر ادا کرنا۔ قرآن کی تعلیمات کے مطابق کوئی نبی یا رسول ایسا نہیں آیا جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے خود نماز نہ پڑھی ہو یا اپنی امت کو نماز کا حکم نہ دیا ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں۔

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ

اے میرے رب مجھ کو اور میری اولاد کو نماز پڑھنے والا بنا۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بارے میں ہے

کَانَ یَاْمُرُ اَھْلَہٗ بِالصَّلٰوۃِ

یعنی وہ اپنے اہل و عیال کو نماز کا حکم دیتے تھے۔

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی۔

یَا بُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ

اے میرے بیٹے نماز پڑھو

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا۔

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ

میری یاد کے لیے نماز پڑھو

بنی اسرائیل کو حکم ہوا

اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ

نماز قائم کرو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں

اَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوۃِ

اللہ نے مجھے نماز کا حکم دیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے امتِ محمدیہ پر احسان فرمایا اس پر پانچ نمازیں فرض کیں جبکہ بنی اسرائیل پر دو نمازیں فرض تھیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

ثُمَّ اَرَدْتُ اِلٰی خَمْسِ صَلٰوۃٍ

میں شب معراج پانچ نمازیں لے کر لوٹا

پانچ نمازوں کے اوقات کا قرآن وحدیث سے استدلال

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْهِرُوْنَ (الروم: ۱۸،۱۷)

شام کے وقت اور صبح کے وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو اور اس کے لیے حمد ہے آسمانوں اور زمینوں میں، شام سے پہلے اور ظہر کے وقت

ان دو آیات میں پانچ نمازوں کے اوقات کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

شام اور صبح کے وقت سے مراد نماز فجر اور مغرب ہے۔

شام سے پہلے سے مراد نماز عصر کا وقت ہے

اور ظہر کا وقت تو صراحتاً ذکر فرمایا گیا ہے

علامہ آلوسی علیہ رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق لفظ عشیا سے شام اور عشاء دونوں مراد ہیں۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ (هود: ۱۱۴)

دن کے دونوں کناروں میں نماز پڑھیے اور رات کی نماز عشاء ہے (تین نمازوں کا ذکر ہے)

حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی (البقرہ: ۲۳۸)

پابندی کرو سب نمازوں کی خصوصاً درمیانی نماز کی۔

درمیانی نماز سے مراد نمازِ عصر ہے۔

حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا اللہ

امرك ان تصلي الصلوة الخمس في اليوم والليلة قال اللهم نعم

کیا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دن رات میں پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا ہے فرمایا ''اے اللہ'' ہاں

اوقاتِ نماز کا بیان

نماز کی شرائط میں سے ایک شرط ''وقت'' بھی ہے

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (النساء: ۱۰۳)

بیشک مسلمانوں پر مقررہ وقتوں میں نماز فرض کی گئی۔

۱۔ نماز فجر کا وقت

دو صبحیں ہوتی ہیں ایک صبحِ صادق، دوسری صبحِ کاذب پہلے صبحِ کاذب ہوتی ہے پھر صبحِ صادق ہوتی ہے۔

فجر کا اوّل وقت صبحِ صادق کے طلوع سے شروع ہوتا ہے اور اس کا آخر وقت طلوعِ آفتاب تک ہے۔

صبحِ صادق اس سفیدی کو کہتے ہیں جو آسمان کے کناروں پر پھیل جاتی ہے۔

فجر کا افضل وقت

احناف کے نزدیک فجر کو روشن کر کے پڑھنا مستحب ہے جبکہ دیگر آئمہ کے نزدیک اندھیرے میں پڑھنا مستحب ہے۔

احناف کی دلیل حضور ﷺ نے فرمایا

اسفر والفجر فانه اعظم للاجر

فجر کو روشنی میں پڑھنا زیادہ اجر کا موجب ہے

۲۔ نمازِ ظہر کا وقت

نمازِ ظہر کا وقت سورج ڈھلنے کے وقت سے شروع ہو جاتا ہے اور اس وقت تک رہتا ہے جب تک ہر چیز کا سایہ دو گنا (دو مثل) نہ ہو جائے۔

ظہر کا افضل وقت

موسم گرما میں نمازِ ظہر کو ذرا تاخیر سے پڑھنا افضل ہے تا کہ گرمی کا زور ٹوٹ جائے حضور ﷺ نے فرمایا

اذا اشتد الحر فابردوا عن الصلوٰۃ

جب گرمی کی شدت ہو تو ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھو۔

۳۔ نمازِ عصر کا وقت

ظہر کا وقت ختم ہونے پر عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اور سورج کے زرد ہونے تک بلا کراہت نمازِ عصر کا وقت رہتا ہے۔ سورج کے زرد پڑ جانے کے بعد اگر نماز عصر پڑھی جائے تو قبول ہو جائے گی لیکن کراہت کے ساتھ۔

نمازِ عصر کا افضل وقت

احناف کے ہاں مستحب وقت یہ ہے کہ عصر کی نماز کو اس وقت تک موخر کیا جائے جب تک سورج سفید اور چمکدار رہے (یعنی سورج کے زرد پڑنے سے تھوڑی دیر پہلے تک)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

فکان یوخر العصر مادامت الشمس بیضاء نقیہ

آپ ﷺ اس وقت تک عصر کو مؤخر کرتے جب تک سورج چمکدار سفید رہتا۔

۴۔ نمازِ مغرب کا وقت

جب سورج ڈوب جائے تو مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور شفق کے غائب ہونے تک رہتا ہے۔

نمازِ مغرب کا افضل وقت

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

کنا نصلی المغرب مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلینصرف

احدنا وانه لیبصر مواقع نبله

ہم حضور ﷺ کے ساتھ نمازِ مغرب ادا کیا کرتے تھے۔ نماز کے بعد کوئی شخص بھی اپنے تیر گرنے کی جگہ دیکھ سکتا تھا۔

۵۔ نمازِ عشاء کا وقت

نمازِ عشاء کا وقت شفق چھپنے کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور صبحِ صادق سے پہلے تک رہتا ہے۔ نمازِ عشاء کو ذرا تاخیر سے ادا کرنا مستحب ہے۔ نمازِ عشاء کے بعد نمازِ وتر (واجب تین رکعت) ادا کرنا ہیں۔

نمازی کے لیے ہدایات (INSTRUTIONS)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ باجماعت نماز ادا کرنا تمہارے تنہا ادا کرنے سے پچیس گنا افضل ہے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اذان سنی اور بغیر عذر کے جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھی تو اس کی پڑھی ہوئی نماز قبول نہ ہوگی۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ عذر کیا ہے؟ فرمایا خوف یا مرض

ایک روایت میں ہے

لَا صَلٰوۃَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِی الْمَسْجِدِ

مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد میں آکر پڑھے تو قبول ہوگی ورنہ نہیں

نماز کے فوائد

مولانا سیّد سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے سیرت النبی جلد پانچ میں نماز کے جو اخلاقی، معاشرتی، تمدنی، فوائد گنوائے ہیں ان کو مختصر عرض کرتا ہوں تاکہ قارئین پڑھ کر نماز کے ثمرات و برکات سے آگاہ ہوسکیں۔

(۱) طہارت (۲) ستر پوشی (۳) صفائی (۴) مستعدی (۵) مسلمانوں کا امتیازی نشان (۶) جنگ کی تصویر (۷) دائمی نیند اور بیداری (۸) الفت و محبت (۹) غم خواری

(۱۰) اجتماعیت (۱۱) پابندی وقت (۱۲) صبح خیزی (۱۳) خوفِ خدا (۱۴) کاموں کا تنوع (۱۵) تربیت (۱۶) نظم جماعت (۱۷) مساوات (۱۸) مرکزی اطاعت (۱۹) معیارِ فضیلت (۲۰) روزانہ کی مجلس عمومی

بے نمازی کیلئے وعید

حضور ﷺ نے فرمایا

مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ فَقَدْ هَدَمَ الدِّيْنُ

جس نے نماز ترک کی اس نے دین کو مٹایا

مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ

جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی تو وہ کفر کو پہنچ گیا۔

بَيْنَ الْعَبْدِ وَ بَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةُ

بندے اور کفر کے درمیان نماز چھوڑ دینے ہی کا فاصلہ ہے

مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ○ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ○ (المدثر: ۴۲، ۴۳)

(اہلِ جنت دوزخیوں سے پوچھیں گے) کس جرم نے تم کو دوزخ میں داخل کیا وہ کہیں گے ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔

بائیسویں شاخ

زکوٰۃ

لغوی تشریح

زکوٰۃ کا مصدر ''زکا'' جس کے معنی اضافہ اور نشوونما کے ہیں۔

تیز عمدہ، زرخیز زمین، طہارت اور پاکیزگی کے معنی میں بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (الاعلی: ١٤)

تحقیق وہ بامراد ہوا جو پاک ہوا

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتُ (البقرہ: ٢٧٦)

اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور خیرات (کی برکات) کو بڑھاتا ہے۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيهِمْ بِهَا (التوبہ: ١٠٣)

ان کے مالوں میں سے زکوٰۃ لے لو تا کہ آپ انہیں پاک کردیں اور بابرکت فرمائیں۔

تعریف امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک

وہ حصہ جو مال سے حق الٰہی کے طور پر نکال کر فقراء کو دیا جاتا ہے۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے نزدیک۔

خاص قسم کے مال پر خاص قسم کے لوگوں کا حق ہے جو معینہ وقت گزر جانے کے بعد واجب ہوتا ہے۔

فرضیت واہمیت

زکوٰۃ اسلام کا پانچواں رکن ہے۔ ہر صاحب نصاب مسلمان پر فرض ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں فرض رہی ہے۔ صدقہ دو ہجری کو مدینہ منورہ میں فرض ہوا۔ اور زکوٰۃ

کی باقی مدات بھی اسی سال فرض ہوئیں۔ اجمالاً تو اس کا حکم مکہ مکرمہ میں ہی آ گیا تھا۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بتیس مرتبہ صراحتاً زکوٰۃ کا ذکر فرمایا ہے۔ زکوٰۃ دینے والوں کی تعریف وتوصیف اور نہ دینے والوں کی مذمت فرمائی اور انہیں سخت عذاب کی وعید سنائی ہے۔ ۹ ہجری میں جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے وہاں انہیں توحید کی دعوت دینا پھر انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دن میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جب وہ نماز پڑھ لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اموال میں زکوٰۃ فرض کی ہے۔ جو ان کے مالداروں سے وصول کر کے غرباء میں لوٹائی جائے گی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب لوگوں نے بغاوت کی اور زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف تلوار اٹھائی اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے جو اللہ کو مان لے اس کی جان اور خون محفوظ ہے۔ اس کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا بخدا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا میں اس سے جنگ کروں گا۔ بخدا جو حضور ﷺ کے زمانے میں بھیڑ کا بچہ بھی دیتا تھا اسے وہ ہر حال میں دینا پڑے گا۔

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ (البقرہ ۱۱۰)

اور نماز ادا کرتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین کے اوصاف حمیدہ بیان فرمائے تو ان میں ایک یہ صفت بھی بیان فرمائی کہ

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلٰوتِھِمْ خَاشِعُوْنَ وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِلزَّکٰوۃِ فَاعِلُوْنَ (المؤمنون ۱ تا ۴)

تحقیق فلاح پا گئے وہ مومن جو اپنی نماز میں عجز و نیاز کرتے ہیں۔ اور جو بے ہودہ باتوں سے منہ موڑے رکھتے ہیں۔ اور جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ فَسَاَکْتُبُھَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ

(الاعراف: ۱۵۶)

اور میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔ پس اس کو ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں

ایک شخص آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے ایسا کام بتائیے جو مجھے جنت میں لے جائے۔ جواب میں آپ ﷺ نے توحید کا اقرار اور نماز کی ادائیگی کے بعد زکوٰۃ کی ادائیگی کا ذکر فرمایا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جنگ کروں تاکہ وہ گواہی دیں کہ رب کے سوا کوئی معبود نہیں محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ جب یہ کرلیں گے تو اپنے خون و مال کو مجھ سے بچالیں گے۔ سوائے اسلامی حق کے ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک ﷺ نے فرمایا جو شخص حلال کی کمائی سے ایک کھجور برابر صدقہ کرے اللہ تعالیٰ اسے اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے۔ پھر صدقہ دینے والے کے فائدے کے لیے اس کو پالتا ہے۔ جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے یا اونٹ کی پرورش کرتا ہے تا آنکہ (صدقہ کا) ایک لقمہ بڑھ کر احد پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔

زکوٰۃ واجب ہونے کی شرائط

مسلمان ہو، عاقل و بالغ ہو، آزاد ہو، مال پر قابض ہو، مال نصاب کے مطابق ہو نصابِ زکوٰۃ مال پر ایک سال گزر جائے

۱۔ سونا ساڑھے سات تولے پاکستان میں مروجہ پیمانے کے مطابق ۸۵ گرام سونا ہو تو چالیسواں حصہ

۲۔ ساڑھے باون تولے چاندی اور جدید پیمانے کے مطابق ۵۹۵ گرام ہونی چاہئے۔

۳۔ نقدی ۔

۴۔ مال تجارت

نوٹ: سامانِ تجارت کی قیمت کا حساب چاندی کے اعتبارِ نصاب سے متعین ہوگا۔

وہ اشیاء جن پر زکوٰۃ نہیں

۱۔ ذاتی رہائش کا مکان

۲۔ گرمی وسردی کے پہننے والے کپڑے

۳۔ گھریلو استعمال کی برتن

۴۔ سواری کے جانور یا گاڑیاں

۵۔ آلاتِ حرب (جنگ)

۶۔ پیشہ وروں کے اوزار

۷۔ مطالعہ کی کتب

۸۔ کھانے کے لیے غلہ

۹۔ تزئین وآرائش کی اشیاء (بشرطیکہ سونے چاندی کی نہ ہوں)

مصارفِ زکوٰۃ

مصرف کی جمع مصارف اس کا معنی خرچ کرنے کی جگہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو زکوۃ دی جاسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنَ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِي سَبِيْلِ اللّٰهِ (التوبہ: ۶۰)

صدقات پر صرف فقراء، مساکین، اور کارکنوں کا حق ہے جو ان پر مقرر ہیں نیز وہ لوگ جن کی دل جوئی مقصود ہو۔ گردنیں چھڑانے میں، قرضداروں کے قرضے ادا کرنے میں، اللہ کی راہ میں اور مسافروں کی امداد میں

۱۔ فقراء (یعنی غریب) (۲) مساکین (محتاج) (۳) عاملین (زکوۃ کمیٹی ممبران) (۴) مؤلفۃ القلوب (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کو موقوف کر دیا تھا) (۵) فی الرقاب (زکوۃ سے غلاموں کو آزاد کرایا جائے) (۶) فی سبیل اللہ (راہِ خدا میں غریب

طالبِ علم جو دین کا علم پڑھنا چاہتا ہے اس پر لگا دیں) (۷) ابن السبیل (مسافر جس کے پاس سفر میں مال ختم ہو جائے وہ اگرچہ امیر ہی کیوں نہ ہو)

مقاصدِ زکوٰۃ

زکوٰۃ کے بیشمار مقاصد و فوائد میں سے چند قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں طوالت کے ڈر سے صرف سرخیاں ہی لکھ دیتا ہوں

مذہبی اہمیت

(۱) رضائے الٰہی (۲) تزکیہ نفس (۳) دولت کی پاکیزگی (۴) باہمی محبت و مودت

معاشی اہمیت

(۵) غربت کا خاتمہ (۶) گردشِ دولت (۷) بے روزگاری کا علاج (۸) جرائم کا خاتمہ (۹) ظلم و استحصال کا خاتمہ (۱۰) قومی تجارت میں اضافہ (۱۱) گداگری کا انسداد (۱۲) ارتکازِ دولت کا حل (۱۳) طبقاتی کشمکش کا خاتمہ (۱۴) ذخیرہ اندوزی کا علاج

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کا انجام

اَلَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ کٰفِرُوْنَ (حمٓ سجدہ: ۷)

جو زکوٰۃ نہیں دیتے وہ آخرت کے منکر ہی رہتے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَتُکْوٰی بِھَا جِبَاھُھُمْ وَ جُنُوْبُھُمْ وَ ظُھُوْرُھُمْ ھٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ (التوبۃ: ۳۴، ۳۵)

اور جو لوگ سونا اور چاندی جوڑ کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنائیے۔ جس دن تپایا جائے گا (یہ سونا چاندی) جہنم کی آگ میں پھر داغی جائیں گی اس سے ان کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور ان کی پشتیں اور انہیں بتایا جائے گا کہ یہ ہے جو تم نے جمع کر رکھا تھا اپنے لیے اب اس کا مزہ چکھو جو تم جمع

کیا کرتے تھے۔

وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (آلِ عمران: ۱۸۰)

اور جو بخل کرتے ہیں ہرگز نہ گمان کریں اس میں جو دے رکھا ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے کہ یہ بخل بہتر ہے ان کے لیے بلکہ یہ بخل بہت برا ہے ان کے لیے انہیں طوق پہنایا جائے گا۔ قیامت کے دن وہ مال جس میں انہوں نے بخل کیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس سونا اور چاندی ہو لیکن اگر وہ اس کا حق ادا نہیں کرتا تو قیامت کے دن اس (سونے چاندی) کی تختیاں بنائی جائیں گی اور انہیں آتشِ جہنم میں گرم کر کے اس شخص کے پہلو، پیشانی اور پشت پر داغ لگائے جائیں گے۔ جب وہ ٹھنڈی ہو جائیں گی انہیں پھر گرم کر لیا جائے گا۔ (اور اسی طرح انہیں پھر سزا دی جائے گی)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اونٹوں کا حق ادا نہ کرے گا قیامت کے روز اس کے اونٹ اصل تعداد سے بڑھ کر آئیں گے اور ان کے سامنے چٹیل میدان میں مالک کو بٹھا دیا جائے گا اور اونٹ اس کو اپنی ٹانگوں اور کھروں سے روندتے ہوئے گزریں گے اور جو گائے والا گائے کا حق ادا نہیں کرے گا قیامت کے روز وہ گائیں اصل تعداد سے بڑھ کر آئیں گی چٹیل میدان میں ان کے مالک کو بٹھایا جائے گا اور وہ اس کو سینگوں سے مارتی ہوئی پیروں سے کچلتی ہوئی گزر جائیں گی اور جو بکریوں والا بکریوں کا حق ادا نہیں کرے گا وہ بکریاں قیامت کے دن اصل تعداد سے بڑھ کر آئیں گی چٹیل میدان میں مالک کو بٹھایا جائے گا اور وہ اس کو سینگوں سے مارتی ہوئی اور کھروں سے روندتی ہوئی چلی جائیں گی اس روز ان میں نہ کوئی بغیر سینگ کے ہوگی اور نہ ہی ٹوٹی ہوئی سینگ والی ہوگی اور جو صاحب خزانہ، خزانے میں سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کرے گا تو قیامت کے دن اس کا خزانہ گنجے سانپ کی شکل منہ کھولے اس کے پیچھے دوڑے گا مالک بھاگے گا تو ایک منادی آواز دے کر کہے گا اپنا خزانہ لے لو ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔

جب مالک کو کوئی چارہ کار نظر نہیں آئے گا۔ تو سانپ نما خزانے کے منہ میں ہاتھ ڈال دے گا وہ سانپ اونٹ کی طرح اس کو چبالے گا (مسلم کتاب الزکوۃ)

اہم بات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس زمین کو بارش یا چشمے سیراب کریں اس میں عشر ہے اور جس کو اونٹوں کے ذریعے کنوئیں سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔

تئیسویں شاخ

روزے

صوم کا لغوی و شرعی معنی

باز رہنا، رکنا خواہ کھانے یا کلام کرنے سے رکنا یا کسی اور چیز سے رکنا جس پر نفس حریص ہو۔

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صوم کے معنی ہر اس چیز سے رکنے کے ہیں جس کی طرف بھی نفس رغبت کرے۔ روزے دار کو صائم اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ کھانے، پینے اور اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرنے سے اپنے آپ کو روکتا ہے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے کہ انہوں نے کہا تھا۔ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا (مریم ۲۶)

میں نے نذر مانی ہوئی ہے رحمٰن کیلئے (خاموشی کے) روزے کی۔

کسی بھی مسلمان (مرد و عورت) کا طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے، پینے اور بیوی سے مباشرت (جماع) سے رکے رہنے کو شریعت میں روزہ کہتے ہیں۔

روزے کی اقسام

فرض، واجب، سنت، مستحب، نفل، مکروہِ تنزیہی، مکروہِ تحریمی

- رمضان المبارک کے پورے مہینے کے روزے اور کفارات (قسم، ظہار، قتل وغیرہ) کے روزے فرض ہیں
- نذر یا منت کے روزے واجب ہوتے ہیں
- نویں اور دسویں محرم کے روزے سنت ہیں

- ایامِ بیض (چاند کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ کو ایامِ بیض کہتے ہیں) کے روزے مستحب ہیں
- حصولِ برکت کیلئے کسی دن روزہ رکھنا نفل ہے
- صرف دسویں محرم کا روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے
- عیدالفطر اور ذی الحجہ کی ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳ تاریخ کا روزہ رکھنا مکروہِ تحریمی ہے۔

رمضان المبارک میں حضور ﷺ کا ایک خطبہ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رمضان آ گیا تو حضور ﷺ نے ہم سے ارشاد فرمایا لوگو! ماہِ رمضان آ گیا یہ بڑی برکت والا مہینہ ہے اور اللہ تعالیٰ اس میں اپنے فضل و کرم سے تمہاری طرف متوجہ ہوتا ہے اور اپنی خاص رحمتیں نازل فرماتا ہے خطاؤں کو معاف فرماتا ہے اور دعاؤں کو قبول فرماتا ہے اور اس مہینے تمہاری طاعات و حسنات اور عبادات و ریاضات کی طرف رغبت اور مسابقت دیکھتا ہے اور مسرت کے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھی دکھاتا ہے پس اے لوگو! ان مبارک دنوں میں اللہ پاک کو اپنی طرف سے نیکیاں ہی دکھاؤ۔ بلاشبہ وہ شخص بڑا بدنصیب ہے جو رحمتوں کے اس مہینے میں بھی اللہ تعالیٰ کی اس رحمت سے محروم رہے۔

روزہ کب فرض ہوا؟

ماہِ رمضان کے روزے ہجرت کے اٹھارہ ماہ بعد شعبان کے مہینے میں تحویلِ قبلہ کے دس روز بعد فرض کیے گئے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ وَ عَلَى الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْكِیْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ ؕ وَ اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ ؕ وَ مَنْ كَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ

اَيَّامٍ اُخَرَ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُ اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ (البقرہ ۱۸۳ تا ۱۸۵)

اے ایمان والوں تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے ان لوگوں پر فرض کیے گئے تھے جوتم سے پہلے تھے تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔ یہ گنتی کے چند روز ہیں پھر جوتم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہوتو اتنے روزے اور دنوں میں رکھ لے اور جولوگ اسے مشکل سے ادا کرسکیں ان کے ذمہ فدیہ ہے ایک مسکین کا کھانا اور جوخوشی سے زیادہ نیکی کرے تو وہ اس کے لیے زیادہ بہتر ہے۔ اور تمہارا روزہ رکھنا ہی تمہارے لیے بہتر ہے۔ اگر تم جانتے ہو۔ ماہ رمضان المبارک جس میں اتارا گیا قرآن اس حال میں کہ یہ راہِ حق دکھاتا ہے لوگوں کو (اس میں) روشن دلیلیں ہیں ہدایت کی اور حق و باطل میں تمیز کرنے کی جوکوئی پائے تم میں سے اس مہینے کوتو اسے چاہیے کہ روزے رکھے اور جوکوئی بیمار ہو یا سفر میں ہوتو اتنے روزے اور دنوں میں رکھ لے اللہ تعالیٰ تمہارے لیے سہولت چاہتا ہے۔ اور تمہارے لئے دشواری نہیں چاہتا تم گنتی پوری کرلیا کرو اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت دی تا کہ تم شکرگزاری کیا کرو۔

فضیلت و برکات رمضان وروزہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا جاء رمضان فتحت ابواب الجنة وغلقت ابواب النار وصفدت الشياطين۔

جب (ماہ) رمضان آتا ہے تو (اس کی برکات سے) جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ جہنم کے دروازے بند ہوجاتے ہیں اور شیاطین جکڑے جاتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ روزہ رکھا کرو تندرست رہا کروگے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ روزہ دار کیلئے روزہ سپر اور ڈھال ہے، یعنی روزہ دار روزہ کی وجہ سے دنیا میں شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔ اس کے حملوں کو روکتا

ہے۔اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے محفوظ و ماٗ مون رہتا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا روزہ دار کی نیند عبادت ہے اور اس کے خاموش رہنے میں بھی اس کو تسبیح یعنی سبحان اللہ کہنے کا ثواب ملتا ہے اور اس کے ہر عمل کا ثواب بڑھایا جاتا ہے۔ اور اس کی دعا مقبول ہوتی ہے اور اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔حضور ﷺ نے فرمایا روزہ (عذابِ الٰہی کیلئے) سپر ہے لہٰذا روزہ دار کو چاہیئے کہ فحش بات نہ کرے، جہالت نہ کرے اور اگر کوئی شخص اس سے لڑے یا اس کو گالی دے تو وہ دو مرتبہ کہے ''میں روزہ دار ہوں'' قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ عمدہ ہے (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ) روزہ دار اپنا کھانا پینا اور خواہش کو میرے لیے چھوڑتا ہے '' اَلصَّوْمَ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ'' روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا ہر نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے لیکن روزے کا ثواب اس سے زیادہ ملے گا۔

حضور ﷺ نے فرمایا میری امت کو رمضان میں پانچ ایسی باتیں عطا ہوئی ہیں جو اس سے پہلے کی امتوں میں سے کسی کو عطا نہیں ہوئیں۔

- ☆ روزہ دار کے منہ کی خوشبو جو اللہ کے ہاں مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔
- ☆ فرشتے ان کیلئے روزہ افطار کرنے تک دعائے مغفرت اور بخشش طلب کرتے رہتے ہیں۔
- ☆ متکبر شیطان اس ماہ میں قید کر دیے جاتے ہیں۔
- ☆ اللہ تعالیٰ ہر دن جنت کو سنوارتا ہے اور فرماتا ہے کہ عنقریب میرے بندے اس میں داخل ہوں گے ان سے تکلیف دور کر دی جائے گی۔
- ☆ آخری رات میں انہیں بخش دیا جاتا ہے۔

عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ کیا اس سے مراد لیلۃ القدر ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا نہیں لیکن کام کرنے والا کام پورا کرے تو پھر اسے پوری مزدوری ملتی ہے۔

آخرت میں روزہ دار کا اعزاز

حضرت سہل رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا

جنت میں ایک دروازہ ہے جسے ریان کہتے ہیں اس دروازے سے قیامت کے دن روزہ دار لوگ داخل ہوں گے۔ پکارا جائے گا کہ روزہ دار کہاں ہیں؟ تو روزہ دار اٹھ کھڑے ہوں گے تو پھر جس وقت وہ داخل ہو جائیں گے تو دروازہ بند کر لیا جائے گا غرض اس دروازے سے (روزہ داروں کے علاوہ) کوئی داخل نہ ہوگا۔

روزہ دار کیلئے ہدایات

سحری کھا کر روزہ رکھنا چاہئے یہی آقائے دو جہاں ﷺ کی سنت ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: خود حق تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت نازل کرتے ہیں۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی پاک ﷺ نے رمضان میں اپنے ساتھ سحری کھانے کیلئے بلایا اور فرمایا آؤ برکت کا کھانا کھالو۔

حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص (روزہ رکھ کر بھی) جھوٹ بولنا اور لغو کام کرنا نہ چھوڑے تو اللہ کو اس بات کی کچھ ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑے یعنی اگر وہ بھوکا بھی رہے تو اللہ کے ہاں اس کا کوئی مقام نہ ہوگا اور نہ ہی اسے کوئی اجر ملے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اپنے بندوں میں مجھے وہ بندہ زیادہ محبوب ہے جو روزہ کے افطار میں جلدی کرے (یعنی غروبِ آفتاب کے فوراً بعد تاخیر کیے بغیر افطار کرے)

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صاحب لولاک ﷺ کا فرمانِ ذیشان ہے کہ جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ کھجور سے افطار کرے اور اگر کھجور نہ پائے تو پھر پانی سے افطار کرے اس لیے کہ پانی کو اللہ تعالیٰ نے طہور فرمایا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا روزہ دار کی افطار کے وقت کی دعا مسترد نہیں ہوتی۔

چوبیسویں شاخ

اعتکاف

اعتکاف کا لغوی واصطلاحی معنیٰ

عکف اور اعتکف کا معنیٰ اقام اور مکث ہے۔
تعظیم کی نیت سے کسی چیز کے پاس ٹھہرنا اعتکاف کہلاتا ہے۔
فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْكُفُوْنَ عَلٰی اَصْنَامٍ لَّهُمْ (الاعراف: ۱۳۸)
بنی اسرائیل ایک ایسی قوم پر سے گزرے جو اپنے بتوں کی عبادت میں مگن بیٹھے تھے۔
سَوَآءَ ن الْعَاكِفُ فِیْهِ وَالْبَادِ (الحج: ۲۵)
برابر ہے اس میں رہنے والے اور باہر سے آنے والے
شریعتِ مطہرہ میں عبادت کی نیت سے مسجد میں بیٹھنے کو اعتکاف کہتے ہیں۔ دونوں آیات میں اعتکاف لغوی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔
امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اعتکاف کی تعریف بیان فرماتے ہیں۔
شریعت کی اصطلاح میں خاص طاعت کی خاطر، خاص وقت، خاص جگہ اور خاص شرائط کے تحت مسجد میں رک جانا اعتکاف کہلاتا ہے۔
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
حقیقتِ اعتکاف مسجد میں اتنی دیر ٹھہرنا ہے جسے ٹھہرنا کہا جا سکے اور اس میں نیت بھی شرط ہے عکف اور اعتکف کا معنیٰ چونکہ اقام اور مکث ہے۔ اس لیے مسجد میں ٹھہرے بغیر فقط گزر جانا اعتکاف نہ ہوگا۔
وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِی الْمَسَاجِدِ (البقرہ: ۱۸۷)

جب تم مسجد میں اعتکاف بیٹھو تو اپنی بیویوں سے مباشرت (جماع) نہ کرو یہاں اعتکاف شرعی معنی میں مستعمل ہوا ہے۔

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (البقرہ: ۱۲۵)

اور ہم نے تاکید کردی ابراہیم اور اسمٰعیل (علیہم السلام) کو کہ میرا گھر خوب صاف ستھرا رکھنا طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کیلئے۔

اعتکاف کی اقسام

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ واجب ۲۔ سنتِ مؤکدہ ۳۔ نفل

۱۔ واجب

نذر یا منت کا اعتکاف واجب ہوتا ہے مثلاً کوئی شخص نذر مان لیتا ہے کہ اگر میرا کام ہو گیا تو میں تین دن کا اعتکاف کروں گا۔ یا ایک ہفتے یا ایک دن کا اعتکاف کروں گا (کیونکہ نذر کا اعتکاف ایک دن سے کم نہیں ہوگا)

جب کام ہو جائے تو پھر نذر کو پورا کرنا واجب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ (الحج: ۲۹)

اپنی نذروں کو پورا کرو۔

سنت موکدہ: رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف سنتِ مؤکدہ کفایہ ہے اعتکاف کی ان دونوں قسموں میں روزہ مشروط ہے حضور ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں ہمیشگی اور باقاعدگی کے ساتھ اعتکاف کیا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا پھر آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات بھی اعتکاف کرتی رہیں۔

نفل: اعتکاف نفل وہ اعتکاف ہوتا ہے جو ہم عام حالات میں مسجد میں جا کر نیتِ اعتکاف کر لیں تو وہ ہمارا نفلی اعتکاف ہوگا جتنی دیر مسجد میں رہیں گے اعتکاف کا ثواب بھی ملتا

رہے گا یہ اعتکاف چند ساعتوں کا بھی ہو سکتا ہے چند گھنٹوں کا بھی اور پورے دن کا بھی۔ لیکن فرق یہ ہے کہ اگر اعتکاف پورے دن کا ہو تو روزہ شرط ہوگا اگر ایک دن سے کم ہو تو پھر روزہ شرط نہیں۔

نیتِ اعتکاف

نَوَیْتُ سَنَّةَ الْاِعْتِکَافِ لِلّٰہِ تَعَالٰی

شرائطِ اعتکاف

مسلمان ہونا، عاقل و بالغ ہونا، حیض و نفاس اور جنابت سے پاک ہونا، روزہ رکھنا، رات کو عملِ زوجیت سے گریز کرنا، ایسی مسجد میں اعتکاف کرنا جس میں جماعت ہوتی ہیں۔ مرد مساجد میں اعتکاف کریں۔

عورت کا محلے کی مسجد میں اعتکاف مکروہ اور خاوند کی اجازت کے بغیر اعتکاف کرنا درست نہیں ہے عورت کو اپنے گھر کی مسجد یعنی گھر کے اس کونے میں جس کو نماز و عبادت کیلئے مخصوص کیا گیا ہے اعتکاف کرنا چاہیے۔

فضائلِ اعتکاف

حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے جس نے عشرہ رمضان میں اعتکاف کیا تو وہ (اعتکاف) دو حج اور دو عمروں کی مثل ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے ایک دن کا بھی اعتکاف کیا اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین ایسی خندقیں حائل کر دے گا جو مشرق و مغرب کے فاصلے سے بھی زیادہ وسیع و عریض ہوں گی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا معتکف گناہوں سے الگ رہتا ہے اور اس کے لیے (بغیر کیے ہوئے) اتنی ہی نیکیوں کا ثواب جاری رہتا ہے جتنا کہ ان نیکیوں کے کرنے والوں کے لیے ہوتا ہے۔

معتکف کیا کرے؟

اعتکاف بیٹھنے کے بعد ایسے افعال میں مصروف ہونا چاہئے جو قربِ خداوندی کا ذریعہ ہوں۔ قرآن مجید کی تلاوت، کلمہ طیبہ کا ورد، درود شریف کی کثرت، درس و تدریس اور وعظ و نصیحت میں مصروف ہو اور لغو، بیہودہ گفتگو سے پرہیز کرے۔

معتکف مسجد میں بیٹھ کر کھا پی سکتا ہے

کسی حاجتِ طبعی (یعنی پیشاب، پاخانہ وغیرہ) یا حاجت شرعی (جمعہ کی نماز) کے باعث تو مسجد سے باہر آ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر کسی اور مقصد کے لیے باہر آ گیا تو اعتکاف جاتا رہے گا۔

(بعض حضرات سگریٹ نوشی کے لیے مسجد سے باہر آتے ہیں اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے)

ضروری بات

تم میں سے جو شبِ قدر کو ڈھونڈنا چاہتا ہے وہ اسے آخری عشرے میں تلاش کرے۔ حضور ﷺ نے فرمایا آخری عشرے کی طاق راتوں میں شبِ قدر کو تلاش کرو ہمارے ہاں رواج ہے کہ ہم صرف ۲۷ ویں شب کو ہی لیلۃ القدر سمجھتے ہیں اور اسی شب حسبِ توفیق عبادت کرتے ہیں بعض لوگوں نے لیلۃ القدر کا ۲۷ ویں شب کے ساتھ مخصوص ہونے کا یہ فلسفہ بیان فرمایا ہے کہ لیلۃ القدر کے ۹ حروف ہیں اور یہ سورۃ القدر میں تین مرتبہ آیا ہے اس لیے ۹ کو ۳ سے ملٹی پلائی کریں تو ۲۷ آتا ہے جس سے یوں لگتا ہے کہ لیلۃ القدر ۲۷ ویں شب ہے۔

یہ فلسفہ صحیح ہے لیکن اس سے صحیح یہ ہے کہ اگر اپنے فلسفے اور عقل و خرد کے گھوڑے فرمانِ رسول ﷺ کی مخالف سمت میں دوڑنے لگیں تو انہیں روک لو کیونکہ یہ روحِ ایمان کے منافی ہے بقول اقبال رحمۃ اللہ علیہ

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کونسی رات شبِ قدر ہے تو اس (مقدس) رات اللہ تعالیٰ سے میں کیا عرض کروں کیا دعا مانگوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی اللہ تو معاف کرنے والا اور کریم ہے عفو و درگزر کو پسند کرتا ہے لہٰذا مجھ سے درگزر فرما۔

پچیسویں شاخ

حج

حج کا لغوی اور شرعی معنیٰ

حج کا لغوی معنی کسی محترم و معظم شے کا قصد وارادہ کرنا حج کہلاتا ہے۔

حج کے مہینوں (شوال، ذیقعد، ذوالحجہ) میں مخصوص مقامات کی مخصوص افعال کے ساتھ زیارت کرنا حج ہے۔

وجوبِ حج کی شرائط

مسلمان ہونا، عاقل ہونا، بالغ ہونا، آزاد ہونا، حج کی استطاعت رکھتا ہو۔

حج کا فلسفہ

حج کی حقیقت اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کے مورد اور معدن کی زیارت کرنا۔ اللہ کے گھر میں حاضر ہونا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثل اللہ تعالیٰ کی دعوت پر لبیک کہنا اور اس بے مثل قربانی کی روح کو زندہ کرنا ہے جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے دو عظیم رسولوں نے رکھی تھی اور اللہ کے حکم کے سامنے تسلیم ورضا، فرماں برداری واطاعت گزاری کے ساتھ گردن جھکا دی تھی۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمدن کے اس ابتدائی دور میں سادہ اور ان سلے کپڑے پہنے تھے۔ اسی طرح مسلمان حج کے دوران اَن سلے کپڑے پہنتے ہیں۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی طرح اپنے آپ کو خدا کی بارگاہ میں قربان کرنے جاتے ہیں اتنے دنوں تک سر کے بال منڈواتے ہیں نہ ترشواتے ہیں۔ دنیا کی عیش وعشرت والی پُر تکلف زندگی سے پرہیز کرتے ہیں۔ خوشبو لگاتے ہیں نہ رنگین کپڑے پہنتے ہیں اور نہ ہی سر

ڈھانپتے ہیں۔ جنسی تلذز اور شکار سے دور رہتے ہیں اور جس والہانہ انداز سے حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہم السلام تین دن کے سفر سے تھکے ہارے گردوغبار میں اٹے ہوئے خدا کی بارگاہ میں دوڑتے ہوئے آتے تھے اور تقریباً چار ہزار برس پہلے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں لبیک کہا تھا اس طرح لبیك اَللّٰھُمَّ لبیك کا ترانہ آلاپتے ہوئے مختلف اطراف واکناف عالم سے سفر کر کے کعبہ میں حاضر ہوتے ہیں۔

روحانی لذتیں

تمام دنیا کے مسلمان تمام مقامات اور حدود میں اللھم لبیک کی صدا بلند کرتے پھرتے ہیں۔ جہاں جہاں ابراہیم واسمٰعیل علیہم السلام کے نقشِ قدم ثبت ہوئے تھے۔ صفا ومروہ میں جہاں حضرت حاجرہ رضی اللہ عنہا دوڑتی ہوئی گئی تھیں وہاں دوڑ کر جاتے ہیں۔ میدان عرفات میں جا کر اپنی تمام پچھلی زندگی کی تقصیروں اور کوتاہیوں کی معافی چاہتے ہیں۔ گناہوں پر ندامت کے آنسو بہاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر گریہ وزاری کر کے اپنے گناہوں پر اس قدر مغفرت اور بخشش طلب کرتے ہیں۔ کہ شیطان مارے غم کے اپنے بالوں میں مٹی ڈال لیتا ہے۔ آئندہ زندگی کے لیے عبادت وطاعت کا ازسرِ نو عہد وپیمان کرتے ہیں اور یہی حج کا حقیقی فلسفہ ہے۔ لاکھوں بندگان خدا ایک ہی لباس، ایک ہی شکل وصورت، ایک ہی حالت اور ایک ہی جذبے سے سرشار جھلستے ہوئے پہاڑوں کے دامن میں ایک بے آب وگیاہ اور خشک میدان میں اکھٹے ہو کر اپنی بداعمالیوں اور بدکاریوں پر ندامت کے بے بہا آنسو بہاتے ہیں۔ ہچکیوں اور جگر گداز چیخوں سے اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ عفوو مغفرت کو طلب کرتے ہیں۔ اور سب کے دلوں میں یہ احساس ہوتا ہے کہ یہی وہ تاریخی جگہ ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء ورسل علیہم السلام نے اسی حالت اور اسی صورت میں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا ہے۔ یہ روحانی منظر ایسا اثر وکیف اور سوز وگداز پیدا کرتا ہے جس کی لذت ساری عمر یاد رہتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی میں ایک جانور ذبح کر کے قربانی کرتے ہیں تو دل میں وہی جذبہ موجزن کیے ہوئے ہوتے ہیں جو چار ہزار سال پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل

میں تھا اور جو الفاظ انہوں نے کہے تھے وہی ان کی زبان پر جاری ہوتے ہیں۔

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (الانعام: ۷۹)

ہر طرف سے منہ موڑ کر میں اس ذات کی طرف منہ کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَ بِذَالِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (الانعام: ۱۶۳)

بیشک میری نماز، اور میری قربانی، میرا مرنا اور میرا جینا اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ جو تمام دنیا کا پروردگار ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے اسی چیز کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

حج کی فضیلت واہمیت

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ اللہ کے لیے حج وعمرہ کو مکمل کرو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس سفرِ حج کا ضروری سامان ہو اور اس کو سواری میسر ہو جو بیت اللہ تک پہنچا سکے پھر وہ حج نہ کرے تو کوئی فرق نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے اور یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بیت اللہ کا حج فرض ہے ان لوگوں پر جو اس تک جانے کی استطاعت رکھتے ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج اور عمرہ ساتھ ساتھ کرو۔ دونوں فقر ومحتاجی اور گناہوں کو اس طرح دور کر دیتے ہیں جس طرح لوہار اور سنار کی بھٹی لوہے اور سونے، چاندی کا میل کچیل دور کر دیتی ہے اور حجِ مبرور کا صلہ اور ثواب تو بس جنت ہی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج اور عمرے پر جانے والے خدا کے خصوصی مہمان ہیں وہ خدا سے دعا کریں تو خدا قبول فرماتا ہے اور مغفرت طلب کریں تو بخش دیتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خدا ہر روز اپنے حاجی بندوں کے لیے ایک سو بیس

رحمتیں نازل فرماتا ہے ان میں سے ساٹھ رحمتیں ان لوگوں کے لیے ہوتی ہیں جو بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں۔ چالیس ان کے لیے جو وہاں نماز پڑھتے ہیں اور بیس ان لوگوں کے لیے جو صرف کعبہ کو دیکھتے رہتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے حج کیا اور وہاں کوئی فسق و فجور نہ کیا تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہوگا جیسے اس کی ماں نے اسے ابھی جنا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہر سال فرض ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ پھر عرض کی گئی کیا ہر سال آپ نے فرمایا نہیں اور (فرمایا) اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال واجب ہو جاتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اے ایمان والو ایسی چیزوں کے بارے میں نہ پوچھو کہ اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری لگیں۔

حج کی اقسام

حج کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ افراد: اس طریقے کو کہتے ہیں جس میں حج کا احرام باندھا جاتا ہے۔ عازمِ حج اس میں عمرہ نہیں کرتا بلکہ وہ صرف حج ہی کرتا ہے۔

۲۔ قران: وہ طریقہ جس میں عازم حج و عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھتا ہے اور مکہ مکرمہ پہنچ کر پہلے عمرہ کرتا ہے۔ پھر حج تک احرام کی حالت میں رہتا ہے پھر اسی احرام سے وہ حج کرتا ہے۔

۳۔ تمتع: وہ طریقہ جس میں دو رکعت نفل پڑھ کر پہلے عمرہ کی نیت کی جاتی ہے اور مکہ معظمہ پہنچ کر عمرہ کیا جاتا ہے۔ پھر احرام کھول دیا جاتا ہے اور عام کپڑے پہن لیے جاتے ہیں اور ۸ ذی الحجہ کو جب حج کرنے جاتے ہیں تو دوبارہ پھر احرام باندھ لیا جاتا ہے۔

میقات کی تعریف اور میقاتِ احرام

میقات اس مقام کو کہا جاتا ہے جس سے آگے بغیر احرام باندھے گزرنا منع اور ناجائز ہے۔

میقاتِ احرام پانچ ہیں۔

اہلِ مشرق کے لیے	ذاتِ عرق
اہلِ مغرب کے لیے	جحفہ
اہلِ مدینہ کے لیے	ذوالحلیفہ
اہلِ یمن کے لیے	یلملم (پاکستان و ہندوستان کیلئے یہی میقات ہے)
اہلِ نجد کے لیے	قرن

میقات پر کیا عمل کیا جائے

میقات پر پہنچ کر یا اس سے پہلے غسل کرے یا وضو یا تیمم کرکے پاک ہو جائے۔ پھر دو سفید اور پاکیزہ چادریں لے کر ایک کو بطور تہبند اور دوسری کو اوپر اوڑھے۔ پھر دو رکعت نفل ادا کرے۔ پھر نیت عمرہ کرے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْ ھَا لِیْ وَتَقَبَّلْھَا مِنِّی

(یا اللہ میں عمرے کا ارادہ کرتا ہوں اسے میرے لیے آسان فرما دے اور مجھ سے قبول فرما) اگر حج کی دعا مانگنی ہو تو لفظ ''العمرۃ'' کی جگہ ''الحج'' لے آئے۔ پھر تلبیہ کہے۔

لبیك اللھم لبیك لبیك لا شریك لك لبیك ان الحمد والنعمة لك والملك لا شریك لك۔

آدابِ طواف

بیت اللہ شریف کو دیکھ کر خوب دعا مانگے۔ پھر حجرِ اسود کے سامنے کھڑے ہو کر طواف شروع کرے۔ دایاں کندھا ننگا کرلے چادر کو بائیں بغل میں لے لے۔ حجرِ اسود کا بوسہ لے یا ہاتھ بڑھائے اور پھر ہاتھوں کو چھولے۔ سات چکروں کا ایک طواف ہے۔

طواف کے بعد مقامِ ابراہیم پر جا کر دو رکعت نفل ادا کرے پھر خوب سیر ہو کر زمزم

پئے اور یہ دعا مانگے:

اللھم انی اسئلك علما نافعا وعملا مقبولا ورزقا واسعا وشفاء من کل داء

پھر صفا و مروہ کی سعی کرے۔ دو سبز میلوں کے درمیان دوڑے اس طرح سات پھیرے پورے کرے۔ اس کے بعد احرام سے نکل سکتا ہے۔ حلق یا قصر کرائے ۸ ذی الحجہ کو صبح حج کے لیے احرام باندھے۔ طلوعِ آفتاب کے بعد منیٰ کی طرف روانہ ہو جائے۔ ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر وہیں ادا کرے۔ ۹ ذی الحجہ کو سورج طلوع ہونے کے بعد عرفات کی طرف کوچ کرے۔ جبلِ رحمت پر جا کر خوب دعا مانگے۔ سورج غروب ہو جائے تو عرفات سے نکلے اور مزدلفہ آ کر رات گزارے اور نمازِ مغرب و عشاء اکٹھی (مزدلفہ) پڑھے۔ ۱۰ ذی الحجہ کو نمازِ فجر کے بعد منیٰ کی طرف واپس آ جائے۔ جمرہ عقبہ کو سات کنکریاں مارے۔ پھر قربانی کرے۔ پھر سر منڈوائے۔ غسل کرے کپڑے بدلے طواف زیارت کیلئے مکہ معظمہ آئے۔ طواف کے بعد منیٰ واپس جائے۔ رات ہر حال میں منیٰ گزارے ۱۱ ذی الحجہ اور ۱۲ ذی الحجہ کو زوال کے بعد شیطان کو کنکریاں مار کر ۱۲ کی شام تک مکہ واپس آ جائیں۔

وطن واپس آنے سے پہلے طوافِ وداع کریں۔ اللہ کی بارگاہ میں بار بار اس پاک گھر کی زیارت کرنے کے لیے آنے کی توفیق مانگیں۔ امتِ مسلمہ کی بہتری و بھلائی اور اخوت و بھائی چارے کے لیے دعا مانگیں۔

سفرِ طیبہ

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ حَجَّ الْبَیْتَ وَلَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ

جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے میرے ساتھ بے وفائی کی۔

اس لیے حج کے بعد زیارتِ رسول ﷺ کے لیے مدینہ منورہ جایئے اس منبعِ فیض و عطا سر چشمۂ جود و سخا کے پاس حاضر ہوئیے جہاں سے پوری کائنات کو فیض پہنچتا ہے۔

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے ہو کعبہ کا کعبہ دیکھو

غور سے سن تو رضا کعبہ سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے میرے پیارے کا روضہ دیکھو

امام اہلسنت مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب شہر محبوب کا سفر شروع کیا تو طیبہ سے آنے والی مست و بے خود ہواؤں نے وجد آفرین فضاؤں نے فنا فی الرسول ﷺ کے سازوں کو چھیڑ دیا تو آپ یوں گویا ہوئے۔

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے
کلیاں کھلیں دلوں کی ہوا یہ کدھر کی ہے

جب مدینۃ الرسول ﷺ پہنچے تو ہر طرف معطر و منور فضاؤں کو دیکھا تو فرمایا:

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑہ نور کا
آ گیا وہ نور والا جس کا سارا نور ہے

مدینہ عالیہ شریف پہنچ کر اپنا سامان رہائش گاہ پر تسلی سے رکھیں غسل فرمائیں بڑے ادب سے قدم رکھتے ہوئے بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوں منبرِ رسول ﷺ کے قریب آ کر دو رکعت نماز نفل ادا فرمائیں پھر مواجہ شریف کے پاس آ کر سر کو جھکا کر آہستہ سے الصلوٰۃ والسلام علیك یا سیّدی یا رسول اللہ ﷺ پڑھتے رہیں پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام عرض کریں پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام عرض کریں پھر اپنے دوست واحباب اعزو اقربا کا سلام حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کریں اور کوشش کریں کہ آپ کا زیادہ وقت حضور ﷺ کے قدموں میں بیٹھ کر گزرے۔ ریاض الجنۃ میں بیٹھنے کے لیے لوگوں سے نہ جھگڑیں اور کثرت سے درود پاک پڑھتے رہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو بار بار اپنے محبوب کی بارگاہ کی حاضری کی توفیق نصیب فرمائے (آمین)

چھبیسویں شاخ

جہاد فی سبیل اللہ

جہاد کا لغوی و شرعی معنیٰ

جہاد کا لفظ جُہد سے ماخوذ ہے۔ جَہد ہو تو معنیٰ وسعت جُہد ہو تو معنیٰ مشقت

وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُھْدَھُمْ (التوبہ: ۷۹) وہ لوگ جو اپنی مشقت سے (کمائی) حاصل کرتے ہیں۔ حدیث پاک میں جَہد اور جُہد کا لفظ بکثرت استعمال ہوا ہے۔

جہاد دشمن سے قتال کو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَجَاھِدُوْا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِھَادِہٖ (الحج: ۷۸) اللہ کی راہ میں دشمنوں سے اس طرح قتال کرو جیسے قتال کا حق ہے۔

حدیث پاک میں ہے لَا ھِجْرَۃَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلٰکِنْ جِھَادٌ وَ نِیَّۃٌ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت ہے جہاد کا معنیٰ دشمنوں سے جنگ کرنے میں اپنی پوری طاقت اور وسعت کو خرچ کرنا نیت اللہ کیلئے اخلاصِ عمل کو کہتے ہیں۔

جہاد کی تین صورتیں ہیں۔

۱۔ ظاہری دشمن سے جہاد کرنا (۲) شیطان سے جہاد کرنا (۳) نفس سے جہاد کرنا

اور یہ تینوں قسمیں اس آیت میں داخل ہیں وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ

شرعی معنیٰ: اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے کفار سے جنگ میں اپنی پوری طاقت اور وسعت کو خرچ کرنا یا اللہ کی راہ میں جنگ کرنے کیلئے جان و مال اور زبان کو انتہائی وسعت اور طاقت سے خرچ کرنا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ کفار سے جنگ کرنے میں اپنی طاقت

اور وسعت کو صرف کرنا شرعاً جہاد ہے اور نفس، شیطان اور فاسقوں سے مجاہدہ کرنے کو بھی جہاد کہتے ہیں امورِ دین کا علم حاصل کرنا پھر اس پر عمل کرنا اس کی تعلیم دینا مجاہدہ شیطان ہے۔ جان و مال اور دل سے کفار کے ساتھ فاسقوں کی مخالفت کرنا مجاہدہ فساق ہے۔

جہاد میں مصروف رہنے والوں کی حوصلہ افزائی کیلئے رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت: ٦٩)

اور جو (بلند ہمت) مصروفِ جہاد رہتے ہیں ہمیں راضی کرنے کیلئے ہم انہیں اپنی راہوں کی ہدایت کریں گے۔

اسلام میں جہاد کی اہمیت وفضیلت

وَ مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (النساء: ٧٥)

تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کے راستے میں جہاد نہیں کرتے

وَ مَنْ یُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیُقْتَلْ اَوْ یَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا (النساء: ٧٤)

اور جو شخص اللہ کی راہ میں لڑے پھر مارا جائے یا غالب آ جائے ہم اسے اجرِ عظیم دیں گے۔

وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ یَكُوْنَ الدِّیْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ (الانفال: ٣٩)

اور لڑتے رہو ان سے یہاں تک کہ کوئی فساد باقی نہ رہے اور پورے کا پورا دین اللہ کیلئے ہو جائے۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ (التوبہ: ١١١)

بے شک اللہ تعالیٰ نے خرید لی ہیں ایمانداروں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس عوض میں کہ ان کیلئے جنت ہے لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَلَنْ یُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ (محمد: ٤)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے اللہ ان کے اعمال ضائع نہیں ہونے دے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ (الصف: ٤)

بیشک اللہ تعالیٰ ان مجاہدوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں جنگ کرتے ہیں صفیں باندھ کر گویا کہ وہ (سیسہ پلائی) دیوار ہیں۔

يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ (الانفال: ٦٥)

اے نبی ﷺ آپ مؤمنین کو قتال کیلئے تیار فرمائیں۔

حضور ﷺ کی تربیت سے ہر صحابی ہی مجاہد تھا۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

خدا کی راہ میں جہاد اس کا ہے جو صرف اس لیے لڑے کہ خدا کی بات ہی بلند ہو۔

اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔

اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ (حق) عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ

سب سے بہتر اور افضل جہاد یہ ہے کہ ظلم و جور کی حکومت کے سامنے عدل و انصاف کی بات کہی جائے۔

جس شخص نے مسلح جہاد نہ کیا اور نہ ہی اپنے دل میں اس کی تمنا کی تو وہ نفاق کے ایک بڑے حصے کو لے مرا۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ کونسا عمل محبوب ہے فرمایا نماز کو وقت پر ادا کرنا عرض کی پھر کونسا عمل؟ فرمایا والدین کے ساتھ نیکی کرنا عرض کی پھر کونسا؟ فرمایا الجہاد فی سبیل اللہ (متفق علیہ)

حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسے مومن کا ایمان زیادہ مکمل ہے فرمایا جو اپنی جان اور اپنے مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور اس آدمی کا جو کسی گھاٹی میں رہ کر اللہ کی عبادت کرے اور لوگوں کو اس سے کوئی برائی نہ پہنچے (ابوداؤد)

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے سیاحت کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ سَیَاحَۃَ اُمَّتِیْ الْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

میری امت کی سیاحت اللہ کے راستے میں جہاد کرنا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی اللہ کی راہ میں زخمی ہوتا ہے اللہ کو خوب علم ہے کہ اس کی راہ میں کون زخمی ہو رہا ہے وہ قیامت کے دن اس حال میں اٹھے گا کہ اس کا زخم بہہ رہا ہوگا اس کا رنگ خون کی طرح ہوگا اور اس کی خوشبو مشک کی طرح ہوگی۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

والذی نفس محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیدہ لوددت انی اغزوہ فی سبیل اللہ فاقتل ثم اغزوا فاقتل ثم اغزوا فاقتل

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے مجھے یہ پسند ہے کہ میں اللہ کی راہ میں جہاد کروں اور قتل کیا جاؤں پھر جہاد کروں اور قتل کیا جاؤں پھر جہاد کروں اور قتل کیا جاؤں (مسلم)

جہاد کے مباح ہونے کی شرائط

جہاد کے مباح ہونے کی سات شرائط ہیں

(۱) اسلام (۲) بالغ (کیونکہ کم عمر بچے پر جہاد فرض نہیں)
(۳) عاقل (مجنون مرفوع القلم ہوتا ہے) (۴) آزاد (غلام پر جہاد لازم نہیں) (۵) مرد (عورتوں پر نہیں کیونکہ عورتوں کا جہاد حج وعمرہ کرنا ہے) (۶) صحت مند و توانا ہونا (معذور کو رخصت ہے) (۷) ضروریات کا خرچ موجود ہونا

جہاد سے پہلے کفار کو دعوتِ اسلام دینے کا حکم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنگ کے معاملے میں یہ دستور تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے مخالفینِ اسلام پر اسلام کی دعوت پیش فرماتے اگر وہ اسلام قبول کر لیتے تو ٹھیک ورنہ ان سے جزیہ کا مطالبہ کیا جاتا تھا (جزیہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس نے اسلام کی حکومت قبول کر لی ہے) اور اس کے

بعد آخری درجہ میدانِ کارزار ہوتا۔

ذمیوں کی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اسلامی حکومت میں کتنے آرام و عافیت سے زندگی گزارتے تھے۔ ان کی عزت و آبرو کتنی محفوظ تھی یہ تھا رحمت اللعالمین ﷺ کا نظامِ جنگ اور اصولِ انتقام

جہاد میں کفار کی جان و مال کے بارے میں قرآنی حکم

جہاد میں کفار کو قتل و غارت کرنے، لوٹ مار کرنے اور شب خون مارنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس طرح ان کے درخت کاٹنا بھی جائز ہیں خواہ وہ درخت پھلدار ہوں یا بے پھل اور ان کے کھیتوں کو ملیامیٹ کرنا بھی جائز ہے۔

مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِيْنَ (الحشر: ۵)

تم لوگوں نے کھجوروں کے جو درخت کاٹے یا جن کو اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا یہ سب اللہ ہی کے اذن سے تھا تاکہ اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ذلیل و خوار کرے۔

کفار کے قلعوں کو جلانا اور ان کو پانی سے غرق کرنا، ان کے قلعوں کو گرانا اور ان پر منجنیق نصب کرنا یہ بھی جائز ہے۔

يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِى الْمُؤْمِنِيْنَ (الحشر: ۲)

وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے ویران کر رہے ہیں۔

یہ تمام امور اس لیے جائز ہیں کیونکہ یہ سب امور جنگ کے لوازم ہیں اور مال کی حرمت جان کی حرمت کے تابع ہے جب کفار کی جان محترم و محتشم نہیں تو ان کا مال کیسے محترم ہوگا؟

ضروری بات

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے کسی جہاد میں ایک عورت مقتول پائی گئی تو آپ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کے قتل کو برا (ناپسند) جانا۔

لہٰذا چھوٹے بچوں اور عورتوں کو قتل نہیں کرنا چاہئے اس کے برعکس بوڑھے مشرکوں کو قتل کرنا جائز ہے۔

شہید کا مقام و مرتبہ

مسروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی ''جولوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں ان کو مردہ گمان مت کرو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے'' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم نے بھی اسکو رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تھا آپ ﷺ نے فرمایا ان کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں رہتی ہیں ان کیلئے عرش میں قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں وہ جنت میں جہاں چاہیں چرتی پھرتی ہیں پھر ان قندیلوں کی طرف لوٹتی ہیں ان کا رب ان کی طرف مطلع ہو کر فرماتا ہے کہ کیا تم کو کسی چیز کی خواہش ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو کس چیز کی خواہش ہو سکتی ہے ہم جہاں چاہتے ہیں جنت میں چرتے پھرتے ہیں ان سے تین بار اللہ تعالیٰ یہ دریافت فرماتا ہے۔ پھر جب وہ دیکھتے ہیں کہ ان کو سوال کیے بغیر نہیں چھوڑا جارہا تو وہ کہتے ہیں۔

یا رب نرید ان ترداروا حنا فی اجسادنا حتی نقتل فی سبیلك مرة اخری فلما اری ان لیس لهم حاجة ترکوا

یارب ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دیا جائے حتیٰ کہ ہم دوبارہ تیری راہ میں قتل کیے جائیں پھر جب اللہ تعالیٰ یہ دیکھے گا کہ ان کو کوئی حاجت نہیں ہے تو پھر ان کو چھوڑ دیا جائے گا۔ (مسلم)

دکھاوے کی خاطر جہاد کرنے والے کی سزا

حضور ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جس شخص کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا وہ شہید ہوگا۔ اس کو بلایا جائے گا اور اسے اس کی نعمتیں دکھائی جائیں گی جب وہ ان نعمتوں کو پہچان لے گا تو (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا۔ تو نے ان نعمتوں سے کیا کام لیا؟ وہ کہے گا میں نے تیری راہ میں جہاد کیا حتی کہ شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ بولتا ہے بلکہ تو نے اس لیے قتال کیا تھا تاکہ تو بہادر کہلوائے سو تجھے بہادر کہا گیا۔ پھر اسے منہ کے بل جہنم میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا۔ (مسلم)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر ریا کی نیت سے بڑے سے بڑا عمل بھی کیا جائے تو اس کا بھی اللہ کے ہاں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

خاص بات

حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ مبارک نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے دن چار آنکھوں کے علاوہ سب آنکھیں روئیں گی۔

۱۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں کام آگئی

۲۔ دوسری وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے بہنے لگی

۳۔ تیسری وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے جاگتی رہی

۴۔ چوتھی وہ آنکھ جس نے مسلمانوں کے لشکر کی حفاظت میں پہرہ دیا

ستائیسویں شاخ

اللہ کے راستے میں سرحدوں کی حفاظت

المرابط کا مادہ Root ''ربط'' ہے بمعنی باندھنا جیسے۔

وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ (الانفال: ۱۱)

اور باندھ دے تمہارے دلوں کو اور جما دے اس سے تمہارے قدموں کو

مرابط کے تین معانی ہو سکتے ہیں۔

پہلا معنی: تیاری جہاد کے لیے گھوڑا باندھنا اور پالنا اس کی حدیث پاک میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ سنن ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک خیر و برکت رہے گی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھوڑے تین قسم کے ہوتے ہیں ایک شخص کے لیے تو اجر کا سبب ہوتا ہے دوسرے کے لے پردہ ہوتا ہے تیسرے کے لیے گناہ ہوتا ہے۔ اجر یہ ہے کہ گھوڑا اس لیے پالا جائے کہ اس پر اللہ کی راہ میں جہاد کروں گا۔ تو وہ جو کچھ بھی کھائے گا اس کے لیے ثواب لکھا جاتا ہے۔ جس چراگاہ میں انہیں چرائے گا اور وہ جتنا چریں گے اس کے لیے ثواب لکھا جائے گا اور جس نہر سے بھی انہیں پانی پلائے گا اور وہ جتنا بھی پانی پیئں گے ہر قطرے کے عوض اس کے لیے اس کا بھی اجر ہو گا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی لید اور پیشاب تک کا ذکر فرمایا اور جس بلندی پر وہ چڑھے گا تو اس کے ہر قدم کے عوض اس کے لیے اجر ہو گا اور پردہ اس کے لیے ہے جو خدمت و زینت کی خاطر اسے پالے گا لیکن اس کا حق فراموش نہ کرے۔ خواہ سختی ہو یا آسانی اور گناہ اس کے لیے جو صرف نمائش اور فخریہ طور پر رکھے تو یہ گھوڑا اس کے لیے عذاب ہے۔

دوسرا معنی: مملکتِ اسلامیہ کی سرحد پر رہنا اور کفار کے مقابلے میں ہر وقت گھوڑا تیار رکھنا کہ نہ معلوم کفار کی طرف سے کب حملہ ہو جائے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (آلِ عمران: ۲۰۰)

اے ایمان والو صبر کرو اور ثابت قدم رہو (دشمن کے مقابلے میں) اور کمر بستہ رہو (خدمتِ دین کے لیے) ہمیشہ اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ کامیاب ہو جاؤ۔

اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرنے والے دو طرح کے لوگ ہو سکتے ہیں۔ ایک قسم کے لوگ تو وہ ہیں جو کسی جنگ کے خطرے کے بغیر حفظِ ما تقدم کے طور پر وہاں نگرانی کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں وہ لوگ اگر اپنے اہل و عیال کے ساتھ بھی رہنے لگ جائیں اور زمین میں کاشت کرنے لگ جائیں تو پھر بھی ان کو رباط فی سبیل اللہ کا ثواب ملے گا۔ خواہ ساری عمر جنگ کی نوبت ہی نہ آئے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو صرف سرحدوں پر اتفاقاً رہے ہیں۔ ان کی نیت سرحدوں کی حفاظت کی نہیں ہوتی بلکہ ان کا مقصد صرف اپنی فصلوں کو کاشت کرنا ہے۔ ایسے لوگ رباط فی سبیل اللہ کے اجر و ثواب سے محروم ہیں حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے راستے میں ایک دن کا ''رباط'' دنیا و مافیھا سے بہتر ہے (بخاری)

تیسرا معنی: نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا یعنی دل کو مسجد سے باندھ دینا، لگا دینا ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں وہ چیزیں بتاتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرما دے گا تمہارے درجات کو بلند کر دے گا وہ چیزیں یہ ہیں۔

وضو کو مکمل کرنا، اچھی طرح کرنا، مسجد کی طرف کثرت سے جانا، ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔

ذَالِكُمُ الرِّبَاطُ یہی رباط فی سبیل اللہ ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا گھر اور بازار میں نماز پڑھنے کی نسبت بیس سے زیادہ درجہ فضیلت رکھتا ہے۔ کیونکہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے کے لیے اچھی طرح وضو کر کے مسجد میں جاتا ہے تو مسجد میں پہنچنے تک اس کے ہر قدم کے بدلے میں ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے۔ اور ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے۔ مسجد میں داخل ہونے

کے بعد وہ جسی دیر نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے اس کو نماز میں شمار کیا جاتا ہے اور فرشتے تمہارے لیے اس وقت تک دعا کرتے رہتے ہیں جب تک تم میں سے کوئی شخص نماز کی جگہ بیٹھا رہتا ہے جب تک وہ شخص وضو توڑ کر فرشتوں کو ایذا نہ دے فرشتے کہتے رہتے ہیں یا اللہ اس پر رحم فرمانا اللہ اس کو بخش دے یا اللہ اس کی توبہ قبول فرما! (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات شخص وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں رکھے گا جب اس کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔ (ان سات میں ایک خوش قسمت وہ ہے جو)

رجل قلبه معلق بالمسجد اذا خرج منه حتى يعود اليه

وہ شخص جس کا دل جبکہ وہ مسجد سے نکلے مسجد میں لگا رہے حتی کہ مسجد میں لوٹ آئے۔

رباط کی فضیلت واہمیت

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دن رات کا رباط ایک مہینے کے مسلسل روزے اور تمام شب عبادت میں گزارنے سے بہتر ہے اگر وہ اس حال میں مر گیا تو اس کے عملِ رباط کا روزانہ ثواب ہمیشہ کے لیے جاری رہے گا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا رزق جاری رہے گا اور وہ شیطان سے محفوظ و مامون رہے گا۔ (مسلم)

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ایک مرنے والے کا عمل اس کی موت کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے سوائے مرابط کے اس کا عمل قیامت تک بڑھتا ہی رہتا ہے اور قبر میں حساب و کتاب لینے والوں سے محفوظ رہتا ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حالتِ رباط میں مر جائے تو وہ جو کچھ عملِ صالح دنیا میں کرتا تھا ان سب اعمال کا ثواب برابر جاری رہے گا۔ اس کا رزق بھی جاری رہے گا۔ شیطان سے (یا سوالِ قبر سے) محفوظ رہے گا۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کو ایسا مطمئن اٹھائے گا کہ محشر کا کوئی خوف اس پر نہ ہوگا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کی کمزور سرحد کی حفاظت اخلاص کے ساتھ ایک دن (رمضان کے دنوں کے علاوہ) کرنے کا ثواب

سو سال کے مسلسل روزوں اور شب بیداری سے افضل ہے اور رمضان کے ایک دن کا رباط ایک ہزار سال کے صیام و قیام سے افضل و اعلیٰ ہے (قرطبی)

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے دن چار آنکھوں کے علاوہ سب آنکھیں روئیں گی۔

۱۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں کام آ گئی

۲۔ دوسری وہ جو اللہ کے خوف سے بہنے لگی

۳۔ تیسری وہ جو اللہ کے خوف سے جاگتی رہی

۴۔ چوتھی وہ آنکھ جس نے مسلمانوں کے لشکر کی حفاظت میں پہرہ دیا

حاصل کلام

ان احادیث و روایات سے معلوم ہوا کہ عملِ رباط ہر صدقہ جاریہ سے افضل و اعلیٰ ہے۔ عملِ رباط والا دنیا میں جتنے اعمال کرتا تھا مرنے کے بعد ان کا ثواب اسے بغیر عمل کے ملتا رہے گا۔ اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا اور یہ بھی پتہ چلا کہ مرنے کے بعد بھی مرنے والے کے نامہ اعمال میں نیکیاں درج ہوتی رہتی ہیں اور مرنے والے کو کسی زندہ کے عملِ خیر کا فائدہ پہنچتا ہے۔

امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں سورہ فاتحہ کے فضائل کے باب میں حدیث نقل کرتے ہیں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ راوی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ بعض لوگوں پر ان کی بداعمالی کے باعث ان پر عذاب کا حتمی فیصلہ فرما لے گا۔ پھر اس کے بچوں میں سے کوئی بچہ قرآن مجید سے سورہ فاتحہ الحمد للہ کی تلاوت کرے گا جب اللہ تعالیٰ اس کے بچے سے فاتحہ سنے گا تو اس (مردے) سے ۴۰ سال تک عذاب کو اٹھا لے گا (دور کر لے گا)

حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے (ان کے ایصالِ ثواب کے لیے) کون سا صدقہ زیادہ افضل ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانی سب سے افضل ہے اس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کے ثواب کے لیے کنواں کھدوایا (ابوداؤد)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ مرنے والے کو زندہ کے عملِ خیر کا قبر میں فائدہ ہوتا ہے۔

اٹھائیسویں شاخ

میدانِ جنگ میں ثابت قدم رہنا

اللہ کے دین کی سربلندی اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے باطل طاغوتی طاقتوں کو کچلنے کے لیے، ظلم وزیادتی کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے، مظلوم کو ظالم کے دستِ جبر واستبداد سے نجات دلانے کے لیے، عدل وانصاف کے بول بالے کے لیے' اللہ کے قانون کی بالادستی کے لیے خود کو اس کا اطاعت شعار انسان ثابت کرنے کے لیے، اس کے نافرمانوں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کے لیے میدانِ کارزار میں باغیوں، اسلام دشمن طاقتوں اور کفار کے لشکرِ جرار سے مقابلے کے لیے آؤ تو

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ

کے وعدہ ایزدی کو مستحضر کر کے آؤ اللہ کی رضا ومشیت پر لبیک کہتے ہوئے آؤ۔

جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

کے جذبات لے کر آؤ ثابت قدم رہو، ڈٹ کر مقابلہ کرو اور قوتِ ایمانی کا ایسا مظاہرہ دکھاؤ کہ دشمن میدان چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں۔ ان کے ارادوں کو خاک میں ملا دو کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔

خدانخواستہ حق وباطل کے معرکہ میں اگر مسلمانوں تم میں سے کوئی گھبرا گیا پیٹھ دکھا گیا اور میدان چھوڑ گیا تو دنیا میں بھی ذلیل وخوار ہوگا اور آخرت میں بھی اسے دردناک عذاب دیا جائے گا۔ موت تو وقت پر آنی ہے لیکن ایسی حرکت سے مسلم قوم کی رسوائی ہوگی۔ کفار کی جرأت بڑھے گی۔ ان کے حوصلے بلند ہوں گے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان حالات میں ثابت قدم رہنے کا بار بار حکم دیا اور میدان چھوڑنے والوں کے لیے دردناک عذاب کی وعید سنائی۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (الانفال: ۴۵)

اے ایمان والو جب کسی لشکر سے جنگ آزما ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے ثابت قدمی کے ساتھ ساتھ اپنے مبارک ذکر کی کثرت کی تلقین فرمائی ہے کیونکہ یہ وہ ذکر ہے جو مسلمانوں کے اندر برقی قوت پیدا کرتا ہے۔ جس سے ایمان میں حرارت اور گرمی پیدا ہوتی ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ فتح ونصرت پر منتج ہوتا ہے اسی نام کی برکت ہے کہ مسلمانوں کی قلیل تعداد کفار کی کثیر تعداد پر غالب آتی رہی۔

يَآاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ وَ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ○ اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ وَ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (الانفال: ۶۵، ۶۶)

اے نبی ﷺ برانگیختہ کیجئے مومنوں کو جہاد پر اگر تم میں سے بیس آدمی صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر ہوئے تم میں سے سو آدمی (صبر کرنے والے) تو غالب آئیں گے ہزار کافروں پر کیونکہ یہ کافر وہ لوگ ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے۔ اے مسلمانوں اب تخفیف کر دی ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر اور وہ جانتا ہے کہ تم میں کمزوری ہے تو اگر ہوئے تم میں سے سو آدمی صبر کرنے والے تو وہ غالب آئیں گے دو سو پر۔ اگر ہوئے تم میں سے ایک ہزار (صابر) تو وہ غالب آئیں گے دو ہزار پر اللہ کے حکم سے اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

وَ لِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَ يُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ (الانفال: ۱۱)

مضبوط کر دے تمہارے دلوں کو اور جما دے اس سے تمہارے قدموں کو

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ (محمد: ۷)

اے ایمان والو اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا اور میدان جہاد میں تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں میدان کارزار میں کفار کے مقابلے میں ثابت قدم رہنے کی دعا کی تلقین فرمائی ہے۔

رَبَّنَآ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا وَّ ثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَ انۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ

(البقرۃ: ۲۵۰)

اے ہمارے رب ہم پر صبر اتار اور ہمارے قدموں کو جمائے رکھ اور قوم کفار پر فتح دے۔

اکابرینِ امت اور استقامت

حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کے ایمان وایقان پر استقامت کو یوں سراہا

الایمان اثبت فی قلوب اھلہ من الجبال الروسی

ایمان داروں کے دلوں میں ایمان بڑے بڑے پہاڑوں سے بھی زیادہ راسخ ہوتا ہے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان کو بے حد ستایا گیا مگر ان کی توحید میں پختگی اور ایمان پر استقامت میں ذرا برابر فرق نہ آیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کفار نے تپتی ریت پر لٹایا اور گرم گرم انگاروں پر لٹکایا مگر ہر حال میں دامنِ استقامت سے پیوستہ رہے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت اِنَّ الَّذِيۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا پڑھی اور لوگوں سے پوچھا کہ اس کا مطلب کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ استقامت کا معنی یہ ہے کہ اس سے گناہ صادر نہ ہو۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے یہ کام بڑا مشکل بنا دیا ہے عرض کی گئی آپ خود ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا کہ اللہ کو اپنا رب ماننے کے بعد اس پر استقامت کا یہ مطلب ہے کہ پھر بتوں کی پوجا نہ شروع کردیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے استقاموا کی تفسیر یوں کی۔

استقاموا اللہ تعالی بطاعتہ لم یروغوا روغان الثعلب

یعنی وہ ثابت قدمی سے اللہ کی اطاعت کرتے ہیں اور لومڑی کی طرح حیلہ سازیاں کر کے راہِ فرار اختیار نہیں کرتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا فرائض کی ادائیگی استقامت ہے۔

حضرت سفیان بن عبداللہ الثقفی نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ

قل لی فی الاسلام قولا لا اسئل عنہ احدا بعدك

حضور ﷺ اسلام کے بارے میں مجھے ایسی بات ارشاد فرمایئے کہ آپ ﷺ کے بعد مجھے کسی سے پوچھنے کی حاجت نہ رہے حضور ﷺ نے فرمایا:

قل امنت باالله ثم استقم کہو کہ میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر عمر بھر اس پر ثابت قدم رہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دین میں استقامت پر جن مصائب کا سامنا کرنا پڑا کتب تاریخ اس کی گواہ ہیں۔

استقامت (ثابت قدمی) کا صلہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (حمٓ سجدہ: ۳۰)

''بیشک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے اور اس پر استقامت اختیار کی ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور خوشخبری دیتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور انہیں جنت کے وعدہ کی خوشخبری دیتے ہیں''

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد اس پر استقامت کا مفہوم یہ ہے کہ خواہ کیسے ہی ناسازگار حالات سے گزرنا پڑے ایک مومن کا دل ایمان باللہ سے نہ ڈولے۔ اس پر جما رہے کوئی خوف اور کوئی لالچ اسے راہِ حق سے نہ ہٹا سکے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

احب الاعمال الی اللہ ادومها وان قل (متفق علیہ)

اللہ کے ہاں اعمال میں سب سے محبوب ترین عمل وہ ہے جس میں دوام واستقامت ہو اگرچہ وہ (عمل) تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

ثابت قدم نہ رہنے پر وعید

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ○ وَ مَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ○ (الانفال ۱۵، ۱۶)

اے ایمان والو جب تم مقابلہ کرو کافروں کے لشکر جرار سے تو مت پھیرنا ان کی طرف اپنی پشتیں اور جو پھیرے گا ان کی طرف اپنی پیٹھ بجز اس صورت کے کہ پینترا بدلنے والا ہو لڑائی کے لیے یا پلٹ کر آنے والا ہو اپنی جماعت کی طرف تو وہ مستحق ہوگا اللہ کے غضب کا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت بری لوٹنے کی جگہ ہے

میدانِ جنگ سے فرار ہونے کو حضور ﷺ نے اکبرالکبائر (بڑے گناہوں سے بھی بڑا گناہ) فرمایا ہے۔ لیکن یہ گناہِ کبیرہ اس وقت ہے جبکہ دشمنوں کی تعداد دوگنا سے زیادہ نہ ہو۔ اگر اس سے بھی زیادہ ہو تو پھر ثابت قدم رہنا اور صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رکھنا ہی افضل ہے۔ جیسے جنگِ موتہ میں اہلِ اسلام کی تعداد صرف تین ہزار تھی اور ان کے مقابل میں قیصر کی فوج دولاکھ تھی اس کے باوجود اُن غلامانِ مصطفیٰ ﷺ نے پرچمِ اسلام کو سرنگوں نہ ہونے دیا اور فاتح اندلس طارق بن زیاد سترہ جانبازوں کے ساتھ شاہِ اندلس کے ستر ہزار شہسواروں سے ٹکرایا اور ان کو کچل کر رکھ دیا۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سات کاموں کو انسان کے لیے مہلک فرمایا ان میں سے ایک میدانِ جنگ سے بھاگنا بھی شمار فرمایا ہے۔

انتیسویں شاخ

مالِ غنیمت کا خمس امام یا عامل کو ادا کریں

غنیمت کی لغوی واصطلاحی تعریف

غنیمت کا لفظ لغت میں اس مال پر بولا جاتا ہے جو دشمن سے سعی وکوشش اور جدوجہد سے حاصل کیا جائے۔

الغنیمة فی اللغة مما ینالہ الرجل اوالجماعة بسعی

اور اصطلاحِ شرع میں غنیمت غیر مسلموں کے مال کو کہتے ہیں جو جنگ وجدال، قتل و قتال اور غلبہ کی بنا پر حاصل کیا جائے (Spoils of war) لیکن اگر وہ صلح وصفائی، رضا مندی سے حاصل کیا جائے تو اسے جذیہ وخراج کہا جاتا ہے۔

اممِ سابقہ اور امتِ محمدیہ ﷺ کا فرق

مسلمان جہاد وقتال کے ذریعے جو مالِ غنیمت حاصل کرتے ہیں اس سے استفادے کے متعلق دیگر انبیاء علیہم السلام سابقین کی امتوں اور نبی اکرم ﷺ کی امت میں فرق ہے۔ اللہ کے حکم وارشاد کے مطابق دیگر انبیاء علیہم السلام اور ان کی امم کو مالِ غنیمت سے متمتع ہونے کی اجازت نہ تھی بلکہ انہیں اس مال کو اکٹھا کر کے کسی کھلے میدان میں رکھنے کا حکم تھا۔ مشیتِ ایزدی کے مطابق آسمان سے بجلی گرتی جو اس مال کو جلا دیتی تھی اور یہی جہاد کی قبولیت کی نشانی اور علامت سمجھی جاتی تھی۔

قربان جایئے نبی اکرم ﷺ کی ارفع واعلیٰ شانوں پر کہ جب آپ ﷺ کی باری آئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے توسل سے آپ ﷺ کی امت پر مالِ غنیمت کو حلال قرار دیا اور حلال بھی ایسا کہ اس کو اطیب الاموال کہا جاتا ہے یعنی سب سے زیادہ پاک مال۔

امم سابقہ کے لیے مالِ غنیمت حلال نہ ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ ان میں بعض امم ایسی تھیں کہ انہیں جہاد کا حکم ہی نہیں دیا گیا لہٰذا ان کے لیے مالِ غنیمت ہو ہی نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ضعف و کمزوری کو جانتے ہوئے ہم پر تخفیف کر دی اور مالِ غنیمت کو ہمارے لیے حلال کر دیا اور ارشاد فرمایا:

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا (الانفال: ٦٩)

سو کھاؤ جو تم نے غنیمت حاصل کی ہے حلال (اور) پاکیزہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی شخص (نبی) کو عطا نہیں کی گئیں واحلت لی الغنائم ولم تحل لاحد من قبلی یعنی میرے لیے مالِ غنیمت کو حلال کر دیا گیا اور مجھ سے پہلے کسی شخص کے لیے وہ حلال نہیں تھا۔

مالِ غنیمت کے بارے میں ہدایت

قرآن مجید نے مومنین کی ہدایت کے لیے انہیں مالِ غنیمت حاصل کر کے تقسیم کا اصول بھی دیا ارشاد فرمایا:

وَ اعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ (الانفال: ٤١)

اور جان لو کہ جو کوئی چیز تم غنیمت میں حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے، رسول کے لیے، رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔

غنیمت کا سارا مال ایک ہی جگہ اکٹھا کیا جائے گا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چیز غنیمت میں ملے اسے امامِ وقت کی خدمت میں پیش کرو خواہ وہ سوئی دھاگہ ہو یا اس سے چھوٹی کوئی چیز ہو یا بڑی اور غنیمت میں خیانت نہ کرو کیونکہ یہ دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب کا باعث ہے۔ پھر امیرِ لشکر کل مالِ غنیمت کے پانچ حصے کر کے چار حصے مجاہدین میں تقسیم کرے گا۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی چار حصے مجاہدین اور غازیوں میں تقسیم کیے تھے۔ غلام، عورت، بچے اور ذمی کو مالِ غنیمت سے پورا حصہ نہ دیا جائے البتہ ان کو تھوڑا سا

حصہ دیا جائے گا۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ عورتوں، بچوں اور غلاموں کے لیے مالِ غنیمت کا حصہ نہیں نکالتے تھے ان کو تھوڑا سا مال دے دیتے تھے۔

مذکورہ بالا آیت میں خمس کے مصارف کی وضاحت کی گئی ہے بعض علماء کا خیال ہے کہ (آیت میں)

۱۔ اللہ تعالیٰ کا نام بطورِ برکت لیا گیا ہے اس لیے اللہ و رسول ﷺ کا ایک حصہ ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ الگ مصرف ہے اور اس حصہ کا مال کعبہ شریف پر خرچ کیا جائے گا۔

۲۔ دوسرا حصہ رسول اللہ ﷺ کا ہے آپ اسے اپنی ذاتی ضروریات اور اہل و عیال پر خرچ کرتے۔

۳۔ ذی القربیٰ سے آپ ﷺ کے قریبی رشتہ دار مراد ہیں یعنی بنی ہاشم کیونکہ ان پر صدقہ و زکوٰۃ حرام ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے رشتہ داروں کا حصہ قیامت تک جاری رہے گا اور ان کے امیر و غریب مرد و عورت سب کو ملے گا امامِ وقت حسب ضرورت کمی و بیشی کر سکتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اہلِ بیتِ اطہار کو دوسروں سے زیادہ حصہ دیا کرتے تھے اور ان میں اگر کوئی زیادہ ضرورت مند ہوتا مثلاً مقروض یا شادی کرنے والا تو اس کی زیادہ امداد فرماتے تھے۔

۴۔ یتامیٰ، ۵۔ مساکین ۶۔ اور مسافر بھی مالِ غنیمت کے خمس کے مصرف ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا حصہ بعد از وصال

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے حصے کو مستقل مانتے ہیں آپ ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کے حصے کے بارے میں دو قول ہیں۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا حصہ آپ ﷺ کے خلیفہ کو ملے گا کیونکہ آپ ﷺ کو یہ حصہ بحیثیت امام اور حاکم کے ملا کرتا تھا۔ بحیثیت رسول اللہ ﷺ کے نہیں جمہور علماء کا یہ قول ہے کہ حصہ آپ کا بیت المال میں داخل ہوگا تاکہ اسے حضور ﷺ کے مشن کی تکمیل کے لیے صرف کیا

جائے۔علماء شافعیہ میں سے اکثر کی یہی رائے ہے۔

خمسِ ذوی القربیٰ

اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ فقراء ذوی القربی کا حق خمس غنیمت میں دوسرے مصارف یتیم، مسکین، مسافر سے مقدم ہے۔

چاروں خلفائے راشدین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خمسِ غنیمت کو صرف تین قسموں میں تقسیم فرمایا ہے یتیم، مسکین، فقیر

ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ فقراء اور ذوی القربی کو خمسِ غنیمت سے دیا کرتے تھے اور ظاہر ہے یہ تخصیص عمر فاروق صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی نہیں ہوگی دوسرے خلفاء کا بھی یہی عمل ہوگا۔

حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ مجاہدین جب مالِ غنیمت تقسیم کرتے تو وہ ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر شمار کرتے تھے۔ (موطا امام مالک)

امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر مسلمان دشمن کی زمین میں داخل ہوں اور کھانے کی چیزیں پائیں تو تقسیم ہونے سے پہلے ان میں سے کھا سکتے ہیں۔

تیسویں شاخ

قربِ الٰہی کے حصول کے لیے آزاد کرنا

عتق کا لغوی و اصطلاحی معنٰی

عتق کا لغوی معنٰی:

امام بغوی سیّد محمد مرتضٰی زبیدی نے ''تاج العروس'' میں عتق کے بیشمار معنٰی بتائے ہیں۔شرف،کرم،جمال،حریت وغیرہ۔

جیسے کہا جاتا ہے عتق العبد فلان فلاں شخص نے غلام آزاد کر دیا۔

(خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دو لقب ہیں (۱) صدیق (۲) عتیق

عتیق کے عام طور پر دو بڑے مشہور معنی ہیں: ا۔حسین وجمیل ۲۔آزاد

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ

قیل له عتیق لحسن وجهه وجماله

یعنی آپ کو نہایت خوبصورت اور حسین وجمیل ہونے کی وجہ سے عتیق کہا جاتا ہے۔

دوسرے معنٰی (آزاد) کے اعتبار سے آپ کو عتیق اس لیے کہا گیا کہ زبانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو آتشِ دوزخ سے آزاد قرار دیا تھا۔

نظر الیه رسول الله فقال هذا عتیق من النار

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر فرمایا تھا کہ یہ (جہنم کی) آگ سے آزاد کر دیا گیا ہے (آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جنہیں دنیا میں جنت کی بشارت دی گئی تھی)

اصطلاحی معنیٰ

کسی شخص میں ایسی قوتِ حکمیہ نافذ کرنا جس کی وجہ سے وہ اپنی اور کسی اور کی ملکیت کا اہل ہو۔ اور اپنے نفس کا اور غیر کا ولی ہو سکے۔ شہادت دے سکے، دوسری چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو اور اپنے نفس سے غیر کے تصرف کو دور کر سکے۔

عبد (غلام) کی تعریف

غلام وہ شخص ہوتا ہے جو غیر کا مملوک ہو اس میں مالکیت، ولایت اور شہادت کی اہلیت نہیں ہوتی وہ کسی چیز میں تصرف کرنے کا مجاز نہیں ہوتا حتیٰ کہ اپنے نفس میں بھی نہیں اور غیر کے نفس میں بھی نہیں۔

اسبابِ غلامی:

غلامی کے پانچ اسباب ہیں:

(۱) کسی شخص کا نسلاً غلام ہونا۔ (۲) غلام یا باندی کسی سے خرید لینا۔ (۳) میدانِ جہاد میں شکست کے بعد کفار کے مرد مسلمانوں کے غلام اور عورتیں باندیاں (۴) ہبہ کرنا (۵) ان کی وراثت

غلامی کا خاتمہ اور ترغیب اسلام

اسلام کے مخالفین نے جہاں مسلمانوں پر طرح طرح کے بے بنیاد اعتراضات کیے ہیں وہاں ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ اسلام نے انسان کو انسان کا غلام اور لونڈی بنانے کو جائز قرار دیا ہے جس شخص نے اسلام کا سطحی مطالعہ کیا ہے وہ بھی ایسی نازیبا حرکت نہیں کرتا لیکن ان مستشرکین نے لوگوں کو اسلام کی حقانیت سے برگشتہ کرنے کی پوری کوشش کی مگر ہر مرحلے پر ناکام و نامراد رہے

ظہورِ اسلام سے قبل انسانیت کے ساتھ جو ظالمانہ اور بہیمانہ سلوک کیا جاتا تھا اسلام نے نہ صرف اس کی مزمت کی ہے بلکہ اس ظالمانہ روش کا رخ تبدیل کر کے رکھ دیا اور اس کی بنیادوں میں اخوت و محبت اور ہمدردی و مروت کا بیج بو دیا یہ بیج جب بڑا ہوا تو چشمِ فلک

نے مؤاخاتِ مدینہ کی صورت میں اس کا نظارہ بھی کر لیا زمانہ جاہلیت کا وہ گندا نظام جس میں عام انسانوں کو کوئی پکڑ کر بیچ ڈالتا اور خریدنے والا اس کو غلام بنا لیتا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ اس کی واضح مثال ہے اسی طرح جنگ میں گرفتار ہونے والے قیدیوں کو غلام اور باندیاں بنانے کے سوا اور کوئی صورت نہ تھی۔ انسانیت پر اس ظلم کے خلاف سب سے پہلے اسلام نے اصول وقانون بنایا اور آزاد انسان کی بیع وشراء کو حرام قرار دیا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن میں تین شخصوں سے جھگڑا کروں گا ایک وہ شخص جس نے میرے نام سے عہد کر کے عہد شکنی کی۔ دوسرا وہ شخص جس نے کسی آزاد انسان کو بیچ کر اس کی قیمت کھالی اور تیسرا وہ شخص جس نے کسی مزدور کو مزدوری کرانے کے بعد اسے اجرت نہ دی اسی طرح جنگی قیدیوں کو پہلے صرف غلام بنایا جاتا تھا اسلام کی عظمت کا اندازہ لگایئے اس نے تین اور صورتیں بیان کر دیں۔

۱۔ جنگی قیدیوں سے جذیہ لے کر ان کو آزاد کر دیا جائے۔

۲۔ مسلمان قیدیوں کے بدلے انہیں رہا کر دیا جائے۔

۳۔ ان پر احسان کر کے انہیں بلا معاوضہ چھوڑ دیا جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ مبارکہ سے قبل غلامی کا دور دورا تھا۔ غلاموں کی کثرت کو اپنا فخر اور چودھراہٹ کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ اسلام نے نام نہاد فخر ومباہات کے پیمانے بدلے۔ تذلیلِ انسانیت کی مختلف مروجہ تدبیروں کو ختم کرنے کے لیے دورِ غلامی کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے اور غلاموں کو آزادانہ زندگی بسر کروانے کے لیے مختلف طریقے متعارف کروائے۔ انسانوں سے سرزد ہونے والے گناہوں کا کفارہ غلام کو آزاد کرنا ٹھہرایا۔ جیسے کفارہ قتل، کفارہ ظہار، کفارہ قسم، اور روزے کی حالت میں بیوی کو چھونا۔ ان تمام صورتوں میں غلام کو آزاد کرنے کی ترغیب دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ○ فَكُّ رَقَبَةٍ ○ اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ○ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ○ اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ○ (البلد: ۱۲ تا ۱۶)

اور تمہیں کیا خبر کہ دین کی دشوار گزار راہوں پر چلنے کا کیا طریقہ ہے؟ (وہ طریقہ) غلام کو

آزاد کرنا ہے قحط کے ایام میں بھوکوں کو کھانا کھلانا ہے۔ یا کسی رشتہ دار یتیم کو کھلانا ہے۔ یا کسی خاک نشین مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔

سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ نے نیکی کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ السَّآئِلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَ الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (البقرہ: ۱۷۷)

نیکی صرف یہی نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو بلکہ نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص ایمان لائے اللہ پر، روزِ قیامت پر، فرشتوں پر، کتاب پر، انبیاء پر اور دے اپنا مال اللہ کی محبت میں رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں کو اور مسافروں اور مانگنے والوں کو اور (خرچ کرے) غلام آزاد کرنے میں اور صحیح صحیح ادا کیا کرے نماز اور دیا کرے زکوٰۃ اور جو اپنے وعدوں کو پورا کرنے والے ہیں جب کسی سے وعدہ کرتے ہیں تو اور جو مصیبت میں صبر کرتے ہیں اور سختی میں اور جہاد کے وقت یہی لوگ راست باز ہیں اور یہی لوگ حقیقی پرہیزگار ہیں۔

اللہ نے مصارفِ زکوٰۃ میں بھی غلاموں کی آزادی کا ذکر فرمایا:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ (التوبہ: ٦٠)

زکوٰۃ تو صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو فقیر، مسکین اور زکوٰۃ کے کام پر جانے والے ہیں اور جن کی دلداری مقصود ہو۔ نیز گردنوں کو آزاد کرانے اور مقروضوں کے لیے اور اللہ کی راہ میں مسافروں کے لیے۔

رقبہ کی جمع رقاب ہے۔ اس کا معنی گردن۔ عرف عام میں اس شخص کو رقبہ کہا جاتا ہے جس کی گردن دوسرے کی غلامی میں مقید ہو۔

جمہور فقہاء و محدثین کی رائے یہ ہے کہ اس غلام سے مراد ''مکاتب'' ہیں گویا زکوۃ کا مال تین قسم کے غلاموں کی آزادی میں صرف کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ مکاتب کی مدد کی جائے۔ مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جس کا اپنے آقا سے معاہدہ ہوا ہو کہ وہ اپنے آقا کو متعینہ رقم دے کر آزاد ہو جائے گا

۲۔ کوئی شخص زکوۃ کے مال سے لونڈی، غلام خرید کر انہیں آزاد کر دے

۳۔ مسلمان جنگی قیدیوں کا فدیہ دے کر دشمن سے رہائی دلائی جائے

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعمال میں سب سے اچھا و افضل عمل کونسا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا افضل ہے۔ پھر میں نے عرض کی کہ کس قسم کے غلاموں کا آزاد کرنا افضل ہے؟ فرمایا ان غلاموں کا جو بیش قیمت ہوں اور اپنے مالک کو بہت زیادہ مرغوب ہوں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں یہ نہ کر سکوں فرمایا تو کسی کام کرنے والے کی مدد کر یا کسی بے ہنر کا کچھ کام کر دے۔ میں نے عرض کی اگر یہ بھی نہ کر سکوں تو فرمایا تم لوگوں کی ضرر رسانی چھوڑ دو یہ بھی صدقہ ہے جسے تم اپنی جان پر تصدق کرو (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر عضو کے بدلے میں آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو آگ سے آزاد کرے گا (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بیٹا اپنے باپ کا حق ادا نہیں کر سکتا سوائے اس کے کہ وہ اپنے باپ کو کسی کا غلام دیکھے تو پھر اس کو خرید کر آزاد کرے (مسلم)

مسلمانوں کے آزاد کردہ غلاموں کی ایک جھلک

اسلام نے دورِ غلامی کو ختم کرنے کے لیے جا بجا مسلمانوں کو غلام آزاد کرنے کا حکم دیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تریسٹھ غلام آزاد کیے۔

آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلاموں اور لونڈیوں کے اسماء امام عبدالرحمٰن بن جوزی کی کتاب ''الوفا'' صفحہ ۶۲۲ پر موجود ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انہتر غلام آزاد کیے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ستر غلام آزاد کیے۔

حضرت حکیم بن حذام رضی اللہ عنہ نے سو غلام آزاد کیے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار غلام آزاد کیے۔

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے تین ہزار غلام آزاد کیے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے صرف دوران محاصرہ بیس غلام آزاد کیے۔

اسی طرح بعد کے مسلمانوں نے بھی نجات اور اخروی ثواب کے شوق میں بیشمار غلام آزاد کیے تاکہ غلامی کا خاتمہ ہو جائے اور اللہ کا قرب اور نجات نصیب ہو جائے۔

خاص بات

عبد (غلام) کی اقسام

عبد (غلام) کی تین قسمیں ہیں (۱) عبدِ رقیق (۲) عبدِ آبق (۳) عبدِ ماذون

(عبدِ رقیق سے مراد وہ غلام جو پوری طرح اپنے مالک کے قبضہ اور اس کی ملک میں ہو)

(عبدِ آبق اپنے مالک سے بھاگے ہوئے غلام کو کہتے ہیں)

(عبدِ ماذون وہ غلام جو مالک کی ملک اور اس کے قبضہ میں ہو اس کی قابلیت و صلاحیت استعداد اور خوبی کی وجہ سے اس کے مالک نے اسے اپنے کاروبار کا اختیار دیا ہو اور اسے اس بات کا اذن دیا ہو کہ وہ اس کے کاروبار میں جائز و ممکن تصرف کرے۔ اس لیے غلام کا بیچنا، خریدنا، مالک کا بیچنا و خریدنا ہے۔

عام مؤمنین عاصی ہوں یا مطیع و فرمانبردار سب اللہ کے بمنزل عبدِ رقیق کے ہیں۔

کفار، مشرکین و منافقین بمنزل عبدِ آبق کے ہیں۔

انبیاء، اولیاء محبوبین، مقربین بمنزلہ عبدِ ماذون کے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے قرب کے مطابق ماذونیت کا شرف عطا فرماتا ہے۔

اکیسویں شاخ

کفارات کی ادائیگی واجب ہے

کتاب وسنت میں چار کفارات کا ذکر ہے کفارے کی ادائیگی واجب ہے۔ وہ چار کفارات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) کفارۂ یمین (قسم) (۲) کفارۂ قتل (۳) کفارۂ ظہار (۴) کفارۂ صوم (روزہ)

کفارہ یمین (قسم) کا بیان

یمین کا لغوی واصطلاحی معنی

یمین کا لغوی معنیٰ

یمین کا لغوی معنیٰ برکت، قدرت اور قوت ہے

لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ (الحاقه: ٤٥)

ہم ان کو پوری قوت سے ضرور پکڑ لیتے۔

یمین کا معنی دایاں ہاتھ بھی ہے اور قسم کو بھی یمین کہتے ہیں۔ اہلِ عرب اپنا دایاں ہاتھ ملا کر حلف اٹھاتے تھے اس اعتبار سے بھی اس کو یمین کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف

یمین وہ قوی عقد ہے جس کے ساتھ قسم کھانے والا کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا عزم کرتا ہے۔

یمین کی اقسام

یمین کی تین اقسام ہیں۔

(۱)۔یمینِ غموس (۲)۔یمینِ لغو (۳)۔یمینِ منعقدہ

پہلی قسم (یمینِ غموس) جان بوجھ کر عمداً واقعہ کے خلاف قسم اٹھانا۔یمینِ غموس ہے۔
یمینِ غموس گناہِ کبیرہ ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شریک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، قتل کرنا، اور یمینِ غموس گناہِ کبیرہ ہیں۔

دوسری قسم (یمینِ لغو) کوئی شخص ماضی یا حال کے کسی کام پر اپنے گمان میں سچی قسم کھائے لیکن درحقیقت وہ جھوٹی قسم ہو تو یہ یمینِ لغو ہے۔اس کو لغو اس لیے کہتے ہیں کہ اس کا کوئی ثمرہ مرتب نہیں ہوتا۔اس پر نہ کوئی گناہ ہے اور نہ کفارہ۔

تیسری قسم (یمینِ منعقدہ) آئندہ زمانے میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائے تو وہ یمینِ منعقدہ ہے۔اس قسم کو توڑنے پر کفارہ واجب ہوتا ہے اور اس کی بعض صورتوں میں گناہ بھی لازم آتا ہے۔

قسم کو پورا کرنا اس وقت ضروری ہے جب کسی معصیت و گناہ پر قسم کھائی ہو۔اگر کسی گناہ اور معصیت پر قسم کھائی ہے (کہ خدا کی قسم میں کل شراب ضرور پیوں گا وغیرہ) تو ایسی صورت میں لازم ہے کہ معصیت نہ کرے۔قسم توڑ کر صرف کفارہ ادا کرے۔

قسم کے متعلق ہدایات

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (البقرہ: ۲۲٤)

اللہ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بنالو۔نیکی اور پرہیزگاری اور لوگوں میں صلح کرانے کی قسم کھا لو اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ (آلِ عمران: ۷۷)

بیشک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے قلیل دام لیتے ہیں ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم کو باپ کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے جو قسم کھائے تو اللہ کی کھائے ورنہ چپ رہے۔ (بخاری)

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بتوں اور اپنے باپ دادا کی قسم نہ کھاؤ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جھوٹی قسم سے سودا فروخت ہو جاتا ہے اور برکت مٹ جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قسم کھائے اور انشاءاللہ کہہ لے تو حانث نہ ہوگا (ترمذی)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم جو شخص اپنے اہل کے بارے میں قسم کھائے اور اس پر قائم رہے تو اللہ کے نزدیک زیادہ گناہ گار ہے بہ نسبت اس کے کہ قسم توڑ کر کفارہ دے دے (بخاری)

کفارہ قسم کا بیان

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ (البقرہ: ۲۲۵)

اللہ ایسی قسموں سے مؤاخذہ نہیں کرتا جو غلط فہمی سے ہو جائیں ہاں ان پر گرفت کرتا ہے جو تمہارے دلوں نے کام کیے ہیں۔

قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ وَاللّٰهُ مَوْلٰكُمْ (التحریم: ۲)

بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسموں کا کفارہ مقرر کر رکھا ہے اللہ ہی تمہارا مددگار ہے۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَ احْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ (المائدہ: ۸۹)

اللہ تعالیٰ تمہاری غلط فہمیوں کی قسموں پر تم سے مواخذہ نہیں کرتا ہاں ان قسموں پر گرفت

کرتا ہے جنہیں تم نے مضبوط کیا۔ تو ایسی قسموں کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا دینا ہے۔ اپنے گھر والوں کو جو کھلاتے ہیں اس کے اوسط میں سے یا انہیں کپڑا دینا، یا ایک غلام آزاد کرنا اور جوان میں سے کسی بات پر قدرت نہ رکھتا ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے۔ جب بھی قسم کھاؤ تو اس کی حفاظت کرو۔

یعنی تین کاموں میں سے کوئی ایک کام اپنے اختیار اور مرضی سے کرلیا جائے۔

اوّل یہ کہ دس مسکینوں کو دو وقت (صبح و شام) کا کھانا کھلایا جائے۔

دوم یا یہ کہ دس مسکینوں کو لباس پہنایا جائے جس سے ستر پوشی ہو سکے۔

سوم یا غلام آزاد کرے (اگر اپنا ہے تو ٹھیک وگرنہ خرید کر آزاد کردے)

اگر قسم توڑنے والا مالی کفارہ ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو اس کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ تین مسلسل روزے رکھے۔

روزہ صرف وہی حانث (قسم توڑنے والا) رکھ سکتا ہے جو مذکورہ بالا تینوں کام نہ کرسکتا ہو۔

کفارہ طعام میں یا تو دس مسکینوں کو صبح و شام کھانا کھلایا جائے۔ یا ایک مسکین کو دس دن صبح و شام کھانا کھلایا جائے۔ یا دس مسکینوں کو بیک وقت یا ایک مسکین کو دس دن میں دس مسکینوں کے کھانے کی قیمت دے دی جائے لیکن اگر ایک مسکین کو ایک دن میں دس مسکینوں کے کھانے کی قیمت دے دی تو وہ صحیح نہیں ہوگا۔

ایک مسکین کے کھانے کی قیمت کا معیار نصف صاع گندم یعنی سوا دو کلو گندم ہے۔

کفارہ قتل

اسلام صلح و آشتی اور امن و امان والا دین ہے۔ جس نے انسانیت کو احسن زندگی گزارنے کا مکمل CONSTITUTION دیا ہے۔ پیدائش سے لے کر موت تک ہر ہر STAGE پر تکمیل شخصیت کے لیے زریں اصول فراہم کیے۔ جس نے ہماری زندگی کو سہل بنا دیا۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

سباب المسلم فسوق وقتاله كفر

مسلمان کو گالی دینا فسق و فجور ہے اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔

ایک مسلمان کے ایمان کا تقاضا بھی یہی ہے کہ وہ مسلمان بھائی کو قتل تو درکنار اسے گالی بھی نہ دے۔ اگر ہم آج بھی اس حدیث پر عمل کرلیں تو یہ دنیا جنت کا نمونہ پیش کرسکتی ہے۔ ہزاروں بے گناہ جانیں بچ سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں انسان کا یہ مقام ومرتبہ ہے جس کو نبی اکرم ﷺ نے یوں بیان فرمایا:

قتل المومن اعظم عند الله من زوال الدنيا

پوری دنیا مٹ جائے فنا ہوجائے اس کے ختم ہونے سے زیادہ شدید ہے اللہ کے ہاں بے گناہ مومن کا قتل ہونا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا ۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا

(المائدہ: ۳۲)

جس نے کسی انسان کو قتل کیا بغیر قصاص کے زمین میں فساد پھیلانے کے لیے تو اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کیا۔

کفارہ قتل کا قرآنی فیصلہ

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّ دِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ؕ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ؕ وَ اِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖ وَ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ؗ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (النساء: ۹۲)

اور نہیں (جائز) کسی مومن کے لیے کہ قتل کرے کسی مومن کو مگر غلطی سے اور جس نے قتل کیا کسی مومن کو غلطی سے تو (اس کی سزا یہ ہے کہ) آزاد کرے مسلمان غلام اور خون بہا ادا کرے مقتول کے گھر والوں کو مگر یہ کہ وہ خود ہی (خون بہا) معاف کردیں۔ پھر اگر وہ (مقتول) اس قوم سے جو دشمن ہے تمہاری لیکن وہ (مقتول) خود مومن ہو تو قاتل آزاد کرے ایک مسلمان غلام اور اگر مقتول اس قوم سے ہو کہ ہو چکا ہے تمہارے اور اس کے

درمیان معاہدہ تو (قاتل) خون بہا دے دے اس کے گھر والوں کو اور آزاد کردے ایک مسلمان غلام تو جو شخص غلام نہ پا سکے تو وہ دو ماہ کے لگاتار روزے رکھے تو یہ اللہ کی طرف سے (یہی مقدر ہے) اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قتل کی تین صورتیں اور اس کے احکام کا ذکر فرمایا ہے پہلی صورت یہ ہے کہ اگر قتلِ خطا سے مرنے والا مسلمان ہے تو قاتل ایک مومن غلام آزاد کرے۔ اور مقتول کے ورثاء کو دیت دے۔ اور دیت کی مقدار حضور اکرم ﷺ کے ارشاد گرامی کے مطابق سو اونٹ ہے۔ اگر سو اونٹ ادا نہیں کر سکتا تو سو اونٹوں کی قیمت کے برابر نقد رقم ادا کردے۔

قتلِ خطا کی دوسری صورت یہ ہے کہ مقتول ہو تو مسلمان لیکن اس کی بود و باش کفار میں ہو اس صورت میں صرف ایک مسلمان غلام آزاد کرے۔ اس پر دیت لازم نہ ہوگی کیونکہ اس کے وارث کافر ہیں۔

تیسری صورت یہ ہے کہ اگر مقتول اس قوم کا فرد ہو جس کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر ایسی صورت میں قاتل مسلمان غلام آزاد کرے اور مقتول کے ورثاء کو دیت ادا کرے۔

اگر کوئی شخص غریب ہو اور غلام خریدنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو یا غلام دستیاب نہ ہو سکتے ہوں تو پھر دو ماہ کے لگاتار روزے رکھے۔

نوٹ: اگر اس نے عذرِ شرعی مثلاً حیض یا بیماری کے علاوہ ان دو ماہ کے روزوں میں کوئی ناغہ کیا تو پھر از سرِ نو شروع کرنے ہوں گے۔

کفارۂ ظہار، ظہار کے معنی

اگر کوئی خاوند اپنی بیوی یا اس کے کسی جز و یا ایسے جزو کو جو کل سے تعبیر کیا جاتا ہے ایسی عورت سے تشبیہ دے جو اس پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہے یا اس کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دے جس کی طرف دیکھنا حرام ہو مثلاً شوہر بیوی سے کہے کہ تو مجھ پر میری والدہ کی مثل ہے یا تیرا سر یا تیری گردن یا تیرا نصف میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے۔

ظہار کی شرائط

(۱) اسلام (۲) عقل (۳) بلوغ

ظہورِ اسلام سے قبل عرب میں رواج تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہتا اَنْتَ عَلَیَّ کَظَھْرِ اُمِّیْ

تو مجھ پر اس طرح ہے جس طرح میری ماں کی پشت۔

اس کے کہنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ عورت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے۔ رجوع کا دروازہ بند ہو جاتا تھا۔ اس کو وہ اپنی اصطلاح میں ظہار کہتے تھے۔ حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی حضرت خولہ بنتِ ثعلبہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہو گئے اور غصے میں آ کر ظہار کے کلمات کہہ بیٹھے انت علی کظھر امی

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں رونے لگیں قرآن مجید کا حکم آ گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اوس رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اللہ تعالیٰ کا حکم سنایا۔

کفارۂ ظہار کا قرآنی بیان

اَلَّذِیْنَ یُظٰھِرُوْنَ مِنْکُمْ مِّنْ نِّسَآئِھِمْ مَّا ھُنَّ اُمَّھٰتِھِمْ اِنْ اُمَّھٰتُھُمْ اِلَّا الّٰٓئِیْ وَلَدْنَھُمْ وَاِنَّھُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْکَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا وَاِنَّ اللّٰہَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ○ وَالَّذِیْنَ یُظٰھِرُوْنَ مِنْ نِّسَآءِ ھِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ذٰلِکُمْ تُوْعَظُوْنَ بِہٖ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ○ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَھْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْکِیْنًا

(المجادلہ: ۲ تا ٤)

اور جو لوگ تم میں سے اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں ہیں۔ ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے۔ بیشک یہ لوگ کہتے ہیں بہت بری بات اور جھوٹ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت درگزر فرمانے والا بہت بخشنے والا ہے اور جو لوگ ظہار کر بیٹھیں اپنی عورتوں سے پھر پلٹنا چاہیں اس بات سے جو انہوں نے کہی تو (خاوند) غلام

آزاد کرے اس سے قبل کہ وہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں یہ ہے جس کا تمہیں حکم دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ آگاہ ہے جو تم کر رہے ہو پس جو غلام نہ پائے تو وہ دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے اس سے قبل کہ وہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں جو اس پر قادر نہ ہو تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس ظہار سے نکاح نہیں ٹوٹتا بلکہ کفارہ ادا کر کے بغیر نکاح کے اپنی بیوی سے مقاربت جائز ہے۔ ظہار کرنے والا سب سے پہلے غلام آزاد کرے۔ خواہ مرد ہو یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا، لیکن غلام آزاد کرنے سے پہلے بیوی کو ہاتھ نہیں لگانا۔ اسی طرح اگر وہ غلام آزاد کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا تو وہ لگاتار دو ماہ کے روزے رکھے۔ اس میں بھی وہی شرط ہے کہ ان دو ماہ میں بیوی سے جماع نہیں کرے گا۔ اگر وہ روزے رکھنے پر قادر نہیں تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

۴۔ روزے کا کفارہ

بخاری جلد اول کتاب الصوم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں حاضر تھے ایک شخص نے آکر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو برباد ہو گیا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا ہو گیا؟ اس نے عرض کی کہ میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں غلام مل سکتا ہے۔ جسے تو آزاد کرے اس نے عرض کی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو مسلسل دو مہینے کے روزے رکھ سکتا ہے؟ اس نے عرض کی نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟ اس نے عرض کی نہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی ٹھہر گیا۔ ہم اسی طرح بیٹھے ہوئے تھے کہ کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوروں سے بھرا ہوا ٹوکرا لے آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

این السائل؟ سائل کہاں ہے؟

اس نے عرض کی میں حاضر ہوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے لے لو اور خیرات کر دو۔ اس نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سے زیادہ محتاج وضرورت مند کو

خیرات دوں تو اللہ کی قسم مدینہ منورہ کے دونوں سنگستانوں کے درمیان کوئی گھر میرے گھر سے زیادہ محتاج و حاجت مند نہیں ہے۔

فضحك النبي صلى الله عليه وسلم حتى بدت انيابه ثم قال اطعمه اهلك

یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت کھل گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا اسے اپنے ہی گھر والوں کو کھلا دو۔

اس روایت میں جہاں ہمیں روزے کے کفارے کا پتہ چلا ہے کہ

۱۔ پہلے غلام آزاد کیا جائے

۲۔ یا پھر دو مہینوں کے مسلسل روزے رکھے جائیں

۳۔ یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے

وہاں ہمیں اپنے پیارے پیارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے انتہا شفقتوں اور رحمتوں کا اندازہ بھی ہو گیا اور ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات کا مشاہدہ بھی کر لیا۔

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیے ہیں در بے بہا دیے ہیں

قانونِ خداوندی یہ نہیں کہ کفارے کا مال خود ہی کھا جاؤ یہ تو خدا کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت ہے کہ کبھی منگتوں کو خالی نہیں جانے دیا ان کا تہی دامن ہمیشہ گوہرِ مراد سے بھر کر بھیجا۔

منگتے خالی ہاتھ نہ لوٹے کتنی ملی خیرات نہ پوچھو
ان کا کرم پھر ان کا کرم ہے ان کے کرم کی بات نہ پوچھو

شاید اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جو سائل بھی آئے جب بھی آئے آ کے جو بھی مانگے اسے خالی نہ جانے دینا ضرور خیرات عطا فرمانا۔

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ

بتیسویں شاخ

وعدے کو پورا کرنا عہد کی تعریف

عہد کے معنی ہیں کسی چیز کی مسلسل حفاظت اور خبر گیری کرنا اس کی مسلسل نگہداشت کرنا۔ ان بنیادی معنوں کی رو سے عہد کا استعمال پختہ وعدہ کے لیے بھی ہوتا ہے جس کی نگہداشت ضروری ہو۔ مفرداتِ راغب میں عہد کے معنی یہ بھی بتائے گئے ہیں کہ کسی سے عہد و پیاں لے کر اسے اس کے ایفاء کی تاکید کرنا۔ ذمہ داری اور امان کو بھی عہد کہتے ہیں اور وفاداری کے معنوں میں بھی آتا ہے۔

قرآن وحدیث میں ایفائے عہد کی اہمیت

عہد کی پابندی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں فرمایا ہے۔

لَا یُخۡلِفُ اللّٰہُ الۡمِیۡعَادَ (الزمر: ۲۰)

اللہ تعالیٰ وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

قرآن حکیم کی بے شمار سورتوں میں اللہ نے اپنی اس صفت کا تکرار فرمایا ہے اور اس تکرار کی دو وجوہ ہیں۔ ایک تو یہ کہ انسان بھی اپنے اندر یہ صفت پیدا کرے۔ دوسری یہ کہ انسان کے ذہن میں روزِ حساب جزا و سزا کا تصور پختہ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَوۡفُوۡا بِعَہۡدِیۡۤ اُوۡفِ بِعَہۡدِکُمۡ (البقرہ: ۴۰)

تم میرے ساتھ کیئے ہوئے وعدہ کو پورا کرو۔ میں تمہارے وعدہ کو پورا کروں گا۔

فَلَنۡ یُّخۡلِفَ اللّٰہُ عَہۡدَہٗۤ (البقرہ: ۸۰)

اللہ ہرگز اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔

مومنین کی صفت بیان فرمائی کہ

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا (البقرہ: ۱۷۷)

(مومن وہ ہیں) جو جب کسی سے وعدہ کرتے ہیں تو اسے پورا بھی کرتے ہیں۔

وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهِ وَ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا (الفتح: ۱۰)

اور جس نے ایفاء کیا اس عہد کا جو اس نے اللہ سے کیا تو (اللہ) اس کو اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔

عقد، عہد و معاہدہ کا اطلاق اس معاملے پر ہوتا ہے جس میں دو فریق نے آئندہ زمانے میں کوئی کام کرنے یا چھوڑنے کی پابندی ایک دوسرے پر ڈالی ہو۔ اور دونوں متفق ہو کر اس کے پابند ہو گئے ہوں۔ معاہدات کی تمام قسمیں اس میں شامل ہیں۔ عہد کا پورا کرنا فرض ہے اس کے خلاف کرنا غدر اور دھوکا ہے جو حرام ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا وعدہ قرض کی مانند ہے جیسے قرض کی ادائیگی واجب ہے ایسے ہی وعدہ کا پورا کرنا واجب ہے۔ بلا عذرِ شرعی اس کے خلاف کرنا گناہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی الحماد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بعثت سے پہلے میں نے حضور ﷺ سے کوئی چیز خریدی کچھ رقم باقی رہ گئی میں نے حضور ﷺ سے وعدہ کیا کہ آپ ﷺ اس جگہ کھڑے ہوں میں یہیں حاضر ہوتا ہوں میں گھر گیا تو جا کر بھول گیا تین دن (۷۲ گھنٹے) بعد مجھے یاد آیا میں وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور اکرم ﷺ اسی جگہ تشریف فرما ہیں اور میرا انتظار کر رہے ہیں حضور ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ تم نے مجھے مشقت میں ڈال دیا تین دن سے اسی جگہ تمہارا انتظار کر رہا ہوں ایسے بیسیوں واقعات آپ ﷺ کی سیرت میں ملتے ہیں جس سے ایفائے عہد کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔

جنگِ بدر کے موقع پر مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ مسلمانوں کو ایک آدمی کی اشد ضرورت تھی۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اور ابو حسیل رضی اللہ عنہ دو صحابی حضور ﷺ کی خدمت حاضر ہوئے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم مکہ سے آئے ہیں۔ راستے میں کفار نے ہم کو گرفتار کر لیا تھا۔ اور اس شرط پر رہا کیا ہے کہ ہم لڑائی میں آپ ﷺ کا ساتھ نہ دیں گے۔ لیکن یہ مجبوری کا عہد تھا۔ ہم ضرور کافروں کے خلاف لڑیں گے۔ آپ ﷺ نے

فرمایا ہرگز نہیں تم اپنا وعدہ پورا کرو اور لڑائی کے میدان سے واپس چلے جاؤ۔ ہم ہر حال میں وعدہ پورا کریں گے۔ ہم کو صرف خدا کی مدد درکار ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر خطبہ میں فرمایا کرتے تھے لَا دِیْنَ لِمَنْ لَا عَھْدَلَہٗ (مشکوٰۃ)

جس میں عہد نہیں اس میں ایمان نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خصوصیت کا دشمن بھی اعتراف کرتے تھے۔ چنانچہ قیصر نے اپنے دربار میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے جو سوالات کیے ان میں ایک سوال یہ بھی تھا کبھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعہدی بھی کی ہے؟ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو مجبوراً یہ کہنا پڑا کہ نہیں۔

عہد کی اقسام

حضرت امام محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ مفسرِ قرآن نے عہد کی تین اقسام بیان کی ہیں۔

۱۔ بندے کا اللہ کے ساتھ عہد
۲۔ بندے کا اپنے نفس کے ساتھ عہد جیسے کسی کام کی نذر ماننا
۳۔ ایک انسان کا کسی دوسرے انسان کے ساتھ کسی بات کا عہد

عہد کی ان تینوں قسموں کو پورا کرنا واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ (المائدہ: ۱)

اے ایمان والو اپنے عہد پورے کرو۔

۱۔ انسان کا اللہ سے عہد

عہد کی ان تین قسموں کی پھر دو قسمیں ہیں۔ عقلی اور شرعی اللہ تعالیٰ سے عقلی عہد وہ ہے جس کی موجب عقل ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کی عقل میں اپنی معرفت پیدا کی ہے۔ اور انسان ہدایت عقل سے اللہ کی طرف واصل ہوتا ہے۔ یا اس کائنات میں جو چیزیں اللہ کی ذات پر دلالت کرتی ہیں۔ ان میں غور و فکر کر کے اللہ کی ذات تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ اس عہد کی طرف قرآن مجید کی اس آیت میں اشارہ ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ (الاعراف: ۱۷۲)

اور آپ یاد کیجئے جب آپ کے رب نے آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور انہیں خود ان پر گواہ بنایا (فرمایا) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا کیوں نہیں؟ ہم (تیرے رب ہونے پر) گواہی دیتے ہیں (یہ اس لیے) تاکہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہم تو اس سے بے خبر تھے۔

اللہ تعالیٰ سے شرعی عہد وہ ہے جس کو شریعت واجب کرتی ہے یعنی انسان جب کلمہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرتا ہے کہ وہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرے گا۔ اور اللہ کے سوا کسی کو حاکم نہیں مانے گا۔ عبادات و معاملات میں صرف اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرے گا۔ قرآن و سنت کے تمام احکام میں اسی عہد کی تفصیل ہے اس عہد کو پورا کرنا فرض ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَ لَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ وَ كَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا (الاحزاب: ۱۵)

اور بے شک وہ اس سے پہلے اللہ سے عہد کر چکے تھے کہ (جنگ میں) پیٹھ پھیر کر نہیں بھاگیں گے۔ اور اللہ کے ساتھ کیا ہوا عہد ضرور پوچھا جائے گا۔

اَلَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ لَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۝ وَ الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ يَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ۝ وَ الَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً وَّ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۝ (الرعد: ۲۰ تا ۲۲)

اور وہ لوگ جو اللہ سے کئے ہوئے وعدے کو پورا کرتے ہیں اور پختہ وعدہ کو نہیں توڑتے اور جو لوگ جوڑتے ہیں اسے جس کے متعلق حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ نے کہ جوڑا جائے اور ڈرتے رہتے ہیں اپنے رب سے اور خائف رہتے ہیں سخت حساب سے اور جو لوگ صبر

کرتے ہیں اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اور صحیح صحیح نماز کو ادا کرتے ہیں۔ اور خرچ کرتے ہیں اس مال سے جو ہم نے ان کو دیا پوشیدہ طور پر اور اعلانیہ طور پر اور مدافعت کرتے رہتے ہیں نیکی سے برائی کی انہی لوگوں کیلئے جنت کی راحتیں ہیں۔

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ (النحل: ۹۱)

اور جب تم اللہ سے عہد کرو تو اس عہد کو پورا کرو۔

۲۔ انسان کا اپنے نفس سے عہد

انسان اپنے نفس سے جو عہد کرتا ہے یعنی کسی ایسے کام کرنے کا التزام کر لیتا ہے جس کو شریعت نے اس پر لازم نہیں کیا۔ اس کی چار قسمیں ہیں۔

۱۔ ایک قسم وہ ہے جو انسان عبادات کی نذر مانتا ہے مثلاً اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو روزہ رکھوں گا تو اس نذر کو پورا کرنا واجب ہے اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے۔

وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ (الحج: ۲۹)

اور اپنی نذروں کو پورا کرو۔

۲۔ دوسری قسم وہ ہے جو انسان کسی مباح کام کو ترک کرنے کی قسم کھاتا ہے اس عہد کو پورا کرنا بھی واجب ہوتا ہے۔ اگر قسم کھا کر توڑ دی تو اس کا کفارہ ادا کرنا لازم ہوگا۔

وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا

(النحل: ۹۱)

اور قسموں کو پکا کرنے کے بعد نہ توڑو۔ جبکہ تم اللہ کو اپنے اوپر نگہبان بنا چکے ہو۔

۳۔ تیسری قسم یہ ہے کہ کسی مستحب کام کو ختم کرنے کے قسم کھالے۔ اس قسم کو توڑنا مستحب ہے۔ مثلاً یہ قسم کھالے کہ میں دوستوں کی دعوت نہیں کروں گا۔

اس کے متعلق حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی چیز کی قسم کھائے پھر اس کے خلاف کرنے کو بہتر پائے تو وہ اس بہتر کام کو کرے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے۔

۴۔ اور چوتھی قسم یہ ہے کہ انسان کسی حرام کام کرنے کی قسم کھالے کہ میں فلاں شخص کو قتل

کروں گا اس قسم کو پورا کرنا حرام اور اس عہد کو توڑنا فرض ہے۔
اپنے نفس سے کیے ہوئے عہد کی یہ چار قسمیں شرعی بھی ہیں اور عقلی بھی۔

۳۔ایک انسان کا دوسرے انسان سے عہد

ایک انسان دوسرے انسان سے کسی کام کے کرنے کا عہد کرے تو اس عہد کا پورا کرنا لازم ہے بشرطیکہ وہ عہد کسی گناہ و معصیت کا نہ ہو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِلَّا الَّذِیْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ثُمَّ لَمْ یَنْقُصُوْكُمْ شَیْــٴًـا وَّ لَمْ یُظَاهِرُوْا عَلَیْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْۤا اِلَیْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ○

(التوبہ: ٤)

سوائے ان مشرکوں کے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا اور انہوں نے تمہارے ساتھ (عہد پورا کرنے میں) کچھ کمی نہیں کی اور تمہارے خلاف کسی کی پشت پناہی نہیں کی تو ان سے انکا عہد ان کی مدت تک پورا کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو پسند فرماتا ہے۔

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا (بنی اسرائیل: ٣٤)

اور عہد پورا کرو بے شک عہد کے متعلق پوچھا جائے گا۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ (مؤمنون: ٨)

اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرنے والے ہیں۔

عہد شکنی کی مذمت

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اوّلین و آخرین کو جمع فرمائے گا تو ہر عہد شکن کے لیے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا۔ اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی ہے (مسلم)

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر عہد شکن کی ایک علامت ہوگی جس سے وہ باقی لوگوں سے مشہور ہو جائے گا۔ اور اہلِ عرب کی یہ عادت تھی کہ وہ عہد شکن کی عہد شکنی مشہور کرنے کے لیے گلیوں اور بازاروں میں جھنڈے نصب کر دیتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا چار خصلتیں جس میں ہوں گی وہ پکا منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصلت ہوگی تو اس میں نفاق کی ایک نشانی ہوگی۔ یہاں تک کہ وہ اسے ترک کر دے۔

۱۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے

۲۔ جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے

۳۔ جب عہد کرے تو اس کو توڑ دے

۴۔ اور جب جھگڑے تو اس کو گالیاں دے

ضروری گزارش

حضرت عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضور ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے میری والدہ نے مجھے آواز دی کہ آؤ میں تمہیں کچھ دوں تو آپ ﷺ نے فرمایا تم نے کیا چیز دینے کا ارادہ فرمایا تھا؟ میری والدہ نے عرض کی میں نے اسے ایک کھجور دینے کا ارادہ کیا تھا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم اسے کچھ نہ دیتیں تو یہ بھی تمہارا ایک جھوٹ لکھا جاتا۔ (مشکوۃ)

تینتیسویں شاخ

اللہ کی نعمتوں کا ذکر اور شکر واجب ہے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (النحل: ۱۸)

اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور احسان و انعام اس کی نوازشیں اور عنائتیں کسی کے مانگنے کی منتظر نہیں کہ کب سائل دستِ طلب دراز کرے اور میں عطاؤں کی برسات کروں بلکہ اللہ تو وہ ذات ہے جو بن مانگے دیتی ہے۔ اپنے پرائے سب کو دیتی ہے۔ وہ تو اتنا رحیم و کریم ہے کہ جتنا مانگو اس سے بھی زیادہ دیتا ہے۔ کائنات کا کوئی انسان ایسا نہیں جو آکسیجن کے بغیر زندہ رہ سکے لیکن آج تک کسی انسان نے اس سے آکسیجن کی فراہمی اور دستیابی کی دعا مانگی ہے؟ لیکن پھر بھی وہ ہمیں جسم کی Growth اور نمو کے لیے آکسیجن فراہم کر رہا ہے۔ ہم چاند، سورج، ستارے، پہاڑ، اجرامِ فلکی اور دیگر چیزیں جو اس نے انسان کے لیے بنائی ہیں ہم میں سے کسی نے اس سے اس کی تخلیق کی دعائیں مانگی تھیں؟ اور پھر سب سے بڑھ کر تو یہ کہ انسان نے اپنی تخلیق کے لیے بھی تو اللہ سے دعا نہیں مانگی ہوئی لیکن پھر بھی اس نے انسان کو بنایا اور اس فنکار نے اسکو اپنی تخلیق کا شاہکار بنایا وَلَقَدْ كَرَّمْنَا کا تاج پہنایا۔ فِي الْاَرْضِ خلیفہ کہہ کر خلافت و نیابت کا سہرا سجایا بھلا اتنی عظمت و تمکنت کی اس سے کسی نے دعا و التجا کی تھی؟ اپنی آنکھوں، ناک، ہاتھ، پیر، زبان، دل، دماغ، منہ کیا یہ لازوال و لاثانی نعمتیں اس نے ہمیں مانگنے پر دی ہیں یا بن مانگے؟ یقیناً بن مانگے دی ہیں خالق کے احسانات اور انعامات اتنے کثیر ہیں کہ ساری مخلوق اکٹھی ہو کر بھی گننا چاہے تو نہیں گن سکتی۔ کیونکہ

ہند سے اس کی نعمتوں کے احاطے سے قاصر ہیں۔ زبانیں عاجز ہیں، زندگیاں مختصر ہیں۔

زندگیاں ختم ہوئیں اور قلم ٹوٹ گئے
تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

اپنی نوازشات وعنایات کے در بے بہا لٹانے کے بعد اس نے ہم سے کوئی مطالبہ کیا ہے تو فقط یہ کہ

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۝

(الاحزاب: ۴۱،۴۲)

اے ایمان والو یاد کیا کرو اللہ تعالیٰ کو کثرت سے اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کیا کرو۔ ذکر کا حکم بھی ہمارے فائدے کے لیے دیا ہے وہ تو ہمارے ذکر کا ذرا بھی محتاج نہیں۔

ذکر کا معنی ومفہوم

عربی لغت میں ذکر کے مندرجہ ذیل معانی آئے ہیں۔

یاد کرنا، ذہن میں کسی چیز کو دھرانا، بار بار یاد کرنا، بھولی ہوئی چیز کو یاد کرنا وغیرہ۔ قرآن مجید میں یہ لفظ نصیحت، یاد دہانی، اللہ کی یاد وغیرہ کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر کا مقصد یہی ہے کہ انسان ذکرِ الٰہی کے ذریعے اپنے تعلقِ بندگی کو مضبوط بنائے۔ اس کی اتباع واطاعت کا جذبہ پیدا کرے۔ اس کے احکامات کی تعمیل کرے۔ اس کی عطا کردہ بے حد وحساب نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرے۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ذکرِ الٰہی صرف تسبیح وتہلیل اور زبانی اللہ ہو پر ہی منحصر نہیں بلکہ ہر عمل جو اللہ کی اطاعت میں کیا جائے وہ بھی ذکرِ اللہ میں داخل ہے بشرطیکہ اطاعت کی ہو۔

قرآن وحدیث میں ذکرِ الٰہی کی تلقین

وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ (الاعراف: ۲۰۵)

اپنے رب کا صبح وشام ذکر کرو اپنے دل میں عاجزی اور خوف کے ساتھ اور آہستگی کے

ساتھ زبان سے اورغفلت کرنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ۔

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ (النساء: ۱۰۳)

جب تم نماز پوری کر چکو تو کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے اور پہلوؤں کے بل لیٹتے ہوئے اللہ کا ذکر کرو۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (الضحیٰ ۱۱)

اور اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو۔

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ○ (البقرۃ: ۱۵۲)

تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا اور میرا شکر ادا کرتے رہو اور میری ناشکری نہ کرو۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ (الانفال: ۲)

مومن وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل خوف زدہ ہو جائیں۔

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ○ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ (الحج: ۳۴، ۳۵)

اور تواضع کرنے والوں کو خوشخبری سنایئے جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل کانپ جاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں۔ جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اگر وہ اپنے دل میں میرا ذکر کرے تو میں اس کا تنہائی میں ذکر کرتا ہوں۔ اگر وہ مجلس میں میرا ذکر کرے تو میں اس سے بہتر مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔ اگر وہ ایک بالشت میرے قریب ہو تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں۔ اگر وہ ایک ہاتھ میرے قریب ہو تو میں دو ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں۔ جو میری طرف چل کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور جو ذکر نہیں کرتا ان کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔ (یعنی ذکر کرنے والا زندہ اور نہ کرنے والا مردہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں ان پر کسی کی حیات کی وجہ

سے گہن لگتا ہے نہ موت کی وجہ سے تم ان میں گہن دیکھو تو اللہ کا ذکر کرو۔

آپ ﷺ نے فرمایا دو کلمے رحمان کے نزدیک محبوب ہیں۔ زبان پر ہلکے ہیں۔ میزان میں بھاری ہیں۔

سبحان اللّٰه و بحمده سبحان اللّٰه العظيم

اور جس نے سو دفعہ اس کو ایک دن میں پڑھ لیا اس کے گناہ مٹا دیے جائیں گے۔ خواہ وہ گناہ سمندر کی جھاگ جتنے ہوں۔

رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ قیامت کے نزدیک کس کا درجہ سب سے افضل ہوگا آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کا ذکر کثرت سے کرنے والوں کا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ صَدَقَةٍ اَفْضَلُ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

اللہ کے ذکر سے افضل کوئی صدقہ نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابنِ آدم جب تو میرا ذکر کرتا ہے تو میرا شکر کرتا ہے اور جب تو مجھے بھولتا ہے تو میری ناشکری کرتا ہے۔

ذکرِ الٰہی کے ثمرات

اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے اور اس کے مبارک ذکر کو حرزِ جان اور وردِ زبان بنانے کے بیشمار فوائد ہیں۔

۱۔ **اطمینانِ قلب:** دنیاوی پریشانیوں اور تفکرات سے نجات ملتی ہے۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد ۲۸)

خبردار اللہ کے ذکر سے ہی اطمینانِ قلب نصیب ہوتا ہے۔

۲۔ بارگاہ ایزدی میں مقبولیت نصیب ہوتی ہے۔

فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا (البقرہ: ۱۵۲)

تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔

۳۔ دل میں عاجزی وانکساری اور خوفِ خدا پیدا ہوتا ہے۔

اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ (الحج: ۳۵)

جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو مومنوں کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔

۴۔ ذکرِ الٰہی کامیابی اور فلاح کا ضامن ہے۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (الجمعة: ۱۰)

اللہ کو بہت زیادہ یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

۵۔ ذکرِ الٰہی سے قلب کی صفائی ہوتی ہے جبکہ گناہوں سے دل زنگ آلود ہو جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر چیز کے لیے کوئی صاف کرنے والی اور میل کچیل دور کرنے والی چیز ہوتی ہے دلوں کی صفائی کرنے والی چیز اللہ کا ذکر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کا ذکر دلوں کی شفاء ہے۔

شکر کا معنی ومفہوم

عربی زبان میں لفظ شکر بے شمار معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

جذبہ سپاس گزاری، اظہارِ احسان مندی، منعم کا ذکرِ کثیر

اصطلاحِ شرع میں شکر کا مفہوم یہ ہے کہ تھوڑی سی نیکی پر بھی پورا اجر ملے اور ہر نعمت اور انعام کی قدرشناسی کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات کا دل، زبان اور عمل سے اعتراف کیا جائے۔

قرآن مجید میں شکر کے مقابلے میں کفر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ جس کے معنی ڈھانپنا، چھپانا اور انکار کے ہیں۔ اس سے مراد قدرناشناس اور احسان فراموش ہے۔

وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ (البقرہ: ۱۵۲)

اور میرا شکر کرو کفر نہ کرو۔

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا (الدھر: ۳)

ہم نے انسان کو راہ دکھایا اب وہ شکر کرے یا کفر کرے۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ (ابراھیم: ۷)

اگر تم پہلے احسانات پر شکر ادا کرو تو میں مزید اضافہ کر دوں گا اگر تم نے ناشکری کی تو

یقیناً میرا عذاب شدید ہے۔

قرآن و حدیث میں شکر کی تاکید

اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ میں ایک اسم ''شاکر'' بھی ہے۔ اسی شکر کے اختیار کرنے کا حکم اس نے اپنے بندوں کو بھی دیا ہے کہ

تخلقوا باخلاق الله

یعنی اپنے آپ کو اخلاقِ خداوندی میں رنگ لو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلق فرمایا:

وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ

اللہ شکور اور بردبار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بار بار انسان کو ادائیگی شکر کی تاکید فرمائی تاکہ وہ حق تعالیٰ کے انعامات کا معترف ہو اور اس کا صحیح معنوں میں اطاعت گزار اور شکر گزار بندہ بن جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّ اشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (النحل: ۱۱۴)

پس کھاؤ اس سے جو رزق دیا تمہیں اللہ تعالیٰ نے جو حلال اور طیب ہے اور شکر کرو اللہ کی نعمت کا اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ (الحج: ۳۶)

اسی طرح ہم نے فرماں بردار بنا دیا ان جانوروں کو تمہارے لیے تاکہ تم (اس احسان کا) شکر یہ ادا کرو۔

اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا وَ قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ (السبا: ۱۳)

اے داؤد کے خاندان والو (ان نعمتوں پر) شکر ادا کرو اور بہت کم میرے بندوں میں جو شکر گزار ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ادھر حضرت داؤد علیہ السلام کو شکر ادا کرنے کا حکم دیا دوسری طرف نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم

ساری ساری رات جب قیام میں گزار دیتے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے مبارک پاؤں متورم ہو جاتے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں یارسول اللہ ﷺ آپ کے تمام گناہ تو اللہ نے معاف کر دیے ہیں پھر آپ ﷺ اتنی تکلیفیں کیوں اٹھاتے ہیں۔آپ ﷺ نے جواب دیا۔

اَفَلَا اَکُوْنَ لَہٗ عَبْدًا شَکُوْرًا۔

عائشہ کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

آپ ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ اللہ کی نعمتوں پر جتنا بھی شکر ادا کیا جائے وہ کم ہے۔

آپ ﷺ تو صبر و شکر کے پیکرِ اتم تھے۔ایک دفعہ فرمایا کھانا کھا کر شکر کرنے والا صابر روزہ دار کی طرح ہے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بندہ مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے اس کے ہر معاملہ اور ہر حال میں اس کے لیے خیر ہی خیر ہے۔اگر اس کو خوشی وراحت اور آرام پہنچے تو وہ اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے لیے خیر ہی خیر ہے اور اسے کوئی دکھ، رنج پہنچتا ہے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے اور یہ صبر بھی اس کے لیے سراسر خیر اور موجب برکت ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ایسے شخص کو دیکھے جو مال و دولت اور شکل و صورت میں اس سے بڑھا ہوا ہے تو اس کو چاہیے کہ کسی ایسے بندے کو دیکھے جو ان چیزوں میں سے اس سے کمتر ہو (تا کہ بجائے حرص وطمع اور شکوہ وشکایت کے صبر و شکر پیدا ہو)

چونتیسویں شاخ

زبان کی حفاظت (جھوٹ۔غیبت۔چغلی۔فحش کلامی سے)

زبان کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ زبان کی ایسی نگہبانی و پاسبانی کی جائے کہ اس سے اسلامی کی تعلیمات کے منافی کوئی کلمہ یا بات نہ نکل جائے۔ بولتے وقت حزم واحتیاط سے کام لیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ اخلاق سے گری ہوئی کوئی بات زبان سے نکل جائے۔ کیونکہ زبان کی حفاظت انسان کو بے حد مصائب وآلام سے بچاتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا۔ جب انسان صبح کرتا ہے تو اس کے اعضاء جھک کر زبان سے کہتے ہیں کہ ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ کیونکہ ہم تجھ سے متعلق ہیں۔ اگر تو سیدھی رہے گی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے۔ اور اگر تو ٹیڑھی ہوگئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔

روحانی اور معاشرتی زندگی کو بہتر بنانے کیلئے انتہائی ضروری ہے کہ انسان زبان کو اپنے ضبط میں رکھے حفظ اللسان کے بغیر ترقی درجات بھی نہیں ہوتی اور نہ ہی انسان معاشرے میں کوئی اچھا مقام پاسکتا ہے۔ بعض اوقات بے سوچے زبان سے کوئی ایسی بات نکل جاتی ہے جو معاشرے میں اس کے وقار کو تباہ کر دیتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اسے جہنم کے قریب بھی کر دیتی ہے اسی لیے نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

فِي السُّكُوْتِ سَلَامَةٌ

خاموشی اور چپ رہنے میں ہی سلامتی ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ انسان چپ کا روزہ ہی رکھ لے اور کوئی وعظ ونصیحت اور بھلائی وخیر کی بات نہ کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كُفَّ لِسَانَكَ اِلَّا عَنْ خَيْرٍ

زبان کو اچھی بات کے سوا ہر (بری بات اور بری) چیز سے روک لے۔

قرآن وحدیث میں زبان کی اہمیت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (بنی اسرائیل: ۳۶)

اور نہ پیروی کرو اس چیز کی جس کا تمہیں علم نہ ہو۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَ يَسِّرْلِيْ اَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ (طٰہٰ: ۲۵ تا ۲۸)

(حضرت موسیٰ علیہ السلام نے) کہا اے میرے پروردگار میرا سینہ کھول دے اور میرا کام (تبلیغ والا) آسان فرما دے اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ وہ لوگ اچھی طرح میری بات سمجھ سکیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے مافی الضمیر کے اظہار کے لیے اللہ تعالیٰ سے قوتِ گویائی اور قوتِ ناطقہ مانگی۔

وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ (الشعراء: ۱۳)

اور گھٹتا ہے میرا سینہ اور روانی سے نہیں چلتی میری زبان (از راہِ کرم) ہارون کی طرف وحی بھیج۔

وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ (القصص: ۳۴)

میرا بھائی ہارون مجھ سے زیادہ فصیح ہے گفتگو کرنے میں اسے میرے ساتھ میرا مددگار بنا کر بھیج۔

سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ (الاحزاب: ۱۹)

(منافق) تمہیں سخت اذیت پہنچاتے ہیں اپنی تیز زبانوں سے بڑے حریص ہیں مالِ غنیمت کے حصول میں۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ (الروم: ۲۲)

اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی تخلیق ہے اور تمہاری زبانوں اور

رنگوں کا اختلاف۔

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْلِيَصْمُتْ

(بخاری ومسلم)

جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ نیکی کی بات کہے وگرنہ خاموش رہے۔

اس مقام پر ایمان باللہ اور ایمان بالاخرۃ کو حفظ اللسان کے ساتھ لازم قرار دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ اور آخرت پر ایمان لانے والے کی زبان سے گندی بات نکل ہی نہیں سکتی۔

ایک اور مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَقُلْ بِلِسَانِكَ اِلَّا مَعْرُوْفًا

اپنی زبان سے نیکی کے سوا کچھ نہ کہہ۔

آپ ﷺ نے فرمایا جس نے زبان کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ نے اس کا پردہ رکھا۔

ایک صحابی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ میں تمہیں نہ بتاؤں کہ دین کا سرِ آغاز اور پایہ اور رفعت کیا ہے؟ میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے فرمایا دین کا سرِ آغاز اسلام اور اس کا پایہ نماز اور بلندی جہاد ہے پھر فرمایا ان سب کا قوام نہ بتاؤں میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ ﷺ تو آپ ﷺ نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا اس کو اپنے تک روکے رکھو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم اپنی زبانوں کی وجہ سے بھی پکڑے جائیں گے؟ فرمایا تیری ماں تجھے کھوئے کیا لوگوں کو آگ میں منہ کے بل ان کے حاصلات کے سوا کوئی اور چیز گرائے گی؟

ایک دفعہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا انسان جب تک اپنی زبان کو بند نہ کر سکے وہ ایمان کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم سچائی اختیار کرو کیونکہ سچائی نیکی کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ آدمی سچ بولتا رہتا ہے اور سچ بولنے کا

قصد رکھتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے پاس لکھا جاتا ہے اور جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور پھر برائی آگ کی طرف لے جاتی ہے۔ اور وہ آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کا قصد رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ کے ہاں بھی جھوٹا لکھا جاتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

لَا یَسْتَقِیْمُ اِیْمَانُ عَبْدٍ حَتّٰی یَسْتَقِیْمَ قَلْبُهٗ وَلَا یَسْتَقِیْمُ قَلْبُهٗ حَتّٰی یَسْتَقِیْمَ لِسَانُهٗ

کسی بندے کا ایمان اس وقت تک سیدھا نہیں ہو سکتا جب تک اس کا دل سیدھا نہ ہو اور کسی بندے کا دل اس وقت تک سیدھا نہیں ہو سکتا جب تک اس کی زبان سیدھی نہ ہو۔

اچھی بات کرنے والوں کے لیے خوشخبری

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جنت میں بالا خانے ہوں گے جن کے بیرونی حصے اندر سے اور اندر کے حصے باہر سے نظر آتے ہیں۔ ایک اعرابی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ کس کے لیے ہوں گے آپ ﷺ نے فرمایا جو اچھی گفتگو کرے گا۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

مَنْ یَّضْمَنُ لِیْ مَا بَیْنَ لِحْیَیْهِ وَمَا بَیْنَ رِجْلَیْهِ اَضْمَنُ لَهُ الْجَنَّةَ

جو شخص مجھے اپنے دو جبڑوں کے درمیان (زبان) اور جو دو پاؤں کے درمیان (شرمگاہ) ہے کی ضمانت دے دے تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

مَنْ صَمَتَ نَجَا جو خاموش ہو گیا اس نے نجات پالی۔

طوبى لمن ملك لسانه جس نے زبان کو کنٹرول میں رکھا اس کے لیے راحت و خوشی ہے۔

اللہ رحم فرمائے اس شخص پر جو خاموش ہو گیا پس سلامتی پا گیا۔

اَکْثَرَ خَطَایَا ابْنِ اٰدَمَ مِنْ لِّسَانِهٖ

اولادِ آدم کی اکثر خطائیں زبان کی وجہ سے ہوتی ہیں۔

زبان کی حفاظت نہ کرنے (اور فحاشی پھیلانے) والوں کے لیے مذمت

زبان کو بے لگام چھوڑنے والے بیہودہ اور فحش کلام کرنے والوں کے لیے اس دنیا میں ذلت ورسوائی اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ (النور: ۱۹)

بیشک جولوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ پھیلے بے حیائی ان لوگوں میں جو ایمان لائے ہیں تو ان کے لیے دردناک عذاب ہے دنیا وآخرت میں۔

اگر زبان کو کنٹرول میں نہ رکھا جائے تو بے شمار روحانی، معاشرتی، اخلاقی اور معاشی مسائل اور آفات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جیسے جھگڑا، فساد، کذب وافتراء، غیبت، چغلی، جھوٹی قسمیں کھانا، بہتان تراشی، وعدہ شکنی، غرور وتکبر، بدگمانی، تمسخر، منافقت، خودستائی، لعنت گوئی، عیب لگانا، افشائے راز، برائی کی اشاعت، گندہ لٹریچر، بری فلمیں، حیاسوز ڈرامے جس سے عصمت وعفت کی چادر تار تار ہوتی ہے یہ وہ آفتیں ہیں جن سے نہ صرف ایک فرد متاثر ہوتا ہے بلکہ پورا معاشرہ اس کی لپیٹ میں آ جاتا ہے اور جس کے نتائج انتہائی سنگین ہوتے ہیں۔ ہم میں سے ہر شخص بڑھتی ہوئی برائی و بے حیائی کا مشاہدہ کر رہا ہے لیکن افسوس کہ اس برائی کو ختم کرنے کی جرات کوئی نہیں کرتا۔

کذب کی تعریف اور قرآن وحدیث میں اس کی مذمت

امرِ واقع کے خلاف، کسی قول یا فعل کو کذب کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جرمِ عظیم سے باز رہنے کا بار بار حکم دیا ہے۔

وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (الحج: ۳۰)

ہر جھوٹی بات سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ (الزمر: ۳)

اللہ تعالیٰ اس شخص کو راہ نہیں دکھاتا جو جھوٹا اور ناشکرا ہوتا ہے اسی لیے تو فرمایا تھا کہ

لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (آلِ عمران ٦١)

جھوٹوں پر اللہ کی لعنت و پھٹکار ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوا عرض کی آقا مجھ میں چار بری خصلتیں ہیں۔

(۱) بدکار ہوں (۲) چوری کرتا ہوں (۳) شراب پیتا ہوں (۴) جھوٹ بولتا ہوں ان میں سے جس کو فرمائیں میں آپ ﷺ کی خاطر چھوڑ دوں گا۔

آپ ﷺ نے اس سے عہد لیا۔ کہ جھوٹ نہ بولنا۔ اس نے وعدہ کر لیا۔ جب رات ہوئی تو شراب پینے کو جی چاہا اور پھر بدکاری کے لیے آمادہ ہوا تو اس کو خیال آیا کہ اگر صبح حضور ﷺ نے پوچھا کہ رات آپ نے شراب تو نہیں پی اور بدکاری تو نہیں کی؟ سچ بولوں گا تو سزا ملے گی۔ جھوٹ بولا تو عہد شکنی ہوگی۔ یہ سچ کر ان دونوں سے باز رہا۔ پھر جب رات کی تاریکی چھا گئی تو چوری کا ارادہ کیا پھر اسی خیال سے کہ صبح دربارِ نبوی میں پوچھ گچھ ہوگی اسی ڈر سے چوری بھی چھوٹ گئی۔ صبح ہوئی تو دوڑ کر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا عرض کی یا رسول اللہ ﷺ جھوٹ سے چاروں بری خصلتیں مجھ سے چھوٹ گئی ہیں۔ یہ سن کر حضور ﷺ مسکرانے لگے۔

غیبت کی تعریف اور قرآن وحدیث میں اس کی مذمت

غیبت یہ ہے کہ ایک شخص بلاضرورت دوسرے شخص کا وہ عیب بیان کرے جو اس میں ہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا (الحجرات: ۱۲)

کوئی شخص کسی کی پیٹھ پیچھے برائی بیان نہ کرے۔

کسی شخص کا اندھا، کالا، بھینگا، ٹھگنا ہونا بدن کا عیب ہے

یہ کہنا کہ اس کا باپ موچی، حبشی، جولاہا، فاسق و فاجر ہے نسب کا عیب ہے بخیل، بزدل، متکبر خلق کا عیب ہے۔

چور، ڈاکو، زانی، شرابی، تارکِ صوم وصلوٰۃ کہنا دینی افعال کا عیب ہے۔ یہ کہنا کہ یہ

لوگوں سے اچھی طرح نہیں ملتا، باتونی ہے، بہت کھاتا ہے بہت سوتا ہے، سست ہے، یہ اس کے دنیاوی افعال کا عیب ہے۔

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۤئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ○ (الحجرات ۱۱، ۱۲)

اے ایمان والو! مردوں کا کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں، عورتوں کا ہوسکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں۔ ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارو۔ ایمان کے بعد فاسق کہلانا کتنا برا نام ہے۔ جو لوگ توبہ نہ کریں تو وہی ظلم کرنے والے ہیں۔ اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو بیشک بعض گمان گناہ ہیں (کسی کے عیبوں کی) جستجو نہ کرو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ تو تم اس سے انتہائی کراہت محسوس کرتے ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ توبہ کو بہت قبول کرنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت عبد اللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کی غیبت نہ کرو نہ ہدیہ واپس کرو اور نہ مسلمان کو مارو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود کے ستر سے زیادہ درجے ہیں اور سب سے ہلکے درجے کا گناہ اسلام میں اپنی ماں کے ساتھ زنا کے برابر ہے اور سود کا سب سے خبیث درجہ مسلمان کو بے عزت کرنا اور اس کی پردہ دری کرنا ہے۔

چغلی کا معنی اور قرآن وحدیث میں اس کی مذمت

شر اور فساد ڈالنے کے لیے ایک قوم کی بات دوسری قوم تک پہنچانا تمیمہ (چغلی) ہے یا

اکسانے، بھڑ کانے، فساد ڈالنے کے لیے کسی بات کو پھیلانا اور اپنی بات کو جھوٹ سے مزین کرنا چغلی ہے۔

هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ (القلم: ۱۱)

(گستاخِ رسول ﷺ) بڑا طعنہ زن بہت چلتا پھرتا اور چغل خور ہے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ (الھمزۃ: ۱)

ہر پسِ پشت طعنہ دینے والے لوگوں کی عیب جوئی کرنے والے کے لیے عذاب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں کہ جب دکھائی دیں تو اللہ یاد آ جائے اور اللہ کے بدترین بندے وہ ہیں جو چلتے پھرتے چغلی کرتے ہیں دوستوں میں جدائی ڈالتے ہیں اور بے قصور لوگوں میں عیب تلاش کرتے ہیں۔

ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّمِيْمَةِ وَالْاِسْتِمَاعِ اِلَى النَّمِيْمَةِ۔

آپ ﷺ نے چغلی کرنے اور چغلی سننے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے ہم سے پوچھا جانتے ہو تمہارے بدترین لوگ کون سے ہیں؟ صحابہ نے عرض کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا تمہارے بدترین لوگ وہ ہیں جو دورخ والے (یعنی چغل خور) ہیں۔

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ دو نئی قبروں کے قریب سے گزرے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے یہ عذاب بھی کسی اہم امر کی وجہ سے نہیں بلکہ ان میں سے ایک تو پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلیوں میں مصروف رہتا تھا۔

(اس روایت سے جہاں ہمیں چغلی کی سزا کا پتہ چلتا ہے وہاں ہمیں اپنے پیارے آقا و مولیٰ ﷺ کی نگاہِ مقدس کی کرامت اور مبارک علم کا اندازہ بھی ہوتا ہے یعنی آپ ﷺ عالمِ دنیا میں رہتے ہوئے بھی عالمِ برزخ کے احوال سے مکمل طور پر باخبر ہیں اور آپ ﷺ کا ان مردوں پر عذاب کی وجہ بتانا کہ انہیں کس جرم کی پاداش میں عذابِ قبر ہو رہا ہے اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ان کی کتابِ حیات بھی حضور ﷺ کے سامنے روز

روشن کی طرح عیاں ہے۔ آپ ﷺ کا سبز ٹہنیاں ان کی قبروں پر رکھنا اور فرمانا کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔ قربان جاؤں اپنے آقا ﷺ کی نگاہِ نبوت کی کرامت پر کہ مردوں کے ماضی، حال اور مستقبل کی خبریں دے رہے ہیں۔ (صحیح مسلم) کتاب الطہارۃ کی اس روایت سے مجھے تو یوں لگتا ہے کہ حضور ﷺ نے ایسا فقط اس لیے کیا کہ میرے گناہ گار امتیوں کو پتا چل جائے کہ ان کا نبی ﷺ عالمِ دنیا میں رہ کر جس طرح عالمِ برزخ والوں کی مدد کرسکتا ہے اسی طرح عالمِ برزخ میں تشریف لے جا کر بھی عالمِ دنیا والوں کی مدد کرے گا اور انہیں فائدہ پہنچائے گا۔ مثال کے لیے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب انفاس العارفین ص۳۹ کا مطالعہ فرمائیں)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

مَنْ کَانَ ذَاوَجْهَیْنِ فِی الدُّنْیَا کَانَ لَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ لِسَانَانِ مِنَ النَّارِ

دنیا میں جس کے دو رخ ہوں گے قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی دو زبانیں ہوں گی (اللہ محفوظ فرمائے)

بہتان

غیبت یہ ہے کہ تم کسی انسان کی پیٹھ کے پیچھے اس کی برائی کا ذکر کرو بشرطیکہ وہ برائی اس میں ہو اور اگر تم وہ برائی ذکر کرو جو اس میں نہیں ہے تو یہ بہتان ہے۔

پینتیسویں شاخ

امانتوں کی ادائیگی ان کے اہل کو کرنا واجب ہے

امانت کی تعریف:

کسی شخص پر کسی معاملے میں بھروسہ کرنا، اعتماد کرنا۔

لہٰذا ہر وہ چیز جو کسی دوسرے کو اس طرح سپرد کی گئی ہو کہ سپرد کرنے والے نے اس پر بھروسہ کیا ہو کہ یہ اس کا حق ادا کرے گا۔ یعنی اپنے فرائضِ منصبی بطریقِ احسن انجام دے گا۔ یہ ہے امانت کی حقیقت۔

امانت کا صحیح مفہوم

عام طور پر ہمارے ہاں امانت سے مراد یہ لیا جاتا ہے کہ کوئی شخص کسی کے پاس کوئی چیز رکھے تو جوں کی توں اسے واپس کر دے یہ امانت ہے۔ بس اسی کو ہی امانت سمجھ لینا امانت کی جامعیت کے ساتھ ظلم ہے۔

امانت اپنے اندر ایک وسیع مفہوم رکھتی ہے مختصراً یہاں عرض کر دیتا ہوں۔ اس کی تفصیل انشاء اللہ امانت کی اقسام میں آئے گی۔

اس سے مراد ہر قسم کی ذمہ داری جو ایک انسان اپنے ذمہ لیتا ہے اس کا تعلق ذات سے ہو یا صفات سے، کردار سے ہو یا گفتار سے، دین سے ہو یا دنیا سے، اس کی ادائیگی اس پر لازم ہے۔

امانت کی اقسام

امانت کی تین قسمیں ہیں۔

ا۔ اللہ تعالیٰ کی امانتیں:

انسان کا جسم، اعضاء، دل، آنکھ، زبان، کان حتی کہ اس کی زندگی (اور اس کا ہر ہر لمحہ) سب اللہ تعالیٰ جل شانہ کی امانتیں ہیں جسم اور تمام اعضاء کو اس کی اتباع و اطاعت پر لگانا اور پوری زندگی اس کے بتائے ہوئے اصولوں کی مطابق گزارنا نیکی و تقویٰ اور بھلائی و خیر کے کام کرنا امانت ہے اور اس کی نافرمانی، معصیت، حکم عدولی اور برائی کے کام کرنا خیانت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے "یوم الست" میں انسانیت سے عہد لیا تھا کہ بتاؤ میں تمہارا رب ہوں یا نہیں اور تم میری اتباع واطاعت کرو گے یا نہیں تمام انسانوں نے اس کی اتباع واطاعت کا عہد کیا اللہ نے اس کو قرآن مجید میں بیان فرمایا:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝ (الاحزاب: ۷۲)

بیشک ہم نے پیش کی یہ امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے (کہ وہ اس کی ذمہ داری اٹھائیں) تو انہوں نے انکار کر دیا اس کے اٹھانے سے اور وہ ڈر گئے اس سے اور اٹھا لیا اس کو انسان نے بیشک یہ ظلوم بھی ہے اور جھول بھی۔

وہ کونسی امانت تھی جس کو قبول کرنے سے بڑے بڑے پہاڑوں نے اپنی طوالت کے باوجود بے بسی کا اظہار کیا۔ زمین و آسمان اپنی وسعتوں اور بے کرانیوں سمیت معذرت خواہ ہوئے لیکن اس مشتِ آب و گل (حضرت انسان) نے خالق کی عطائے بے بہا کو گراں سمجھنے کے باوجود برضا و رغبت سینے سے لگا لیا۔ امانت کے روپ میں وہ کونسی نعمتِ عظمیٰ تھی جس نے انسان کو اپنی بے بسی و ناکسی کا احساس نہ ہونے دیا۔ چنانچہ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ امانت کے معنی یہ ہیں کہ انسان سے کہا جا رہا تھا کہ تمہیں ہم ایک زندگی دیں گے اس میں تمہیں اچھے برے کام کرنے کا اختیار ہوگا۔ اچھے کام کرو گے، نیکی و تقویٰ اختیار کرو گے۔ میری اطاعت کرو گے تو جنت اور اس کی نعمتوں سے متمتع کر دوں گا۔

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا (النساء: ۵۷)

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے عنقریب ہم انہیں جنت میں داخل کر دیں گے۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

اور اگر میری نافرمانی کی، اتباع و اطاعت سے منہ موڑا، میری نشانیوں کا انکار کیا تو جہنم کے دہکتے انگاروں میں پھینکوں گا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِیْهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَ (النساء: ۵۶)

بیشک جنہوں نے انکار کیا ہماری آیتوں کا ہم ڈال دیں گے انہیں آگ میں جب بھی پک جائیں گی ان کی کھالیں تو بدل دیں گے ہم انہیں کھالیں دوسری تاکہ وہ مسلسل چکھتے رہیں عذاب (کا مزہ)

اور بقیہ اعضاء (کان، آنکھ، دل) جو امانت کے طور پر انسان کو دے رکھے ہیں ان کے متعلق فرمایا:

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا (بنی اسرائیل: ۳۶)

بے شک کان، آنکھ اور دل ان سب کے متعلق تم سے پوچھا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ سوال کرے گا بتاؤ کان سننے کیلئے امانت کے طور پر دئے تھے۔ اس سے قرآن مجید کی تلاوت سنتے تھے یا گانے؟ نعت شریف سنتے تھے یا موسیقی؟ حدیث پاک سنتے تھے یا غیبت چغلی؟ وعظ و نصیحت کی باتیں سنتے تھے یا جھوٹے قصے کہانیاں؟ خود ہی بتاؤ کہ تم نے امانت کی کتنی پاسداری کی ہے۔ آنکھ کی امانت دی تھی میرے خوف اور عذاب جہنم کے ڈر سے آنسو بہائے تھے کہ نہیں؟ آنکھوں کا استعمال صحیح کیا تھا کہ نہیں؟ غیر محرم عورتوں کو دیکھنے سے بچائی تھیں کہ نہیں؟ کائنات کے حسین اور دلکش عجائبات کا نظارہ کیا تھا کہ نہیں؟ بتاؤ جہاں میں نے آنکھیں استعمال کرنے کا حکم دیا تھا انہیں وہاں استعمال کیا ہے کہ نہیں؟

دل غور و فکر کرنے کے لئے دیا تھا زمین و آسمان کی وسعتوں کو دیکھ کر

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا

کا اقرار تمہارے دل نے کیا تھا کہ نہیں؟

الغرض اللہ تعالیٰ نے امانت عطا کر کے احساسِ مسؤلیت بیدار کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ خیانت کر کے عذاب کے مستحق ہو جائیں اسی لیے انہیں پہلے ہی خیانت کے ارتکاب سے روک دیا۔ فرمایا:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ (الانفال: ۲۶)

اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے خیانت نہ کرو۔

۲۔ اپنے نفس کی امانت داری:

یعنی ہم پر ہمارے نفس کے حقوق ہیں وہ ادا کرنا امانت اور اس کے خلاف کرنا خیانت ہے۔ نفس کو رزقِ حلال کھلانا، ضرورت کے مطابق کھلانا، مناسب سونا آرام کرنا، اپنے اعضاء سے ان کی حیثیت و طاقت کے مطابق کام لینا امانت ہے۔ اس کو تکلیفِ مالایطاق میں مبتلا کرنا بھوکا، پیاسا رکھ کر ہلاک کرنا خیانت ہے۔

خودکشی حرام کیوں؟

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ جسم ہمارا اپنا ہے اس کے ساتھ ہم جو سلوک چاہیں کریں سب کچھ جائز ہے یہ سوچ غیر اسلامی ہے۔ اس کے برعکس اسلامی سوچ یہ ہے کہ اس جسم کو بھی اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھا جائے۔ اس لیے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ولعینك حق ولبدنك حق (او کما قال)

تمہاری آنکھ کا تم پر حق ہے (اسے ادا کیجیے) تمہارے جسم کا تم پر حق ہے (اسے ادا کرو) جسم اللہ کا عطیہ ہے اس لیے خودکشی کو حرام قرار دیا۔ جسم اپنا ہوتا تو خودکشی حلال ہوتی۔ یہ جسم یہ اعضاء یہ وجود حقیقت میں اللہ کی ملکیت ہیں۔ خودکشی تو درکنار حضور ﷺ نے تو مصائب و آلام اور پریشانیوں سے تنگ آ کر موت کی تمنا و آرزو کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص کسی مصیبت کے آنے کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے اور اگر اس نے خواہی نخواہی موت کی تمنا کرنا ہو تو یوں کہے کہ اے اللہ جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہے مجھے زندہ رکھ اور

جب میرے لیے موت بہتر ہو تو مجھے موت عطا کر (مسلم)

۳۔ دوستوں کے بیوی، بچوں کے حق انہیں دینا امانت اس کے خلاف کرنا خیانت ہے۔

قرآن و حدیث میں امانت کی اہمیت

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَهْلِهَا (النساء: ۵۸)

بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم فرماتا ہے (ان کے) سپرد کرو امانتوں کو جو ان کے اہل ہیں۔

فَلْیُؤَدِّ الَّذِی اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ (البقرہ: ۲۸۳)

پس چاہیے کہ ادا کرے اپنی امانت کو وہ جس پر اعتبار کیا گیا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ وَ الرَّسُوْلَ وَ لَا تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِکُمْ (الانفال: ۲۷)

اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے خیانت نہ کرو اور نہ خیانت کرو اپنی امانتوں میں وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ (المومنون: ۸)

اور مومن وہ ہیں جو اپنی امانتوں اور اپنے وعدوں کی پاسداری کرنے والے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز نبی اکرم ﷺ گفتگو فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی آیا اس نے پوچھا قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب امانت کو ضائع کیا جائے گا تو اس وقت قیامت کا انتظار کرنا۔ اس نے عرض کی کہ امانت ضائع کرنے کی کیا صورت ہوگی فرمایا:

اذا وسد الامر الی غیر اهله فانتظر الساعة (بخاری)

جب کام نااہلوں کے سپرد کر دیے جائیں گے تو پھر قیامت کا انتظار کرنا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس نے تیرے پاس امانت رکھی اسے (عافیت کے ساتھ) لوٹاؤ اور جس نے تیرے ساتھ خیانت کی تو اس کے ساتھ خیانت نہ کر۔

تین خصلتیں جس میں ہوں گی وہ پکا منافق ہوگا اگرچہ روزے رکھے، نماز پڑھے اور مسلمان ہونے کا گمان کرتا پھرے

۱۔ جب بات کرے تو جھوٹی

۲۔ جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے

۳۔ امانت دی جائے تو خیانت کرے

حضور ﷺ نے فرمایا جو امانت دار نہیں اس کا کوئی ایمان (دین) نہیں۔ ایک مقام پر فرمایا:

اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَۃِ

مجلسی گفتگو بھی امانت ہے۔ جو بات کسی سے علیحدگی میں کی جائے اسے چاہیے کہ وہ لوگوں کو نہ بتائے راز فاش نہ کرے اگر اس نے ایسا کیا تو گویا خیانت کی۔

امین کون ہے؟

امانتوں کے اہل کون ہیں؟ ان کی کیا صفات ہونی چاہیے؟ قرآن میں ان کی مندرجہ ذیل صفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ (۱) پکا مومن ہو (۲) متقی و پرہیز گار ہو۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ

(۳) علم و آگاہی رکھنے والا ہو۔

اِنِّی حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ

(۴) لیاقت و کفایت رکھتا ہو۔

وَزَادَہٗ بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ

(۵) سعی و کوشش کرنے والا ہو (۶) سابقہ خدمات رکھتا ہو۔

ہمارے ملک میں تو یہی ہو رہا ہے کہ اہل اپنا ٹیلنٹ ضائع کر رہے ہیں اور نا اہل، اہلوں کی جگہ پر براجمان ہیں۔ ہر حکومت اپنے جیالوں کو نوازنے کے لیے اہل و نا اہل کا خیال رکھے بغیر اچھی اچھی نوکریاں دیتی ہے اس سے بڑھ کر اور ظلم کیا ہو سکتا ہے کہ ہر پارٹی ان لوگوں کو الیکشن لڑواتی ہے جو جاگیردار ہوں یا سرمایادار کسی پارٹی سے حصول ٹکٹ کا معیار علمیت، قابلیت، صلاحیت، اہلیت، نہیں ہے اگر ہے تو فقط زبانی کلامی جس کا ثبوت اس معاشرے میں نظر نہیں آئے گا۔

چھتیسویں شاخ

قتلِ انسانی کی حرمت

اللہ تعالیٰ نے کائنات اور اس کی ہر چھوٹی بڑی چیز کو ''کن'' کہہ کر بنایا لیکن جب حضرت انسان کی باری آئی جس کی تخلیق کو

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْم

کہا تو خالق نے تخلیق کا بھی نرالا ہی انداز اختیار فرمایا اور کہا کہ خَلَقْتُہٗ بِیَدِیْ یعنی میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے سنوارا ہے۔ یہ انفرادیت بتا رہی ہے کہ جس کو اس نے اپنے مبارک ہاتھوں سے بنایا یہ باقی مخلوقات سے اعلیٰ و افضل ہی ہوگا۔ تخلیق کا مرحلہ جب ختم ہوا تو نوری معصوم مخلوق کو سجدے کا حکم دے کر اس مستور حقیقت کو بے نقاب فرما دیا کہ انسان ہی خلافت و نیابت کے تاج کا اہل ہے۔

تخلیق کے فنکار نے اپنے شاہکار (محمد ﷺ) کو زمین و زماں، مکین و مکاں اور مکان و لامکان کی حدود و قیود سے بالاتر لے جا کر، فرشتوں کے مسکن سے اعلیٰ وارفع پہنچا کر بلکہ بلندیوں سے بھی بلند کر کے عظمت و سطوتِ انسانیت کا اعتراف کروایا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا پوری مخلوق خدا کا کنبہ ہے حضور ﷺ نے فرمایا:

لِزَوَالُ الدُّنْیَا اَھْوَنُ عَلَی اللّٰہِ مِنْ قَتْلِ مُؤْمِنٍ بِغَیْرِ حَقٍّ (اَوْ کَمَا قَالَ)

تمام دنیا کا تباہ و برباد ہو جانا اللہ کے نزدیک ایک مومن کے ناحق قتل سے زیادہ آسان ہے۔

قتل کا لغوی معنی

قتل کے لغوی معنی روح کا جسم سے نکالنا، اس کی صفت مرد و عورت دونوں کے لیے ''قتیل'' آتی ہے اور اس کی جمع قَتْلٰی (بمعنی مقتولین) آتی ہے۔

جب کسی بالغ شخص نے کسی معصوم الدم کو قتل کر دیا تو اسے قصاص میں موت کی سزا دی جائے گی۔

قتل کی اقسام

فقہ حنفی میں

(۱) قتلِ عمد (۲) قتلِ شبہ العمد (۳) قتلِ خطاء (۴) قتلِ قائم مقامِ خطاء

(۵) قتل بالسبب

فقہ مالکی میں

(۱) قتلِ عمد (۲) قتلِ خطاء

فقہ شافعی میں

(۱) قتلِ عمد (۲) قتلِ شبہ العمد (۳) قتلِ خطاء

فقہ حنبلی میں

(۱) قتلِ عمد (۲) قتلِ شبہ العمد (۳) قتلِ خطاء

فقہائے احناف کے نزدیک قتل کی پانچ قسمیں ہیں۔

۱۔ قتلِ عمد

قتلِ عمد وہ قتل ہے جس میں جان نکالنے کے لیے ہتھیار سے ضرب لگائی جائے اور جان غیر محسوس ہے۔ پس وہ جان نکالنے کے لیے ایسے ہتھیار کو استعمال کرے گا۔ جو زخم ڈالنے والا ہو اور بدن کے ظاہر و باطن میں مؤثر ہو۔

قتلِ عمد کا حکم

قتلِ عمد کا حکم آخرت میں عذاب اور دنیا میں قصاص ہے وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ اگر مقتول کے وارث دیت پر راضی ہو جائیں تو ان کی مرضی۔ قاتل اگر مقتول کی جائیداد کا وارث ہے تو وراثت سے محروم ہو جائے گا۔ تلوار اور کاٹنے والے آلہ کے سوا اور کسی چیز سے قتل میں قصاص واجب نہیں ہے۔

۲۔ قتلِ شبہ العمد

شبہ العمد وہ قتل ہے جس میں لاٹھی، کوڑے، پتھر یا ہاتھ سے ضرب لگانے کا قصد کیا جائے اس فعل میں دو وجہیں ہیں۔ اس لحاظ سے عمد ہے کہ وہ فاعل اس میں ضرب لگانے کا قصد کرتا ہے اور اس لحاظ سے خطاء ہے کہ وہ اس ضرب سے قتل کرنے کا قصد نہیں کرتا۔ کیونکہ جس آلہ کو اس نے استعمال کیا ہے وہ سزا دینے کے لیے ضرب کا آلہ ہے قتل کا آلہ نہیں ہے۔ اور عاقل شخص ہر آلہ سے اسی فعل کا قصد کرتا ہے جس فعل کے لیے وہ آلہ بنایا گیا ہے۔ پس فاعل کا تادیب کے آلہ کو استعمال کرنا اس کی دلیل ہے کہ اس کا قصد قتل کا نہیں تھا۔ پس اس میں اس کو خطاء لاحق ہوئی جو صورتاً عمد کے مشابہ ہے کیونکہ اس کا قصد سزا دینا تھا اور وہ اس فعل کا مرتکب ہو گیا جو اس پر حرام ہے۔

اس تعریف کا مطلب یہ ہے کہ قتلِ شبہ العمد میں فاعل کا مقصود تادیب (سزا دینے) کے لیے مارنا ہوتا ہے قتل کرنا نہیں ہوتا۔

قتلِ شبہ العمد کا حکم

قتل شبہ العمد میں فاعل گناہ گار ہوگا اور اس پر کفارہ واجب ہے (ایک غلام آزاد کرے یا دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے) اس کے عصبات پر دیت مغلظہ (۱۰۰ اونٹ) واجب ہے۔ جس کو وہ تین سال میں ادا کریں گے اس صورت میں بھی قاتل وراثت سے محروم ہوگا۔

۳۔ قتلِ خطاء

قتل خطاء یہ ہے کہ جس کو قتل کرنے کا قصد کیا ہو اس کی بجائے کوئی اور قتل ہو جائے اس کی دو قسمیں ہیں۔

ایک یہ کہ اس کے گمان میں خطاء ہو دوسرا یہ کہ اس کے فعل میں خطاء ہو، فعل میں خطاء کی مثال یہ ہے کہ اس نے کسی جانور کا نشانہ لگایا اور وہ گولی کسی مسلمان شخص کو لگ گئی۔ گمان میں خطاء کی مثال کہ اس نے کسی شخص کو حربی کافر سمجھ کر نشانہ بنایا اور وہ شخص مسلمان تھا جس کو نشانہ لگا۔

قتلِ خطاء کا حکم

قتلِ خطاء میں قصاص واجب نہیں ہوتا۔ شریعت میں ہم سے خطاء پر اخروی مواخذہ ساقط ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيهَا اَخْطَأْتُمْ بِهٖ

جو کام تم نے خطاء کیا اس میں گناہ نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

رُفِعَ عَنْ اُمَّتِي الْخَطَاءُ وَالنِّسْيَانُ وَمَا اسْتُكْرِهُوْا

بھول، خطاء اور جبریہ کاموں پر میری امت سے گناہ اٹھالیا گیا ہے۔

قاتل پر کفارہ ہے (دو ماہ کے مسلسل روزے) اور اس کے عصبات پر دیت ہے جو تین سال میں ادا کی جائے گی۔

۴۔ قتلِ قائم مقامِ خطاء

قتلِ قائم مقامِ خطاء یہ ہے مثلاً نیند میں کوئی شخص کسی پر گر پڑے اور اس کو قتل کر دے یہ عمد ہے نہ خطاء کیونکہ سونے والے شخص کا قصد متصور نہیں لیکن اس کا کروٹ بدل کر کسی شخص پر گرنا اس شخص کی ہلاکت کا موجب ہے۔

قتلِ قائم مقامِ خطاء کا حکم

اس کے عصبات پر دیت اور کفارہ واجب ہوگا اور اگر مقتول کا وارث تھا تو وراثت سے محروم ہو جائے گا۔

۵۔ قتلِ بالسبب

وہ قتل جو نہ تو قتلِ عمد ہے نہ خطاء اور نہ ہی قائم مقامِ خطاء وہ یہ ہے کہ کوئی شخص راستے میں کنواں کھودے یا راستے میں پتھر وغیرہ رکھ دے۔ اور کوئی شخص کنویں میں گر کر ہلاک ہو جائے یا پتھر سے ٹھوکر کھا کر گرے اور مر جائے۔ یہ شخص قتل کرنے کا مرتکب نہیں ہے۔ کیونکہ اس نے مقتول پر کوئی فعل واقع نہیں کیا اس کا فعل تو زمین کے ساتھ متصل تھا۔ اس

سے ہمیں معلوم ہوا کہ یہ عمد شبہ العمد۔ خطاء یا قائم مقامِ خطاء قتل کی کسی قسم کا مرتکب نہیں ہے بلکہ اس کے ایک سبب سے قتل ہوا ہے جو متعدی ہے۔

پس ہم اس کے عصبات پر دیت واجب کرتے ہیں تاکہ انسانی جان رائیگاں جانے سے بچ جائے۔ اور اس شخص پر نہ کفارہ واجب ہوگا اور نہ وہ مقتول کی وراثت سے محروم ہوگا۔

حسبِ ذیل صورتیں بھی قتلِ بالسبب میں داخل ہیں

۱۔ کوئی شخص کسی جانور کو ہانک کر لے جارہا ہو اور وہ جانور کسی شخص کو ہلاک کر دے

۲۔ کوئی شخص تیز رفتار گاڑی چلائے اور اس کی گاڑی کے نیچے آ کر کوئی مر جائے۔

۳۔ کوئی اناڑی گاڑی چلائے اور اس کی گاڑی کے نیچے آ کر کوئی مر جائے۔

۴۔ کوئی شخص نشہ میں آ کر گاڑی چلائے اور اس کی گاڑی کے نیچے آ کر کوئی مر جائے۔

قصاص کا اہم مسئلہ

جدید اوزار کلاشنکوف، موزر وغیرہ سے مارنے سے قصاص واجب ہوگا یا نہیں؟

امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک تلوار اور دیگر کاٹنے اور دھار والے ہتھیاروں کے ساتھ مارنے سے قصاص واجب ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ پتھر اور دیگر بھاری اشیاء کے ساتھ قتل کرنے سے قصاص واجب نہیں ہوتا۔

آئمہ ثلاثہ امام مالک، شافعی، احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم اور صاحبین کے نزدیک دیگر ثقیل اشیاء کے ساتھ اگر قتل کرنے کے قصد سے کسی کو ہلاک کر دیا جائے تو پھر بھی قصاص واجب ہوتا ہے۔ اس بنا پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر بندوق، پستول، کلاشنکوف سے کسی کو قتل کر دیا جائے تو آیا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر قصاص لازم آئے گا یا نہیں؟

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی گولی کے ساتھ قتل کرنے سے قصاص واجب ہو گا۔ کیونکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے قصاص کو تلوار کے ساتھ اس لئے خاص کیا تھا کہ اس زمانے میں قتل کرنے کا عام سبب اور ذریعہ تلوار تھا۔ چونکہ پتھر وغیرہ قتل کرنے کا عام اور مؤثر سبب نہیں تھا اس لیے پتھر سے قتل کرنے کو قتل شبہ العمد کہا قتلِ عمد قرار نہیں دیا۔ ہمارے

زمانے میں چونکہ تلوار کا استعمال متروک ہو چکا ہے اور قتل کرنے کا عام اور سبب غالب کلاشنکوف وغیرہ ہے۔ جس طرح تلوار کی وضع صرف قتل اور زخمی کرنے کے لیے ہے اسی طرح بندوق کی وضع بھی قتل اور زخمی کرنے کے لیے ہے۔ اس لیے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اب پستول، کلاشنکوف وغیرہ تلوار کے حکم میں ہیں۔ اور جس طرح تلوار سے قتل کرنے سے قصاص واجب ہوتا ہے اسی طرح کلاشنکوف اور ریوالور وغیرہ سے قتل کرنے سے قصاص لازم آئے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰى (البقرہ: ۱۷۸)

اے ایمان والو جو لوگ ناحق قتل کیے گئے ہیں ان کا بدلہ لینا تم پر فرض کیا گیا ہے۔

اس آیت میں مقتول عام ہے اس کو خواہ تلوار سے قتل کیا گیا ہو یا بندوق اور کلاشنکوف وغیرہ سے۔

قرآن وحدیث میں قصاص کی اہمیت

اے ایمان والو فرض ہوا تم پر (قصاص) برابر کرنا مقتولوں میں آزاد کے بدلے آزاد غلام کے بدلے غلام، عورت کے بدلے عورت اور پھر جس کو معاف کیا جائے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ بھی تو تابعداری کرنی چاہیے موافق دستور کے اور ادا کرنا چاہئے اس کو خوبی کے ساتھ یہ آسانی ہوئی تمہارے رب کی طرف سے اور مہربانی اور پھر جو زیادتی کرے اس فیصلے کے بعد تو اس کے لیے ہے دردناک عذاب اور تمہارے واسطے قصاص میں بڑی زندگی ہے۔ اے عقلمندو تا کہ تم بچتے رہو۔ (البقرہ: ۱۷۸، ۱۷۹)

جس نے تم پر زیادتی کی تم اس پر زیادتی کرو جیسی اس نے زیادتی کی تم پر اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے (البقرہ ۱۹۴)

مسلمان کا کام نہیں کہ وہ مسلمان کو قتل کرے مگر غلطی سے اور جو قتل کرے مسلمان کو غلطی سے تو آزاد کرے ایک گردن مسلمان کی اور خون بہا پہنچائے اس کے گھر والوں کو مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں۔ اگر مقتول تھا ایسی قوم سے کہ وہ تمہارے دشمن ہیں اور خود وہ مسلمان تھا تو آزاد کرے گردن ایک مسلمان کی۔ اگر وہ تھا ایسی قوم سے کہ تم میں اور ان میں عہد ہے تو

خون بہا پہنچائے اس کے گھر والوں کو۔اور آزاد کرے ایک گردن مسلمان کی پھر جس کو میسر نہ ہو وہ دو مہینے کے مسلسل روزے رکھے اللہ سے گناہ بخشوانے کیلئے۔اللہ جاننے والا حکمت والا ہے اور جو کوئی قتل کرے مسلمان کو جان بوجھ کر تو اس کی سزا دوزخ ہے اس میں پڑا رہے گا اللہ کا اس پر غضب ہوا اور لعنت اور اسی کے واسطے تیار کیا بڑا عذاب (النساء ۹۲،۹۳)

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ (النساء: ۲۹)

آپس میں خون ریزی نہ کرو۔

(حکم) لکھ دیا ہم نے بنی اسرائیل پر کہ جس نے قتل کیا کسی انسان کو سوائے قصاص کے اور زمین میں فساد برپا کرنے کے تو گویا اس نے قتل کر دیا تمام انسانوں کو اور جس نے بچالیا کسی جان کو تو گویا بچایا اس نے تمام لوگوں کو۔ (المائدہ: ۳۲)

اور یہی سزا ہے ان کی جو لڑائی کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اور دوڑتے ہیں ملک میں فساد کرنے کو کہ ان کو قتل کیا جائے یا سولی چڑھائے جائیں یا کاٹے جائیں ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے یا دور کر دیئے جائیں اس جگہ سے یہ ان کی رسوائی ہے دنیا میں اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔(المائدہ: ۳۳)

اور لکھ دیا ہم نے ان پر اس کتاب میں کہ جی کے بدلے جی۔آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بدلہ ان کے برابر پھر جس نے معاف کر دیا تو یہ معافی کفارہ بن جائے گی اس کے گناہوں کا اور جو فیصلہ نہ کرے اس کے مطابق جسے اتارا اللہ نے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ (المائدہ: ۴۵)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ اگر دو مسلمانوں نے ایک دوسرے پر تلوار کھینچی تو قاتل و مقتول دونوں دوزخ میں جائیں گے۔عرض کی یا رسول اللہ ﷺ قاتل کا دوزخ میں جانا تو ظاہر ہے مگر مقتول کس بنا پر دوزخ میں جائے گا۔فرمایا مقتول بھی تو اپنے قاتل کو مار ڈالنے کا خواہش مند تھا۔

اَوَّلُ مَا يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ

قیامت کے دن لوگوں کے درمیان سب سے پہلے جس چیز کا فیصلہ کیا جائے گا وہ خون ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان اس بات کی شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں (محمد) اللہ کا رسول ہوں۔ تو اس کا خون بہانا جائز نہیں۔ مگر ان تین باتوں میں ایک بات پر اس کا خون بہانا جائز ہے ایک تو جان کے بدلے جان (یعنی قاتل کو قصاص) دوسرے یہ کہ شادی شدہ زنا کرے۔ تیسرے یہ کہ ایک مسلمان اپنا مذہب چھوڑ کر جماعت سے الگ ہو جائے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ

مسلمان کو گالی دینا فسق (گناہ) اور قتل کرنا کفر ہے۔

کس صورت میں قصاص لیا جائے گا

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جان بوجھ کر کسی کو مار ڈالے تو قاتل کو مقتول کے وارثوں کے حوالے کیا جائے گا۔ چاہیں تو وہ اس کو بدلہ میں مار ڈالیں یا اس سے خون بہا لے لیں۔ خون بہا ایک سو اونٹنیاں ہیں جن میں تیس ہوں گی جو تین برس کی ہو کر چوتھے برس میں لگی ہوں گی تیس وہ ہوں گی جو چار برس کی ہو کر پانچویں برس میں لگی ہوں گی۔ اور چالیس اونٹنیاں گابھن (حاملہ) ہوں گی اور مقتول کے وارث جس بات پر فیصلہ یا صلح کریں وہی قاتل پر واجب ہو گی۔

کسی کافر کے بدلے مسلمان نہیں مارا جائے گا

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ کے پاس کوئی ایسا علم ہے جو دوسروں کے پاس نہ ہو انہوں نے کہا نہیں خدا کی قسم میرے پاس وہی علم ہے جو اور لوگوں کے پاس ہے صرف اتنی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو قرآن میں ایک سمجھ دیتا ہے اور چند باتیں ہیں جو اس کتاب میں ہیں اس کتاب میں دیتوں کا بیان تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کافر کے بدلے نہیں مارا جائے گا۔

جان و مال کی حفاظت کی خاطر قتل کرنا جائز ہے

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید اور جو شخص جان کی حفاظت کی خاطر مارا جائے وہ بھی شہید اور جو دین کی حفاظت کی خاطر مارا جائے وہ بھی شہید ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی شخص میرا مال لینے کے لئے آئے تو میں کیا کروں فرمایا اس کو اپنا مال نہ دو۔ اس نے عرض کی اگر وہ مجھ سے لڑے فرمایا تو بھی اس سے لڑائی کر فرمایا اگر وہ مجھے مار ڈالے فرمایا تو شہید ہے عرض کی اگر میں اس کو مار ڈالوں فرمایا وہ دوزخ میں جائے گا۔

باپ کو اولاد کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باپ کو اس کے بیٹے کے قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

قاتل وارث نہیں ہوتا

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْقَاتِلُ لَا يَرِثُ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قاتل وارث نہیں ہوتا۔

سینتیسویں شاخ

گناہوں سے بچنا واجب

عصمت وعفت وہ دُرِ نایاب ہے جس نے انسانیت کے تاجِ خلافت ونیابت کو زیب وزینت اور عزت وتمکنت بخشی ہے۔ یہ وہ انمول موتی ہے جس کی قدر وقیمت کا اندازہ انسانی بساط سے باہر ہے۔ جنہوں نے اس کی سطوت وعظمت کو پہچانا وہی ہر دور میں شاہراہ ترقی پر گامزن ہوئے اور جنہوں نے اس کی قدر ومنزلت سے منہ موڑا وہ قعرِ مذلت کی گہرائی میں جاگرے۔

عورتوں کی عظمت اتنی اہم چیز ہے جس کا بدل دنیا کی بڑی سے بڑی دولت بھی نہیں بن سکتی۔ عصمت وعفت کی حفاظت کے لیے دولت صرف ہوسکتی ہے لیکن حصولِ دولت کے لیے عورتوں کے ناموس کی قربانی نہیں دی جاسکتی۔ الغرض اپنی ماں، بہن، بیٹی، بیوی کو قحبہ خانہ کی زینت بنانے پر وہی تیار ہوگا جو اپنی غیرت وحمیت کا جنازہ نکال چکا ہوگا۔ جس کی انسانیت کا دیوالیہ ہوچکا ہوگا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً (بنی اسرائیل: ۳۲)

زنا کے قریب بھی نہ جاؤ بیشک یہ بے حیائی ہے۔

زنا کرنا تو درکنار اس کے قریب جانے سے بھی روکا یعنی تم زنا کرنے کی بات کو بھی زنا وگناہ سمجھو۔

زنا کا لغوی وشرعی معنی

لغت میں زنا کا معنی کسی چیز پر چڑھنا اس کا شرعی معنی، کسی ایسی مشتہی فرج میں حشفہ کو داخل کرنا جس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہ ہو۔

امام راغب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عقدِ شرعی کے بغیر کسی عورت سے وطی کرنا "زنا" ہے۔

قرآن وحدیث میں زنا سے اجتناب کی تلقین

اور جو نہیں پوجتے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور خدا کو اور نہیں قتل کرتے اس نفس کو جس کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ مگر حق کے ساتھ اور نہ زنا کاری کرتے ہیں اور جو یہ کام کرے گا وہ پائے گا سزا۔ دوگنا کر دیا جائے گا اس کے لیے عذاب روزِ قیامت اور ہمیشہ رہے گا اس میں ذلیل وخوار ہوکر (الفرقان: ۶۸،۶۹)

یاد کرو اس خاتون کو جس نے محفوظ رکھا اپنی عصمت کو پس ہم نے پھونک دیا اس میں اپنی روح سے اور ہم نے بنا دیا اسے اور اس کے بیٹے کو نشانی سارے جہان والوں کے لیے

(النساء: ۹۱)

(اے حبیب ﷺ) آپ فرما دیجئے مومنوں کو یہ کہ وہ اپنی نگاہیں نیچے رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لیے بہت پاکیزہ ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ خوب آگاہ ہے ان کاموں پر جو وہ کیا کرتے ہیں اور آپ حکم دیجئے ایماندار عورتوں کو یہ کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی عصمتوں کی حفاظت کیا کریں اور نہ ظاہر کیا کریں اپنی آرائش کو مگر جتنا خود بخود نمایاں ہو اس سے اور ڈالے رہیں اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر اور نہ ظاہر ہونے دیں اپنی آرائش کو مگر اپنے شوہروں کے لیے یا اپنے باپوں کے لیے یا اپنے شوہروں کے باپوں کے لیے یا اپنے بیٹوں کے لیے یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں کے لیے یا اپنے بھائیوں کے لیے یا اپنے بھتیجوں کے لیے اور اپنے بھانجوں کے لیے یا اپنی ہم مذہب عورتوں پر یا اپنی باندیوں پر یا اپنے ایسے نوکروں پر جو عورت کے خواہش مند نہ ہوں یا ان بچوں پر جو آگاہ نہ ہوں عورتوں کی شرم والی چیزوں پر اور نہ زور سے ماریں اپنے پاؤں تاکہ معلوم ہو جائے وہ بناؤ سنگار جو وہ چھپائے ہوئے ہیں اور رجوع کرو اللہ تعالیٰ کی طرف سب کے سب اے ایمان والو تاکہ تم بامراد ہو جاؤ۔ (النور: ۳۰۔۳۱)

اے نبی ﷺ (محترم) جب مومن عورتیں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں تاکہ آپ ﷺ سے اس بات پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں

گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہیں لگائیں گی جھوٹا الزام جو انہوں نے گھڑ لیا ہو۔ اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان اور نہ آپ ﷺ کی نافرمانی کریں گی کسی نیک کام میں تو آپ ﷺ انہیں بیعت فرما لیا کریں اور اللہ سے ان کے لیے مغفرت مانگا کریں۔ بیشک اللہ غفور رحیم ہے۔ (الممتحنہ ۱۲)

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ (النور ۱۹)

بیشک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ پھیلے بے حیائی ان لوگوں میں جو ایمان لائے ہیں تو ان کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا جس بستی میں زنا اور سود ظاہر ہو جائے تو انہوں نے اپنے لیے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو حلال کر لیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں بوڑھے زانی پر لعنت کرتی ہیں اور زانیوں کی شرمگاہ کی بدبو جہنم والوں کو ایذا دے گی۔

جس قوم میں زنا ظاہر ہوگا وہ قحط میں گرفتار ہوگی۔

حضور ﷺ نے فرمایا زنا کرنے والا جب زنا کرتا ہے تو مومن نہیں رہتا اور چور جس وقت چوری کرتا ہے تو مومن نہیں رہتا۔ شرابی جس وقت شراب پیتا ہے تو مومن نہیں رہتا اور نسائی کی روایت میں ہے کہ جب کوئی ان افعال کو کرتا ہے تو اسلام کا پٹہ اپنی گردن سے نکال دیتا ہے۔ پھر اگر (سچے دل سے) توبہ کرے اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرماتا ہے۔

صحیح بخاری میں ایک طویل حدیث ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا رات میں نے دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے اور وہ مجھے زمینِ مقدس کی طرف لے گئے (اس حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے چند مشاہدات فرمائے ان میں ایک بات یہ بھی ہے) ہم ایک سوراخ کے پاس پہنچے جو تنور کی طرح اوپر سے تنگ اور نیچے سے کشادہ ہے اس میں آگ جل رہی ہے اور اس آگ میں کچھ مرد اور کچھ عورتیں برہنہ ہیں۔ جب آگ کا شعلہ بلند ہوتا ہے تو وہ لوگ اوپر آ جاتے ہیں اور جب شعلے کم ہوتے ہیں تو شعلے کے ساتھ وہ بھی

اندر چلے جاتے ہیں (یہ کون لوگ ہیں ان کے متعلق فرمایا) یہ زانی مرد اور زانی عورتیں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اللہ کے لیے شریک ٹھہراؤ حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے میں نے پوچھا اس کے بعد کونسا گناہ ہے؟ فرمایا یہ کہ تم اس خوف سے اپنے بچے کو قتل کردو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے گا۔ میں نے پوچھا پھر کونسا گناہ ہے؟ فرمایا یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔

ایک دفعہ سورج کو گرہن لگ گیا تو اس موقع پر آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اے امتِ محمد ﷺ خدا کی قسم اس بات سے اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کسی کو غیرت نہیں ہوتی کہ کوئی مرد یا عورت زنا کرے۔ بخدا جو کچھ میں جانتا ہوں تم جانتے تو بہت کم ہنستے اور بکثرت روتے۔

ایک دفعہ یہودیوں کا وفد آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ''آیات بینات'' کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا نہ کسی کو شریک ٹھہراؤ نہ چوری کرو، نہ زنا کرو، اور نہ کسی پاک دامن کو زنا کی تہمت لگاؤ۔

حدِ زنا کی شرائط

(۱) زنا کرنے والا بالغ (۲) عاقل (۳) مسلمان (۴) زانی مختار ہو مجبور نہ کیا گیا ہو (۵) عورت سے زنا کرے (۶) ایسی لڑکی جس کے ساتھ وطی ہوسکتی ہو (یعنی لڑکی چھوٹی نہ ہو) (۷) عورت زندہ ہو (۸) مرد کا عضوِ تناسل عورت کے اندامِ نہانی میں چھپ جائے (اور اگر عورت کے دبر یعنی پچھلی طرف سے وطی کی تو تعزیر (۹) زنا دارالاسلام میں ہو دارالکفر میں نہ ہو۔

ثبوتِ زنا کا طریقہ

ثبوتِ زنا کے دو طریقے ہیں (۱) اقرار (۲) شہادت

اقرار:

جس اقرار پر جرم ثابت ہوتا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ اس فعل کا ارتکاب کرنے والا امام یا نائب امام کے سامنے چار مرتبہ صاف الفاظ میں اقرار کرے کہ اس نے یہ فعلِ شنیع

کیا ہے۔ جس طرح حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے دربارِ گوہر بار میں آ کر اپنے جرم کا اقرار کیا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا جس کسی سے اس قسم کا گندہ فعل صادر ہو اسے چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پردے کو نمائش نہ کرے اور جو شخص ہمارے سامنے اپنے آپ کو ظاہر کرے گا ہم اس پر حکمِ الٰہی ضروری جاری کریں گے۔

شہادت:

چار گواہ ایک ہی مجلس میں حاکم کے سامنے لفظِ زنا کے ساتھ شہادت دیں اور یہ کہیں کہ اس نے زنا کیا ہے اگر وطی یا جماع کا لفظ بولیں گے تو زنا ثابت نہ ہوگا یہ بھی کہے کہ اس نے ملزم اور ملزمہ کو عین حالتِ مباشرت میں دیکھا۔

کالمیل فی المکحلۃ والرشاء فی البئر

(یعنی جس طرح سرمہ دانی میں سلائی اور کنوئیں میں رسی ہوتی ہے) پھر قاضی یا حاکم ان سے پوچھے گا کہ زنا کس کو کہتے ہیں؟ جب گواہ اس کو منا لیں گے اور کہیں گے کہ ہم نے دیکھا ہے کہ اس کے ساتھ وطی ایسے کی ہے جیسے سرمہ دانی میں سلائی ہوتی ہے۔ پھر قاضی پوچھے گا کہ کب کیا؟ کہیں زمانہ دراز کی بات تو نہیں کر رہا؟ پھر پوچھے گا کہ کسی عورت کے ساتھ کیا؟ ممکن ہو وہ عورت ایسی ہو جس سے وطی پر حد نہیں پھر پوچھے گا کہ کہاں زنا کیا؟ ہو سکتا ہے کہ دار الحرب میں ہو (جہاں حد نہیں ہوتی)

زنا کی سزا

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ سے سیکھ لو۔ مجھ سے سیکھ لو۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں (کی بدکاری) کا حکم بیان کر دیا ہے۔ جب کنواری عورت اور کنوارہ مرد زنا کریں تو ان کو سو کوڑے مار دو اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دو۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (النور: ۲)

جو عورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔

سزا دینے والوں کے لیے ہدایات

وَلْیَشْھَدْ عَذَابَھُمَا طَآئِفَۃٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (النور: ۲)

(زانی مرد اور عورت کی سزا کے وقت) چاہیئے کہ مشاہدہ کرے دونوں کی سزا کو اہلِ ایمان کا ایک گروہ۔

مسلمانوں کے گروہ کی موجودگی میں حد جاری کرنے کا مقصد یہ ہے تاکہ باقی لوگ عبرت پکڑیں اور اس سزا کی سختی سے ان کے دل دہل جائیں اور وہ توبہ تائب ہو جائیں کہ آئندہ ایسا گناہ ہرگز نہیں کریں گے۔

حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن ایسے حاکم کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا جس نے حد میں کمی کی ہوگی۔ اس سے پوچھا جائے گا۔

لِمَ فَعَلْتَ ذَالِكَ ؟

تو نے ایسا کیوں کیا وہ کہے گا (اے اللہ) تیرے بندوں پر رحمت اور شفقت کے لیے۔ اسے کہا جائے گا کیا تو ان پر مجھ سے زیادہ رحم کرنے والا ہے؟ اسے دوزخ میں پھینک دینے کا حکم دیا جائے گا۔ پھر ایسے حاکم کو بارگاہِ الٰہی میں پیش کیا جائے گا جس نے مقررہ حد سے ایک کوڑا زیادہ مارا ہوگا۔ اس سے اس کی وجہ پوچھی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تو مجھ سے زیادہ حکم فرمانے والا ہے پھر اسے بھی آگ میں پھینکے جانے کا حکم صادر ہوگا۔

مار کے لیے جو کوڑا درہ استعمال کیا جائے وہ اوسط درجے کا ہو۔ نہ موٹا، نہ پتلا، نہ سخت، نہ نرم، مار بھی اوسط درجے کی ہو، منہ، سر، اور شرمگاہ کو چھوڑ کر سارے جسم پر مارا جائے۔ سزا کے وقت کپڑے اتارے جائیں سوائے ستر کے۔ مرد کو کھڑا کر کے اور عورت کو بٹھا کر ماریں۔ عورت حاملہ ہو تو وضع حمل کے بعد سزا دیں۔

زنا سے بچنے والوں کا انعام

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں۔ مومن مرد اور مومن عورتیں، فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں، سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں عاجزی کرنے والے اور

عاجزی کرنے والیاں، خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں، روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں، اپنی عصمت (شرمگاہ) کی حفاظت کرنے والے مرد اور عصمت کی حفاظت کرنے والیاں اور کثرت سے اللہ کو یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لیے مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔ (الاحزاب ۳۵)

مَنۡ یَّضۡمَنۡ لِیۡ مَا بَیۡنَ لَحۡیَیۡهِ وَمَا بَیۡنَ رِجۡلَیۡهِ اَضۡمَنۡ لَهُ الۡجَنَّةَ

جو شخص مجھے اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان (زبان) اور دونوں پاؤں کے درمیان (شرمگاہ) کی ضمانت دے دے۔ میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

برائی کا خاتمہ اور دل کش اندازِ تربیت

ایک نوجوان بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا عرض کی یا رسول اللہ ﷺ

اَذِنۡ لِیۡ بِالزِّنٰی

مجھے زنا کی اجازت دیجئے۔ صحابہ کرام کو اس نوجوان کی اس بے باکی پہ سخت غصہ آیا اور اسے جھڑکنے لگے۔ لیکن معلمِ کائنات ماہرِ نفسیات علیہ التحیہ والصلوۃ نے اسے محبت سے قریب بلایا۔ جب وہ قریب ہوا تو فرمایا بیٹھ جاؤ۔ جب بیٹھ گیا تو فرمایا کیا تم زنا کو اپنی ماں کے لیے پسند کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا بخدا ہرگز نہیں حضور ﷺ نے فرمایا اس طرح دوسرے لوگ بھی اپنی ماں کے لیے پسند نہیں کرتے۔ پھر دریافت کیا کیا تم اپنی بیٹی کے لیے پسند کرتے ہو۔ بولا ہرگز نہیں فرمایا ایسے ہی دوسرے لوگ اپنی بیٹیوں کے لیے پسند نہیں کرتے۔ پھر پوچھا کیا اپنی بہن کے لیے پسند کرتے ہو؟ عرض کی بخدا ہرگز نہیں فرمایا اسی طرح دوسرے لوگ بھی اپنی بہنوں کے لیے پسند نہیں کرتے اسی طرح پھوپھی خالہ کے متعلق استفسار کیا اور اس نے وہی جواب دیا۔ اس حکیمانہ اور مشفقانہ اندازِ تربیت سے اس نوجوان کے سامنے اس فعل کی قباحت کھل کر سامنے آ گئی۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک اس کے سر پر رکھا اور دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اغۡفِرۡ ذَنۡبَهٗ وَطَهِّرۡ قَلۡبَهٗ وَاحۡصِنۡ فَرۡجَهٗ

اللہ اس کا گناہ بخش دے اس کا دل پاک کر دے اور اس کو بدکاری سے بچا اس کے بعد پھر اس شخص نے کبھی بھی فعل زنا کے ارتکاب کا تصور ہی نہیں کیا۔

اٹھتیسویں شاخ

ناحق (حرام) مال کھانے سے ہاتھ روکنا

مسلمانوں کی تاریخ میں ایک وہ وقت بھی رہا ہے کہ انہوں نے دنیا کے تین چوتھائی حصے پر سلطنت وسطوت کی ہر سو لا الہ الا اللہ کی صدائیں بلند ہوئیں۔ پرچم اسلام کو عظمت و رفعت ملی۔ اس اسلامی قیادت و سیادت کی بنیاد مال و دولت کی کثرت نہ تھی اور نہ ہی اسلحہ کی فراوانی سے یہ عزت ملی بلکہ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ اس وقت ان کے رگ و ریشہ میں رزقِ حلال کا خون سرایت کر رہا تھا اور رزقِ حلال بھی ایسا پاکیزہ اور طاہر تھا جس میں حرام کا شائبہ بھی نہ تھا۔ آج ہماری ذلت و رسوائی کی وجہ یہی ہے کہ ہم نے رزق کے حصول کی خاطر سب جائز و ناجائز ذرائع استعمال کرنا شروع کر دیے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ ہماری طہارت کی جگہ نجاست نے لے لی اور غیرت و حمیت کا جنازہ نکل گیا۔ حاکمیت، محکومیت میں بدل گئی۔ شاید اسی زمانے کی طرف آقائے دو جہاں ﷺ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی پرواہ بھی نہ کرے گا کہ (اس نے) اس چیز کو کہاں سے حاصل کیا حرام سے یا حلال ذرائع سے۔

چوری کا مال کھانا حرام

چوری کی تعریف اور قرآن وحدیث میں اس کی سزا و مذمت:

کسی غیر کا وہ مال جس کو کوئی عاقل بالغ کسی محفوظ جگہ سے چھپا کر لے جائے تو اسے چوری کا مال کہتے ہیں۔

وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ

(المائدۃ: ۳۸)

اور چوری کرنے والے اور چوری کرنے والی (کی سزا یہ ہے) کہ کاٹو ان کے ہاتھ بدلہ دینے کے لیے جو انہوں نے کیا عبرتناک سزا اللہ کی طرف۔

اے نبی مکرم ﷺ جب حاضر ہوں آپ کی خدمت میں مومن مرد اور مومن عورتیں تا کہ آپ ﷺ سے اس بات پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے اور نہ چوری کریں گے نہ بدکاری کریں گے اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گے۔ (الممتحنہ:۱۲)

حضرت عطاء اور مجاہد رضی اللہ عنہما حضرت ایمن رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ڈھال کی قیمت پر چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا تھا اور ڈھال کی قیمت ایک دینار (یا دس درہم) تھی

رسول محترم ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا (اے لوگو) بیشک تمہاری جانیں اور تمہارے اموال سب کے سب تم پر ہمیشہ کے لیے ایسے ہی حرام ہیں جیسے آج کے دن اس شہر (مکہ مکرمہ) میں تم پر ایک دوسرے کا خون حرام اور مال حرام ہے۔

حدود میں سفارش کی ممانعت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ قریش اس بات سے پریشان تھے کہ ایک مخزومی عورت نے چوری کی تھی انہوں نے کہا کہ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کون سفارش کرے گا؟ لوگوں نے کہا کہ اس کی جرأت سوائے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے اور کون کر سکتا ہے؟ جو حضور ﷺ کے لاڈلے ہیں۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے اس کی سفارش کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم اللہ کی حدود میں سفارش کر رہے ہو؟ پھر آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِيْنَ قَبْلَكُمْ إِنَّهُمْ كَانُوْا إِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ وَإِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ أَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَايْمُ اللّٰهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا

اے لوگو تم سے پہلے لوگ اسی لیے ہلاک ہو گئے کہ جب ان میں سے کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو وہ اس کو چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور و غریب آدمی چوری کر لیتا تو اس پر

حد قائم کرتے تھے اور بخدا اگر فاطمہ بنتِ محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔ (مسلم)

آج کل ہمارے معاشرے میں بھی یہی ہو رہا ہے کہ اگر کسی وڈیرے سے جرم ہو جائے تو اسکی سفارش کرنے کے لیے CM اور PM بھی تیار ہو جاتے ہیں تاکہ وہ حدود سے مستثنٰی ہو جائے اور دوسری طرف کوئی غریب بیچارہ کسی مجرم کے پاس سے بھی گزر جائے تو اسے سزا دی جاتی ہے (استغفر اللہ)

میری غربت نے اڑایا ہے میرے فن کا مذاق
تیری دولت نے تیرے عیبوں کو چھپا رکھا ہے

حیرت و افسوس ہے ان لکھے پڑھے جاہلوں پر جو انسانیت کے تحفظ و بقا کے لیے بنائے گئے اصولوں اور قوانین کا مذاق اڑاتے ہیں۔ آج انسانیت لاکھوں محافظوں کے ہوتے ہوئے بھی جس فساد، چوری، ڈاکہ زنی، راہ زنی اور لوٹ مار کا شکار ہے اس پر انہیں شرم آنی چاہیے یہ کہنا کہ اگر ہاتھ کاٹے گئے تو وہ روزی کیسے کمائے گا؟ ظلم کی انتہا دیکھیے اس کاٹے ہوئے ہاتھ والے ظالم چور کی روزی کا خیال تو آ گیا لیکن صحیح سالم ہاتھوں والے پڑھے لکھے لوگوں کے بے روزگار ہونے کا کوئی خیال نہیں۔

ایسی سزائیں صرف عبرت کے لیے دی جاتیں ہیں تاکہ دوسرے لوگ محتاط ہو جائیں اور ان کی جان و مال محفوظ ہو جائیں اور پورا معاشرہ امن و سلامتی کا گہوارہ بن جائے۔

رشوت کا معنی اور اس کی اقسام

الرشوۃ ھو مایعطیه الشخص الحاکم اوغیرہ لیحکم له او یحمله علی مایرید کوئی شخص حاکم یا کسی کو کچھ چیز دے تاکہ وہ اس کے حق میں فیصلہ کر دے حاکم کو اپنی منشاء پوری کرنے پر ابھارے۔

علامہ ابنِ اثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

الرشوۃ الوصلة الیا لتحاجته بامفانه

کچھ پیسے دے کر اپنی حاجت پوری کرانا یہ رشوت ہے۔

رشوت کی چار اقسام ہیں۔

۱۔ پہلی قسم یہی ہے کہ منصب قضا کو حاصل کرنے کے لیے رشوت دینا اس رشوت کا لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔

۲۔ کوئی شخص اپنے حق میں فیصلہ کرانے کے لیے قاضی کو رشوت دے یہ رشوت جانبین سے حرام ہے۔ خواہ وہ فیصلہ حق اور انصاف پر مبنی ہو یا نہ ہو۔ (اس طرح کسی افسر کو اپنا کام کرانے کے لیے رشوت دینا بھی حرام ہے (لینا بھی حرام ہے)

۳۔ اپنی جان اور مال کو ظلم اور ضرر سے بچانے کے لیے رشوت دینا یہ لینے والے پر حرام ہے اور دینے والے پر حرام نہیں (اسی طرح اپنے مال کو حاصل کرنے کے لیے بھی رشوت دینا جائز اور رشوت لینا حرام ہے)

۴۔ کسی شخص کو اس لیے رشوت دی کہ وہ اس کو بادشاہ یا حاکم تک پہنچا دے تو اس رشوت کا دینا جائز اور لینا حرام ہے۔

رشوت کا مال کھانا حرام

وَ اَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ (النساء: ۱۶۱) اور لوگوں کا مال برے طریقے سے کھاتے ہیں۔

وَ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (المائدہ: ۶۲)

(اے حبیب) آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے ہیں ان میں سے اکثر کو (یہ) بڑے تیز رفتار ہیں گناہ اور زیادتی کرنے میں اور حرام خوری میں اور بیشک یہ بہت ہی برے کام کرتے رہتے ہیں۔

وَلَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (البقرہ: ۱۸۸)

اور ایک دوسرے کا مال آپس میں ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ الرَّاشِيْ وَالْمُرْتَشِيْ

رشوت لینے والے اور دینے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

اَلرِّشْوَۃُ فِی الْحُکْمِ کُفْرٌ

رشوت کفر کے حکم میں ہے۔

اَلرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ کِلَاھُمَا فِی النَّارِ

رشوت لینے اور دینے والا دونوں جہنمی ہیں۔

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَلرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ وَالرَّائِشُ

حضور ﷺ نے رشوت لینے والے، رشوت دینے والے اور ان دونوں کے درمیان واسطہ بننے والے پر لعنت بھیجی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو یہود کی طرف بھیجا تا کہ وہ خراج کی مقدار مقرر کریں۔ یہود نے کچھ مال کی ان کیلئے بھی پیشکش کر دی لیکن انہوں نے کہا کہ تم نے رشوت کی جو پیشکش کی ہے وہ حرام ہے۔ ہم رشوت نہیں کھاتے۔

ایک دفعہ آپ ﷺ نے ایک والی کو قبیلہ ازد کے صدقات وصول کرنے کیلئے بھیجا جب وہ واپس آیا تو اس نے کچھ مال اپنے لیے روک رکھا اور کہا کہ یہ آپ لوگوں کیلئے ہے۔ اور یہ میرے لئے ہدیہ ہے۔ نبی پاک ﷺ کو اس پر غصہ آ گیا آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم سچے ہو تو اپنے ماں باپ کے گھر میں بیٹھے رہتے اور دیکھ لیتے کہ ہدیہ تمہارے پاس آتا ہے کہ نہیں۔ اس کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا کیا بات ہے جس شخص کو میں عامل مقرر کرتا ہوں وہ کہتا ہے کہ یہ تمہارے لیے ہے اور یہ میرے لیے ہدیہ ہے۔ وہ اپنی ماں کے گھر میں نہ بیٹھا رہا کہ ہدیہ اس کے پاس آ جاتا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ تم میں سے جو شخص بھی کوئی چیز بغیر حق کے لے گا وہ اللہ کے ہاں اس مال کو اپنے اوپر لادے ہوئے آئے گا۔ تو دیکھو تم میں سے کوئی شخص قیامت کے دن اپنی گردن پر اونٹ، گائے یا بکری کو اٹھائے ہوئے نہ آئے۔ اس حال میں کہ یہ جانور چیخ رہے ہوں گے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھائے۔ یہاں تک کہ آپ کے بغل مبارک کی سفیدی دکھائی دینے لگی۔ اور فرمایا خدایا میں پہنچا چکا ہوں (بخاری و مسلم)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خدمتِ عالیہ میں ہدیہ پیش کیا گیا تو آپ نے اسے

قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ سے کہا گیا کہ حضور ﷺ بھی ہدیہ قبول فرماتے تھے۔ تو انہوں نے جواب دیا آپ ﷺ کے لیے ہدیہ تھا۔ ہمارے لیے رشوت ہے۔

(عدل وانصاف کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ رشوت ہے ہر آدمی اگر اپنے آپ کو سمجھا لے کہ میں رشوت نہیں دوں گا۔ میرا کام دیر سے ہوتا ہے تو ہو جائے۔ اسی نیت سے ہی معاملہ ٹھیک ہو سکتا ہے لیکن ہماری جلد بازیاں ہمیں اچھے برے کام کی تمیز سے بے نیاز کر دیتی ہیں ہم رشوت کو مختلف نام دے دیتے ہیں اور اپنے تئیں سمجھتے ہیں کہ یہ حرام نہیں حالانکہ نام بدلنے سے حکم نہیں بدل جاتا۔ آج رشوت کا نام بچوں کی مٹھائی ہے۔ تحفہ ہے، ہدیہ ہے سب حرام ہیں)

اس سلسلے میں حضور ﷺ کا بڑا واضح ارشاد ہے آپ ﷺ نے فرمایا جس کو ہم نے کسی کام پر مقرر کر دیا اور اس کے معاش کا بھی انتظام کر دیا۔ اس کے بعد وہ جو کچھ لے خیانت ہوگی۔

۴۔ ناپ تول میں کمی کر کے کھانا حرام ہے

دھوکہ بازی اور فریب کاری کی ایک قسم ناپ تول میں کمی ہے قرآن مجید میں اس پہلو کا بڑے اہتمام سے ذکر کیا گیا ہے ارشاد فرمایا:

وَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُکَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (الانعام: ۱۵۳)

اور ناپ تول میں پورا انصاف کرو ہم کسی نفس پر اس کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے۔

اَوْفُوا الْکَیْلَ اِذَا کِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ (بنی اسرائیل: ۳۵)

اور پورا پورا ماپو جب تم کسی چیز کو ماپنے لگو اور تولو تو اپنے ترازو سے تولو جو بالکل درست ہو۔

فَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ (الاعراف: ۸۵)

اور پورا کرو ناپ اور تول کو اور نہ گھٹا کر دو لوگوں کو ان کی چیزیں

وَلَا تَنْقُصُوا الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِنِّیْۤ اَرٰىکُمْ بِخَیْرٍ وَّاِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْکُمْ

عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ (ھود: ۸۴)

(حضرت شعیب رضی اللہ عنہ نے اہلِ مدین کو خطاب کیا) ناپ اور تول میں کمی نہ کرو میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم خوشحال ہو۔ اور میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تم پر اس دن کا عذاب نہ آ جائے جو ہر چیز کو گھیرنے والا ہے۔

اور بربادی ہے (ناپ تول میں) کمی کرنے والوں کیلئے اور جب وہ لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب لوگوں کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو ان کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ کیا وہ خیال بھی نہیں کرتے کہ انہیں قبروں سے اٹھایا جائے گا۔ ایک بڑے دن کیلئے۔ (المطففین ۱تا۵)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان پانچ چیزوں پر یہ پانچ سزائیں ملتی ہیں۔

۱۔ جو قوم عہد شکنی کرتی ہے اللہ تعالیٰ اس پر اس کے دشمن مسلط کر دیتا ہے۔

۲۔ جو قوم احکامِ الٰہی کے خلاف فیصلے کرتی ہے اللہ تعالیٰ ان کو تنگ دست کر دیتا ہے۔

۳۔ جس قوم میں بدکاری عام ہو جاتی ہے اس میں طاعون پھیل جاتا ہے۔

۴۔ جو قوم ناپ اور تول میں کمی کرتی ہے وہاں زرعی پیداوار میں برکت نہیں رہتی۔ قحط سالی پھیل جاتی ہے۔

۵۔ اور جو قوم زکوٰۃ نہیں دیتی اللہ تعالیٰ ان پر بارش نازل نہیں کرتا۔

۴۔ سود کی حرمت

ربوا (سود) کی تعریف اور اس کی اقسام

عربی میں سود کو ربو کہتے ہیں۔

اس کا معنی کسی چیز کا زیادہ ہونا اور بڑھنا ہے

جب مال زیادہ ہو جائے تو اہلِ عرب کہتے ہیں ''ربا المال''

تعریف: ربو سے مراد مال میں وہ زیادتی ہے جو سرمایہ دار اپنے مقروض کو قرض کی ادائیگی کی مہلت دے کر حاصل کرتا ہے یا اس سے مراد ہر وہ زیادتی ہے جو کسی عوض کے بغیر ہو اور

معاوضہ میں ایک فریق کیلئے مشروط ہو۔

ربا کی اقسام

ربا کی دو مشہور قسمیں ہیں۔ ربا النسیۃ ربا الفضل

ربا النسیۃ (قرض کا سود) قرض کا وہ معاملہ جس میں ایک مخصوص مدت ادائیگی اور قرض دار پر مال کی زیادتی معین کر لی گئی ہو۔

ربا الفضل

اس سے مراد معاملے میں اصل پر وہ زیادتی ہے جو ایک ہی جنس کے بغیر کسی مہلت یا تاخیر کے دست بدست تبادلے کی صورت میں کی جائے اسے ربا الیسوع کا نام بھی دیا جاتا ہے۔

اسلام میں سود کی مذمت

اسلام نے تجارت کے ذریعے مال کو نفع بخش بنانا جائز قرار دیا۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ (النساء: ۲۹)

اے ایمان والو ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی مال باہمی رضامندی سے تجارت کے ذریعے حاصل ہو جائے۔

تجارت کیلئے تگ و دو کو وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ

کہا لیکن سود کے ذریعے نفع حاصل کرنے کو ناپسند جانا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے ایمان والوں اللہ سے ڈرو اور جو سود تمہارا باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر واقعی تم مومن ہو۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو خبردار ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے۔ اور اگر تم توبہ کر لو تو اصل زر لینے کا تمہیں حق ہے۔ نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ (البقرہ ۲۷۸، ۲۷۹)

جو لوگ کھایا کرتے ہیں سود وہ نہیں کھڑے ہوں گے مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے وہ جسے پاگل بنا دیا ہو شیطان نے چھو کر یہ حالت اس لیے ہوگی کہ وہ کہا کرتے تھے سوداگری

بھی سود کی مانند ہے۔ حالانکہ حلال فرمایا اللہ نے تجارت کو اور حرام کیا سود کو (البقرہ: ۲۷۵)

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰٓوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ

(آلِ عمران: ۱۳۰)

اے ایمان والو نہ کھاؤ سود دگنا چوگنا کر کے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔

حضور ﷺ نے فرمایا اللہ نے سود کھانے والوں پر اور اس کے شاہدوں پر اور اس کی کتابت کرنے والوں پر لعنت بھیجی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا جب کسی بستی میں سود اور زنا کا ظہور ہو جاتا ہے تو لوگ اللہ کے عذاب کو دعوت دیتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا سود اگرچہ کتنا ہی زیادہ ہو جائے۔ مگر اس کا نتیجہ قلت ہے۔

حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا۔ زمانہ جاہلیت میں جو سودی معاملات کیے گئے سب کا سود چھوڑ دیا گیا ہے اب ہر شخص کو اصل رقم ملے گی۔ سود کی زائد رقم نہ ملے گی۔ نہ تم زیادتی وصول کر کے کسی پر ظلم کر سکو گے اور نہ کوئی اصل رأس المال میں کمی کر کے تم پر ظلم کر سکے گا اور سب سے پہلے جو سود چھوڑا تھا۔ وہ عباس رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب کا سود ہے۔ جس کی بہت بھاری رقمیں غیر مسلموں کے ذمے عائد ہوتی تھیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ ہر شخص سود کھانے والا ہو گا اگر سود نہ کھائے گا تو اس کا غبار اس کو ضرور پہنچے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا سود کی ۷۰ جزئیں ہیں۔ سب سے کم درجے کے جز کا گناہ اس قدر ہے جیسے آدمی اپنی ماں سے زنا کرے (مشکوٰۃ)

گناہِ کبیرہ سے بچنے کا صلہ

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ نُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِیْمًا (النساء: ۳۱)

اگر تم بچتے رہو گے ان بڑے بڑے کاموں سے جن سے تمہیں روکا گیا ہے تو ہم مٹا

دیں گے (تمہارے نامہ اعمال سے) تمہاری برائیاں اور ہم داخل کریں گے تمہیں عزت کی جگہ میں۔

حرام مال کے نقصانات

۱۔ حرام مال سے خیرات قبول نہیں ہوتی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمانِ عالیشان ہے کہ جو بندہ مالِ حرام حاصل کرتا ہے وہ اگر اس کو صدقہ کرتا ہے تو وہ مقبول نہیں۔ اور اگر خرچ کرے تو اس میں اس کے لئے برکت نہیں اور چھوڑ کر مرے تو جہنم میں جانے کا سامان ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا بلکہ نیکی سے مٹاتا ہے اور یقیناً ناپاکی دوسری ناپاکیوں کو دور نہیں کرتی۔ (احمد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے حرام کا مال جمع کیا پھر اسے صدقہ کر دیا تو اسے کوئی اجر نہیں ملے گا اور اس کا گناہ اسی پر رہے گا۔ (حاکم)

طبرانی میں روایت ہے جس نے مالِ حرام حاصل کر کے اس سے کسی کو آزاد کیا اور صلہ رحمی کی۔ یہ اس کے لئے ثواب کی بجائے عذاب اور گناہ کا موجب ہوگا

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جو شخص مالِ حرام سے صدقہ و خیرات دیتا ہے گویا وہ ناپاک کپڑوں کو پیشاب سے دھونے کی کوشش کرتا ہے اس طرح وہ پہلے سے بھی زیادہ ناپاک ہو جاتے ہیں۔

۲۔ عبادت قبول نہیں ہوتی

ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس نے دس درہم کا کپڑا خریدا اور اس میں ایک درہم حرام کا ہے تو اللہ تعالیٰ اس آدمی کی نماز قبول نہیں کرے گا۔ جب تک وہ اس کے جسم پر رہے گا۔ پھر آپ نے اپنی دونوں انگلیوں کو دونوں کانوں میں داخل کر کے فرمایا یہ دونوں بہرے ہو جائیں۔ اگر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی فرماتے ہوئے نہ سنا ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سعد حلال کا کھانا کھا تیری دعائیں قبول ہوں گی۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے جب آدمی اپنے پیٹ میں حرام کا لقمہ ڈالتا ہے تو اس وجہ

سے اس کی چالیس دن کی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ جو شخص حرام سے اپنا گوشت بڑھاتا ہے۔ (جہنم کی) آگ اس کے بہت قریب ہوتی ہے۔

۳۔ دعا قبول نہیں ہوتی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور نہیں قبول فرماتا مگر پاک کو اور بیشک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اسی بات کا حکم دیا ہے جس کا رسولوں کو حکم دیا تھا یعنی فرمایا:

يَاأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا

اے رسولو! پاک چیزوں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو۔

فرمایا اے ایمان والو پاک چیزوں سے کھاؤ۔ جو ہم نے تمہیں روزی دی پھر ایک آدمی کا ذکر فرمایا جو طویل سفر کرتا ہے بال بکھرے ہوئے غبار آلود ہیں اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر کہتا ہے یا رب یا رب حالانکہ اس کا کھانا حرام، اسکا پینا حرام، اس کا پہننا حرام اس کا لباس حرام، اسے حرام غذا کھلائی جاتی ہے بھلا اس کی التجا کیسے قبول کی جائے گی۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ دعا فرمائیں اللہ مجھے مستجاب الدعوات (جس کی تمام قبول ہوں) بنادے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لقمۂ حلال کا التزام فرمالو خود بخود مستجاب الدعوات ہو جاؤ گے۔

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تسبیحات و وظائف کی کثرت کی تلقین کی بجائے لقمہ حلال کی ترغیب دی۔ افسوس ہم مصطفوی وظیفے کو چھوڑ کر دوسرے لمبے چوڑے وظیفوں میں پڑے ہوئے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ شاید ہم خالی تسبیحات سے ہی یہ مقام حاصل کر لیں گے۔

ایں خیال است ومحال است وجنوں

۴۔ جنت سے محرومی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جسم جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ جو حرام روزی سے پلا ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ گوشت جنت میں داخل نہیں ہوگا جو حرام سے پیدا ہوا ہے اور ہر وہ گوشت جو حرام سے پیدا ہو اس کے لیے جہنم ہی زیادہ مناسب ہے۔

انتالیسویں شاخ

مأکولات ومشروبات میں حرام اشیاء سے بچنا

تمام اشیاء اپنی اصل کے اعتبار سے حلال ومباح ہیں اور حرام وہ چیزیں ہیں جن کی حرمت کے بارے میں صحیح اور صریح نص وارد ہوئی ہیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھی، پنیر اور گورخر کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حلال ٹھہرایا ہے اور حرام وہ ہے جسے اس نے اپنی کتاب میں حرام ٹھہرایا ہے اور جن سے سکوت اختیار فرمایا وہ معاف ہیں۔ (ترمذی)

اللہ تعالیٰ نے منصبِ نبوت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتُ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثُ (الاعراف: ۱۰۷) وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے اور پاکیزہ چیزیں ان پر حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے۔

مشروبات میں حرام چیزیں

شراب ایک الکوحل مادہ ہے جو نشہ پیدا کرتا ہے۔

شراب نوشی کے کسی بھی شخصیت پر بہت برے اثرات مترتب ہوتے ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ وَ يَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ○ (المائدہ: ۹۰۔۹۱)

اے ایمان والو بیشک شراب، جوا، استھان، اور پانسے کے تیر بالکل نجس شیطانی کام ہیں ان سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ جوئے اور شراب کے ذریعے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈالے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے پھر کیا تم ان چیزوں سے باز آ جاؤ گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اسلام میں سب سے پہلے جس کو الٹا جائے گا جس طرح بھرے برتن کو الٹ دیا جاتا ہے وہ شراب ہوگی یعنی اسلام میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے جس حکم کی نافرمانی کی جائے گی اور اس کے حکم کو الٹ دیا جائے گا وہ شراب کی ممانعت کا حکم ہوگا۔ پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیونکر ہوگا حالانکہ شراب کے متعلق اللہ تعالیٰ کے احکام بیان ہو چکے ہیں اور سب پر ظاہر ہیں آپ ﷺ نے فرمایا اس طرح ہوگا کہ (لوگ) شراب کا دوسرا نام رکھ لیں گے اور اس کو حلال قرار دیں گے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے حضور ﷺ نے سب ایسی چیزوں سے منع فرمایا جو نشہ لائیں قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْتَنِبُوا الْخَمْرَ فَاِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ (شراب سے بچو یہ تمام فسادات کی کنجی ہے)

شراب کی خرید وفروخت اور تحفہ دینا حرام ہے

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا (البقرہ: ۲۱۹)

وہ پوچھتے ہیں آپ ﷺ سے شراب اور جوئے کی بابت، آپ ﷺ فرما دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور کچھ فائدے ہیں لوگوں کے لیے اور ان کا گناہ بہت بڑا ہے ان کے فائدے سے۔

حضور ﷺ نے فرمایا شراب نچوڑنے والا، نچڑوانے والا، پینے والا، اٹھانے والا وہ جس کے لیے اٹھا کر لے جائے، پلانے والا، فروخت کرنے والا اس کی قیمت کھا جانے والا اور وہ جس کے لیے خریدی جائے ان سب (لوگوں) پر آپ ﷺ نے

لعنت فرمائی ہے (ترمذی)

ایک شخص نے چاہا کہ حضور ﷺ کی خدمت میں شراب ہدیہ پیش کرے آپ ﷺ نے فرمایا اللہ نے شراب حرام کردی ہے۔ اس نے پوچھا پھر اسے فروخت کردوں۔ فرمایا جس ہستی نے اسکو پینا حرام کردیا ہے۔ اس نے اس کو فروخت کرنا بھی حرام کردیا ہے۔ اس نے کہا پھر یہود کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنا بھی حرام کیا ہے۔ اس نے عرض کی پھر میں اسے کیا کروں؟ فرمایا بطحا کے راستوں پر بہادو۔

شراب کی دعوت سے ممانعت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ کسی ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب کا دور چل رہا ہو۔

شراب نوشی کی سزا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے شراب پی اسے اسی کوڑے مارو۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شراب پینے پر دو جوتے چالیس چالیس بار مارے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب نے لوگوں سے خمر کی حد کے بارے میں مشورہ کیا اور کہا کہ لوگ خمر پیتے ہیں اور اس کی جرأت کرتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا جب کوئی نشہ میں ہوتا ہے تو بے ہودہ باتیں کرتا ہے اور کسی پر تہمت لگاتا ہے۔ لہٰذا اس کو تہمت کی حد لگایئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شراب اور تہمت کی حد اسی کوڑے مقرر کردی۔

شراب نوشی کی نحوستیں

۱۔ شراب دوا نہیں بیماری ہے

ایک شخص نے دوا کے طور پر شراب کو استعمال کرنے کے لیے حضور ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّہٗ لَیْسَ بِدَوَاءٍ وَلٰکِنَّہٗ دَاءٌ (مسلم)

شراب دوا نہیں بیماری ہے

مزید فرمایا اللہ نے بیماری اور دوا دونوں چیزیں نازل کی ہیں اور تمہارے لیے بیمار کا علاج بھی رکھا ہے۔ لہٰذا علاج کرو لیکن حرام چیز سے علاج نہ کرو (ابوداؤد)

ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حرام کردہ چیزوں میں تمہارے لیے شفا نہیں رکھی۔

۲۔ شرابی پر جنت حرام

جس نے دنیا میں شراب پی اور توبہ نہ کی تو اس پر جنت حرام ہے۔

۳۔ شراب گمراہی کا سبب ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے شب معراج مسجد اقصیٰ میں دو پیالے پیش کیے گئے۔ ایک میں دودھ اور دوسرے میں شراب تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو دیکھا اور پھر دودھ کو لے لیا۔ اس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَاکَ لِلْفِطْرَۃِ لَوْاَخَذْتَ الْخَمْرَ لَغَوَتْ اُمَّتُکَ۔

سب تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فطرت کی طرف ہدایت دی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم شراب پکڑ لیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت گمراہ ہو جاتی۔

۴۔ شراب پیتے وقت ایمان سے محرومی

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب شرابی شراب پیتا ہے تو وہ اس وقت مومن نہیں ہوتا۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک حلال بھی واضح ہیں اور حرام بھی واضح ہیں اور جو اس کے درمیان ہیں وہ مشتبہ چیزیں ہیں۔ لوگوں کی اکثریت ان کے بارے میں نہیں جانتی جس نے اپنے آپ کو شبہات سے بچا لیا گویا اس نے اپنی آبرو اور دین کو بچا لیا اور جو شبہات میں پڑ گیا گویا وہ حرام میں پڑ گیا۔ اس چرواہے کی طرح جو چراگاہ کے قریب (اپنے جانور) چراتا ہے۔ ڈر ہے کہ (کوئی جانور) اس

چراگاہ کے اندر چلا جائے۔ خبردار ہر بادشاہ کی چراگاہ ہے اور زمین اللہ کی چراگاہ ہے۔ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔

ہر نشہ آور چیز حرام ہے

حضور ﷺ سے عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ شہد، مکئی، اور جو سے جو شراب بنائی جاتی ہے تو اس کا کیا حکم ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ خَمْرٍ حَرَامٌ

ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر خمر (شراب) حرام ہے۔ (مسلم)

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اَلْخَمْرُ مَاخَاسَرَ الْعَقْلَ

شراب وہ ہے جو عقل کو ڈھانک دے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

ما اسکر کثیر فقلیله حرام (ترمذی)

جو چیزیں کثیر مقدار میں نشہ لائے اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے۔

مأکولات میں حرام چیزیں

قرآن مجید نے ماکولات میں حرام چیزوں کی مقدار دس بتائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان محرمات کا ذکر قرآن مجید میں چار مختلف مقامات پر کیا ہے۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (البقرہ: ۱۷۳)

اس نے حرام کیا تم پر مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جانور جس کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام بلند کیا گیا ہو (اس کا گوشت) لیکن جو مجبور ہو جائے درآنحالیکہ وہ نہ سرکش ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا ہو تو اس پر (بقدرِ ضرورت کھا لینے میں) کوئی گناہ نہیں بیشک اللہ گناہ بخشنے ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

آپ ﷺ فرما دیجئے میں نہیں پاتا اس (کتاب) میں جو وحی کی گئی ہے میری طرف کوئی چیز حرام کھانے والے پر جو کھاتا ہے اسے مگر یہ کہ مردار یا (رگوں کا) بہتا ہوا خون یا خنزیر کا گوشت کیونکہ وہ بہت سخت گندہ ہے یا جو نافرمانی کا باعث ہو (یعنی) وہ جانور جس پر ذبح کے وقت بلند کیا جائے غیر اللہ کا نام (الانعام: ۱۴۶)

اس نے تم پر حرام کیا ہے صرف مردار، خون، سور کا گوشت اور جس پر بلند کیا گیا ہو غیر اللہ کا نام بوقت ذبح (النحل: ۱۱۵)

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَ الدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَ مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَ الْمُنْخَنِقَةُ وَ الْمَوْقُوْذَةُ وَ الْمُتَرَدِّيَةُ وَ النَّطِيْحَةُ وَ مَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ قف وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ (المائدہ: ۳)

حرام کیے گئے ہیں تم پر مردار، خون، سور کا گوشت اور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے اور گلا گھونٹنے سے مرا ہوا۔ چوٹ سے مرا ہوا۔ اوپر سے نیچے گر کر مرا ہوا۔ سینگ لگنے سے مرا ہوا اور جسے کھایا ہوا ہو کسی درندے نے سوائے اس کے کہ جسے تم ذبح کر لو اور (حرام ہے) جو ذبح کیا گیا ہو تھانوں پر۔

۱۔ مردار:

یعنی وہ حیوان یا پرندہ جو اپنی طبعی موت مرا ہو۔ مردار کو حرام قرار دینے کی بیشمار مصلحتوں میں ایک یہ بھی ہے کہ اللہ نے مردار کو انسانوں پر حرام قرار دے کر اپنی دیگر مخلوق چرند و پرند کے لیے بھی غذا، خوراک کا انتظام فرمایا ہے۔

۲۔ دمِ مسفوح یعنی بہنے والا خون

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ تلی کا کیا حکم ہے؟ فرمایا کھا سکتے ہو۔ لوگوں نے کہا وہ تو خون ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ نے بہنے والے خون کو حرام قرار دیا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں کسی شخص کو اگر بھوک محسوس ہوتی تو وہ ہڈی یا کوئی تیز چیز اونٹ کے جسم میں جھونک دیتا اور جو خون نکلتا اس کو بھی پی جاتا تھا۔ اس سے جانوروں کو تکلیف ہوتی اور وہ

کمزور ہو جاتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے بہائے خون کو حرام قرار دیا ہے۔

۳۔ سور کا گوشت:

سور (خنزیر) کی غذا نجاست اور کوڑا کرکٹ ہے۔
جدید تحقیق کے مطابق گرم ممالک میں اس کا کھانا سخت مضر ہے سائنسی تجربات و مشاہدات نے ثابت کیا ہے کہ سور کا گوشت کھانے سے خاص قسم کے کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو بڑے ہی مہلک ہوتے ہیں۔ محققین کا کہنا ہے کہ اس کا کثرت سے استعمال کرنے والا انسان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غیرت و حمیت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور سنگدل ہو جاتا ہے۔

۴۔ وہ جانور جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو

وہ جانور جس کے ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا مبارک نام نہ لیا جائے۔ غیر اللہ یعنی بتوں وغیرہ لات، عزیٰ، منات یا کسی، پیر، فقیر، مجذوب، ولی نبی کا نام لیا جائے تو اس کا گوشت حرام ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ذبح کے وقت اللہ کا نام بلند کرنا اس بات کا اظہار ہے کہ ایک جاندار مخلوق کو ذبح کرنے کا کام اس خالق کی اجازت و منشاء سے ہو رہا ہے لیکن اگر اس نے اپنے خالقِ حقیقی، معبودِ حقیقی کا نام نہ لیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس نے اس اجازت کو عملاً مسترد کر دیا ہے۔ اس لیے اسلام نے ایسے جانور کے گوشت سے استفادہ کرنے سے منع کر دیا ہے۔ اللہ نے فرمایا:

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ (الانعام: ۱۲۱)

جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کو نہ کھاؤ کہ یہ فسق ہے۔

۵۔ منخنقۃ: وہ جانور جو گلہ گھٹ جانے سے مر گیا ہو۔

۶۔ موقوذۃ: وہ جو لاٹھی وغیرہ کی مار کھانے سے مر گیا ہو۔

۷۔ متردیۃ: جو اوپر سے گر کر مر گیا ہو (مثلاً جو کنویں میں گر کر مرا ہو)

۸۔ نطیحۃ: جو کسی جانور کے سینگ مارنے کی وجہ سے مر گیا ہو۔

۹۔ جسے کسی درندے نے پھاڑ کھایا ہو یعنی کسی درندے نے جانور پھاڑ کر اس کا جزو کھایا ہو

اور اس کی وجہ سے مر گیا ہو۔

۱۰۔استھان کا ذبیحہ

وہ بت یا پتھر جو طاغوت کے نشان کے طور پر قائم کر دیا گیا ہو۔ جس سے غیر اللہ کی پرستش مقصود ہو۔ خانہ کعبہ کے اطراف میں استھان موجود تھے اور لوگ یہ گمان کرتے تھے کہ ان استھانوں پر ذبح کرنے سے بیت اللہ کی تعظیم ہوگی۔ اس لیے قرآن نے نہ صرف ان جاہلوں کے اس توہم کا ازالہ کیا بلکہ اس بات کو حرام قرار دیا۔

نبی اکرم ﷺ نے خیبر کے دن پالتو گدھے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا (البخاری)

نبی پاک ﷺ نے کچلی والی درندوں (شیر، چیتا، بھیڑیا) اور پنجہ سے کھانے والے پرندوں (گدھ، باز، شکرہ، چیل) کو کھانے کی ممانعت فرمائی ہے۔

ایمان افروز بحث

وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ

کے ترجمہ وتفسیر میں دور افتراق وانتشار کے بعض مفسرین کرام نے ایسا اجتہاد فرمایا کہ عقل وخرد حیران وسرگرداں ہے۔ اس اجتہاد نے امتِ مسلمہ کو گروہ بندی میں منقسم کر دیا کاش یہ لوگ اس مقام پر متقدمین کو پڑھ لیتے تو اتحادِ امت کو اس قدر نقصان نہ پہنچتا مشرکین اپنے جانوروں کو ذبح کرتے وقت بِاسْمِ اللَّاتِ وَالْعُزّٰی (یعنی لات وعزی کے نام سے شروع)

کہا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس برے طریقے سے روکا اور اپنے خالق و مالک کا نام بلند کرنے کی ترغیب دی جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کو ہرگز نہ کھاؤ یہ فسق ہے امام ابو بکر جصاص رضی اللہ عنہ اپنی تفسیر احکام القرآن میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں

''سب مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس سے مراد وہ ذبیحہ ہے جس پر بوقتِ ذبح اللہ کے نام کے سوا کوئی اور نام لیا جائے''

افسوس یہ ہے کہ سمجھنے کے باوجود ہم نے اس بات کو ایسا رنگ دیا جس سے کفر وشرک

کے مقفل دروازے کھل گئے۔ ہر دو گروہ کفر و شرک کی مشینیں چلانے لگے نتیجہ ہم مسلمان ہونے کے باوجود کافر کہلوانے لگے۔ (استغفر اللہ)

معلوم ہوا کہ حرام اس وقت ہوگا جب ہم بوقتِ ذبح غیر اللہ کا نام لیں گے۔ اگر اللہ کا نام لیا تو پھر کسی صورت میں بھی ذبیحہ حرام نہ ہوگا۔ فتاویٰ عالمگیری میں موجود ہے کہ کسی مجوسی نے اپنے آتش کدہ کے لیے یا کسی مشرک نے اپنے باطل خداؤں کے لیے کسی جانور کو نامزد کیا اور کسی مسلمان نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اسے ذبح کر دیا تو اسے کھایا جائے گا کیونکہ مسلمان نے اسے اللہ کا نام لے کر ذبح کیا ہے۔ اس سے یہ بات بھی کھل کر سامنے آ گئی کہ کسی چیز پر محض غیر اللہ کا نام لے دینے سے وہ حرام نہیں ہو جاتی۔

کسی پیر فقیر یا نبی ولی کے ایصالِ ثواب کے لیے ذبح کیے ہوئے جانور کا گوشت حرام نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ﷻ نے فرمایا: وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ (الانعام: ۱۱۹)

تمہیں کیا ہوا کہ اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا (ہے)

بعض لوگ گیارھویں شریف یا میلاد شریف کا تبرک جس پر کلامِ الٰہی پڑھا جاتا ہے اس کو بھی حرام سمجھتے ہوئے نہیں کھاتے صرف اس لیے کہ اس طعام کی نسبت نبی یا ولی کی طرف کی گئی ہے اس آیۃ کریمہ میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ نسبت جس کی طرف مرضی ہو جس کھانے پر اللہ کا نام لیا جائے وہ حلال ہے۔

کیوں کہ فقط نسبت کر کے جانور ذبح کرنے سے اگر وہ حرام ہونا ہوتا تو کبھی حضور ﷺ اپنی امت کی طرف سے قربانی نہ کرتے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ۱۰ ذوالحجہ کو دو مینڈھے ذبح فرمائے اور فرمایا اللہ یہ قربانی محمد ﷺ اور اس کی امت کی طرف سے قبول فرما۔ بعض روایات میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا یا اللہ یہ قربانی میری طرف سے ہے اور میری امت کے ان افراد کی طرف سے جو غربت و افلاس کی وجہ سے قربانی نہیں کر سکتے کیا امت کے غریب افراد کی طرف نسبت ہونے سے وہ جانور حرام ہو گیا تھا؟ کیا اللہ نے اس منسوب جانور کی قربانی قبول نہیں فرمائی تھی؟ کیا حضور ﷺ کے اس فعل پر اللہ

تعالیٰ نے اظہار ناراضگی فرمایا تھا؟ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ہر سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی نہیں دیا کرتے تھے؟ کیا یہ سب کچھ احادیث میں موجود نہیں؟ اگر موجود ہے تو پھر جھگڑا کیوں ہے؟ کیا بارہ سال مدارس میں دین پڑھ کر یہی حاصل کیا ہے؟

صبح شام روزانہ قصاب لاکھوں کی تعداد میں جانور ذبح کرتے ہیں کیا وہ فقط اللہ کی رضا کے لئے کرتے ہیں یا میرے اور آپ کے گوشت کھانے کے لئے کرتے ہیں جب جانور کی نسبت میری اور آپ کی طرف ہو اور اس پر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو اس کا کھانا جائز اگر کسی نبی یا ولی کی طرف نسبت کر کے اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو اس کا کھانا کیوں ناجائز ہو جاتا ہے کیا یہ انصاف ہے؟

چالیسویں شاخ

حرام لباس اور حرام برتنوں سے اجتناب

لباس کا لغوی معنی

لبس الثوب کا معنی کپڑا پہننا یا پہنانا

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ لَا یَفۡتِنَنَّکُمُ الشَّیۡطٰنُ کَمَاۤ اَخۡرَجَ اَبَوَیۡکُمۡ مِّنَ الۡجَنَّۃِ یَنۡزِعُ عَنۡہُمَا لِبَاسَہُمَا لِیُرِیَہُمَا سَوۡاٰتِہِمَا (الاعراف: ۲۷)

اے اولادِ آدم! کہیں شیطان تمہیں فتنے میں نہ ڈال دے جس طرح اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکالا تھا۔ اس نے ان کا لباس اتروادیا تاکہ انہیں ان کی شرمگاہیں دکھائے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لباس پہننے کی غرض وغائت بیان فرمائی ہے کہ حضرت آدم وحوا کے لباس اترنے سے ان کی شرمگاہیں بے حجاب ہوگئیں یعنی لباس کی وضع شرمگاہوں کو چھپانے کے لیے ہے۔

یُحَلَّوۡنَ فِیۡہَا مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَہَبٍ وَّ لُؤۡلُؤًا ؕ وَ لِبَاسُہُمۡ فِیۡہَا حَرِیۡرٌ (الحج: ۲۳)

جنت میں (جنتیوں کو) سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور وہاں انکا لباس ریشم کا ہوگا۔

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکُمۡ لِبَاسًا یُّوَارِیۡ سَوۡاٰتِکُمۡ وَ رِیۡشًا (الاعراف: ۲۶)

اے اولاد آدم بیشک اتارا ہم نے تم پر لباس جو ڈھانپتا ہے تمہاری شرمگاہوں کو اور باعثِ زینت ہے۔

لباس کا مقصد:

اسلام کی نظر میں لباس سے مقصود دو چیزیں ہیں۔

(۱) سترِ عورت (۲) زینت

اسی لیے اسلام نے عورتوں کو ایسے کپڑے پہننا حرام قرار دیا جن کے اندر سے بدن نظر آئے یا جھلکے۔ اسی طرح وہ کپڑا بھی حرام ہے جس سے بدن کے خدوخال اور خاص طور سے وہ اعضاء نمایاں ہوں جن سے فتنہ کا اندیشہ ہو سکتا ہے مثلاً پستان، کمر، چوتڑ وغیرہ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو گروہ دوزخی ہیں ایک وہ جن کے ساتھ گائے کی دم کی طرح کوڑے ہوں گے۔ جن کو وہ لوگوں پر برسائیں گے (یعنی ظالم حکمران) اور دوسری وہ عورتیں جو کپڑے پہن کر بھی برہنہ رہیں گی وہ اپنی طرف مردوں کو مائل کریں گی اور خود مردوں کی طرف مائل ہوں گی اُن کے سر اونٹ کے جھکتے ہوئے کوہان کی طرح ہوں گے۔ وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گی اور نہ ان کی خوشبو پا سکیں گی حالانکہ اس کی خوشبو دور دور تک پھیلی ہوئی ہوگی۔ (مسلم)

زینت کا معنی اور اس کی اقسام

کسی چیز کو کسی دوسری چیز سے حسین بنانا زینت ہے لباس سے ہو یا زیورات سے یا ہر وہ چیز جس سے تزئین حاصل کی جائے وہ زینت ہے زینت کی تین اقسام ہیں۔

۱۔ زینتِ نفسیہ:

جیسے علم، اچھے اعتقادات و نظریات

حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ (الحجرات: ۷)

اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارے نزدیک محبوب کر دیا ہے اور اس کو تمہارے دلوں میں مزین کر دیا ہے۔

۲۔ زینتِ بدنیہ:

جیسے قوت، ہمت، طاقت، اچھی شکل و صورت

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ

(الاعراف: ۸۲)

آپ ﷺ فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے جو زینت نکالی ہے اور جو پاکیزہ رزق پیدا کیے ہیں اس کو کس نے حرام کہا ہے؟

۳۔ زینتِ خارجیہ:

جیسے مال و دولت، عزت و عظمت اور وجاہت وغیرہ۔

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ (القصص: ۷۹)

تو وہ (قارون) اپنی زینت وزیبائش میں اپنی قوم کے پاس گیا۔

اسلام نے مسلمانوں پر لازم کیا ہے کہ وہ اپنے جسم کے پوشیدہ اعضاء کو جنہیں ایک مہذب انسان فطری طور پر کھولنے میں شرم محسوس کرتا ہے چھپائے اور ننگے جانوروں سے ممتاز ہو جائے۔ نیز اسلام کی ہدایت یہ ہے کہ خلوت میں بھی ستر کو چھپائے رکھے تاکہ شرم و حیاء انسان کی خصلت و عادت بن جائے۔ حضرت بہز بن حکیم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ ہم اپنے ستر کا کس حد تک خیال رکھیں اور کس حد تک نہیں؟ فرمایا اپنے ستر کی حفاظت کرو سوائے اپنی بیوی اور لونڈی کے میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ جب لوگ ایک دوسرے کے ساتھ (سفر وغیرہ میں) ہوں تو؟ فرمایا جہاں تک ہو سکے ستر پوشی ضرور کرو۔ میں نے کہا جب ہم میں سے کوئی شخص تخلیہ میں ہو تو؟ فرمایا:

فَاللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَحَقُّ اَنْ يُّسْتَحْيٰ عَنْهُ (ترمذی)

اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے حیا کیا جائے۔ اسلام ہمیں سادھو بننے کی ترغیب نہیں دیتا اور نہ ہی جوگیانہ اور راھبانہ طرزِ حیات اختیار کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ بلکہ اسے ناپسند جانتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں ایک شخص حاضر ہوا جس کے سر اور داڑھی کے بال پراگندہ تھے آپ ﷺ نے اس کی طرف اس طرح اشارہ فرمایا کہ گویا آپ ﷺ اسے

بال درست کرنے کا حکم دے رہے ہیں اس نے بال درست کر لیے پھر حاضرِ خدمت ہوا آپ ﷺ نے اسے دیکھ کر فرمایا:

یہ بہتر ہے کہ تمہارا اس حال میں آنا کہ شیطان کی طرح بال پراگندہ ہوں۔

(موطا امام مالک)

ایک شخص دربارِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا جس کے جسم پر خراب کپڑے تھے آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس مال ہے؟ اس نے کہا جی ہاں فرمایا کس قسم کا مال ہے؟ اس نے کہا ہر قسم کا مال مجھے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ فرمایا جب اللہ نے تمہیں مال سے نوازا ہے تو وہ تم پر اپنی نعمت اور فضل کا اثر بھی دیکھنا چاہتا ہے (نسائی)

آپ ﷺ نے فرمایا اگر ممکن ہو تو کام کاج کے کپڑوں کے علاوہ جمعہ کے لیے ایک جوڑا کپڑے کا مخصوص کر لینے میں کیا مضائقہ ہے۔

سونا اور ریشم مردوں پر حرام ہے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد کے دروازے پر ایک ریشمی حلہ فروخت ہوتے ہوئے دیکھا انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ جمعہ اور وفود سے ملاقات کے وقت پہننے کے لیے حلہ خرید لیتے تو اچھا ہوتا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کپڑے کو وہ پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک ﷺ نے ریشم کو اپنے دائیں ہاتھ میں اور سونے کو بائیں ہاتھ میں رکھ کر فرمایا:

اِنَّ ھٰذَیْنِ حَرَامٌ عَلٰی ذُکُوْرِ اُمَّتِیْ

یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں (ابن ماجہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی پاک ﷺ کو اشارہ فرماتے ہوئے سنا کہ ریشم کو نہ پہنو کیونکہ جو شخص دنیا میں ریشم پہنتا ہے۔ وہ آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے سونے کی انگوٹھی پہننے

اور کسی (ایک قسم کا ریشم) کا لباس پہننے اور زرد رنگ کے کپڑے پہننے سے منع کیا ہے (مسلم)

آپ ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو نکال کر پھینک دی اور فرمایا تم چاہتے ہو کہ اپنے ہاتھ میں (جہنم کی آگ کا) انگارا رکھ لو۔ نبی پاک ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد کسی شخص نے اس سے کہا کہ انگوٹھی اٹھا لو اور اسے اپنے کسی کام میں لے آؤ۔ اس شخص نے کہا خدا کی قسم میں اسے نہیں اٹھاؤں گا جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو پھینک دیا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مردوں کو ریشم اور سونا پہننے سے منع فرمایا ہے۔ یہ کافروں کے لیے دنیا میں ہیں اور ہمارے لیے آخرت میں ہیں۔

(ابن ماجہ)

حضرت سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا ہے اور سات چیزوں سے روکا ہے۔

سونے کی انگوٹھی پہننے، چاندی کے برتنوں میں پینے، ریشمی گدوں پر بیٹھنے، کسی (ریشم کی قسم) پہننے ریشمی کپڑا پہننے، استبرق (ریشم کی قسم) اور دیباج (ریشم کی قسم) پہننے سے منع فرمایا ہے۔

ایک شخص نے ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا میں کس قسم کے کپڑے پہنوں؟ آپ نے فرمایا جس کے پہننے سے ناداں لوگ آپ کو بے وقعت خیال نہ کریں (یعنی گھٹیا اور بدنما نہ ہو) اور اہلِ دانش اس میں عیب نہ نکالیں (حدِ اعتدال سے متجاوز نہ ہو)

لباس اور زیب و زینت میں غلو نہ ہو۔ اسراف و تکبر سے بچا جائے۔ کیونکہ اسراف کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے کپڑے تکبر سے گھسیٹتے ہوئے چلے گا اللہ تعالیٰ اس کی طرف قیامت کے روز نہ دیکھے گا۔ (بخاری و مسلم)

شہرت کے کپڑے بھی اس قبیل سے تعلق رکھتے ہیں شہرت کے کپڑے پہننے سے فخر و

مباحات، مقابلے کے جذبات اور دوسروں سے بڑھنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اسی لیے نبی پاک ﷺ نے فرمایا جو شخص شہرت کا لباس پہنے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے ذلت کا لباس پہنائے گا۔ (ابوداؤد)

سونے چاندی کے برتنوں کا حکم

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص سونے اور چاندی کے برتن میں کھاتا پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانے اور پینے سے منع فرمایا ہے۔ سونے چاندی کے برتنوں اور ریشم کے بستروں کی حرمت مرد وزن دونوں کے لیے یکساں ہے۔ سونے چاندی کے علاوہ دوسرے نفیس برتنوں کا استعمال جائز ہے جیسے یاقوت، شیشہ، بلور، عقیق، زمرد، مرجان، پیتل، سیسہ وغیرہ۔

حضرت عبداللہ بن حکیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مدائن میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے آپ نے پانی مانگا ایک کسان چاندی کے برتن میں پانی لے آیا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اسے پھینک دیا اور فرمایا میں تم کو بتا رہا ہوں کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ مجھے چاندی کے برتن میں نہ پلائیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چاندی اور سونے کے برتن میں نہ پیئو دیباج اور حریر نہ پہنو کیونکہ یہ چیزیں کافروں کے لیے دنیا میں ہیں اور تمہارے لیے قیامت کے دن آخرت میں ہوں گی۔ (مسلم)

اکتالیسویں شاخ

خلافِ شریعت کھیل کود سے اجتناب

انسانی زندگی اللہ رب العزت کا بہت بڑا عطیہ ہے۔ اس زندگی کو اس کے مقرر کردہ اصول وضوابط کے مطابق بسر کرنے کا نام ہی بندگی ہے۔

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

اسلام واقعیت پسندانہ دین ہے۔ وہ انسان کو تصورات وخیالات کے دائرہ میں مقید کرنے کی بجائے ایک ایسی زمین پر رہنا سکھاتا ہے جو حقائق اور واقعات کی جا ہے۔ وہ لوگوں سے پرواز کرنے والے فرشتے سمجھ کر معاملہ نہیں کرتا بلکہ معاملات کرنے والے، کھانے پینے والے، بازاروں میں چلنے پھرنے والے انسان سمجھ کر معاملہ کرتا ہے۔ اللہ نے انسان کی تخلیق اس طرح فرمائی کہ جس طرح کھانا پینا تقاضہ فطرت ہے۔ اسی طرح شاداں وفرحاں رہنا، ہنسنا اور کھیلنا بھی اس کی سرشت میں داخل ہے۔ اس سلسلے میں حضرت حنظلہ اسیدی رضی اللہ عنہ کا قصہ پڑھنے کے قابل ہے۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ملے پوچھنے لگے آپ کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا کہ حنظلہ رضی اللہ عنہ منافق ہو گیا۔ آپ نے فرمایا یہ کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ہوتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت ودوزخ کا ذکر فرماتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا ہم اپنی آنکھوں سے جنت ودوزخ دیکھ رہے ہیں لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں نہیں ہوتے تو عورتوں، بچوں اور کاروبار میں دل لگ جاتا ہے اور جنت ودوزخ کو ہم بھول جاتے ہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا قسم بخدا ہمارا بھی یہی حال ہے حنظلہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر میں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ دونوں امت کے

غمگسار نبی ﷺ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوئے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ حنظلہ رضی اللہ عنہ منافق ہوگیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ جب آپ ﷺ کی خدمتِ عالیہ میں ہوتے ہیں اور آپ ﷺ جنت و دوزخ کا ذکر فرماتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا ہم اپنی آنکھوں سے ان کو دیکھ رہے ہیں۔ لیکن جب آپ ﷺ کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو بیوی، بچوں اور کاروبار میں دل لگ جاتا ہے اور جنت و دوزخ کو ہم بھول جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میری صحبت میں جو تم کیفیت محسوس کرتے ہو اگر اسی پر قائم رہتے اور اسی طرح یاد رکھتے تو فرشتے آ کر تم سے بستروں اور راستوں میں مصافحہ کرتے لیکن اے حنظلہ رضی اللہ عنہ ہمیشہ یکساں کیفیت نہیں رہتی۔ (مسلم)

تفریحِ طبع کے لیے اسلام نے چند کھیلوں کے لیے ترغیب دی ہے اور بعض کھیلوں سے منع فرمایا ہے۔

جائز کھیلیں

حضور ﷺ نے فرمایا کھیلو، کودو، اس لیے کہ میں پسند نہیں کرتا کہ تمہارے دین میں سختی نظر آئے اپنے قلوب کو وقتاً فوقتاً آرام دیا کرو۔

۱۔ دوڑ مقابلہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دوڑ میں میرا مقابلہ کیا تو میں آگے نکل گئی۔ پھر جب میرا جسم بڑھ گیا تو آپ ﷺ نے مسابقت میں مجھے ہرا دیا اور فرمایا یہ اس وقت کا بدلہ ہے۔

۲۔ کشتی لڑنا:

حضور ﷺ نے مشہور نامی گرامی پہلوان رکانہ کے ساتھ کشتی لڑی اور اس کو کئی بار پچھاڑا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی کشتی کیا کرتے تھے۔

۳۔ تیراندازی:

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

الا ان القوۃ الرمی، الا ان القوۃ الرمی، الا ان القوۃ الرمی (مسلم)

سنو قوت تیراندازی میں ہے، سنو قوت تیراندازی میں ہے، سنو قوت تیراندازی میں ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا تم تیراندازی ضرور سیکھو کہ یہ بہترین کھیل ہے۔

۴۔ نیزہ چلانا:

نبی پاک ﷺ نے حبشیوں کو مسجد میں نیزہ کا کھیل کھیلنے کی اجازت دی تھی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ان کا کھیل دیکھنے کی اجازت تھی۔

۵۔ گھوڑے کی سواری:

حضور ﷺ نے فرمایا: الخیل معقود بنوا صیھا الخیر (بخاری)

گھوڑوں کی پیشانیاں خیر سے بندھی ہوئی ہیں۔

ایک دفعہ فرمایا:

اِرْمُوْا وَارْكَبُوْا

تیر چلاؤ اور سواری کرو۔ (مسلم)

۶۔ اسی طرح اسلام نے شکار کو بھی جائز و حلال قرار دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جتنی چیزوں سے آدمی لہو کرتا ہے سب باطل ہیں۔ مگر کمان سے تیر چلانا، گھوڑے کو ادب دینا اور بیوی کے ساتھ ملاعبت کرنا یہ تینوں حق ہیں۔

ناجائز اور حرام کھیلیں

وہ تمام تفریحات جو اسلامی اصولوں سے ٹکراتی ہوں وہ حرام ہیں اور ایسے تمام کھیل جن میں جوا ہو جائز نہیں مثلاً چوسر، شطرنج، تاش وغیرہ۔

تفریح طبع کے لیے ایسی کتابیں پڑھنا جو فحش ہوں یا جرائم کی ترغیب دیتی ہوں یا بے دینی والحاد سکھاتی ہوں یا کم از کم وقت برباد کرتی ہوں کسی طرح جائز نہیں۔

۱۔ چوسر کا کھیل:

ہر وہ کھیل جس میں جوا ہو حرام ہے اور جوا ہر وہ کھیل ہے جو نفع یا نقصان سے خالی نہ ہو اللہ نے اس کا ذکر شراب اور پانسوں کے ساتھ کیا ہے۔

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اپنے ساتھی سے کہے کہ آ و ہم جوا کھیلیں اسے چاہئے کہ صدقہ کرے (بخاری و مسلم)

یعنی جوے کی طرف مجرد بلانا بھی گناہ ہے اس سے اس کی سنگینیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

نبی پاک ﷺ نے فرمایا جس نے چوسر کا کھیل کھیلا اس نے گویا اپنے ہاتھ خنزیر اور اس کے خون میں رنگ لیے (مسلم)

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک ﷺ نے فرمایا جس نے چوسر کا کھیل کھیلا اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔

حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص چوسر کھیلتا ہے پھر نماز پڑھنے کے لیے اٹھتا ہے اس کی مثال اس شخص کی ہے جو پیپ اور سور کے خون سے وضو کرتا ہے اور نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے۔

۲۔ شطرنج:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے شراب پینے، جوا کھیلنے سے منع فرمایا ہے اور شطرنج سے بھی منع فرمایا ہے اور فرمایا ہر نشہ والی چیز حرام ہے (مشکوۃ)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شطرنج وہی کھیلتا ہے جو خطا کار اور گناہ گار ہو۔ (مشکوۃ)

شطرنج لغو اور باطل کھیل ہے اللہ تعالیٰ لغو اور باطل کو پسند نہیں فرماتا۔ (مشکوۃ)

بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی وہ فرماتے ہیں کہ شطرنج عجمیوں کا جوا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا وَّ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (لقمان: ٦)

اور کئی ایسے لوگ بھی ہیں جو بیوپار کرتے ہیں غافل کر دینے والی باتوں کا تاکہ بھٹکاتے رہیں اللہ کی راہ سے بے خبر ہو کر اور اس کا مذاق اڑاتے رہیں۔ یہ لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔

اس مقام پر ''لھوالحدیث'' سے مراد گانا بجانا اور اس کے مشابہ دوسری چیزیں ہیں۔

مفسرِ قرآن حضرت امام محمود آلوسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ہر وہ بات ہے جو تجھے اللہ کی عبادت اور اس کے ذکر سے غافل کر دے رات گئے تک قصہ گوئیاں رقص و سرود کی محفلیں، گانا بجانا وغیرہ اس میں شامل ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت میں ''لہوالحدیث'' کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے تین مرتبہ قسم اٹھا کر کہا کہ اس سے مراد گانا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مغنیہ عورتوں کو بیچنا اور خریدنا اور ان کی تجارت کرنا حلال نہیں ہے اور نہ ہی ان کی قیمت لینا حلال ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا لونڈیوں کو گانا بجانے کی تعلیم دینا اور ان کی خرید وفروخت کرنا حلال نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور باجوں کو حلال سمجھیں گے۔ ایک مقام پر فرمایا کہ عنقریب میری امت کے کچھ لوگ شراب پئیں گے اور ان کا نام بدل دیں گے۔ ان کے سروں پر ناچ گانے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے بعض کو خنزیر اور بندر بنا دے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص گانے والی لونڈی کی مجلس میں بیٹھ کر اس کا گانا سنے گا قیامت کے روز اس کے کان میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔

سرود و موسیقی کا بڑا نقصان یہی ہے کہ وہ انسان کو مادی جسم کی لذتوں میں فنا کر دیتے

ہیں اور اسے روح کی پیاس اور طلب سے نا آشنا اور غافل کر دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے انسان جادہ حق سے منہ موڑ لیتا ہے اور اپنی منزل سے دور چلا جاتا ہے شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے عجمیوں کی عادت پر نظر ڈالی اور دیکھا کہ وہ دنیاوی لذتوں میں مگن ہونے کی وجہ سے کس درجہ تکلفات سے کام لیتے ہیں چنانچہ آپ ﷺ نے ان میں سے اصولی اور بنیادی چیزوں کو حرام قرار دیا اور جو کم درجہ کی چیزیں تھیں انہیں مکروہ ٹھرایا۔ اس لیے کہ آپ ﷺ جانتے تھے کہ یہ چیزیں آخرت کی بھلائی ہیں اور ان سے دنیا کی حوس میں اضافہ ہوتا ہے انہی اصولی چیزوں میں ایسی غم غلط کرنے والی اشیاء بھی شامل ہیں جو انسان کو دنیا و آخرت کے فکروں سے غافل کرتی ہیں۔ اور آدمی کا وقت برباد کرتی ہیں۔ جیسے باجے، تاشے، کبوتر بازی، شطرنج وغیرہ۔

گانا بجانے کی مذمت ووعید

حضور ﷺ نے فرمایا اس امت میں بھی زمین دھنسنے، صورتیں مسخ ہونے اور پتھروں کی بارش کے واقعات ہوں گے۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ ایسا کب ہوگا؟ حضور ﷺ نے فرمایا جب گانے والی عورتوں اور باجوں کا عام رواج ہو جائے گا اور کثرت سے شرابیں پی جائیں گی۔ (ترمذی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب میری امت پندرہ چیزوں کی عادی ہو جائے گی تو اس پر مصائب نازل ہوں گے۔ آپ ﷺ نے ان پندرہ چیزوں میں سے ایک یہ بھی بتائی کہ "جب مغنی عورتیں اور باجے تاشے رواج پکڑ جائیں"

حضرت عبد اللہ بن بشر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بلاشبہ اس امت کے آخر میں ایک قوم ایسی ہوگی جو شراب نوشی اور باجے تاشے میں مشغول ہوگی اور یکدم ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا اور انہیں بندر اور خنزیر بنا دیا جائے گا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے

میری امت پر شراب، جوئے اور طبل کو حرام کیا ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ طبل حرام ہے، شراب حرام ہے اور بانسریاں حرام ہیں۔

ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات کسی شخص کے گانے کی آواز سنی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا اس کی نماز مقبول نہیں، اس کی نماز مقبول نہیں، اس کی نماز مقبول نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گانا باجا سننا معصیت ہے اس کے لیے بیٹھنا فسق ہے اور اس سے لطف اندوز ہونا کفر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بُعِثْتُ بِكَسْرِ الْمَزَامِيْرِ

میں بانسراں (آلاتِ موسیقی) توڑنے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

گانا سننے کے نقصانات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء البقل

گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے جس طرح پانی سبزہ پیدا کرتا ہے۔

سرود اور موسیقی کو شیطان کا قرآن کہا جاتا ہے شیطان کا قرآن تو نفاق ہی پیدا کر سکتا ہے۔ سرود و موسیقی جیسی اوچھی حرکتیں عظمتِ انسانی کو پامال کر دیتی ہیں۔ سرود و موسیقی میں اشتغال کی وجہ سے ذکر و عبادت بے لطف و بے جان ہو کر رہ جاتی ہیں اذکارِ الٰہی میں بھی دل نہیں لگتا۔

بیالیسویں شاخ

خرچ میں میانہ روی اختیار کرنا

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے توسل سے اس امت مرحومہ کو بڑی بڑی عظیم عنایات ونوازشات سے سرفراز فرمایا ہے اور انہیں اپنی بارگاہ بیکس پناہ سے کنتم خیر امۃ کا سرٹیفکیٹ عطا کیا ہے۔ دیگر امتوں سے زیادہ اس کو محترم و محتشم بنایا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَنْتُمْ خَيْرُ هَا وَأَكْرَمُهَا عَلَى اللّٰهِ

(اے امتِ مسلمہ) تم اللہ کے نزدیک (تمام امتوں سے) بہتر اور قابلِ تکریم ہو۔

اور کبھی یوں فرمایا:

جُعِلَتْ أُمَّتِيْ خَيْرَ الْأُمَمِ

میری امت کو تمام امتوں سے بہتر بنایا گیا۔

اور امتِ وسط ہونے کا شرف بھی اسی امت کے حصے میں آیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (البقرہ: ۱۴۳)

اور اسی طرح بنایا ہم نے تمہیں امت وسط تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور ہمارا رسول تم پر گواہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خَيْرُ الْأُمُوْرِ أَوْسَطُهَا

لفظ "وسط" کا معنی ہے "درمیان"

انسان اپنی زندگی کا مشاہدہ کرے تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ اس کی زندگی کا درمیانی حصہ ''جوانی'' زندگی کا بہترین اور عمدہ ترین حصہ ہے حضور ﷺ نے لفظِ وسط کی تفسیر عدل سے فرمائی ہے۔ جو بہترین کے معنی میں ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ امتِ وسط امتِ معتدل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو ہر قسم کا اعتدال اخلاقی و روحانی و معاشرتی و تمدنی اور اعتقادی عطا کیا حتیٰ کہ عبادت و ریاضت میں بھی بد نظمی و بے اعتدالی نہیں رکھی اور زندگی گزارنے کیلئے ہر موڑ پر اعتدال کی ہدایت کی جس طرح بخل اور کنجوسی کو ناپسند کیا اسی طرح فضول خرچی کو بھی مکروہ جانا اور افراط و تفریط کو مزموم کیا اور اس کی درمیانی کیفیت سخاوت کو محبوب جانا اور فرمایا:

اَلسَّخِیُّ حَبِیْبُ اللّٰهِ وَلَوْ کَانَ فَاسِقٌ

سخی اللہ کا دوست ہے اگرچہ گناہ گار ہی کیوں نہ ہو۔

بخل کی تعریف اور اس کی مزمت

تعریف: البخل فی اللغة ان یمنع الانسان الحق الواجب علیه

اس چیز کا روکنا جس کا ادا کرنا اس پر واجب ہو یہ بخل ہے۔

اسلام نے حصولِ دولت کے غلط طریقوں کو حرام قرار دینے کے ساتھ ساتھ جائز طریقے سے حاصل شدہ دولت پر بھی سانپ بن کر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

اللہ نے فرمایا ''ہرگز نہ گمان کریں جو بخل کرتے ہیں اس میں جو دے رکھا ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے کہ یہ بخل بہتر ہے ان کیلئے بلکہ یہ بخل بہت برا ہے ان کیلئے طوق پہنایا جائے گا انہیں وہ مال جس میں انہوں نے بخل کیا قیامت کے دن''

(آل عمران: ۱۸۰)

''اور جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور حکم دیتے ہیں لوگوں کو بخل کرنے کا اور چھپاتے ہیں جو عطا فرمایا ہے اللہ نے انہیں اپنے فضل و کرم سے اور تیار کر رکھا ہے ہم نے کافروں کیلئے ذلیل کرنے والا عذاب'' (النساء: ۳۷)

اور جو لوگ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنایئے جس دن تپایا جائے گا (یہ سونا چاندی) جہنم کی آگ میں پھر داغی جائیں گی ان کی پیشانیاں، ان کے پہلو اور ان کی پشتیں (اور انہیں بتایا جائے گا) کہ یہ ہے جو تم نے جمع کر رکھا تھا اپنے لیے تو اب چکھو (سزا اس کی) جو تم جمع کیا کرتے تھے (التوبہ ۳۴،۳۵)

اور جنہیں بچالیا گیا نفس کے بخل سے تو یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ (التغابن ۱۶)

- وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ (محمد: ۳۸)

اور جو شخص بخل کرتا ہے تو وہ اپنی ذات سے بخل کر رہا ہوتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

خَصْلَتَانِ لَاتَجْتَمِعَانِ فِي مُؤْمِنٍ اَلْبُخْلُ وَسُوْءِ الْخُلُقِ

دو خصلتیں ایک مومن میں (بیک وقت) اکٹھی نہیں ہو سکتیں کنجوسی اور بد خلقی

زر پرستی اور حرصِ مال کی حوس سے بھی منع فرمایا گیا ہے۔

"غافل رکھا تمہیں زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے کی حوس نے یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے" (التکاثر ۲۱)

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝ الَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۝ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝ (الھمزہ: ۱ تا ۴)

ہلاکت ہے ہر اس شخص کے لئے جو طعنے دیتا ہے عیب جوئی کرتا ہے اور جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھتا ہے اور وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس کے مال نے اسے لافانی بنا دیا ہے ہرگز نہیں وہ یقیناً آگ میں پھینک دیا جائے گا۔

اسراف وتبذیر کی مذمت اور وعید

اسلام جب ہر جائز و ناجائز طریقے سے دولت کمانے کی اجازت نہیں دیتا پھر ہر ناجائز خواہش کی تکمیل کیلئے کیسے دولت خرچ کرنے کی اجازت دے سکتا ہے جن افعال و اعمال سے انسان کو روکا گیا ہے ان راہوں پر صرف دولت کا نام قرآن کی اصطلاح میں

''تبذیر'' ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا۔

غلط مصارف پر دولت ہرگز خرچ نہ کرو اس لیے قرآن نے سختی سے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو عیش وعشرت اور لطف ولذت کیلئے دولت کو بہاتے ہیں۔

وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ (الاعراف: ۳۱)

خرچ میں حد سے نہ گزرو۔ اللہ تعالیٰ فضول خرچ لوگوں کو پسند نہیں فرماتا۔

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ (بنی اسرائیل: ۲۶، ۲۷)

فضول خرچی نہ کرو۔ فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ (المومن: ۲۸)

بے شک اللہ تعالیٰ اسے ہدایت نہیں دیتا۔ جو حد سے بڑھنے والا اور بہت جھوٹ بولنے والا ہو۔

وَاَنَّ مَرَدَّنَا اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِیْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ (المومن: ۴۳)

اور یقیناً ہم سب کو لوٹنا ہے اللہ کی طرف اور یقیناً حد سے گزرنے والے ہی جہنمی ہیں۔

وَلَا تُطِیْعُوْا اَمْرَ الْمُسْرِفِیْنَ (الشعراء: ۱۵۱)

اور حد سے بڑھنے والے کی پیروی نہ کرو۔

كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ (المومن: ۳۴)

اسی طرح گمراہ کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جو حد سے بڑھنے والا شک کرنے والا ہوتا ہے۔

اقتصاد واعتدال کی اہمیت

اللہ تعالیٰ نے مومنین کی صفات کا ذکر فرماتے ہوئے اس صفت کو بڑا High Light کیا کہ وہ بخل وکنجوسی اور فضول خرچی سے اعرض کرتے ہیں اور راہ اعتدال اختیار کرتے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَكَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا

(الفرقان: ۶۸)

اور وہ لوگ (جو مومن ہیں) جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ

کنجوسی۔ ان کا خرچ کرنا اسراف، بخل کے بین بین اعتدال سے ہوتا ہے۔

وَ لَا تَجْعَلْ یَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَ لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا (بنی اسرائیل ۲۹)

ترجمہ: اور نہ بنالو اپنے ہاتھ کو بندھا ہوا اپنی گردن کے ارد گرد اور نہ ہی اسے بالکل کشادہ کرو ورنہ تم بیٹھ جاؤ گے ملامت کیے ہوئے درماندہ۔

اس آیت کی گہرائی و گیرائی میں جایا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ انسان کی عزت اور خوشحالی کا راز راہِ اعتدال میں مضمر ہے۔

وَابْتَغِ فِیْمَا اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَكَ مِنَ الدُّنْیَا وَاَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَیْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ (القصص ۷۷)

ترجمہ: طلب کر اس (مالِ روز) سے جو دیا ہے تجھے اللہ تعالیٰ نے آخرت کا گھر اور نہ فراموش کر اپنے حصے کو دنیا سے اور احسان کیا کرو (غریبوں پر) جس طرح اللہ تعالیٰ نے تجھ پر احسان فرمایا ہے اور نہ ملک میں فتنہ و فساد کی خواہش کر۔

وَیَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ (البقرۃ: ۲۱۹)

ترجمہ: (اے حبیب ﷺ) وہ آپ سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں؟ آپ فرمادیں جو تمہاری ضرورت سے زائد ہو (خرچ کرو۔)

خرچ کرنے والے کی راہنمائی فرمائی کہ پہلے اپنی ضروریات کو پورا کرو۔ اس سے زائد کوئی رقم بچ جائے تو پھر اس کو نیکی کی حقیقی لذت کے حصول کی خاطر خرچ کرو۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ

ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس سونے کا ایک انڈہ لے کر آیا عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میری طرف سے یہ صدقہ قبول فرمائیے۔ آپ ﷺ نے اس سے منہ پھیر لیا (گویا قبول فرمانے سے اعراض کیا) وہ بار بار اصرار کرتا رہا آپ ﷺ منہ پھیرتے رہے جب وہ باز نہ آیا تو آپ ﷺ نے اس سے انڈہ لے کر اس زور سے اسے زمین پر مارا کہ اگر وہ اسے لگ جاتا تو اس کا سر پھوٹ جاتا پھر آپ ﷺ نے اسلام کے جانثاروں کو راہِ اعتدال

اختیار کرنے کا حکم صادر فرمایا تم میں سے کوئی شخص آتا ہے اور اپنا سارا مال خیرات کر دیتا ہے اور پھر لوگوں سے بھیک مانگنے لگتا ہے صدقہ تو تب ہے جب احتیاج وضرورت نہ ہو اس طرح ایک اور مقام پر اعتدال اور میانہ روی کی اہمیت کو واضح فرمایا کہ۔

مَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ

جو راہِ اعتدال اختیار کرے گا کبھی مفلس نہ ہوگا

اس ساری گفتگو کے بعد ذہن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو دولت خرچ کرنی ہے اس کا مصرف کیا ہونا چاہیے اس سلسلہ میں قرآن وحدیث کی راہنمائی کی ضرورت ہے۔

مصارفِ دولت

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ السَّآئِلِيْنَ وَ فِى الرِّقَابِ

(البقرہ: ۱۷۷)

ترجمہ: نیکی (یہی) نہیں کہ (نماز میں) پھیر لو تم اپنے رخ مشرق کی طرف اور مغرب کی طرف بلکہ نیکی (کا کمال) تو یہ ہے کہ کوئی شخص ایمان لائے اللہ پر اور روزِ آخرت پر، اور فرشتوں پر اور کتاب پر اور سب نبیوں پر اور دے اپنا مال اللہ کی محبت سے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو (خرچ کرے) غلام آزاد کرنے میں۔

(اللہ کی راہ میں تمہارے مال کے خرچ کے مستحق) وہ ہیں جو روکے گئے ہیں اللہ کی راہ میں نہیں فرصت ملتی انہیں (روزی کمانے کیلئے) زمین میں چلنے پھرنے کی۔ جاہل خیال کرتا ہے کہ یہ مالدار ہے ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے (اے حبیب ﷺ) آپ انہیں ان کی شکل وصورت سے پہچانتے ہیں یہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے جو کچھ تم خرچ کرو گے (اپنے مال سے پس یقیناً اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔ (البقرہ: ۲۷۳)

(نیک لوگ) اللہ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں مسکین، یتیم اور قیدی کو اور کہتے ہیں کہ ہم محض اللہ کی خوشنودی کیلئے تمہیں کھلاتے ہیں اور تم سے کسی بدلے یا شکریے کے خواہ

مند نہیں ہے۔ (الدھر ۹۸)

(خوش قسمت اور جنتی) وہ لوگ ہیں جن کے مالوں میں ایک طے شدہ حصہ مدد مانگنے والوں اور محروم کیلئے ہے۔ (المعارج ۲۴،۲۵)

(اے حبیب ﷺ) وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں فرما دیں کہ جو کچھ خرچ کرو (اپنے) مال سے تو اس کے مستحق تمہارے ماں باپ ہیں اور قریبی رشتہ دار ہیں اور یتیم ہیں اور مسکین ہیں اور مسافر ہیں اور جو نیکی تم کرتے ہو بلاشبہ اللہ اسے جانتا ہے۔

(البقرہ: ۲۱۵)

حضور ﷺ نے فرمایا آدمی اپنی بیوی پر خدا کی رضا کیلئے جو کچھ خرچ کرتا ہے یہ اس کی طرف سے صدقہ ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا وہ اشرفی جسے اللہ کی راہ میں تم نے خرچ کیا اور وہ اشرفی جسے غلام آزاد کرنے میں صرف کیا اور وہ اشرفی جو کسی مسکین پر تم نے صدقہ کیا اور وہ اشرفی جو تم نے اپنی بیوی پر خرچ کی ان تمام اشرفیوں میں ثواب اور اجر کے حساب سے (اللہ کے ہاں) سب سے بڑی وہ ہے جسے تم نے اپنی بیوی پر خرچ کیا۔ (مسلم)

آپ ﷺ کے دریائے رحمت کی کوئی حد ہی نہیں بیوی بچے تو دور کی بات ہے آپ ﷺ نے تو یہاں تک ارشاد فرمایا تم نے خود اپنے کو جو کھلایا یہ بھی تمہاری طرف سے صدقہ ہے جو اپنی اولاد کو کھلایا یہ بھی تمہاری طرف سے صدقہ ہے اور اپنی بیوی کو جو بھی کھلایا وہ بھی تمہاری طرف سے صدقہ ہے اپنے نوکر کو جو کھلایا وہ بھی تمہاری طرف سے صدقہ ہے۔

(مسند احمد)

اس سلسلہ میں آپ ﷺ نے بڑے بنیادی وکلیدی اصول وضع فرمائے ارشاد فرمایا:

اِذَا کَانَ اَحَدُکُمْ فَقِیْرًا فَلْیَبْدَ بِنَفْسِہٖ

تم میں جب کوئی مفلس ہو جائے تو خرچ کی ابتداء اپنی ذات سے کرے۔ فرمایا:

اِبْدَءْ بِنَفْسِکَ ثُمَّ مَنْ تَعُوْلُ

پہلے اپنی ذات سے شروع کرو پھر ان پر جو تمہارے زیر پرورش ہوں۔

ابوداؤد میں ایک روایت ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ایک اشرفی ہے اسے کہاں خرچ کروں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تَصَدَّقْ بِهٖ عَلٰی نَفْسِكَ

اسے اپنی ذات (جان) پر خرچ کرو۔

مال خرچ کرنے کی جزا

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (البقرہ: ۲۷۴)

جو لوگ خرچ کیا کرتے ہیں اپنے مال رات میں اور دن میں، چھپ کر اور اعلانیہ تو ان کے لیے ان کا اجر ہے اپنے رب کے پاس اور انہیں کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اور جو لوگ (مصائب و آلام میں) صبر کرتے رہے اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے اور صحیح صحیح ادا کرتے رہے نماز کو اور خرچ کرتے رہے اس مال سے جو ہم نے ان کو دیا پوشیدہ طور پر اور اعلانیہ طور پر اور مدافعت کرتے رہتے ہیں نیکی سے برائی کی انہی لوگوں کے لئے دارِ آخرت کی راحتیں ہیں۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ (الحدید: ۷)

پس جو لوگ ایمان لائے تم میں سے اور خرچ کرتے رہے نیکی کے راستے پر ان کیلئے بہت بڑا اجر ہے۔

اعتدال کی دلچسپ قرآنی مثالیں

وَاقْصِدْ فِیْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ (لقمان: ۱۹)

میانہ روی اختیار کرو اپنی رفتار میں اور اپنی آواز کو دھیما کیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے رفتار و گفتار کے آداب سکھائے یعنی بات کرو تو ایسے پیارے اور دھیمے لب و لہجہ کے ساتھ جس میں کشش اور جاذبیت ہو اور چلو تو متانت و سنجیدگی کا دامن تھام کر تاکہ لوگ تمہیں عزت کی نظر سے دیکھیں۔

وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا وَ ابْتَغِ بَيْنَ ذَالِكَ سَبِيلًا

(بنی اسرائیل: ۱۱۰)

ترجمہ: اور نہ تو بلند آواز سے نماز پڑھو اور نہ بالکل آہستہ پڑھو۔ اور تلاش کروان دونوں کے درمیان (معتدل) راستہ۔

اس شاخ کا دوسرا حصہ ''اکل المال بالباطل'' کی تفصیل ''شاخ نمبر ۳۹'' میں موجود ہے مختصراً حصولِ دولت کے۔ وہ ذرائع واسباب جس سے قرآن نے منع فرمایا کسی دوسرے کا مال اس کی رضا مندی کے بغیر کھانا، بلاعوض لینا، رشوت کا مال، غصب کا مال، سود کا مال، خیانت وفریب کاری کا مال، چوری اور ڈاکہ کا مال، قحبہ گری اور زنا کاری کی آمدنی، فحاشی و عریانی پھیلانے والے کاروبار کی آمدنی، گانا، باجا بجانے کا پیشہ اختیار کرنے والوں کی آمدنی، شراب کی بیع وآمدنی، جواء، اور تمام حرام کھیلوں سے حاصل کردہ مال وزر، ماپ تول میں کمی سے حاصل کیا ہوا مال واسباب بت خانوں، بت گری اور بت فروشی وغیرہ سے حاصل کردہ دولت، مذکورہ بالا سب حرام کی آمدنی کے ذرائع واسباب ہیں۔

تینتالیسویں شاخ

بغض و کینہ اور حسد کا ترک کرنا

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی بعثتِ مبارکہ کے مقاصد کو قرآن مجید میں مختلف مقامات پر مختلف انداز و پیرائے میں بیان فرمایا ہے۔ کبھی اِنَّکَ لَتَھْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ کہا اور کبھی

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ

فرمایا یعنی حضور ﷺ کا کام صرف آیات کی تلاوت کرنا ہی نہ تھا بلکہ انہیں گمراہی و جہالت کی وادی سے نکالنا اور کفر و شرک کی نجاستوں اور آلائشوں سے پاک کرنا بھی تھا اور نورِ ایمان کو ان کے قلوب میں جاگزیں کرنا بھی تھا اور ان کے دلوں کی بستی میں اخلاقِ رزیلہ نے جو جڑیں پکڑی ہوئی تھیں ان کی جگہ اخلاق حسنہ کے نخل و برکی آبیاری کرنا بھی تھا تزکیہ نفس بھی فرمانا تھا اور تصفیہ باطن بھی اور مصطفوی تربیت نے انہیں ''اصحابی کالنجوم'' بنادیا جو قیامت تک کی انسانیت کے لیے رشد و ہدایت کا مینارہ نور ثابت ہوتے رہیں گے۔

بغض و کینہ کا معنیٰ و مفہوم

کینہ کو عربی زبان میں ''حقد'' کہتے ہیں اس کا معنیٰ بغض، دشمنی اور عداوت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دل میں انتقامی جذبات کی پرورش کرنا اور دشمنی چھپائے رکھنا گویا یہ ایک طرح کی منافقت ہی ہے۔

بعض لوگوں نے کینہ کی وضاحت اس انداز میں بھی فرمائی ہے کہ کینہ اسے کہتے ہیں کہ کسی کی خوشی سے غمگین ہونا اور کسی کے غم سے خوش ہونا۔

یہ ایک ایسی بد اخلاق بیماری ہے جس کی نحوست سے دین و ایمان دونوں خراب ہو جاتے ہیں۔ انسان ساری عمر عبادات و ریاضات کی چکی میں پستا رہتا ہے لیکن پھر بھی اسی مقام پر ہوتا ہے جس پر پہلے دن تھا کیونکہ بغض و کینہ کی وجہ سے اللہ کی اتباع و اطاعت کا نور دل میں نہیں آتا یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام سب سے پہلے دل پر توجہ فرماتے ہیں اور اسی بات پر زور دیتے ہیں کہ دل تمام اخلاقی برائیوں سے منزہ و مبرّہ ہو جائے اسی کا نام ہی تزکیۂ نفس ہے۔

قرآن وحدیث میں بغض کی ممانعت ومذمت

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ

(آلِ عمران: ۱۱۸)

ترجمہ: اے ایمان والو غیروں کو اپنا محرم راز مت بناؤ یہ لوگ تمہاری برائی میں فائدہ اٹھانے میں کسر نہیں اٹھا رکھتے اور چاہتے ہیں کہ تمہیں ایذاء پہنچے ان کے دل کا بغض و کینہ ان کی زبانوں سے ظاہر ہو گیا ہے جو ان کے سینوں میں چھپا ہوا ہے وہ اس سے بھی شدید ہے۔

اہلِ ایمان کو اللہ تعالیٰ غیر مسلموں اور منافقوں کی دوستی سے منع فرما رہا ہے کیونکہ مسلمانوں کے خلاف وہ لوگ دلوں میں کینہ و بغض رکھتے ہیں اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی فکر میں رہتے ہیں اس لیے ان کو اپنے دل کی باتیں نہیں کرنی چاہیے۔

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ (البروج: ۸)

اور انہیں مومنوں سے صرف اس بات کا کینہ تھا کہ وہ اللہ پر ایمان لے آئے جو غالب اور قابلِ حمد ہے۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ (المائدہ: ۹۱)

ترجمہ: شیطان صرف یہ چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان بغض اور عداوت پیدا کر دے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا (بخاری)

ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں پچھلی امتوں کی بیماریاں سرایت کر گئی ہیں حسد اور بغض، بغض مونڈنے والی چیز ہے یہ بالوں کو نہیں دین کو مونڈتی ہے۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے جب تک تم ایک دوسرے سے محبت نہ کرو کامل مومن نہیں ہو سکتے کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جس کے کرنے سے تم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو ایک دوسرے کو سلام کیا کرو۔ (مسند احمد)

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جو یہ کثرت (نفلی) نماز اور صدقہ سے بہتر ہے لوگوں نے کہا کیوں نہیں؟ انہوں نے کہا دو آدمیوں میں صلح کرانا اور بغض کرنے سے بچو کیونکہ بغض دین کو مونڈ دیتا ہے۔

(موطا امام مالک)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر پیر و جمعرات کو جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور ہر اس بندۂ مومن کی مغفرت کی جاتی ہے جو اللہ کے ساتھ شریک نہیں ٹھہراتا مگر وہ شخص اس مغفرت سے محروم رہتا ہے کہ اس کے اور اس کے بھائی کے درمیان کینہ ہو۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دوسروں کے متعلق بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے تم کسی کی کمزوریوں کی ٹوہ میں نہ رہا کرو اور جاسوسوں کی طرح رازدارانہ طریقے سے کسی کے عیب معلوم کرنے کی کوشش بھی نہ کیا کرو اور نہ ایک دوسرے پر بڑھنے کی بے جا ہوس کیا کرو نہ آپس میں حسد کرو نہ بغض و کینہ رکھو اور نہ ایک دوسرے سے منہ پھیرو بلکہ اے اللہ کے بندو اللہ کے حکم کے مطابق بھائی بھائی بن کر رہو۔ (مسلم)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب برأت میں اللہ تعالیٰ تمام بخشش مانگنے والوں کی مغفرت فرما دیتا ہے اور رحمت طلب

کرنے والوں پر رحمت فرما دیتا ہے لیکن بغض و کینہ رکھنے والوں کے معاملے کو موخر اور ملتوی فرما دیتا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی محترم ﷺ نے فرمایا تین قسم کے لوگوں کی نمازیں ان کے سر سے ایک بالشت بھی اوپر نہیں اٹھتیں۔ ایک تو قوم کا امام جسے لوگ پسند نہیں کرتے۔ وہ عورت جس نے اس حال میں رات گزاری کہ اس کا شوہر ناراض ہے۔ تیسرے وہ دو بھائی جو آپس میں ناراض ہوں (ابن ماجہ)

حسد کی تعریف اور اس کی وضاحت

اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ جسے چاہتا ہے، جتنا چاہتا ہے، جب چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ

کا مالک ہے۔ کسی کی نعمت کا زوال چاہنا حسد ہے۔ اسلام میں اس سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ (الفلق: ۵)

اور پناہ مانگتا ہوں میں حاسد کے شر سے جب حسد کرے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حسد کرنا حرام ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ پر نعمت دیکھ کر حسد کرنے والا گویا میری اس تقسیم سے ناراض ہے جو میں نے اپنے بندوں میں فرمائی ہے۔

حسد کی دو قسمیں کی جاتی ہیں۔

حسدِ مذموم اور حسدِ محمود

حسدِ مذموم تو یہ ہے کہ تم یہ تمنا کرو کہ تمہارے مسلمان بھائی پر جو اللہ کی نعمت ہے وہ زائل ہو جائے خواہ تم اپنے لیے اس نعمت کے حصول کی دعا کرو یا نہ کرو اللہ نے حسد کی اس قسم کو بہت ہی برا جانا ہے ارشاد فرمایا:

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

یا وہ لوگوں سے اس نعمت پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دی ہے۔

حسدِ محمود (بمعنیٰ رشک) کی حقیقت یہ ہے کہ تم یہ تمنا کرو کہ جو خیر اور نعمت تمہارے بھائی کو حاصل ہے وہ نعمت اس کے پاس بھی رہے اور اللہ تعالیٰ تم کو بھی دے دے تمہیں بھی حاصل ہو جائے اللہ نے فرمایا:

وَفِيْ ذَالِكَ فَلْيَتَنَا فَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ (المطففین: ۲۶)

ترجمہ: اور رغبت کرنے والوں کو اس میں رغبت کرنی چاہیے۔

حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا صرف دو شخصوں پر حسد (رشک) کرنا جائز ہے۔ ایک اس شخص پر جس کو اللہ نے قرآن عطا فرمایا ہو اور وہ دن رات قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہو تو وہ آدمی یہ تمنا کرے کہ کاش مجھے بھی یہ قرآن دیا جاتا تو میں بھی اس کی طرح دن رات قرآن مجید کی تلاوت کرتا۔ دوسرے اس شخص پر جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا ہو اور وہ شخص حق کے راستے میں اس مال کو خرچ کرتا ہو تو آدمی یہ تمنا کرے کہ کاش مجھے مال دیا جاتا تو میں بھی اس کی طرح مال خرچ کرتا۔ (البخاری)

قرآن مجید اور احادیث و آثار میں حسد کی ممانعت

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "انہیں آدم علیہ السلام کے بیٹوں کے حالات پڑھ کر سناؤ جو سچے ہیں جب دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی تو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی تو قابیل کہنے لگا کہ تجھے قتل کر دوں گا تو اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اہلِ تقویٰ ہی کی نیاز قبول فرماتا ہے۔ (المائدہ: ۲۷)

قصہ آدم و ابلیس میں حسد نے ہی شیطان کو حضرت آدم کا دشمن بنا دیا جسے اللہ نے یوں بیان کیا اور جب ہم نے آدم کو سجدہ کرنے کے لیے فرشتوں کو حکم دیا تو ابلیس کے علاوہ سب نے سجدہ کیا کہنے لگا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا اس نے پھر کہا دیکھ یہ وہی ہے جسے تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے۔ اگر تو مجھے قیامت تک مہلت دے تو میں چند لوگوں کے سوا تمام اولاد کو بہکا دوں گا (بنی اسرائیل: ۶۲)

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ (الفلق: ۵)

اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے (میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایاکم والحسد فان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب والعشب (ابوداؤد)

حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھاتا ہے جس طرح آگ لکڑی اور سوکھی گھاس کو کھا جاتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن رشک کرتا ہے اور منافق حسد کرتا ہے۔

وَلَا یَجْتَمِعَانِ فِی قَلْبِ عَبْدٍ اَلْاِیْمَانُ وَالْحَسَدُ (النسائی)

کسی بندے کے دل میں ایمان اور حسد (اکٹھے) جمع نہیں ہو سکتے۔

حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تین چیزیں میری امت کو لازم ہیں بدفالی، بدگمانی اور حسد ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس شخص میں یہ خصلتیں ہوں وہ ان کا تدارک کس طرح کرے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم حسد کرو تو اللہ سے استغفار کرو اور جب بدگمانی کرو تو اس پر ڈٹے نہ رہو اور جب تم کسی کام کی بدفالی نکالو تو وہ کام کر گزرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں تمہارے درمیان بھی وہ بیماری آہستہ آہستہ پھیل گئی ہے جو تم سے پہلے لوگوں میں تھی اس سے میری مراد بغض وحسد سے یہ بیماری مونڈ دینے والی ہے سر کے بالوں کو نہیں بلکہ دین وایمان کو (ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ اس وقت تک ہمیشہ خیریت میں رہیں گے جب تک کہ ایک دوسرے پر حسد نہیں کریں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسد کرنے والے، چغلی کرنے والا اور کاہن مجھ کو ان لوگوں سے اور ان کو مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھ قسم کے لوگ چھ باتوں کی وجہ سے قیامت کے دن حساب وکتاب سے پہلے ہی دوزخ میں جائیں گے عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا میرے بعد آنے والے حکام ظلم کی وجہ سے۔ عرب لوگ عصبیت کی وجہ سے۔ دہقان تکبر کی وجہ سے، تاجر

خیانت کی وجہ سے، دیہاتی لوگ جہالت کی وجہ سے اور اہلِ علم حسد کی وجہ سے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو حسد کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے (طبرانی)

حضرت بشر بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رشتہ داروں میں عداوت ہوتی ہے پڑوسیوں میں حسد ہوتا ہے اور بھائیوں میں منفعت ہوتی ہے۔

احنف بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جس طرح میں بیان کرتا ہوں حاسد کے لیے کوئی راحت نہیں، جھوٹے کے لیے کوئی مروت نہیں، حاکم کی وفا نہیں، بخیل کا کوئی حیلہ نہیں اور بد خلقی کی کوئی سیادت نہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے کون عداوت رکھ سکتا ہے۔ فرمایا جو لوگوں سے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی وجہ سے حسد کرتا ہے۔ آسمان پر سب سے پہلے اللہ کی معصیت حسد کی وجہ سے ہوئی جب ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام سے حسد کیا اور زمین پر سب سے پہلا گناہ حسد کی وجہ سے ہوا جب قابیل نے ہابیل سے حسد کر کے اسے قتل کیا۔

چوالیسویں شاخ

حرام سے اجتناب

پاکبازی اور پاک دامنی اسلام میں اس قدر اہم ہے جس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا نبوت و رسالت کے لیے یہ لازمی جزو کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے اسے انبیاء علیہم السلام کے حق میں بڑی اہمیت سے بیان کیا ہے اگر کسی نبی کی عفت پر تہمت لگائی گئی تو پروردگار نے اس کی تردید بیان فرمائی اور ان نفوسِ قدسیہ کی پاک دامنی کا ثبوت فراہم کیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام پر عزیزِ مصر کی بیوی فریفتہ ہوگئی اس نے چاہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا دامنِ عفت میرے دام فریب میں آ جائے مگر اللہ نے اس نازک مرحلہ پر دستگیری فرمائی اور ان کی عفت کی حفاظت کی اور خفت سے بچایا۔ ابتدا میں زلیخا نے بری نیت کی نسبت حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف کی مگر پھر اقرار کیا کہ یوسف پاکباز اور پاکدامن ہیں قرآن مجید میں ہے کہ:

وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ

ترجمہ: اور واقعی میں نے اس (یوسفؑ) سے اپنا مطلب حاصل کرنے کی خواہش کی تھی مگر یہ پاک صاف رہا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی اور عصمت و عفت کا اعلان کرنے کے بعد وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ۔

تاکہ ہم ان سے صغیرہ و کبیرہ گناہوں کو دور رکھیں وہ ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تعریف یوں بیان فرمائی

سَیِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ

وہ سردار ہوں گے اپنی شہوانی قوت پر قابو پانے والے ہوں گے اور نبی ہوں گے اور اعلیٰ درجے کے شائستہ ہوں گے۔

یہودیوں نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی چادرِ تطہیر کو تار تار کرنے کی ناکام کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا

عمران کی بیٹی مریم جنھوں نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا۔

اور جب حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری آئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی برأت میں پوری سورت نازل فرمادی اور تہمت والزام تراشی کرنے والوں کو تہدید و وعید سنائی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ

(النور : ۲۳)

جو لوگ محصن سادہ مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے۔

قذف (تہمت) کا لغوی و شرعی معنیٰ

لغوی معنیٰ

قذف بالحجارہ کا معنیٰ ''پتھر پھینکنا''

اور قذف المحصنہ کا معنیٰ ''پاک دامن عورت کو زنا کی تہمت لگانا''

شرعی معنیٰ: قذف کا شرعی معنیٰ ہے کسی محصن (مسلمان پاک دامن) کو زنا کی تہمت لگانا اور حد کا تعلق اس کے ساتھ ہے۔ اسلام میں پانچ جرائم کی حدود بیان کی گئی ہیں۔

(۱) ڈکیتی (۲) چوری (۳) شراب نوشی (۴) زنا (۵) قذف (کسی پاک دامن کو زنا کی تہمت لگانا)

قرآن وحدیث میں قذف کا حکم

اور وہ لوگ جو تہمت لگاتے ہیں پاکدامن عورتوں پر، پھر وہ نہ پیش کر سکیں چار گواہ تو لگاؤ ان کو اسی درے اور نہ قبول کرو ان کی کوئی گواہی ہمیشہ کے لیے اور وہی لوگ فاسق ہیں مگر وہ لوگ جو توبہ کر لیں ایسا بہتان لگانے کے بعد اور اپنی اصلاح کر لیں تو بیشک اللہ غفور ورحیم ہے۔ (النور:۴،۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دوران پیٹھ موڑنا اور پاک دامن مسلمان بے خبر عورت کو زنا کی تہمت لگانا۔ (البخاری)

حضرت اُمِ سلمٰی رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جب ہم حبشہ کی سرزمین پر پہنچے تو نجاشی نے اپنے مذہب کے علماء کو جمع کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو بلایا اور کہا اس دین میں کیا (خصوصیت) ہے جس کی وجہ سے تم اپنی قوم سے الگ ہو گئے ہو اور میرے دین میں داخل ہوئے ہو اور نہ ہی کسی اور قوم کے دین میں داخل ہوئے ہو؟ حضرت اُمِ سلمٰی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں تب حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یہ تقریر فرمائی۔ اے بادشاہ! ہم عہدِ جاہلیت میں گرفتار تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے۔ مردار کھاتے تھے، بے حیائی کا کام کرتے تھے، رشتوں کو توڑتے تھے، پڑوسیوں سے بدسلوکی کرتے تھے۔ ہمارا قوی شخص کمزور کا مال کھا جاتا تھا، ہمارا یہی حال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ہم میں سے ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا۔ ہم اس کے نسب کو جانتے تھے اور اس کی صداقت اور امانت اور پاک دامنی کے معترف تھے اس نے ہمیں اللہ کی طرف دعوت دی تاکہ ہم اس کی توحید بیان کریں۔ اس کی عبادت کریں اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہم جن بتوں اور پتھروں کی عبادت کرتے تھے اس کو چھوڑ دیں اس نے ہمیں سچ بولنے، امانت ادا کرنے، رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کرنے، پڑوسیوں سے اچھا برتاؤ کرنے قتل وغارت اور حرام سے اجتناب کرنے کا حکم دیا اور ہم کو بے حیائی کے کاموں، جھوٹ بولنے اور یتیم کا مال کھانے اور پاک دامن عورت کو زنا کی

تہمت لگانے سے منع کیا اور ہم کو یہ حکم دیا کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور ہم کو نماز پڑھنے، زکوٰۃ ادا کرنے، اور روزہ رکھنے کا حکم دیا پھر ہم اس پر ایمان لائے اور جو احکامات وہ لے کر آئے اس کی ہم نے پیروی کی۔

حضرت صفوان بن عسال مرادی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دو یہودیوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا اس نبی کے پاس چلو ان سے کچھ سوالات کریں دوسرے نے کہا ان کو نبی نہ کہو اگر انہوں نے سن لیا تو ان کی تو چار آنکھیں ہو جائیں گی۔ وہ دونوں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا کہ اللہ نے فرمایا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو نو آیاتِ بینات دی ہیں وہ نو آیات کونسی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، زنا نہ کرو، ناحق قتل نہ کرو، چوری نہ کرو، جادو نہ کرو، بے قصور کو قتل کرانے کے لیے بادشاہ کے پاس نہ جاؤ، سود نہ کھاؤ اور کسی پاک دامن عورت کو زنا کی تہمت نہ لگاؤ، جنگ کے دوران پیٹھ نہ موڑو اور اے یہود تم بالخصوص ہفتہ کے دن حد سے تجاوز نہ کرو یہ سن کر انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اور پیروں کا بوسہ دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب میری برأت نازل ہوئی تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور قرآن مجید کی تلاوت کی اور منبر سے اترنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مردوں اور ایک عورت پر حد لگانے کا حکم دیا۔ سو ان کو حد لگائی گئی۔

محمد بن اسحاق رضی اللہ عنہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ جن دو مردوں اور ایک عورت نے تہمت لگائی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حدِ قذف لگانے کا حکم دیا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ، حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت بلال بن امیہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی کو شریک بن سحماء کے ساتھ قذف کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: البینة الاحد فی ظهرك دلیل لاؤ ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد جاری ہوگی۔

انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی پر کسی مرد کو دیکھے تو کیا دلیل تلاش کرنے کے لیے جائے؟ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم برابر یہی فرماتے رہے بینہ لاؤ ورنہ

تمہاری پیٹھ پر حد جاری ہوگی۔ پھر انہوں نے لعان کی حدیث کا ذکر کیا۔ (البخاری)
(شریعت میں لعان وہ ہے کہ شوہر اپنی زوجہ کو زنا کی تہمت لگائے اور گواہ نہ پیش کر سکے پس دونوں (میاں بیوی) بحکمِ قاضی شرعی طریقے سے ایک دوسرے پر لعنت کرتے ہیں اور اس کے بعد قاضی دونوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جدائی کرا دیتا ہے۔)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا تم جانتے ہو کہ اللہ کے ہاں سب سے بڑا سود کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا سب سے بڑا سود اللہ کے نزدیک مسلمان کی عزت کو حلال کر لینا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی۔

وَ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا (الاحزاب: ۵۸)

ترجمہ: جو لوگ مؤمن مردوں اور عورتوں کو جب کہ وہ بے قصور ہوں اذیت دیتے ہیں وہ بہتان اور صریح گناہ کا وبال اپنے سر لیتے ہیں۔

عزت پر حملہ کرنے کی بدترین صورت یہ ہے کہ عفت دار مومن عورتوں پر بے حیائی کے ارتکاب کی تہمت لگائی جائے۔ جس سے ان کو اور ان کے خاندان والوں کو سخت تکلیف پہنچتی ہے اور ان کا مستقبل خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ نیز اس سے مسلمانوں کے معاشرے میں بے حیائی کی اشاعت ہوتی ہے۔ اور نفاق و نفرت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اس کو کسی کے سپرد نہیں کرتا۔ اس کو ذلیل و رسوا نہیں کرتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک سینے پر ہاتھ رکھ کر تین مرتبہ فرمایا تقوی یہاں ہے۔ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا مال، خون اور عزت حرام ہے۔

پیتالیسویں شاخ

اعمال میں خلوص پیدا کرنا اور ریاء کاری چھوڑنا

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا تو عظمتِ انسانیت کے اظہار و وقار کے لیے فرشتوں کو سجدے کا حکم دیا۔ سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس جس کے پاس سب سے زیادہ عبادات و طاعات کے انبار تھے حج و عمرہ کی بے حدوحساب سعادتیں تھیں صوم وصلوٰۃ کی کثرتیں تھیں اس پر مستزاد یہ کہ فرشتوں کی قیادت وسیادت کا شرف بھی تھا الغرض ان تمام اچھائیوں اور بھلائیوں نیکیوں اور پارسائیوں کے باوجود راندہ بارگاہ ہوگیا۔

عقل وخرد حیراں ہے وہم وگماں سرگرداں ہے کہ یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ کیسے ہوا؟

فَاخْرُجْ اِنَّکَ مِنَ الصَّاغِرِیْنَ کا حکم کیوں ملا؟

صرف اور صرف ایک ہی وجہ کہ یہ دولتِ اخلاص سے محروم تھا۔ اسی خلوص کی ہی تو اللہ کے ہاں قدر و قیمت اور Value ہے۔ بارگاہ ایزدی سے نکلنے لگا تو اولادِ آدم کو گمراہ کرنے کے اختیارات مانگنے لگا۔ جب اختیارات مل گئے تو دعویٰ کر دیا کہ (اے اللہ مجھے تیری عزت کی قسم میں تیری ساری مخلوق کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا مگر افسوس کہ میری طمع کاری اور فریب کاری کے جال میں وہ لوگ نہ آسکیں گے جن کی عبادتوں میں اخلاص ہوگا اور جو تیرے مخلص بندے ہوں گے۔

فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ (ص ۸۲، ۸۳)

تیری عزت کی قسم ضرور گمراہ کر دوں گا ان کو مگر ان میں سے وہ بندے جو اخلاص والے ہیں۔

اخلاص اسلامی عبادات و طاعات کی بنیاد ہے قلبی، جانی و مالی، اور روحانی ہر قسم کے

نیک عمل کے لیے ازحد ضروری ہے۔ عبادات میں اخلاص کا وہی مقام ہے جو جسم میں روح کا ہے۔ اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ جو کام بھی کیا جائے نمود و نمائش سے بالاتر ہو کر محض اللہ کی رضا کے لیے کیا جائے کسی قسم کی دنیوی منفعت و شہرت مقصود نہ ہو۔

حضور ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ (کی رضا) کے لیے محبت کی، اللہ کے لیے دشمنی کی، اللہ کے لیے دیا اور اللہ کے لیے منع کیا اس نے اپنا ایمان کامل کر لیا۔

قرآن مجید میں اخلاص کی تاکید

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا (الکہف: ۱۱۰)

جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اللہ کی بندگی میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ (البینۃ: ۵)

اور انہیں یہی حکم دیا گیا تھا کہ اللہ کی عبادت کریں اور ایک طرف ہو کر اس کے دین میں اخلاص رکھیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں چونکہ یہی قائم رہنے والا دین ہے۔

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ اعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَ اَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ وَ سَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا (النساء: ۱۴۶)

البتہ جو لوگ توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں اور اللہ کی رسی کو تھام لیں اور اپنے دین کو خالص اللہ کے لیے کر لیں تو ایسے لوگ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور عنقریب انہیں اللہ بہت بڑا اجر دے گا۔

منافقت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ ان کے اعمال اور عبادات میں اخلاص نہیں ہوتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں دعوت دی کہ وہ اپنے طرزِ عمل کو ترک کر کے خالص اللہ کی رضا کے لیے اپنے تمام اعمال سرانجام دیں اور اپنی ہر قسم کی وفاداری اسلام کے ساتھ وابستہ کر لیں اور جب ان کے اندر اخلاص پیدا ہو جائے گا تو پھر وہ مسلمانوں میں شمار ہوں گے۔

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰہِ وَھُوَ رَبُّنَا وَرَبُّکُمْ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَکُمْ اَعْمَالُکُمْ وَنَحْنُ لَہٗ مُخْلِصُوْنَ (البقرہ: ۱۳۹)

تم فرماؤ کیا اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو حالانکہ وہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی ہمارے اعمال ہمارے لیے اور تمہارے اعمال تمہارے لیے ہیں اور ہم اس کے لیے مخلص ہیں۔

''ان کے اکثر مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں مگر جو حکم دے خیرات یا اچھی بات یا لوگوں میں صلح کرنے کا اور جو رضائے الٰہی کے لیے ایسا کرے اسے عنقریب ہم اجرِ عظیم دیں گے۔'' (النساء: ۱۱۴)

قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ (الزمر: ۱۱)

فرما دیجئے کہ مجھے حکم ملا ہے کہ میں خالص خدا ہی کی فرماں برداری کے لیے اس کی عبادت کروں۔

ھُوَ الْحَیُّ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَادْعُوْہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ (مومن: ۶۵)

وہی زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو خالص اسی کے فرماں بردار ہو کر اس کی عبادت کرو۔

وَ اَقِیْمُوْا وُجُوْھَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ وَّ ادْعُوْہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ

(الاعراف: ۲۹)

اور ہر نماز کے وقت سیدھے قبلے کی طرف رخ کیا کرو اور اخلاص سے اس کی عبادت کرو اسے پکارو۔

اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللّٰہِ لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شُکُوْرًا (الدھر: ۹)

ہم تمہیں صرف اللہ کی رضا کے لیے کھلاتے ہیں تم سے کچھ بدلہ درکار نہیں اور نہ شکر گزاری کے خواستگار ہیں۔

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَ الْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ وَ لَا تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْھُمْ (الکھف: ۲۸)

اور جو لوگ صبح و شام اپنے رب کو یاد کرتے اور اس کی رضا مندی چاہتے ہیں ان کے ساتھ اپنے نفس کو مانوس رکھو اور آپ ان سے اپنی نظر (رحمت) کو بھی نہ پھیریں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اخلاص کا مفہوم سمجھانے کے لیے اپنے پیارے نبی ﷺ سے یہ بات کہلوائی۔

قُلْ اِنَّ صَلوٰتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

(الانعام: ۱۶۳)

فرما دیجئے کہ میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا (یہ تمام کام) اللہ تعالیٰ (کی رضا و خوشنودی) کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

احادیثِ نبویہ میں اخلاص کی ترغیب

حضور ﷺ نے بھی اخلاص پر بہت زور دیا تا کہ ہر عمل سے پہلے دلوں میں اخلاص بیدار رہے۔ نیک نیتی بھی اخلاص میں شامل ہے۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہے تو اسے اسی کا ثواب ہے اور جس شخص کی ہجرت دنیا یا کسی عورت کی خاطر ہے تو اس کے لیے وہی کچھ ہے جس کے لیے اس نے ہجرت کی۔

ہجرت جیسے اہم کام میں بھی اگر نیت رضائے الٰہی کے لیے نہیں تو ہجرت کا کوئی ثواب نہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے جب ملائکہ بندوں کے اعمال اوپر لے کر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلْقِ تِلْكَ الصَّحِيْفَةَ۔ اَلْقِ تِلْكَ الصَّحِيْفَةَ اس صحیفے کو ڈال دو۔ اس صحیفے کو ڈال دو۔ وہ فرشتہ کہتا ہے یا اللہ تیرے اس بندے نے نیک باتیں کیں، نیک عمل کیے، ہم نے سنا، دیکھا اور نامہ اعمال میں لکھا اب اسے کس طرح ڈال دیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَمْ يُرِدْ بِهِ وَجْهِي

اس بندے نے اس عمل کے ساتھ میری رضا کا ارادہ نہیں کیا) یعنی اس کی نیت میں خالصتاً

میری رضا نہ تھی اس لیے میں نے قبول نہیں فرمایا (یعنی اس کا نظریہ ریا کا ہو گا رضا کا نہ ہو گا)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا یارسول اللہ ﷺ ایک آدمی شجاعت دکھائے اور دوسرا قومی غیرت اور تیسرا ریاکاری کی غرض سے لڑتا ہے ان میں سے کون اللہ کی راہ میں جہاد کر رہا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا جو صرف اس غرض سے لڑے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہی بلند ہو اللہ کے راستے میں مجاہد ہے۔ (البخاری)

ایک صحابی نے نبی پاک ﷺ سے پوچھا یارسول اللہ ﷺ

مَا الْاِیْمَانُ قَالَ الْاِخْلَاصُ (بیھقی)

اے اللہ کے رسول ﷺ ایمان کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اخلاص۔

ایک دفعہ فرمایا:

مَنْ فَارَقَ الدُّنْیَا عَلٰی اِخْلَاصٍ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَی الزَّکٰوةَ فَارَقَهَا وَاللّٰهُ عَنْهُ رَاضٍ (ابن ماجه)

جو دنیا سے اس حال میں رخصت ہوا کہ اللہ وحدہ لاشریک کے لیے اخلاص والا ہو اور نماز پڑھتا ہو اور زکوۃ دیتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ مجھے یمن کا گورنر بنا کر بھیجنے لگے تو میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ

اَوْصِنِیْ قَالَ اَخْلِصْ دِیْنَكَ یَكْفِكَ الْعَمَلُ الْقَلِیْلُ

پیارے آقا ﷺ مجھے کوئی نصیحت فرمایئے آپ ﷺ نے فرمایا اپنے دین میں اخلاص پیدا کرو تھوڑا کام بھی تم کو کافی ہو جائے گا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ تم نے کبھی میرے لیے بھی کوئی عمل کیا ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی بارالہ میں نے تیرے لیے نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، صدقات دیئے، تیرے آگے سجدے کیے، تیری حمد کی، تیری کتاب کو پڑھا اور تیرا ذکر کرتا رہا اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ نماز تیری دلیل، روزہ تیری ڈھال، صدقہ تیرے لیے سایہ، تسبیح تیرے لیے جنت میں درخت،

کتاب کی قرأت تیرے لیے جنت میں حور و قصور، میرا ذکر تیرا نور بنا تو نے میرے لیے کیا عمل کیا ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے رب ذو الجلال مجھے بتایئے وہ کون سا عمل ہے جو میں تیری لیے کروں؟ رب نے فرمایا تو نے کبھی میری وجہ سے کسی سے محبت کی تو نے میری وجہ سے کبھی کسی سے دشمنی رکھی تب موسیٰ علیہ السلام سمجھ گئے کہ سب سے اچھا عمل اخلاص ہے یعنی اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے لیے دشمنی رکھنا۔

اخلاص کی برکات

اخلاص میں بے شمار برکتیں ہیں حضور ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ اس امت کی اس کے ضعیفوں کی دعاؤں اور ان کی نمازوں اور ان کے اخلاص کی برکت سے امداد فرماتا ہے۔

ایک دفعہ فرمایا:

طُوْبٰی لِلْمُخْلَصِیْنَ اُولٰٓئِکَ مَصَابِیْحُ الْھُدٰی وَ تَنْجَلِیْ عَنْھُمْ کُلَّ فِتْنَۃٍ ظَلْمَآءٍ

اخلاص والوں کے لیے خوشخبری اور مبارک ہو جو ہدایت کے چراغ ہیں اور ان کے ذریعے تمام سیاہ فتنے دور ہو جاتے ہیں۔

مسلم کی روایت میں ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ایک شخص اپنے دوست (اللہ کے محبوب بندے) کی ملاقات کے لیے دوسرے گاؤں کو روانہ ہوا۔ راستے میں اسے ایک فرشتہ ملا فرشتے نے پوچھا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ وہ شخص بولا فلاں دوست کی ملاقات کے لیے جا رہا ہوں۔ فرشتے نے پوچھا کیا تجھے اس سے کوئی حاجت ہے؟ اس نے کہا نہیں فرشتہ بولا تیری اس سے کوئی قرابت (رشتہ داری) ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ فرشتے نے دریافت کیا پھر تیری اس کے پاس جانے کی کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا مجھے اس کے ساتھ محض اللہ کی خاطر محبت ہے (کہ وہ اللہ کا ولی ہے) اور میں اللہ (کی رضا) کے لیے جا رہا ہوں۔ فرشتے نے اسے بشارت دی کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تیرے پاس بھیجا ہے تاکہ میں تجھے خوشخبری سناؤں کہ اللہ نے تجھے اپنا دوست بنالیا ہے اور تجھ پر جنت واجب کر دی ہے۔

ریاکاری کو چھوڑنا

ریاکاری کا مفہوم: ریا سے مراد ''محض دکھاوا'' اور نمود ونمائش ہے اللہ تعالیٰ کی عبادات و طاعات کا مقصد اگر اس کی بندگی اور رضا وخوشنودی کی بجائے دنیوی شہرت اور دکھاوا ہو تو وہ ''ریاکاری'' ہے۔

ظاہراً کوئی عمل خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اگر اس سے مقصود ریا ہے تو وہ شرک (اصغر) ہے۔

قرآن وحدیث میں ریاکاری کی مذمت وممانعت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اور جو لوگ اپنے مالوں کو لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے اللہ پر، قیامت پر اور جس کا ساتھی شیطان ہو تو وہ کتنا بُرا ساتھی ہے۔'' (النساء: ۳۸)

اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور ایذا پہنچا کر ضائع نہ کرو۔ ان لوگوں کی طرح جو اپنا مال لوگوں کو دکھاوے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر اور یومِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ (البقرہ:۲۶۴)

ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے لوگوں کو دکھاوے کے لیے نکل آئے اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں جو یہ کرتے ہیں وہ اللہ کے قابو میں ہیں۔ (الانفال:۴۷)

تباہی و بربادی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں وہ جو دکھاوا کرتے ہیں اور استعمال کرنے والی چیزوں سے منع کرتے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا جس نے ریاکاری کرتے ہوئے نماز پڑی یقیناً اس نے شرک کا کام کیا اور جس نے ریاکاری سے روزہ رکھا اس نے شرک کا کام کیا اور جس نے ریاکاری کرتے ہوئے صدقہ دیا اس نے بلاشبہ شرک کا کام کیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن جس آدمی کا سب سے پہلے فیصلہ ہوگا یہ وہ شخص ہوگا جو شہید ہوا تھا۔ اسے

لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کی پہچان کرائے گا۔ وہ پہچان لے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے ان میں کیا عمل کیا وہ کہے گا کہ میں تیرے راستے میں لڑا حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا بلکہ تو اس لیے لڑا کہ تجھے بہادر کہا جائے۔ چنانچہ وہ تجھے کہا گیا۔ پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈالا جائے۔ ایک شخص وہ ہو گا جس نے قرآن سیکھا، سکھایا اور پڑھا اسے لا کر نعمتیں یاد دلائے گا۔ وہ انہیں معلوم کرلے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے اس میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں نے علم حاصل کیا دوسروں کو سکھایا اور تیری راہ میں قرآن پڑھا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا تو نے تو صرف اس لیے علم حاصل کیا کہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن پڑھا تا کہ تجھے قاری کہا جائے۔ پس وہ تجھے کہا گیا پھر حکمِ الٰہی سے اسے گھسیٹ کر جہنم میں ڈالا جائے گا۔ ایک شخص وہ ہو گا جسے اللہ نے فراخی سے رزق عطا کیا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اسے (اپنی عطا کی گئی) نعمتیں یاد دلائے گا وہ معلوم کرلے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے ان میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا کہ جس جگہ مال کا خرچ کرنا تجھے پسند ہے میں نے تیری رضا کے لیے اسے ہر جگہ خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا بلکہ تیرا مطلب یہ تھا کہ تجھے سخی کہا جائے۔ پس وہ تجھے کہا گیا۔ پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا کہ اسے گھسیٹ کر جہنم میں ڈالا جائے۔ (مسلم)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کچھ لوگوں کو جنت کا حکم ہو گا جب جنت کے قریب پہنچ جائیں گے اور اس کی خوشبو سونگیں گے اور جو کچھ جنت میں اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کے لیے سامان تیار کر رکھا ہے اسے دیکھیں گے تو پکارا جائے گا انہیں واپس بھیج دو (یعنی جنت سے نکال دو) جنت میں ان کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ یہ لوگ بڑی حسرت کے ساتھ واپس ہو جائیں گے اور یہ لوگ کہیں گے اے رب اگر تو نے ہمیں پہلے ہی جہنم میں داخل کر دیا ہوتا۔ ہمیں تو نے ثواب اور جو کچھ اپنے اولیاء کے لیے جنت میں مہیا کیا ہے نہ دکھایا ہوتا تو ہم پر آسان ہوتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔ ہمارا مقصد ہی یہ تھا۔ اے بدبختو جب تم تنہا ہوتے تھے تو خشوع کے ساتھ ملتے تھے جو کچھ دل میں میری تعظیم کرتے اُس کے خلاف لوگوں پر ظاہر کرتے۔

لوگوں سے تم ڈرتے اور مجھ سے نہ ڈرتے تھے۔ لہٰذا تم کو آج عذاب چکھاؤں گا اور ثواب سے محروم کروں گا۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ

اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دل اور اعمال کی طرف نظر فرماتا ہے۔ (کہ یہ کام میری خوشنودی ورضا کے لیے ہے یا شہرت و ریا کے لیے ہے)

چھیالیسویں شاخ

نیکی سے خوش اور بُرائی پر نادم و شرمسار ہونا

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقلِ سلیم عطا کی اور اچھائی و بُرائی، نیکی و بدی، خیر و شر کے دونوں راستے دکھا دیے۔ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ اور ہم نے دکھا دیئے اس کو دونوں نمایاں راستے۔

خالقِ کائنات نے عقل و شعور کے اس پیکر کو نیکی اور بھلائی کے راستے پر چلنے کے فوائد و برکات اور بُرائی و شر کے دنیوی و اخروی نقصانات سے آگاہ فرمایا:

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا (الشمس: ۸)

اور اس حقیقت کو بھی بالکل بے نقاب کر دیا کہ۔

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَ مَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ (النساء: ۷۹)

اور جو بھلائی آپ کو پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو بُرائی پہنچے وہ آپ (کے نفس) کی طرف سے ہے۔

اس مسلمہ حقیقت کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ایک اور مقام پر یوں فرمایا:

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا (بنی اسرائیل: ۷)

اگر تم اچھے کام کرو گے تو اس کا فائدہ تمہیں ہی پہنچے گا اور اگر بُرائی کرو گے تو اس کی سزا بھی تمہیں ہی ملے گی عقل و خرد اور دانش و بینش رکھنے والوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرنے کے لیے بڑے ہی ناصحانہ اور مشفقانہ انداز میں فرمایا:

وَلَا تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ (حم سجدہ: ۳۴)

نیکی و بُرائی ہرگز یکساں نہیں ہے۔

اس لیے مومن کی یہ شان بیان کی گئی ہے کہ جب اس سے نیکی و بھلائی کے کام سرزد ہوتے ہیں تو وہ اپنے مولا عزوجل کی اس عطا پر نازاں وفرحاں ہوتا ہے اور اگر اس سے کوئی گناہ معصیت ہوجائے۔ تو وہ اس پر نادم و پریشان ہوتا ہے۔ نیکی پر خوش ہونے والوں کے لیے جنت اور حور وقصور کی خوشخبریاں اور بشارتیں ہیں اور گناہ پر نادم و شرمسار نہ ہونے والوں کو عذاب کی وعید ہے۔

قرآن وحدیث میں نیکی پر خوشی اور بُرائی پر ندامت کی تاکید

فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ (آلِ عمران : ۱۷۰)

(مومن) خوش ہیں ان (نعمتوں) سے جو عنائت فرمائیں انہیں اللہ نے اپنے فضل سے۔

اِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِھَا وَاِنْ تُصِبْھُمْ سَیِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْھِمْ اِذَا ھُمْ یَقْنَطُوْنَ (الروم : ۳۶)

اور جب ہم چکھاتے ہیں لوگوں کو رحمت کا مزہ تو وہ اس پر پھولے نہیں سماتے اور اگر انہیں کوئی تکلیف پہنچتی بوجہ ان کی کرتوتوں کے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں تو وہ مایوس ہوجاتے ہیں۔

یعنی مومن کو جب اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نوازتا ہے یا اسے کوئی بھلائی و خیر پہنچتی ہے تو وہ بندہ مومن اپنے منعمِ حقیقی کی بارگاہ میں سجدہ شکر بجا لاتا ہے اور فَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کے تحت اسے تحدیثِ نعمت کے طور پر بیان بھی کرتا ہے اور جب اسے کوئی تکلیف، پریشانی آکر گھیرتی ہے تو وہ پیکرِ صبر و رضا بن جاتا ہے۔ اس کی زبان شکوہ و شکایت کے لیے واہ نہیں ہوتی۔ وہ اپنی شمعِ ایمان اور اللہ کی ذات پر کامل ایقان کی بنا پر مصائب و آلام کے بڑے بڑے پہاڑوں سے ٹکر لے لیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

لیکن اس کے برعکس وہ لوگ جن کی قندیلِ ایمان بجھ چکی ہو۔ ان کو اگر ان کی شقاوت

وو قاحت کی بنا پر تکالیف و مصائب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے تو وہ مایوس و ناامید ہو جاتے ہیں۔ زبان سے شکوہ دراز کرنے لگ جاتے ہیں اور افسوس کہ وہ اپنے مولا کی تمام نوازشات وعنایات اور گزشتہ مسرت و شادمانی کے حیات آفرین لمحات کو بھول جاتے ہیں اوران کا ایک اور عمل بڑا قابل مذمت ہے۔

اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَ اِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا (آل عمران: ۱۲۰)

اگر پہنچے تمہیں (مسلمانوں) کوئی بھلائی وخیر توانہیں (کافروں کو) بری لگتی ہے اور اگر پہنچے تمہیں کوئی تکلیف تو خوش ہوتے ہیں اس سے اگر تم صبر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو نہ نقصان پہنچائے گا تمہیں ان کا فریب کچھ بھی۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ

(یونس: ۵۸)

اے نبی آگاہ کر دیجیے (مومنوں کو) کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت پر ہی خوشی منایا کرو کیونکہ یہ ہر اس چیز سے بہتر ہے جو تم جمع کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو خوشی اور مسرت منانے کا بنیادی اصول عطا کیا۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا۔

مَا الْاِيْمَانُ؟ قَالَ اِذَا سَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ وَسَاءَتْكَ سَيِّئَتُكَ فَاَنْتَ مُؤْمِنٌ (مشکوٰۃ)

جب تیری نیکی تجھے خوش کر دے اور تیری برائی تجھے غمگین کرے تو تو مومن ہے۔

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

عجبا لِأمر المومن ان امره كله له خير وليس ذالك لاحد الا للمومن ان اصابته سرا شكر فكان خيرا له وان اصابته ضرا صبر فكان خيرا له (مسلم)

مومن کی بھی عجب شان ہے کہ اس کی ہر حالت اس کے لیے بہتر ہے اور یہ صرف مومن کی ہی خصوصیت ہے اگر اسے آرام وراحت پہنچے اور وہ اس پر شکر ادا کرے تو یہ آرام وراحت اس کے لیے خیر و برکت کا باعث ہے۔ اور اگر اسے تکلیف ہو اور وہ اس پر صبر

کرے تو یہ تکلیف بھی اس کے لیے خیر و برکت کا موجب ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

مَنْ سُرَّتْهُ حَسَنَتُهُ وَسَاءَتْهُ سَيِّئَتُهُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ

جو نیکی ملنے پر خوش ہو اور برائی ملنے پر غمزدہ (اور پریشان) ہو وہ مومن ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے یا اللہ مجھے ان لوگوں میں سے بنا کہ جب نیکی کریں تو خوش ہوں اور جب برائی کریں تو بخشش مانگیں۔ (مشکوٰۃ)

ہمیں بھی غور کرنا چاہئے کہ کیا ہم بھی نیکی کر کے خوش ہوتے ہیں اور گناہ ہمیں غمگین کرتے ہیں کہ نہیں؟ اگر یہ دونوں احساس نہیں ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں نیکی کی عظمت کا علم نہیں اور گناہ کی شدت کا احساس نہیں ہم نیکی کو معمولی سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں اور گناہ کو معمولی سمجھ کر کر لیتے ہیں حالانکہ ہمیں نیکی سے محبت کرنی چاہئے اور گناہ سے سخت نفرت کرنی چاہئے ہر گناہ کو برائی سمجھ کر چھوڑ دینا چاہئے اور چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو بھی عبادت سمجھ کر کر لینا چاہئے تا کہ ایمان کی حقیقی لذت سے آشنا ہو سکیں۔

گناہ کر کے نادم نہ ہونے والوں کی سزا

وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ (فاطر: ۱۰)

اور جو لوگ فریب کاریاں کرتے ہیں بُرے کاموں کے لیے ان کے لیے شدید عذاب ہے۔

یعنی جو لوگ گناہ کر کے توبہ نہ کریں اور نہ ہی شرم سار ہوں ان کے لیے دردناک عذاب اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھا ہے۔ جس نے ساری زندگی برائیاں کیں گناہ کمائے اور آخر وقت تک بھی ندامت کے دو آنسو بہا کر اللہ کو راضی نہ کیا تو ان کے لیے دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں جہنم کی سزا ہے۔

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ (النمل: ۹۰)

جو برائی لے کر آئے گا تو اس کو منہ کے بل اوندھا پھینک دیا جائے گا آگ میں۔

الٰہی ہمیں موت عطا کرنے سے پہلے سچی توبہ کی توفیق نصیب فرمانا۔ آمین۔

سینتالیسویں شاخ

ہر گناہ کا علاج توبہ ہے

ہم لوگ گناہوں کی سنگینیت وحقیقت اور توبہ کی اہمیت وفضیلت سے نا آشنا ہیں اللہ تعالیٰ نے توبہ کی افادیت کی بنا پر تمام مخلوق کو اس کا حکم دیا ہے۔ کوئی فرد بشر اس سے مستثنیٰ نہیں۔

دراصل توبہ اصلاحِ احوال واعمال اور ظاہر وباطن کی پاکیزگی وطہارت کا دوسرا نام ہے۔

توبہ کا لغوی واصطلاحی معنیٰ

جب توبہ کا فاعل بندہ ہو تو اس کا معنی ہے کہ بندہ نے معصیت سے اطاعت کی طرف رجوع کیا۔ اور جب توبہ کا فاعل اللہ ہو تو اس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مغفرت کی طرف رجوع کیا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''توبہ کے چار ارکان ہیں۔

پہلا رکن یہ ہے کہ جو گناہ سرزد ہوا ہے اس پر نادم ہو

دوسرا رکن یہ ہے کہ اس گناہ کو فی الفور ترک کردے

تیسرا رکن یہ ہے کہ آئندہ اس گناہ سے باز رہنے کا عزمِ مصمم کرے

اور چوتھا رکن یہ ہے کہ حسب مقدور اس گناہ کا تدارک اور تلافی کرے۔ مثلاً نماز چھوٹ گئی ہے تو اس کی قضا پڑھے۔

قرآن وحدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ توبہ کرنے والے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور اس سے راضی ہوتا ہے۔ اور اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے اور بسا اوقات تو اس کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے (سبحان اللہ)

قرآن وحدیث میں توبہ کی افادیت واہمیت

پھر جس نے توبہ کر لی اپنے (اس) ظلم کے بعد اور اپنی اصلاح کر لی تو بیشک اللہ تعالیٰ

اس پر توجہ فرمائے گا اور بیشک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے (المائدہ: ۳۹)

جو کوئی کر بیٹھے تم میں سے برائی نادانی سے تو پھر اس کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح کرے (اپنے آپ کی) تو بیشک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

(الانعام: ۵۴)

(حضرت ہود علیہ السلام نے کہا) اے میری قوم مغفرت طلب کرو اپنے رب سے پھر (دل و جان سے) اس کی طرف رجوع کرو وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش اتار دے گا اور بڑھا دے گا تمہیں قوت میں تمہاری پہلی قوت سے اور نہ منہ موڑو (اللہ سے) جرم کرتے ہوئے (ہود: ۵۲)

پس جانشین بنے ان کے بعد وہ ناخلف جنہوں نے ضائع کیا نمازوں کو اور پیروی کی خواہشاتِ (نفسانی) کی سو وہ دوچار ہوں گے اپنی نافرمانی (کی سزا) سے مگر وہ جنہوں نے توبہ کی اور ایمان لائے اور نیک عمل کیے تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا ظلم نہ کیا جائے گا۔ (مریم: ۵۹، ۶۰)

اور جو نہیں عبادت کرتے اللہ کے سوا کسی اور خدا کی اور نہیں قتل کرتے اس نفس کو جس کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے مگر حق کے ساتھ اور نہ بدکاری کرتے ہیں اور جو یہ کام کرے گا پائے گا اس کی سزا دوگنا کر دیا جائے گا اس کے لیے عذاب روزِ قیامت اور ہمیشہ رہے گا اس میں ذلیل و خوار ہو کر مگر وہ جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کیے تو یہ لوگ ہیں کہ بدل دے گا اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو نیکیوں سے اور اللہ غفور و رحیم ہے اور جس نے توبہ کی اور نیک کام کیے تو اس نے رجوع کیا اللہ کی طرف جیسے رجوع کا حق ہے۔

(الفرقان: ۶۸ تا ۷۱)

توبہ جس کا قبول کرنا اللہ نے اپنے ذمہ لیا ہے ان کے لئے جو بے سمجھی میں گناہ کر بیٹھتے ہیں پھر جلدی سے توبہ کرتے ہیں پس یہی لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر توجہ فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑی حکمت والا ہے اور نہیں یہ توبہ (جس کے قبول کرنے کا وعدہ ہے) ان لوگوں کیلئے جو کرتے رہتے ہیں برائیاں (ساری عمر) یہاں تک کہ جب آ جائے

کسی ایک کو ان میں سے موت تو کہے بیشک میں توبہ کرتا ہوں اب اور نہ ان لوگوں کی توبہ جو مرتے ہیں اس حال میں کہ وہ کافر ہیں انہی کے لیے ہم نے تیار کر رکھا ہے دردناک عذاب۔ (النساء ۱۸،۱۷)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

یَا اَیُّھَا لنَّاسُ تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ وَاسْتَغْفِرُوْہُ اَتُوْبُ فِی الْیَوْمِ مِاءَۃُ مَرَّۃً (مسلم)

اے لوگو اللہ کی جناب میں توبہ کیا کرو میں دن میں ۱۰۰ (سو) مرتبہ توبہ (استغفار) کرتا ہوں۔

مَامِنْ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنَ الشَّابِّ التَّائِبِ (الدیلمی)

اللہ تعالیٰ کو نوجوان کی توبہ سے بڑھ کر (کائنات کی) کوئی چیز بھی زیادہ محبوب نہیں ہے۔

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَہٗ (الطبرانی)

گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔

حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو اپنے بندہ مومن کی توبہ پر اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ ایک شخص کسی ہلاکت خیز سنسان جنگل میں اپنی سواری پر جائے جس پر اس کے کھانے پینے کی چیزیں ہوں وہ سو جائے اور جب بیدار ہو تو سواری کہیں جا چکی ہو وہ اس سواری کو تلاش کرتا رہے حتیٰ کہ اس کو سخت پیاس لگ جائے پھر وہ کہے کہ میں واپس اسی جگہ جاتا ہوں جہاں پر میں پہلے تھا میں سو جاؤں گا حتیٰ کہ میں مر جاؤں گا وہ کلائی پر اپنا سر رکھ کر لیٹ جاتا ہے تاکہ مر جائے پھر وہ بیدار ہوتا ہے تو اس کے پاس اس کی سواری ہوتی ہے اور اس پر اس کی خوراک اور کھانے پینے کی چیزیں رکھی ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ کو بندہ مومن کی توبہ کرنے پر اس شخص کی سواری اور زادِ راہ (کے ملنے) سے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ تم کو لے جاتا۔ اور تمہارے بدلے میں ایسی قوم لاتا جو گناہ کرتی اور اللہ سے مغفرت طلب کرتی اور اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرماتا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! مرنے سے پہلے توبہ کرلو اس سے قبل کہ رکاوٹ پیدا ہو نیک اعمال میں جلدی کرو۔ آپس میں صلہ رحمی سے کام لو اور اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑو نیک بخت ہو جاؤ گے۔ صدقہ زیادہ دیا کرو تمہیں رزق دیا جائے گا۔ نیکی کا حکم دو تمہیں پناہ حاصل ہوگی۔ بری باتوں سے روکو تاکہ تمہاری مدد کی جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ

اے اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول فرما بیشک تو ہی بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

جس نے ہر گناہ پر استغفار کیا تو اس نے گناہ پر اصرار نہیں کیا ہے اگرچہ اس نے دن میں ستر بار اس گناہ کو کیا ہو (ترمذی)

کسی شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی میں گناہ کرتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا استغفار کرلو۔ اس نے کہا میں پھر گناہ کرتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر استغفار کرلو۔ اس نے کہا میں پھر گناہ کرتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر استغفار کرتے جاؤ حتیٰ کہ شیطان مایوس ہو کر تمہیں چھوڑ دے۔

توبہ کے فوائد وفضیلت

۱۔ توبہ کرنے والے اللہ کے محبوب ہوتے ہیں

توبہ اللہ کو اس قدر پسند ہے کہ توبہ کرنے والوں کو اللہ اپنا محبوب بنالیتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ (البقرہ: ۲۲۲)

بیشک اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں کو محبوب بنالیتا ہے۔

۲۔ توبہ کرنے والے کامیاب وکامران:

تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا اَیُّھَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (النور: ۳۱)

اور توبہ کرلو اللہ تعالیٰ سے تم سب کے سب اے ایمان والو تاکہ تم دونوں (جہانوں میں) فلاح وکامرانی پاؤ۔

۳۔ اللہ کی طرف سے مژدہ جان فزا پاتے ہیں:

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰکِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاھُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ الْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ (التوبہ: ۱۱۲)

توبہ کرنے والے (اللہ کی) عبادت کرنے والے، حمد وثنا کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے، برائی سے روکنے والے، اللہ کی حدود کی نگہبانی کرنے والے (اے حبیب) ان مومنوں کو (جنت میں میری زیارت کی) خوشخبری سنا دیجئے۔

۴۔ توبہ کرنے والوں کو اللہ معاف فرما دیتا ہے:

وَھُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ وَیَعْفُوْ عَنِ السَّیِّاٰتِ وَیَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ

(الشوریٰ: ۲۵)

اور وہی (اللہ) ہے جو توبہ قبول فرماتا ہے اپنے بندوں کی اور ان کی غلطیوں سے درگز فرماتا ہے اور جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

۵۔ توبہ سے سکون نصیب ہوتا ہے:

اور یہ کہ مغفرت طلب کرو اپنے رب سے پھر (صدق دل سے) متوجہ ہو جاؤ اس کی طرف وہ لطف اندوز کرے گا زندگی کی راحتوں سے اچھی طرح مقرر میعاد تک۔ (ہود: ۳)

۶۔ توبہ کرنے والے کو جنت کی بشارت:

اے ایمان والو! اللہ کی جناب میں سچے دل سے توبہ کرو۔ امید ہے تمہارا رب دور کر دے گا تم سے تمہاری برائیاں اور تمہیں داخل کرے گا ایسے باغات میں جن میں نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ (التحریم: ۸)

توبہ نہ کرنے والوں کی سزا:

ا۔توبہ نہ کرنے والے ظالم ہیں:

وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (الحجرات: ۱۱)

اور وہ لوگ جنہوں نے توبہ نہ کی وہی ظالم ہیں۔

اس آیت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو توبہ کرنے والوں سے کتنا پیار ہے اور جو لوگ گناہ اور برائی کر کے توبہ نہیں کرتے گویا وہ اللہ کے غضب کو دعوت دیتے ہیں۔

۲۔توبہ نہ کرنے والے جہنمی:

بیشک جن لوگوں نے ایذاء دی مومن مردوں اور مومن عورتوں کو پھر توبہ بھی نہ کی تو ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے جلائے جانے کی سزا ہے (البروج: ۱۰)

۳۔توبہ نہ کرنے والے دنیا وآخرت میں ذلیل ہوں گے:

سو اگر (منافق) توبہ کرلیں تو یہ ان کے لیے بہتر ہوگا اور اگر وہ روگردانی کریں (یعنی توبہ نہ کریں) تو انہیں عذاب دے گا اللہ تعالیٰ دردناک دنیا وآخرت میں اور نہیں ہوگا ان کا روئے زمین میں کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار۔

توبہ کے متعلق ہدایت

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا (التحریم: ۸)

اے ایمان والو! اللہ کی جناب میں سچے دل سے توبہ کرو۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مَا التَّوْبَةُ النَّصُوْحُ؟

پیارے آقا توبہ نصوح کسے کہتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنْ يَّنْدَمَ الْعَبْدُ عَلَى الذَّنْبِ الَّذِىْ اَصَابَ فَيَعْتَذِرُ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى ثُمَّ لَا يَعُوْدُ اِلَيْهِ كَمَا لَا يَعُوْدُ اللَّبَنُ اِلَى الْفَرْعِ

انسان اپنے گناہ پر نادم اور شرم سار ہو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معذرت طلب کرے (گناہوں کی معافی مانگے) پھر جس طرح دودھ تھنوں سے نکل کر دوبارہ واپس نہیں جا سکتا یہ بھی اسی طرح گناہ کی طرف نہ جائے۔

حضرت علی المرتضٰی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک اعرابی کو سنا کہ وہ کہہ رہا ہے کہ

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ

یا اللہ میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں آپ نے فرمایا اے اعرابی یہ تو جھوٹوں کی توبہ ہے اس نے عرض کی کہ سچوں کی توبہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جس توبہ میں چھ چیزیں پائی جائیں وہ سچوں کی توبہ ہوتی ہے۔

۱۔ جو گناہ پہلے ہو چکے ہیں ان پر ندامت و شرمساری
۲۔ جو فرض ادا نہیں ہوئے ان کی قضا
۳۔ کسی کا حق غصب کیا ہے تو اسے لوٹا دے
۴۔ جس سے لڑائی جھگڑا کیا ہے اس سے معافی مانگے
۵۔ پختہ عزم کرے کہ آئندہ گناہ نہیں کرے گا
۶۔ جس طرح پہلے اپنے نفس کو بدکاری سے فربہ کیا تھا اب اطاعتِ الٰہی میں اس کو لگا دے

گناہوں اور معصیت پر ندامت صرف اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور حکم عدولی کی وجہ سے ہو صحت، جان و مال، عزت و آبرو کے خاک میں ملنے کی وجہ سے نہ ہو۔

توبہ کی اقسام

گناہ چھوٹے ہوں یا بڑے سب سے نقصان اور خطرہ لاحق ہوتا ہے گناہ کو آگ کی چنگاری سے تشبیہ دی جا سکتی ہے چھوٹی چنگاری ہو یا بڑی یہ سب ہی خطرناک ہیں اور آگ بڑھکانے کا سبب بنتی ہیں اس لیے ہم ہمیشہ چنگاری سے بچتے ہیں جو ہر وقت چنگاریوں میں گرا رہتا ہے وہ جل بھی جاتا ہے ایک اور مثال زہریلے جانور کی ہے سانپ چھوٹا ہو یا بڑا سب ہی خطرناک ہیں اور ہم ہر سانپ سے خوفزدہ ہوتے ہیں اور اپنے آپ کو بچاتے ہیں ہم سانپ کو کم زہریلا سمجھ کر اسے چھوتے نہیں ہیں۔

اسی طرح گناہ مسلمانوں کے باطن کے لیے زہر ہے جو شخص بار بار چھوٹے گناہ کرتا ہے وہ بڑی گناہوں میں بھی مبتلا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ گناہوں کو برائی نہیں سمجھتا اور اس کا ضمیر ملامت نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو توبہ کرنے کا حکم دیا ہے گناہگاروں کے گناہ معاف کرنے کے لیے اور نیکوکاروں کے درجات بلند کرنے کے لیے توبہ کی تلقین فرمائی ہے۔

توبہ کی کئی اقسام ہیں کفر سے توبہ، شرک سے توبہ، غفلت سے توبہ، اگر مسلمان شرک و گناہ سے بچ بھی جائے تو ذکر و فکر کی غفلت سے بچنا ممکن نہیں ہے۔ موجودہ دور میں مسلمان کی زندگی سراپا گناہ نہیں تو ہمہ وقت غفلت ضرور ہے ہم نے ذکرِ الٰہی اور فکرِ آخرت کو بھلا دیا ہے ہم ذکر سے زیادہ فکر سے غافل ہیں اس لیے توبہ صرف گناہ گاروں کے لیے ہی ضروری نہیں بلکہ تمام مخلوق کے لیے ضروری ہے۔

توبہ میں تاُخیر نقصان دہ ہے

قرآن مجید میں ہے کہ توبہ کرنے میں جلدی و سرعت کرنی چاہیے انسان کے ساتھ دو فرشتے ہیں ایک فرشتہ نیک اعمال تحریر کرتا ہے اور دوسرا برے اعمال جب کوئی شخص نیکی کرتا ہے تو اسے اسی وقت لکھ دیا جاتا ہے اور اگر گناہ سرزد ہو جائے تو نیکی کا فرشتہ دوسرے فرشتے کو گناہ لکھنے سے روکتا ہے کہ ٹھہر جاؤ شاید یہ اپنے گناہ پر نادم ہو جائے گناہ معاف ہو جائے اور گناہ تحریر کرنے کی ضرورت ہی نہ ہو اکثر نیک لوگوں کے دل میں گناہ کا احساس اسی وقت ہو جاتا ہے منہ سے استغفار کے کلمے نکلتے ہیں دل میں ندامت ہوتی ہے ایسے لوگوں کے لیے جنت کی خوشخبری ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کے برابر ہے اور جوان لوگوں کیلئے تیار کی ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ (الحدید:۲۱)

یعنی توبہ کیلئے جلدی کرنا جنت کی طرف دوڑنے کے مترادف ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ نقطہ پیدا ہو

جاتا ہے پھر جب وہ توبہ کرتا ہے تو اس کے دل کو صاف کر دیا جاتا ہے اور جب وہ زیادہ گناہ کرتا ہے تو وہ نقطہ بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ سارے دل پر سیاہی چھا جاتی ہے پس یہ ہے وہ زنگ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا بلکہ یہ ان کے دلوں پر زنگ ہے اس گناہ کی وجہ سے جو وہ کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ)

اجابتِ توبہ کی علامت و پہچان

توبہ کے مقبول ہونے کی چار علامتیں بتائی جاتی ہیں:

۱۔ فاسق لوگوں سے علیحدگی اختیار کرے اور نیک لوگوں کی مجلس اختیار کرے

۲۔ ہر قسم کے گناہ سے قطع تعلق ہو کر عبادات و طاعات کی طرف متوجہ ہو

۳۔ اس کے دل سے دنیا کی خوشی زائل ہو جائے اور ہمیشہ آخرت کا غم کرے

۴۔ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر لیا ہے مثلاً رزق وغیرہ اس سے دل کو فارغ کرے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت، اس کے احکام کی تعمیل میں مشغول ہو

اڑتالیسویں شاخ

قربانی اور عقیقہ کرنا

لفظ قربان کا مادہ ''ق، ر، ب'' ہے اس سے ہر وہ چیز اور نیک عمل مراد ہے جس کے ذریعے انسان اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کی رضا وخوشنودی کو حاصل کرنے کا ارادہ کرے۔

وہ صوم وصلوٰۃ ہو یا صدقہ وخیرات، جانور کا ذبیحہ ہو یا نذر و نیاز عرفِ عام میں یہ لفظ جانور کی قربانی کے لیے ہی مستعمل ہے۔

قربانی اور اس کی حقیقت

مخصوص جانوروں کو مخصوص ایام میں بہ نیت تقرب ذبح کرنا قربانی ہے اور کبھی اس جانور کو اضحیہ اور قربانی کہتے ہیں جو ذبح کیا جاتا ہے۔ قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ اور اس امت کے لیے باقی رکھی گئی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قربانی کی تاکید فرمائی گئی۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے صحابہ کرام نے قربانی کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ قربانی کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے (نسبی یا روحانی) باپ ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے۔ انہوں نے عرض کی ہم کو اس میں کیا (اجر) ملتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جانور کے) ہر بال کے بدلے ایک نیکی۔ انہوں نے عرض کی اگر (اون) والا جانور ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر اون کے بدلے ایک نیکی۔

قرآن وحدیث میں قربانی کا حکم اور ترغیب

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (الکوثر: ۲)

پس اپنے رب کے لیے نماز پڑھیے اور قربانی کیجیے۔

مفسرین کرام نے نحر سے اونٹوں کی قربانی مراد لیا ہے۔

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ

میں نماز اور قربانی پر برانگیختہ کیا گیا ہے اور ان دونوں کو ادا کرنا ضروری ہے اور یہ ہر دین اور ہر ملت میں واجب رہی ہے۔

اس آیت میں نحر کو قربانی پر محمول کرنے کی مندرجہ ذیل وجوہ ہیں۔

۱۔ قرآنِ مجید کا اسلوب ہے کہ نماز اور زکوٰۃ کا ساتھ ساتھ ذکر ہوتا ہے۔قربانی عبادتِ مالیہ ہونے کی وجہ سے بمنزلِ زکوٰۃ ہے پس جب "فَصَلِّ" سے مراد نماز ہے تو "وَانْحَرْ" سے قربانی ہی مراد ہونی چاہیے۔

۲۔ مشرکین اپنے بتوں کے لیے نماز اور قربانی دونوں ادا کرتے تھے پس جس طرح "فصل" سے نماز کو اللہ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔اسی طرح چاہیے کہ "وانحر" سے قربانی کو اللہ۔کے ساتھ خاص کرلیا جائے۔

۳۔ تمام عبادات، ریاضات کا رجوع دو چیزوں کی طرف ہے۔خالق کی عظمت اور مخلوق پر شفقت اور نحر کو قربانی پر محمول کرنے سے یہ دونوں امر حاصل ہوتے ہیں۔کیونکہ نماز خالق کی عظمت و کبریائی کی مظہر ہے اور قربانی مخلوق پر شفقت و رحمت کو ظاہر کرتی ہے۔

وَ الْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (الحج: ۳۶)

اور قربانی کے فربہ جانوروں کو ہم نے بنایا ہے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے، تمہارے لیے ان میں بھلائی ہے پس اللہ تعالیٰ کا نام ان پر اس حال میں لو کہ ان کا ایک پاؤں بندھا ہوا ہو اور تین پر کھڑے ہوں پس جب وہ گر پڑیں کسی پہلو پر تو اس سے خود بھی کھاؤ نیز کھلاؤ قناعت کرنے والے فقیر کو اور بھیک مانگنے والے کو اسی طرح ہم نے فرماں بردار بنا دیا ان جانوروں کو تمہارے لیے تاکہ تم شکریہ ادا کرو۔

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو ذبح کرنے کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ ذبح کرنے کے طریقے سے بھی آگاہ فرمایا ہے۔

وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ (الحج: ٣٤)

اور ہر امت کے لیے قربانی مقرر فرمائی تا کہ وہ ذکر کریں اللہ تعالیٰ کا اسم (پاک) ان بے زبان جانوروں پر ذبح کے وقت جو اللہ نے انہیں عطا فرمائے ہیں۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اے امتِ محمدیہ قربانی کا حکم صرف تمہیں ہی نہیں دیا گیا بلکہ تم سے پہلے جتنی بھی ہدایت یافتہ امتیں گزری ہیں ان سب کو قربانی کا حکم دیا گیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ سِنِيْنَ يُضَحِّيْ

پیارے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں دس سالہ مدتِ اقامت میں قربانی دیتے رہے۔

(اس حدیثِ مبارک سے یہ اشکال رفع ہو گیا کہ قربانی صرف منیٰ کے ساتھ خاص نہیں اور نہ ہی صرف حاجیوں پر لازم ہے بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سال مسلسل قربانی ادا کر کے اس حقیقت کو واضح کیا کہ قربانی ہر صاحبِ استطاعت پہ ہر سال لازم ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سال قربانی دے کر اس وہم کو باطل کیا اور اس کی اہمیت کو واضح کیا)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں نہ صرف خود قربانیاں کیں بلکہ دوسرے متمول صحابہ کرام کو بھی اس کی ترغیب دلائی اور انہیں حکم فرمایا کہ قربانیاں کرو۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دس ذوالحجہ کو انسان کیلئے اللہ کی راہ میں جانور قربان کرنے سے بڑھ کر کوئی عمل بھی اللہ کے ہاں زیادہ پسندیدہ نہیں ہے اور وہ جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں اور بالوں اور سموں سمیت آئے گا (اور مومن کی نیکیوں والے پلے میں رکھا جائے گا) اور اس جانور کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں محلِ قبولیت تک پہنچ جاتا ہے لہٰذا ان صدقات و قربانیوں کو فراخ دلی اور کھلے دل سے یاد کرو۔

(اس حدیثِ پاک سے علمِ دین سے بیگانوں اور تہذیب جدید کے دیوانوں کا پروپیگنڈہ بے غبار ہو گیا اور حقیقت طشت از بام ہو گئی کہ اصل عبادت تو واقعی جانور کا ذبح کرنا ہے عقل کے پرستار جو کہتے ہیں کہ جانور کو ذبح کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کی قیمت صدقہ کر دینی چاہیے یا حکومت کے خزانے میں داخل کر دینی چاہیے یہ سب لغو اور باطل ہے اور قرآن و حدیث کے بالکل مخالف ہے قرآن نے جانور ذبح کرنے کا حکم دیا ہے اور حضور ﷺ نے بھی اسی عمل کو سب سے افضل و اعلیٰ اور اللہ کے ہاں پسندیدہ قرار دیا ہے آپ ﷺ نے حج کے موقع پر سو اونٹ ذبح فرمائے ان کی قیمت کو بیت المال میں داخل نہ فرمایا جبکہ اسلامی لشکر کی تیاری کے لیے بہت بڑی ضرورت در پیش ہوتی تھی اور صحابہ کرام کی اکثریت ابھی اتنی خوشحال بھی نہ ہوئی تھی اور نہ ہی ان کے پاس مال و دولت کی فراوانی تھی لہٰذا ایسی بے بنیاد باتوں کو ہوا دینا دین میں رخنہ اندازی اور فتنہ پردازی کے مترادف ہے۔ نَعُوْذُ باللّٰهِ مِنْ ذَالِكَ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے دس ذوالحجہ کو مدینہ منورہ میں دو مینڈھے ذبح فرمائے جو کہ سیاہ رنگ والے، سینگ والے، اور خصی کیے ہوئے تھے جب ان دونوں کو قبلہ رخ لٹایا تو اس وقت آپ ﷺ نے پڑھا کہ میں نے اپنے منہ کو اس ذات کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا میں ملتِ ابراہیم پر ہوں جو باطل سے منہ موڑ کر حق کی طرف متوجہ ہونے والے تھے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں بے شک میری نماز اور قربانی میری زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب اور پروردگار ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور میں مطیع و فرماں بردار لوگوں میں سے ہوں۔ اے اللہ قربانی کی توفیق تیری طرف سے ہے قبول فرما اور بعض روایات میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اے اللہ یہ قربانی میری طرف سے ہے اور میری امت کے ان افراد کی طرف سے جو غربت و افلاس کی وجہ سے قربانی نہیں کر سکتے اور پھر بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھ کر ان مینڈھوں کو ذبح فرمایا:

(رحمت اللعالمین ﷺ نے اپنی ساری امت کے مفلس و نادار افراد کو اپنے ساتھ

قربانی کے ثواب میں شریک فرمایا آپ ﷺ کے اس احسان عظیم کا تقاضا یہ ہے کہ ہر صاحبِ استطاعت امتی بھی اپنے محسنِ اعظم نبی معظم ﷺ کی طرف سے قربانی کرے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمیشہ دو مینڈھے ذبح کیا کرتے تھے جب آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ دو جانور کیوں ذبح فرماتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ میرے محبوب ﷺ نے مجھے نصیحت فرمائی تھی کہ میں ان کی طرف سے قربانی کروں اس لیے میں دوسرا جانور ان کی طرف سے ذبح کیا کرتا ہوں آپ ﷺ نے قربانی پوری امت کی طرف سے فرمائی تھی خواہ وہ موجود تھے یا غیر موجود بعد میں پیدا ہونے والے تھے یا وفات پا چکے تھے اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی ساری عمر حضور ﷺ کی طرف سے قربانی کرنے کا عمل اس بات کی دلیل ہے کہ کسی بھی مسلمان کی طرف سے صدقہ کرنا اور اپنے ثواب میں اسے شریک کرنا خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ جائز ہے اور کارِ ثواب ہے نبی اکرم ﷺ کی مبارک سنت بھی ہے)

حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے سو اونٹ ذبح کیے جن میں تریسٹھ اونٹ آپ ﷺ نے اپنے دستِ اقدس سے خود ذبح فرمائے اور باقی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذبح فرمایا۔

قربانی کے جانوروں کی صفات کے متعلق احادیثِ مبارکہ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے سینگوں والا نر مینڈھا ذبح کیا جو سیاہی میں کھاتا تھا سیاہی میں چلتا تھا اور سیاہی میں ہی دیکھتا تھا (یعنی مکمل سیاہ تھا) (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک ﷺ نے فرمایا سفید رنگ کے جانور کی قربانی اللہ کے نزدیک سیاہ رنگ کے جانوروں کی قربانی سے زیادہ پسندیدہ ہے (سنن کبریٰ)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا بوڑھے جانور کی نسبت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثنی (جس کے سامنے کے دانت گر گئے ہوں) کی قربانی زیادہ پسندیدہ ہے۔ (سننِ کبریٰ)

(یعنی ایک سال کا بکرا دو سال کی گائے، پانچ سال کا اونٹ)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ قربانی وہ ہے جو زیادہ مہنگی اور زیادہ قیمتی ہو (سنن کبریٰ)

قربانی کے فوائد وفضائل

۱۔ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے مقبولیت کے لیے اللہ کے پاس پہنچ جاتا ہے (ترمذی)

۲۔ قربانی کے خون کے ہر قطرہ کے بدلے میں اللہ تعالیٰ ایک گناہ بخش دیتا ہے

۳۔ قربانی کے گوشت اور خون کو ستر درجہ بڑھا کر میزان میں وزن کیا جائے گا

۴۔ قربانی کے ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی کا ثواب دیا جاتا ہے

۵۔ قربانی کا جانور میدانِ محشر میں اپنے صاحب کے لیے سواری بن کر آتا ہے

۶۔ خون کے پہلے قطرے کے ساتھ قربانی کرنے والے کے گزشتہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں

۷۔ جس نے خوش دلی سے طالبِ ثواب ہو کر قربانی کی وہ (قربانی) آتشِ جہنم سے حجاب ہو جائے گی۔ (طبرانی)

۸۔ جو روپیہ عید کے دن قربانی میں خرچ کیا گیا اس سے زیادہ کوئی روپیہ اللہ کے ہاں پیارا نہیں (طبرانی)

قربانی کرنے والوں کے لیے ہدایات

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا آج (دس ذوالحجہ) کے دن جو کام ہمیں پہلے کرنا ہے وہ نماز ہے اور اس کے بعد قربانی کرنا ہے جس نے ایسا کیا وہ ہماری سنت کو پہنچا اور جس نے پہلے ذبح کر ڈالا وہ گوشت ہے جو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے پہلے ہی کر لیا قربانی سے اس کا کچھ تعلق نہیں ہے۔

اُمّ المؤمنین حضرت اُمِ سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نبی پاک ﷺ نے فرمایا جس نے ذی الحجہ کا چاند دیکھا اور اس کا ارادہ قربانی کا ہے تو جب تک قربانی نہ کرے اپنے بال اور ناخن نہ ترشوائے۔ (مسلم)

حضور ﷺ نے فرمایا قربانی میں گائے سات کی طرف سے اور اونٹ سات کی طرف سے ہے۔ (طبرانی)

حضور ﷺ نے فرمایا بھیڑ کا جذعہ (۶ مہینے کا بچہ) سال والی بکری کے قائم مقام ہے۔

ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے رات کے وقت قربانی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (طبرانی)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا چار قسم کے جانور قربانی کے لیے درست نہیں۔

(۱) کانا (۲) لنگڑا (۳) بیمار (۴) اور لاغر جس کی ہڈیوں میں مغز نہ ہو

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک ﷺ نے کان کٹے ہوئے اور سینگ ٹوٹے ہوئے جانور کی قربانی سے منع فرمایا ہے۔ یعنی جانور ظاہری عیوب و نقائص سے پاک ہونا چاہیے تاکہ دیکھنے والوں کو برا نہ لگے۔

حضرت اسود بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک ﷺ نے فرمایا جس نے عید کی نماز سے پہلے جانور ذبح کر لیا وہ دوبارہ ذبح کرے۔

قربانی کے ایام دس ذوالحجہ سے ۱۲ ذوالحجہ تک صرف تین دن ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قربانی عید اور اس کے دو دن بعد تک ہے۔ (یعنی ۳ دن ۱۰، ۱۱، ۱۲)

قربانی ادا نہ کرنے والوں کی سزا:

ابنِ ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من وجد سعة لان یضحی فلم یضح فلا یحضرن مصلانا

جو شخص قربانی ادا کرنے کی طاقت رکھنے کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عید گاہ میں نہ آئے۔ (ایسے بد بخت کیلئے تین محرومیاں ہیں۔)

۱۔ نبی اکرم ﷺ کا مقتدی نہ بننے کی محرومی

۲۔ آپ ﷺ کی زیارت کی محرومی

۳۔ نماز نہ پڑھنے کی محرومی

عہدِ رسالت سے لے کر آج تک تمام مسلمان اس پر عمل کرتے آ رہے ہیں اس لیے اس سنتِ

ابراہیمی و محمدی ﷺ کے خلاف زبان درازی کرنا اپنے آپ کو جہنم میں پھینکنے کے مترادف ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (النساء: ۱۱۵)

جو شخص مخالفت کرے (اللہ کے) رسول ﷺ کی اس کے بعد کہ روشن ہو گئی اس کے لیے ہدایت کی راہ اور چلے اس راہ پر جو الگ ہے مسلمانوں کی راہ سے تو ہم پھرنے دیں گے جدھر وہ خود پھرا ہے اور ڈال دیں گے اسے جہنم میں اور یہ بہت بری پلٹنے کی جگہ ہے۔

عقیقہ اور اس کے متعلق ہدایات

عقیقہ: بچہ پیدا ہونے کے بعد شکریہ میں جو جانور ذبح کیا جاتا ہے اسے عقیقہ کہا جاتا ہے۔

حنفیوں کے نزدیک عقیقہ مباح و مستحب ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے اس کی طرف سے خون بہاؤ (یعنی جانور ذبح کرو) اور اس سے اذیت کو دور کرو (یعنی اس کا سر مونڈ دو) البخاری

حضور ﷺ نے فرمایا لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری اس میں حرج نہیں کہ نر ہوں یا مادہ (ترمذی)

لڑکا اپنے عقیقہ میں گروی ہے ساتویں دن اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے اور اس کا نام رکھا جائے اور سر مونڈا جائے (ترمذی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن کی طرف سے بکری ذبح کی اور فرمایا اے فاطمہ رضی اللہ عنہا اس کا سر مونڈ دو اور بال کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کرو ہم نے بالوں کا وزن کیا تو ایک درہم یا کچھ کم تھے (ترمذی)

اہم مسئلہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں قربانی کے اونٹوں پر (بوقتِ ذبح) کھڑا رہوں اور ان کے گوشت اور کھالوں اور جھولوں کو صدقہ کر دوں اور قصاب کی اجرت اس میں سے نہ دوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا قصاب کی اجرت ہم اپنے پاس سے دیتے تھے (مسلم)

انچاسویں شاخ

حکمرانوں کی اطاعت

اسلام کے نظریے کے مطابق ساری کائنات کا مقتدرِ اعلیٰ اور حکمران اللہ وحدہ لا شریک ہے۔ ناقابلِ تقسیم، ناقابلِ تغیر اور ناقابلِ انتقال اقتدارِ اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ

اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ (البقرہ: ۱۰۷)

کیا تم نہیں جانتے کہ زمین و آسمان کی حکمرانی اور بادشاہت اللہ ہی کے پاس ہے۔

اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا حاکمِ اعلیٰ ان معنوں میں ہے کہ وہ تخلیق و آفرینش اور ہدایت و رہنمائی میں اقتدار کا سرچشمہ ہے وہ سیاسی حکمران نہیں سیاسی حکمران بہرحال کوئی انسان ہی ہوگا لیکن اس کی حیثیت اللہ کی جانب سے امین کی سی ہوگی اور وہ منجانب اللہ متعینہ حدود سے تجاوز نہیں کر سکے گا۔

حکمرانوں کی اطاعت کا قرآنی حکم

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِى الۡاَمۡرِ مِنۡكُمۡ

(النساء: ۵۹)

اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو اپنے رسول ﷺ کی اور حکمرانوں کی جو تم میں سے ہوں۔

اولی الامر سے مراد کون ہیں؟ اولی الامر لغت میں ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جن کے ہاتھ میں کسی چیز کا انتظام و انصرام ہو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر مفسرین نے اولی الامر کا مصداق علماء و فقہاء کو قرار دیا ہے کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے نائب ہیں اور

نظمِ دین ان کے ہاتھ میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور بعض مفسرین کرام نے اولی الامر سے مراد حکام اور امراء لیے ہیں جن کے ہاتھوں میں نظامِ حکومت ہے۔

تفسیرِ مظہری میں ہے کہ اولی الامر کا اطلاق دونوں گروہوں پر ہوتا ہے یعنی علماء وفقہاء پر بھی اور حکام وامراء پر بھی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے علاوہ مسلمان امراء و حکام کی اطاعت کا بھی حکم دیا گیا ہے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت تو ایک ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ

جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کر لی اس نے اللہ کی اطاعت کر لی ہے پورے قرآن میں اس کے برعکس نہیں کہ جس نے اللہ کی اطاعت کی اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کر لی بہر حال یہ ایک الگ بحث ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مطاع بنایا اور فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (النساء: ٦٤)

اور ہم نے نہیں بھیجا کوئی رسول مگر اس لیے کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ کے اذن سے۔

اللہ تعالیٰ نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر مشروط اطاعت کا حکم دیا ہے۔

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

جو رسول دے دیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں رک جاؤ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم اٹل اور واجب التعمیل ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے سامنے کسی کو دم مارنے کی اجازت نہیں بلکہ بلا چون و چرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

حکمران اور ہر اس شخص کا معاملہ جو بھی اولی الامر کے زمرے میں آتا ہے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف ہے کیونکہ حکمرانوں سے بشری اور فطری تقاضوں کے تحت غلطی بھی ہو سکتی ہے

اس لئے ان کی مشروط اطاعت کا حکم دیا گیا ہے کہ حکمران کا ہر حکم خدا اور رسول ﷺ کے فرمان کی روشنی میں پرکھو اگر اس کے مطابق ہے تو اس پر عمل کرو ورنہ رد کر دو حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ

اللہ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔

خیر اور بھلائی کے کاموں میں صاحبِ امر کی اطاعت اس کی ذات کی خاطر نہیں کی جاتی بلکہ اطاعت اس لئے کی جاتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو مقتدرِ اعلیٰ تسلیم کرتے ہوئے اس کی اور اس کے رسول ﷺ کی شریعت کا محافظ ہوتا ہے اس لئے نبی رحمت ﷺ نے فرمایا تھا کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ صاحب امر کا حکم مانے اور اسے بجالائے خواہ اسے یہ حکم پسند ہو یا نہ پسند اِلّا یہ کہ اسے معصیت کا حکم دیا جائے تو اس پر نہ سننا فرض ہے نہ حکم بجالانا فرض ہے۔

اطاعتِ امیر کی ترغیب احادیث کی روشنی میں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اَطَاعَنِي فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ يَعْصِنِي فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمَنْ يُطِعِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِي وَمَنْ يَعْصِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِي (مسلم)

جس شخص نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس شخص نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تین چیزوں کو پسند فرمایا ہے اور تین چیزوں کو ناپسند فرمایا ہے۔

پسندیدہ چیزیں یہ ہیں:

۱۔ تم عبادت اللہ تعالیٰ کے لئے کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ
۲۔ اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھامو اور نااتفاقی سے بچو
۳۔ اپنے حکام اور اولی الامر کے حق میں خیر خواہی کا جذبہ رکھو

ناپسندیدہ چیزیں:

۱۔ قیل وقال یعنی بحث ومباحثہ

۲۔ بلاضرورت سوال کرنا

۳۔ مال کو ضائع کرنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور ایک شخص کو اس کا امیر بنایا۔ اس شخص (امیر) نے آگ جلائی اور لوگوں سے کہا اس میں داخل ہو جاؤ بعض لوگوں نے اس میں داخل ہونے کا ارادہ کر لیا اور بعض نے کہا ہم آگ ہی سے تو بھاگے ہیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے فرمایا جو آگ میں داخل ہونا چاہتے تھے کہ اگر تم آگ میں داخل ہو جاتے تو قیامت تک اسی میں رہتے اور دوسروں (جو آگ میں داخل نہ ہوئے) کی تعریف فرمائی اور فرمایا:

لَا طَاعَةَ فِیْ مَعْصِیَةِ اللّٰهِ اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِی الْمَعْرُوْفِ

اللہ تعالیٰ کی معصیت میں کسی کی اطاعت نہیں ہے۔

اطاعت صرف نیکی اور معروف چیز میں ہے۔ (مسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو اور اطاعت کرو خواہ تم پر ایک حبشی غلام کو حاکم بنا دیا جائے جس کا سر انگور کے برابر ہو۔ (مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو اپنے امیر کا کوئی حکم ناگوار معلوم ہو اس کو صبر کرنا چاہیے کیونکہ جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھی الگ ہو کر مرے گا وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ (البخاری)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

مَنْ اَکْرَمَ سُلْطَانَ اللّٰهِ تَعَالٰی فِی الدُّنْیَا اَکْرَمَهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَمَنْ اَهَانَ سُلْطَانَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فِی الدُّنْیَا اَهَانَهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

جس نے اللہ کے سلطان کی دنیا میں عزت کی اللہ تعالیٰ اس کو قیامت والے دن عزت دے گا اور جس نے اللہ کے سلطان کی دنیا میں توہین کی اللہ اس کو قیامت کے روز رسوا کرے گا۔

سلطان ولی کو کہتے ہیں یعنی جس شخص میں بادشاہ کی سی قدرت ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلسُّلْطَانُ ظِلُّ اللّٰهِ فِی الْاَرْضِ یَاْوِیْ اِلَیْهِ کُلُّ مَظْلُوْمٍ

سلطان زمین پر اللہ کا سایہ ہے۔ ہر مظلوم اس کی پناہ میں آتا ہے۔ قرآن و حدیث میں نیک و صالح ملک، سلطان اور امیر کی حکومت کو نعمت و رحمت قرار دیا گیا ہے۔

ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا اس لشکر میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تھے جب یہ حضرات لڑائی کی جگہ پہنچے تو امیرِ لشکر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے لشکر کو حکم دیا کہ آگ بالکل نہ جلائیں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اس پر غصہ آ گیا تو انہوں نے اس بارے میں حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے بات کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایسا کرنے سے روکا اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تمہارا امیر اس وجہ سے بنایا ہے کہ وہ جنگی ضروریات کو خوب جانتے ہیں یہ سن کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ٹھنڈے ہو گئے اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس نہ گئے۔

اطاعتِ امیر کی شرائط

امیر کی اطاعت پر جہاں اتنا زیادہ زور دیا گیا ہے وہاں کڑی شرطیں بھی لگا دی گئی ہیں۔ کیونکہ امیر غیر معمولی حیثیت کا مالک ہونے کی وجہ سے بہت زیادہ اثرات ڈالتا ہے۔ اس کی گمراہی کے نتائج وسیع اور دور دور تک اثر انداز ہوتے ہیں۔

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مخلوق کی اطاعت اس وقت واجب نہیں رہتی جب وہ خالق کی نافرمانی کا حکم دے۔

۲۔ اللہ نے فرمایا: وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا

ان میں سے گناہ گار اور ناشکرے کی اطاعت نہ کرو۔

۳۔ مزید فرمایا:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ

نیکی اور پرہیزگاری میں تعاون کرو اور گناہ زیادتی میں تعاون نہ کرو اور اللہ سے ڈرو

اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

نیک امیر کی فضیلت اور ظالم کی مذمت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّۃٌ

امام ڈھال ہے۔ اس کی پشت پناہی میں جنگ کی جاتی ہے اور وہ ذریعہ امان ہے۔ اگر امام وامیر اللہ سے ڈرنے کا حکم دے اور عدل وانصاف سے کام لے تو اسے اس کا اجر ملے گا اور اگر اس نے اس کے خلاف کچھ کیا تو اس کا اس پر وبال ہوگا (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عدل کرنے والے حاکم اللہ کے نزدیک اللہ کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے (مسلم)

حضرت معقل رضی اللہ عنہ نے اپنے مرض الموت میں ایک حدیث بیان فرمائی جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو امیر مسلمانوں پر حاکم ہو اور ان کی خیر خواہی میں جدوجہد نہ کرے وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حجرے میں فرماتے ہوئے سنا کہ اے اللہ میری امت میں جو شخص کسی پر ولی اور حاکم ہو اور وہ ان پر سختی کرے تو تو بھی ان پر سختی کر اور اگر وہ ان پر نرمی کرے تو تو بھی ان پر نرمی کر۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سَبْعَۃٌ یُظِلُّھُمُ اللّٰہُ فِیْ ظِلِّہٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلَّہٗ اِمَامٌ عَادِلٌ (بخاری ومسلم)

سات آدمی وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سایے میں رکھے گا جب اس کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا (ان میں پہلا آدمی) عادل حکمران ہے۔

حکمران کو ہدایات

۱۔ غلط مشیروں سے ہوشیار رہیں:

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے جو بھی نبی اور

حکمران بنایا ہے اس کے ساتھ دو قسم کے مشیر ضرور رکھے ہیں۔ ایک مشیر جو نیک کاموں کے لیے اس کو مشورہ دیتا ہے اور اس کی ترغیب بھی دیتا ہے۔ اور دوسرا وہ جو برائی کا مشورہ دیتا ہے اور اس کی ترغیب دلاتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ آیت قرآنیہ (وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ) میں عزم سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَشَاوَرَةُ اَهْلَ الرَّاْيِ ثُمَّ اِتِّبَاعُهُمْ

امیر کا اہل الرائے سے مشورہ کرنا پھر ان کے مشورے کا پابند ہونا عزم ہے۔

۲۔ عوام کو شخصی آزادی کا تحفظ فراہم کریں:

اللہ تعالیٰ نے آزادی کی جو نعمت اپنے بندوں کو عطا کی ہے اسے کوئی حکمران، بادشاہ امیر ختم نہیں کر سکتا۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (آلِ عمران: ۷۹)

کسی انسان کا یہ کام نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو کتاب وحکمت اور نبوت عطا کرے وہ کہے لوگوں سے کہ اللہ کی بجائے تم میرے بندے بن جاؤ۔

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کے تابع ہی انسان کے فعل کا مواخذہ کیا جا سکتا ہے کسی شخص کو ذاتی رنجش، دشمنی یا عناد کی بناء پر سزا دینے والے لوگ قیامت کے روز جواب دہ ہوں گے۔

ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی شریف میں خطبہ دے رہے تھے۔ ایک شخص نے خطبے کے دوران کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پڑوسی کسی جرم میں گرفتار کیے گئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہ دیا تو اس نے پھر سوال کیا خطبہ جاری رہا۔ جب اس نے تیسری بار سوال کا اعادہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اس کے پڑوسی کو چھوڑ دیا جائے۔ (ابوداؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دو مرتبہ خاموش ہونا اس لیے تھا کہ متعلقہ حاکم اٹھ کر وجہ اسیری بیان کردے۔

فاروقی دورِ خلافت میں گورنرِ مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے لڑکے نے ایک مصری پر بلاوجہ تشدد کیا تو آپ نے اس کا بدلہ دلوایا اور گورنرِ مصر کو مخاطب کر کے ایک تاریخ ساز جملہ ارشاد فرمایا:

مُذْ کَمْ تَعَبَّدْتُمُ النَّاسَ وَ قَدْ وَلَدَتْھُمْ اُمَّھَاتُھُمْ اَحْرَارًا

اے عمرو بن العاص! تم لوگوں نے انسانوں کو کب سے اپنا غلام بنالیا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے تو انہیں آزاد جنا ہے" کاش خلیفۃ المسلمین امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی اس بات نے آج کے حکمرانوں، وڈیروں، جاگیرداروں، سرمایہ داروں، قائدین اور کلاشنکوف بردار مولویوں کے ضمیر کو جھنجوڑا ہوتا تو انسانیت کا یوں قتلِ عام نہ ہوتا اور نہ ہی آزاد جنے ہوئے اس طرح غلام ہوتے۔

ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں معروف عدالتی طریقہ کار کے بغیر حکومت کسی شہری کو نہ محبوس کرسکتی ہے اور نہ سزا دے سکتی ہے۔

۳۔ احساس مسئولیت پیدا کریں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے بارے میں پرسش ہوگی پس امیر، لوگوں کا حاکم ہے اس سے اس کی رعایا کے متعلق پرسش ہوگی اور مرد اپنے اہل خانہ کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق پرسش ہوگی عورت اپنے خاوند کے گھر اور اپنے بچوں کی حاکم ہے اس سے ان کے بارے میں پرسش ہوگی اور نوکر اپنے مالک کے مال میں حاکم ہے۔ اس سے اس کے بارے میں پرسش ہوگی۔

اَلَا کُلُّکُمْ رَاعٍ وَ کُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ (البخاری)

سنو تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے بارے میں پرسش ہوگی۔

امیر پر رعایا کے حقوق

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی وفد آتا تو آپ ان سے ان کے امیر کے متعلق

پوچھتے کہ کیا وہ بیمار کی عیادت کرتا ہے؟ غلام کی بات سنتا ہے؟ جنازے کے ساتھ جاتا ہے؟ جو ضرورت منداس کے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے اس کے ساتھ اس کا رویہ کیسا ہوتا ہے؟ اگر وفد والے ان باتوں میں سے کسی کے جواب میں نہ کہہ دیتے تو آپ اس امیر کو معذول کر دیتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے گورنروں کو بھیجنے سے پہلے ان پر چند شرائط لگاتے تھے۔

۱۔ ترکی گھوڑے پر سواری نہیں کرنی

۲۔ چھنے ہوئے آٹے کی چپاتی نہیں کھانی

۳۔ باریک کپڑا نہیں پہننا

۴۔ حاجت مندوں پر اپنے دروازے بند نہیں کرنے

اگر تم نے ان میں سے کوئی کام کر لیا تو سزا کے مستحق ہو جاؤ گے۔ پھر رخصت کرنے کے لیے ان کے ساتھ تھوڑی دور چلتے اور جب واپس آنے لگتے تو ان سے فرماتے کہ میں نے تم کو مسلمانوں کے خون بہانے پر، ان کی کھال ادھیڑنے پر، انہیں بے آبرو کرنے پر، ان میں ان کا مال چھیننے پر مسلط نہیں کیا ہے۔ بلکہ تمہیں اس لیے بھیج رہا ہوں تاکہ تم وہاں کے مسلمانوں میں نماز قائم کرو۔ اوران میں ان کا مالِ غنیمت تقسیم کرو، اوران میں انصاف کے فیصلے کرو۔ اور جب تمہیں کوئی ایسا امر پیش آئے جس کا حکم تم پر واضح نہ ہو تو اسے میرے سامنے پیش کرو۔

ذرا غور سے سنو! عربوں کو نہ مارنا اس طرح تم ان کو ذلیل کر دو گے اوران کو اسلامی بارڈر پر جمع کر کے وطن واپسی سے روک نہ دینا۔ اس طرح ان کو فتنے میں ڈال دو گے اور ان کے خلاف ایسے جرم کا دعویٰ نہ کرنا جو انہوں نے نہ کیا ہو۔ اس طرح تم ان کو محروم کر دوں گے۔ اور قرآن مجید کے ساتھ احادیثِ مبارکہ نہ ملا دینا (کنزالعمال)

پچپاسویں شاخ

اکثریت کے ساتھ رہنا

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو دیگر مخلوقات سے افضل واعلیٰ قرار دیا اور لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْم کہہ کر اس کی اہمیت کو واضح کیا گروہ انسانیت کو ایک کنبہ کہہ کر باہمی جمعیت و یکجہتی اور مودت و محبت کو ان کے قلوب واذہان میں جاگزین کیا۔ گورے کالے اور ذات پات کے ناپاک بتوں کو پاش پاش کر کے وحدت و عظمتِ انسانیت کا درس دیا جمعیت کے راستے کی تمام رکاوٹیں اور فصیلیں توڑنے کا حکم دیا صوبائی ولسانی تعصبات اور غربت وامارت کی ناروا تقسیم نے دوئی کے جو محلات تعمیر کیے ہوئے تھے ان کو

کُلُّکُمْ مِنْ آدَم وَ آدَمُ مِنْ تُرَاب

کا درس دے کر منہدم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کی بعثت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ

یعنی مدت مدید تک انسان ایک ہی امتِ واحدہ تھے سبھی ایک ہی تسبیحِ وحدت کے پروئے ہوئے خوبصورت دانے تھے لیکن جب نسل انسانی بڑھی تو

اِنَّ الطَّبَائِعَ مُخْتَلِفَةٌ

کے اثرات مرتب ہونا شروع ہو گئے مفاد و فساد کی بادِ سموم نے انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیا نتیجہ یہ نکلا کہ جمعیت متاثر ہوئی اور اولادِ آدم ٹولیوں اور گروہوں میں منقسم ہوئی۔ اختلاف کی اس شعلہ زن نار کو گلزار بنانے کے لیے منتشر افراد کو مجتمع کرنے کے لیے جادہ

حق سے بھٹکے ہوؤں کو قریب لانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور انبیاء نے اس ذمہ داری کو بطریقِ احسن نبھایا۔

قرآن وحدیث میں بیشمار مقامات پر اکثریت وجمعیت کے ساتھ رہنے کی تلقین کی گئی ہے اور اس سے الگ ہونے والوں اور روگردانی کرنے والوں کو وعید سنائی ہے۔

قرآن وحدیث میں جمعیت کی تاکید وتلقین

وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا (آلِ عمران: ۱۰۳)

اور مضبوطی سے پکڑلو اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل اور جدا جدا نہ ہونا۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (الحجرات: ۱۰)

بے شک اہلِ ایمان بھائی بھائی ہیں پس صلح کرادو اپنے دو بھائیوں کے درمیان اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ (الانعام: ۱۵۴)

اور بیشک یہ ہے میرا راستہ سیدھا سو اس کی پیروی کرو اور نہ پیروی کرو اور راستوں کی وہ جدا کردیں گے تمہیں اللہ کے راستہ سے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ (الانعام: ۱۶۰)

بیشک جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے کیا اور ٹولیوں میں بٹ گئے تم سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

اس مقام پر تھدید فرمائی جارہی ہے کہ وہ لوگ جو اکثریت وجمعیت کو چھوڑتے ہیں آپ ان سے کوئی تعلق نہ رکھیں وہ دین کے باغی وسرکش ہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلْجَمَاعَةُ رَحْمَةٌ وَالْفِرْقَةُ عَذَابٌ

جماعت (کے ساتھ رہنا) رحمت ہے اور ان کا الگ ہونا عذاب ہے۔ ایک دفعہ حضور

ﷺ نے فرمایا:

يَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ

جماعت پر اللہ تعالیٰ کا دستِ کرم ہے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ تو رسول اللہ ﷺ سے خیر کے متعلق سوال کرتے تھے۔ اور میں آپ ﷺ سے شر کے متعلق سوال کرتا تھا۔ اس خوف سے کہ کہیں میں اس شر میں مبتلا نہ ہو جاؤں میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم زمانہ جاہلیت میں شر میں تھے پھر اللہ تعالیٰ ہمارے پاس اس خیر کو لے کر آیا کیا اس خیر کے بعد شر ہوگا آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں میں نے کہا کیا اس شر کے بعد پھر خیر ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں لیکن اس خیر میں کچھ کدورت ہوگی میں نے عرض کیا وہ کدورت کیسی ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا لوگ میری سنت پر نہیں چلیں گے اور میری ہدایت کے خلاف عمل کریں گے ان میں اچھی و بری دونوں باتیں ہوں گی میں نے عرض کیا کیا اس خیر کے بعد کوئی شر ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں کچھ لوگ جہنم کے دروازوں پر کھڑے ہوں گے اور لوگوں کو بلائیں گے جو اس کی دعوت پر لبیک کہے گا اس کو جہنم میں ڈالیں گے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان کی صفت بیان کریں آپ ﷺ نے فرمایا ان لوگوں کا رنگ ہماری طرح ہوگا اور وہ ہماری زبان بولتے ہوں گے میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر میں ان کا زمانہ پاؤں تو میرے لیے کیا حکم ہے آپ نے فرمایا:

تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَإِمَامَهُمْ

تم مسلمانوں کی جماعت اور امام کے ساتھ وابستہ رہنا (مسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فَاِذَا رَأَيْتُمْ اِخْتِلَافًا فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ (ابن ماجه)

جب تم اختلاف دیکھو تو (سب سے) بڑی جماعت کو لازم پکڑو۔

ایک مقام پر فرمایا:

اِتَّبِعُوْا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ (ابن ماجه)

بڑی جماعت کے ساتھ رہو۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے احکام پر قائم رہے گا انہیں کسی کی مخالفت اور دشمنی نقصان نہ دے گی۔ حتیٰ کہ جب قیامت آئے گی تو وہ اس پر قائم ہوں گے۔ (مسلم)

جماعت سے روگردانی کرنے والوں کی سزا

وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَ اخْتَلَفُوْا مِنْ م بَعْدِ مَا جَآءَ هُمُ الْبَيِّنَاتُ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (آلِ عمران: ۱۰۵)

اور نہ ہو جانا ان لوگوں کی طرح جو فرقوں میں بٹ گئے تھے اور اختلاف کرنے لگے تھے اس کے بعد بھی جب آ چکی تھیں ان کے پاس روشن نشانیاں اور ان لوگوں کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا○ (الروم: ۳۲،۳۱)

اور نہ ہو جاؤ مشرکوں میں سے جنہوں نے پارہ پارہ کر دیا اپنے دین کو اور خود گروہ گروہ ہو گئے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جماعت سے روگردانی کرنے اور دین میں انتشار پیدا کرنے کو مشرکین کی صفت گردانا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ (ترمذی)

جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے جو اس سے جدا ہو گیا وہ جہنم میں چلا گیا۔

اِتَّبِعُوْا سَوَادَ الْاَعْظَمِ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ (ابنِ ماجہ)

بڑی جماعت کے ساتھ رہو جو جماعت سے نکلا وہ جہنم میں چلا گیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَفَارَقَ وَالْجَمَاعَةَ ثُمَّ مَاتَ مَاتَ جَاهِلِيَّةً

جو شخص امیر کی اطاعت سے نکلا اور اس نے جماعت کو چھوڑ دیا پھر مر گیا تو وہ جاہلیت

کی موت مرے گا۔ اور جو شخص اندھی تقلید میں کسی کے جھنڈے تلے مارا جائے عصبیت کی بنا پر غضبناک ہو اور عصبیت کی بنا پر جنگ کرے وہ میری امت میں سے نہیں ہے اور میری امت میں سے جو شخص میری امت پر خروج کرے نیک اور بد ہر شخص کو قتل کرے مومن کا لحاظ کرے نہ ذمی کا عہد پورا کرے وہ میرے دین پر نہیں ہے (مسلم)

حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

ستكون هنات هنات فمن اراد ان يفرق امر هذه الامة وهي جميع فاضربوا بالسيف كائنا من كان (مسلم)

عنقریب فتنے ہوں گے سنو! جو شخص اس امت کی جمعیت کو توڑنے کا ارادہ کرے اس کو تلوار سے مار دو خواہ وہ کوئی شخص ہو۔

تنبیہہ: سرکار مدینہ راحتِ قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا کہ بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور میری امت ۷۳ میں بٹ جائے گی ایک کے علاوہ باقی تمام دوزخی ہوں گے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ جنتی لوگ کون ہوں گے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ

جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر چلیں گے۔ (مشکوٰۃ)

مسند احمد ابو داؤد میں ہے کہ وہ جماعت ہو گی یعنی وہ فرقہ نہیں ہو گا بلکہ امت کی اکثریت ہو گی۔

اہم بات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی وضلالت پر متفق نہ ہونے دے گا یعنی امت کی اکثریت حق پر ہو گی۔ بعض نادانوں نے اس کا مطلب یہ لے لیا کہ لوگوں کی اکثریت جس کام کو بھی کرے گی وہ حق ہو گا حالانکہ یہ سراسر باطل نظریات اور فاسد خیالات پر مبنی سوچ ہے۔

چودہ سو سال قبل بھی صحابہ کرام کے ذہنوں میں کفر و جہالت کی کثرت اور ظلم و زیادتی کے دور دورے دیکھ کر یہ سوال آیا ہوگا جس کا اللہ تعالیٰ نے بڑا تسلی بخش جواب دیا ارشاد فرمایا:

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ (المائدہ: ۱۰۰)

(اے حبیب ﷺ) آپ فرما دیجئے پاک (جائز حلال) اور ناپاک (ناجائز و حرام) برابر نہیں ہیں اگرچہ آپ کو ناپاک کی کثرت (اور اکثریت) بھلی لگے۔

اگر ہم گرد و پیش میں مشاہدہ کریں تو ہمیں پوری دنیا میں اچھائی بھلائی اور خیر کی نسبت برائی اور شر کی تعداد زیادہ نظر آئے گی حق کے مقابلے میں باطل ایمان کے مقابلے میں کفر امانت کے مقابلے میں بے ایمانی دیانت کے مقابلے میں خیانت شرافت کے مقابلے میں دہشت علم کے مقابلے میں جہالت عدل و انصاف کے مقابلے میں ظلم و زیادتی اور عقل کی بجائے بے عقلی زیادہ اور کثیر معلوم ہوگی اس سے یہ پتہ چلا کہ کسی جماعت میں افراد کی کثرت اس کے اچھے یا حق پر ہونے کی قطعی اور حتمی دلیل ہرگز نہیں ہے حالات و کیفیات اچھے ہوں تو اچھی برے ہوں تو بری اگرچہ کثیر ہی کیوں نہ ہو۔

ہاں عدد کی کثرت کو اسلام نے بعض مواقع میں فیصلہ کن قرار دیا ہے اور وہ صرف اس جگہ جہاں قوتِ دلیل اور ذاتی خوبیوں کے موازنے کا فیصلہ کرنے والا کوئی صاحبِ اقتدار حاکم نہ ہو ایسے موقع پر عوام کا جھگڑا چکانے کے لیے عددی کثرت کو ترجیح دی جاتی ہے۔

ویسے تو کسی بھی چیز کے پرکھنے کا صحیح معیار قرآن و حدیث میں ہی ہے۔

اکیاونویں شاخ

لوگوں کے درمیان عدل وانصاف سے فیصلہ کرنا

عدل وانصاف کا معنی ومفہوم

عدل کے مادہ میں مساوات اور برابری کا مفہوم پایا جاتا ہے امرِ متوسط اور معتدل کو بھی عدل کہتے ہیں۔

تنازعات میں انصاف ومساوات کی بنیاد پر فیصلہ کرنے کو عدالت کہا جاتا ہے۔

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ

اَلْعَدْلُ هُوَ الْمُسَاوَاتُ فِی الْمُکَافَاتِ

مکافات میں مساوات کا لحاظ رکھنا عدل ہے

انصاف کے لغت میں معنی ہیں کسی چیز کے دو مساوی حصے کرنا

اس لیے اسلامی عدل و انصاف کو اسلامی مساوات کا نام بھی دیا جاتا ہے الغرض کارخانہ ہستی کا سارا نظام اعتدال وتوازن پر قائم ہے حسن وجمال کیا ہے؟ تناسب اور اعتدال میں ایک کیفیت ہے۔

اگر انسان میں ہوتو وہ خوبصورت انسان ہے

نباتات میں ہوتو وہ پھول ہے

عمارت میں ہوتو وہ تاج محل ہے

نغمہ کی حلاوت کیا ہے؟ سروں کی ترتیب واعتدال ایک سر بھی بے محل ہوتو نغمے کی کیفیت جاتی رہے اللہ تعالیٰ نے جس طرح کائنات کی بنیاد توازن وعدل پر قائم کی ہے اسی طرح انسان کو بھی یہ موقع بخشا کہ وہ مظاہرِ فطرت سے از خود سبق سیکھ کر اپنی معاشرتی،

معاشی، سیاسی زندگی کی اساس بھی اسی اصول کے تابع کرے۔

قرآن وحدیث میں عدل وانصاف کی اہمیت وافادیت

اِذَا حَکَمۡتُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡکُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ (النساء: ۵۸)

اور جب بھی لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل وانصاف سے کرو۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالۡقِسۡطِ وَ لَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعۡدِلُوۡا (المائدہ: ۸)

اے ایمان والو ہو جاؤ مضبوطی سے قائم رہنے والے اللہ کے لیے گواہی دینے والے انصاف کے ساتھ ہرگز نہ اُکسائے تمہیں کسی قوم کی عداوت اس پر کہ تم عدل نہ کرو (یعنی ہر حال میں عدل وانصاف کا دامن تھامے رکھو)

وَ اَوۡفُوا الۡکَیۡلَ وَ الۡمِیۡزَانَ بِالۡقِسۡطِ لَا نُکَلِّفُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَا وَ اِذَا قُلۡتُمۡ فَاعۡدِلُوۡا وَ لَوۡ کَانَ ذَا قُرۡبٰی (الانعام: ۱۵۳)

اور پورا کرو ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ اور ہم نہیں تکلیف دیتے کسی کو مگر اس کی طاقت کے برابر اور جب بھی بات کہو تو انصاف کی کہو اگرچہ رشتہ دار (کا ہی معاملہ کیوں نہ) ہو۔ یعنی رشتہ دار، دوست احباب کی پرواہ کیے بغیر ہر حال میں عدل وانصاف کے تقاضے پورے کیے جائیں۔

قُلۡ اَمَرَ رَبِّیۡ بِالۡقِسۡطِ (الاعراف: ۲۹)

آپ ﷺ فرمائیے کہ حکم دیا ہے میرے رب نے عدل وانصاف کا۔

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلۡنٰکَ خَلِیۡفَةً فِی الۡاَرۡضِ فَاحۡکُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ بِالۡحَقِّ (ص ۲۶)

اے داؤد ہم نے مقرر کیا ہے آپ کو اپنا نائب زمین میں پس فیصلہ کیا کرو لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ۔

یٰقَوۡمِ اَوۡفُوا الۡمِکۡیَالَ وَ الۡمِیۡزَانَ بِالۡقِسۡطِ (ھود: ۸۵)

اے میری قوم پورا کیا کرو ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ۔

اِنَّ اللّٰهَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَ الۡاِحۡسَانِ (النحل: ۹۰)

بیشک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ ہر معاملے میں انصاف کیا کرو اور (ہر ایک سے) بھلائی کرو۔

وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَکُمْ (الشوریٰ ۱۵)

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں عدل کروں تمہارے ساتھ۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنَاتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْکِتَابَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (الحدید ۲۵)

ہم نے بھیجا ہے اپنے رسولوں کو روشن دلیلوں کے ساتھ اور ہم نے اتاری ہے ان کے ساتھ کتاب اور میزانِ (عدل) تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔

لَا یَنْهَاکُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَیْهِمْ (الممتحنہ ۸)

اللہ تعالیٰ تمہیں منع نہیں کرتا کہ جن لوگوں نے تم میں سے دین کے معاملے میں جنگ نہیں کی اور نہ انہوں نے تمہیں گھروں سے نکالا کہ تم ان کے ساتھ احسان کرو اور ان کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرو۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ کی طرف سے حکم دیا گیا ہے کہ رضا و ناراضگی دونوں حالتوں میں کلمۂ عدل کہوں۔

حضور ﷺ دعا فرمایا کرتے تھے اے اللہ مجھے فقر و غنا دونوں حالتوں میں اعتدال عطا فرما۔

آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص مسلمانوں کا حاکم بنا اس نے اس کے ساتھ خیانت کی یعنی عدل و انصاف سے کام نہ لیا اور اس حال میں مر گیا تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو چیزوں میں لوگوں پر رشک کرو ایک وہ شخص جس کو اللہ نے مال و متاع عطا کیا ہو اور وہ لوگوں میں اسے خرچ کرتا ہو اور دوسرا وہ جس کو حکمت عطا کی ہو وہ اس سے ٹھیک فیصلے کرتا ہو اور اس کی تعلیم دیتا ہو۔

اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِمَامٌ جَائِرٌ

قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب ظالم حکمران وامام کو ہوگا۔

ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ قیامت کے دن اللہ کے سایۂ رحمت میں کون لوگ سب سے پہلے آئیں گے عرض کیا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ہی زیادہ معلوم ہے آپ ﷺ نے فرمایا یہ وہ بندے ہوں گے جن کا حال یہ ہوگا کہ جب ان کا حق ان کو دیا جائے تو قبول کرلیں تو جب کوئی ان سے اپنا حق مانگے تو وہ اس کا حق ادا کر دیں اور دوسرے لوگوں کے لیے بالکل اسی طرح فیصلہ کریں جس طرح کہ خود اپنے لیے کریں۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ وہ بندہ جس کو اللہ تعالیٰ کسی رعیت کا والی بناتا ہے اور وہ اس حالت میں مرتا ہے کہ وہ اپنی رعیت کے ساتھ دھوکہ کررہا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کردیتا ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت کے دو ایسے گروہ ہیں جن کو میری شفاعت نصیب نہیں ہوگی فرمانروا جو ظالم اور خائن ہو اور وہ شخص جو دھوکہ کرنے والا اور دین کی حدوں کو توڑنے والا ہو (الطبرانی)

عدل کرنے والوں کی فضیلت

۱۔ عدل کرنے والے اللہ کے محبوب بندے ہیں:

وَ اِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (المائدہ: ۴۲)

اور اگر فیصلہ فرمائیں ان میں انصاف سے بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

۲۔ عدل متقین کی نشانی ہے:

اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (المائدہ: ۸)

عدل کیا کرو یہی تقویٰ کے زیادہ نزدیک ہے۔

۳۔ عدل راہِ راست پر چلنے والوں کی نشانی ہے:

وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (النحل: ۸۶)

اور وہ شخص جو حکم دیتا ہے عدل کے ساتھ اور وہی راہِ راست پر گامزن ہے۔

۴۔ عادل عرش کے سائے تلے ہوں گے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز اللہ کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا حق تعالیٰ سات اشخاص کو اپنے قرب میں خاص سایہ مرحمت فرمائے گا ان میں شرفِ اولیت امام عادل کو ہوگی۔ (بخاری)

۵۔ عادل نور کے منبروں پر تشریف فرما ہوں گے:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عدل کرنے والے اللہ تعالیٰ کے پاس نور کے منبروں پر ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اہل و عیال کے معاملات میں اور جو کام ان کے سپرد ہوں گے ان میں عدل کرتے تھے۔ (النسائی)

۶۔ عادل کی زاہد پر برتری:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عادل حاکم کا ایک دن زاہد کی ساٹھ سالہ عبادت سے بہتر ہے۔ (طبرانی)

۷۔ عادلوں کو نقصان پہنچانے والے جہنمی ہیں:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَ یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّ یَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ (آل عمران: ۲۱)

بیشک جو لوگ انکار کرتے ہیں اللہ کی آیتوں کا اور قتل کرتے ہیں انبیاء کو ناحق اور قتل کرتے ہیں ان لوگوں کو جو حکم کرتے ہیں عدل و انصاف کا لوگوں میں خوشخبری دو انہیں درد ناک عذاب کی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور عدل و انصاف

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ذات تو سراپا عدل و انصاف تھی لیکن ایمان کی جلا اور تقویت کی خاطر چند ایمان افروز اور روح پرور منظر پیشِ خدمت ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وقتِ وصال قریب آیا۔ صحابہ کرام کی کیفیات میں اضطراب والتہاب پیدا ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ بیماری میں مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ صحابہ کرام کو اکٹھا کیا اور ارشاد فرمایا:

اے لوگو! اگر میں نے کسی کی پیٹھ پر کوئی درہ مارا ہے تو یہ میری پیٹھ حاضر ہے وہ مجھ سے

بدلہ لے سکتا ہے اگر میں نے کسی کو بُرا بھلا کہا ہے تو یہ میری آبرو حاضر ہے وہ اس سے انتقام لے سکتا ہے اگر میں نے کسی کا مال چھینا ہے تو میرا مال حاضر ہے وہ اس سے اپنا حق لے سکتا ہے۔ سنو!

وَلَا یَخْشَی الشُّحْنَاءُ فَهِیَ لَیْسَتْ مِنْ شَأْنِیْ

''اور تم میں کوئی اس بات سے نہ ڈرے کہ اگر کسی نے انتقام لے لیا تو میں اس سے ناراض ہوں گا یہ میری شان نہیں ہے۔''

قارئین آپ اندازہ لگایئے کہ حضور ﷺ خالقِ کائنات کے محبوب ہو کر کائناتِ ارضی وسماوی کے مالک ومختار ہو کر بھی اپنے آپ کو قانونِ شرعی سے بالاتر نہیں سمجھتے آپ ﷺ کے بعد کوئی شخص کتنا ہی معزز ومحترم کیوں نہ ہو سیاسی ومعاشرتی مقام کتنا ہی بلند کیوں نہ رکھتا ہو وہ کبھی بھی اسلامی حدود وقیود سے باہر نہیں نکل سکتا۔

آپ ﷺ کی ظاہری حیاتِ طیبہ میں نضر کی بیٹی ربیع نے ایک لڑکی کے دانت توڑے تھے تو آپ ﷺ نے اس کی خاندانی وجاہت اور وقار کو نظر انداز کرتے ہوئے فیصلہ فرمایا۔

اسی طرح بنی مخزوم کی عورت نے جب کسی کا زیور چرایا تو آپ ﷺ نے اس پر حد جاری کرنے کا فیصلہ فرمایا حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی سفارش آئی تو اقلیمِ عدل وانصاف کے فرماں روا نے فرمایا:

لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقُطِعَتْ یَدَهَا

اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ بھی اس جرم کا ارتکاب کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ جو قوم صاحبِ قرآن کی آغوش میں پروان چڑھی جس کے قلب ونگاہ کو آفتابِ نبوت نے روشن کیا ان کی عملی زندگی کیسی تھی؟ عدل وانصاف کے قرآنی نظام کو انہوں نے کس طرح اپنے معاشرے میں نافذ کیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عدل وانصاف

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن کھڑے ہو کر فرمایا کہ جب صبح ہو تو تم صدقہ کے اونٹ ہمارے پاس لے آؤ ہم

انہیں تقسیم کریں گے اور ہمارے پاس اجازت کے بغیر کوئی نہ آئے ایک عورت نے اپنے خاوند سے کہا یہ نکیل لے جاؤ شاید اللہ تعالیٰ ہمیں بھی کوئی اونٹ دے دے چنانچہ وہ آدمی گیا اور اس نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اونٹوں میں داخل ہو رہے ہیں یہ بھی ان دونوں کے ساتھ داخل ہو گیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی نکیل سے اس کو مارا جب اونٹوں کی تقسیم سے فارغ ہوئے تو اسے بلایا اور کہا کہ تم اپنا بدلہ لے لو اس پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بولے کہ یہ آپ سے بدلہ نہیں لے گا آپ اسے مستقل عادت نہ بنائیں (امیر تنبیہ کرنے کے لیے کسی کو سزا دے تو اس سے بدلہ لیا جائے) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے قیامت کے دن اللہ سے کون بچائے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ اسے راضی کر دو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے کہا کہ تم میرے پاس ایک اونٹ اس کا کجاوہ، ایک کمبل اور پانچ دینار لاؤ چنانچہ یہ سب کچھ اسے دے کر اسے راضی کر دیا۔

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا عدل وانصاف

حضرت ایاس رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ایک دفعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بازار سے گزرے ان کے ہاتھ میں کوڑا بھی تھا انہوں نے آہستہ سے وہ کوڑا مجھے مارا جو میرے کپڑوں کے کنارے کو آہستہ سے لگ گیا اور فرمایا راستہ سے ہٹ جاؤ جب اگلا سال آیا تو آپ کی مجھ سے ملاقات ہوئی مجھ سے کہا اے سلمہ کیا تمہارا حج کا ارادہ ہے؟ میں نے کہ جی ہاں پھر میرا ہاتھ پکڑ کر گھر لے گئے اور مجھے چھ سو درہم دیے اور کہا کہ اسے اپنے سفرِ حج میں کام لے آنا اور یہ اس ہلکے سے کوڑے کے بدلے میں ہیں جو میں نے تم کو مارا تھا میں نے کہا اے امیر المومنین مجھے وہ کوڑا یاد بھی نہیں رہا آپ نے فرمایا لیکن میں تو اسے نہیں بھولا۔

غسان کا آخری بادشاہ جبلہ بن ایہم اسلام قبول کرتا ہے اور فریضہ حج کے لیے مکہ مکرمہ آتا ہے دورانِ طواف اس کی قیمتی چادر پر کسی بدو کا پاؤں آ جاتا ہے اس نے غصے سے اسے طمانچہ مارا اس کا ناک زخمی ہو گیا اور اگلے دو دانت ٹوٹ گئے بدو امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے دربار میں حاضر ہو کر فریاد کرتا ہے آپ نے جبلہ کو بلایا اور کہا یا تو بدو سے معافی مانگ لو اور

اسے راضی کر دو یا قصاص کے لیے تیار ہو جاؤ حیرت سے پوچھتا ہے کیا اس معمولی بدو کے لیے مجھ بادشاہ سے قصاص لیا جائے گا آپ نے فرمایا اسلام قبول کرنے کے بعد اب تم دونوں برابر ہو گئے ہو اب برتری کا معیار تقویٰ ہے جبلہ کہنے لگا میں نے اسلام اس خیال سے قبول کیا تھا کہ مجھے پہلے سے زیادہ عزت و وقار نصیب ہوگا آپ نے فرمایا نادانوں والی باتیں چھوڑ دو اور جلد فیصلہ کرو اس نے کہا مجھے آج رات سوچنے کی مہلت دی جائے رات کو ہی وہ اپنا ساز و سامان اور ساتھیوں کو لے کر قسطنطنیہ چلا گیا اور عیسائی بن گیا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک بادشاہ کا مرتد ہونا گوارا کر لیا مگر قرآن کریم کی تعلیمات پر حرف نہ آنے دیا مسلمان سلاطین کے ایسے بے مثال عدل و انصاف کے واقعات سے تاریخِ اسلام بھری پڑی ہے۔

باونویں شاخ

نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا

تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا بنیادی مقصد یہی تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات جوانہیں بذریعہ وحی ملے تھے بعینہٖ لوگوں تک پہنچائیں اور انہی احکامات کی روشنی میں جائز اور معروف کاموں کی تلقین کریں لغو اور حرام کاموں سے روکیں یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ کفر و شرک کی تمام طاغوتی طاقتیں روزِ اوّل سے ہی اس کوشش میں ہیں کہ نیکی، سچائی، راست بازی کو اس دنیا سے مٹا دیں اور ان کی جگہ بدی، جھوٹ اور فحاشی کو رواج دیں۔ اور انسان کا اس کے خالق سے تعلق بندگی کمزور کریں اور اس کو اس کے مقصدِ تخلیق سے نا آشنا اور غافل کریں۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرار بولہبی

ان ناگفتہ بہ حالات میں اگر حق کے پرستار سچائی کو پھیلانے میں سستی اور کوتاہی کریں تو تھوڑے ہی عرصے میں ہر طرف سے کفر و الحاد کے بادل امڈ آئیں گے اور حق کا خوبصورت اور روشن چہرہ نظروں سے اوجھل ہو جائے گا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو حق کا بول بالا کرنے والا اور باطل کا قلع قمع کرنے والا بنا کر بھیجا تھا گویا ہر نبی داعی حق اور مبلغ بن کر آیا تھا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی وسعت

المعروف میں تمام نیکیاں، بھلائیاں اور اچھائیاں شامل ہیں یعنی مستحبات سے لے کر ایمانیات وعقائد تک اور المنکر میں تمام گناہ، برائیاں اور بے حیائیاں داخل ہیں مکروہات

سے لے کر کفریات تک ناپسندیدہ باتوں سے لے کر کفر تک۔

اور ''امر'' کا مطلب ''حکم'' نیکی کے کرنے اور برائی کے نہ کرنے کا۔

زبان سے ہو یا قلم سے، پیار سے ہو یا طاقت سے، بڑوں سے عرض کر کے ہو یا ساتھیوں کو مشورہ دے کر یعنی تمہاری شان یہ ہونی چاہئے کہ ہر خوبی و بھلائی کو پھیلانے کے لیے کوشش کرو اور ہر بدی و برائی کو دبانے اور مٹانے کے لیے تمام مساعی بروئے کار لاؤ بہت جلد نیکی فروغ پا جائے گی شر اور برائی ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی۔

قرآن وحدیث میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترغیب وتاکید

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی طاقت و بساط کے مطابق دوسروں کو نیکی کا حکم دیں اور برائی کرنے والوں کو برائی سے روکیں۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (آلِ عمران: ۱۱۰)

(اے امتِ محمد ﷺ) تم بہترین امت ہو جو ظاہر کی گئی ہے لوگوں (کی بھلائی) کے لیے تم حکم دیتے ہو نیکی کا اور روکتے ہو برائی سے اور ایمان رکھتے ہو اللہ پر۔

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ (آلِ عمران: ۱۱۴)

ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور روزِ آخرت پر اور حکم دیتے ہیں بھلائی کا اور منع کرتے ہیں برائی سے اور جلدی کرتے ہیں نیکیوں میں۔

وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ (المائدہ: ۲)

ایک دوسرے کی مدد کرو نیکی اور تقوی میں اور باہم مدد نہ کرو گناہ اور زیادتی پر۔

يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ (الاعراف: ۱۵۷)

وہ نبی حکم دیتا ہے انہیں نیکی کا اور روکتا ہے انہیں برائی سے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ (الاعراف: ۱۹۹)

(خطا کاروں کی) معذرت قبول کیجئے اور حکم دیجئے نیک کاموں کا اور رخ (انور)

پھیر لیجئے نادانوں سے۔

وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (التوبہ: ۷۱)

مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں حکم کرتے ہیں نیکی کا اور روکتے ہیں بُرائی سے۔

یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ (لقمان: ۱۷)

میرے بیٹے نماز ادا کیا کرو نیکی کا حکم دیا کرو اور بُرائی سے روکتے رہو۔

حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تم میں سے کوئی بُرا کام دیکھے تو اسے ہاتھ سے روک دے اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے بُرا کہے اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو دل سے بُرا جانے اور یہ سب سے کمزور درجے کا ایمان ہے۔ (مسلم)

(اس سے ہر شخص اپنا ایمان ناپ تول سکتا ہے یہی ایمان کے مدارج و مراتب ہیں۔ جو جس ترتیب سے بیان کیے گئے ہیں اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ہمیں یہی جھلک دکھائی دیتی ہے کہ ابتداء اسلام میں سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبۃ اللہ میں رکھے ہوئے بتوں کو کچھ نہیں کہا صرف دل سے بُرا جانتے رہے جب یہ دل کی بات زبان پر آئی تو ہم خیال لوگ اکٹھے ہونے شروع ہو گئے اب اس جماعت کا ہر فرد دل سے بُرا جاننے والا ہو گیا اور زبان سے بُرا کہنے والا ہو گیا جب اس جماعت میں اتنے افراد ہو گئے کہ جو بُرائی کو ہاتھ سے ختم کر سکتے تھے اور اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دفن کر سکتے تھے تو اس وقت انہوں نے ہاتھ لگایا یعنی فتح مکہ کے موقع پر صاحبِ اقتدار ہو کر بیت اللہ کو صاف کیا آج کل ہمارے معاشرے میں یہ ہو رہا ہے کہ ہم سیاسی شہرت اور شعبدہ بازی کی خاطر کسی بُرائی پر آواز اٹھاتے ہیں پھر اسے ختم کرنے کی نام نہاد کوشش بھی کرتے ہیں طاقت نہ رکھنے کے باعث قوم کو نئے فتنے میں ڈال دیتے ہیں اپنی تنظیم اور جماعت کے افراد و وابستگان کو ناحق قتل کروا دیتے ہیں قتل کروانے کے بعد اپنی مذہبی و سیاسی دکان داری چمکاتے ہیں کاش کہ برائی کو ختم کرنے سے

پہلے ہم نے اپنے نبی ﷺ کی ہدایت پر عمل کیا ہوتا۔)

اس حدیث کی رو سے ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی اولاد اور وہ احباب جو ہمارے حلقہ اثر میں ہیں انہیں بُرے کاموں سے روکنے کے لیے اپنی طاقت استعمال کریں اگر وہ جھوٹ بولتا ہے یا گالیاں دیتا ہے تو اسے مارا پیٹا جائے ہوسکتا ہے کہ وہ مار کے خوف سے بُرائی سے باز آ جائے۔

حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا راستوں میں بیٹھنے سے بچو صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ (بعض اوقات) ہمارے لیے مجلس قائم کرنا بہت ضروری ہوتا ہے جس میں ہم باہم گفتگو کرتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا اگر قیامِ مجلس ضروری ہو تو راستے کو اس کا حق دو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ راستے کا حق کیا ہے؟ فرمایا نگاہ نیچے رکھنا ایزا رسانی سے باز رہنا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور بُرائی سے منع کرنا۔ (بخاری)

آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے نیک کام جہاد کے مقابلے میں ایسے ہیں جس طرح ایک قطرہ دریائے عظیم کے مقابلے میں ہوتا ہے اور جہاد کرنا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مقابلے میں ایسا ہے جس طرح ایک حقیر قطرہ کسی بہت بڑے دریا کے مقابلے میں ہوتا ہے۔ (احیاء العلوم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہمیں نیکی کا اس وقت حکم کرنا چاہئے جب ہم مکمل طور پر بُرائیوں سے کنارہ کش ہو جائیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا تم نیکیوں کا حکم دیتے رہو اگرچہ تم مکمل طور پر عمل نہ کرسکو تم بُرائیوں سے روکتے رہو اگرچہ تم تمام وکمال سے اس سے کنارہ کش نہ ہوسکے ہو۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں سب سے افضل شہید وہ شخص ہے جو ظالم حاکم کے پاس گیا اسے نیکی کا حکم دیا اور بُرائی سے روکا اور اسی وجہ سے اسے قتل کردیا گیا ایسے شہید کا ٹھکانہ جنت میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے درمیان ہوگا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فوائد و ثمرات

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آلِ عمران: ۱۰۴)

تم میں سے ایک جماعت ہو جو بلایا کرے نیکی کی طرف اور حکم دیا کرے بھلائی کا اور روکا کرے بدی سے یہی لوگ کامیاب ہیں۔

یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینے والے لوگ کامیاب و کامران ہیں۔

''توبہ کرنے والے۔عبادت کرنے والے۔حمد و ثنا کرنے والے۔روزہ رکھنے والے رکوع کرنے والے۔سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے، بُرائی سے روکنے والے اور اللہ کی حدوں کی نگہبانی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔'' (التوبہ: ۱۱۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہدایت کی طرف بلانے والے کے لیے اس کی پیروی کرنے والوں کے برابر ثواب ہے جبکہ ان کے ثواب میں بھی کچھ کمی نہیں ہوتی اور بُرائی کی طرف بلانے والوں کو اتنا ہی گناہ ہوتا ہے جتنا اس کی پیروی کرنے والوں کو ہوتا ہے جب کہ ان کے گناہوں سے بھی کچھ کمی واقع نہیں ہوتی۔ (مسلم)

حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری بدوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیکی کا راستہ بتانے والے کے لئے اس پر عمل پیرا ہونے والے کے لیے برابر ثواب ہے۔ (مسلم)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اطاعت و فرماں برداری، فراخی و دشواری اور ہم پر ترجیح دیئے جانے میں بیعت کی اور یہ کہ امیر و حاکم سے جھگڑا نہ کریں گے جب تک کھلا ہوا کفر نہ دیکھ لیں جس میں اللہ کی طرف سے دلیل موجود ہو اور اس شرط پر بیعت کی کہ ہم حق بات کہیں جس جگہ بھی ہوں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کریں۔ (بخاری و مسلم)

تبلیغ نہ کرنے والوں کی مذمت

امر بالمعروف کی دعوت نہ دینا اکثر اوقات اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غضب کا باعث بنتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کسی قوم کا کوئی آدمی ان کے درمیان گناہ کرتا ہو اور وہ اسے روکنے کی طاقت رکھتے ہوں لیکن نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب بھیجے گا۔

(ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

حضرت سالم رضی اللہ عنہ بن عبد اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اچھی باتوں کا حکم کرو اور بُری باتوں سے روکو قبل ازیں کہ تمہارے نیک لوگوں کی دعائیں قبول نہ ہوں تم استغفار کرو اور تمہیں معاف نہ کیا جائے خوب سمجھ لو کہ اچھائی کا حکم دینا اور بُرائی سے روکنا نہ رزق کو دور کرتا ہے نہ عمر کی مدت کو کم کرتا ہے سن لو یہودی علماء اور عیسائی عابدوں نے نیکی کا حکم دینا اور بدی سے روکنا جب ترک کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پیغمبروں کی زبان سے ان پر لعنت بھیجی اور سب کو مصیبت میں ڈال دیا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تم ضرور نیک کاموں کا حکم کرتے اور بُرے کاموں سے منع کرتے رہنا ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنے پاس سے عذاب بھیج دے گا پھر تم اس سے دعا کرو گے تو تمہاری دعا قبول نہیں ہوگی۔ (ترمذی)

حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ عام لوگوں کو خاص لوگوں کے عمل کے باعث عذاب نہیں دیتا یہاں تک کہ وہ اپنے درمیان بُرے کام ہوتے ہوئے دیکھیں اور اسے روکنے کی طاقت رکھتے ہوں لیکن نہ روکیں اگر انہوں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ عام و خاص سب کو عذاب دے گا۔ (شرح السنۃ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کی طرف وحی کی کہ فلاں بستی کو اس کے باشندوں پر الٹا دو عرض گزار ہوئے کہ اے رب اس میں تو تیرا فلاں بندہ بھی ہے جس نے آنکھ جھپکنے کی دیر بھی تیری نافرمانی نہیں کی فرمایا اس پر

بھی اور دوسرے سب پر الٹا دو کیونکہ میری خاطر اس کا چہرہ ایک ساعت کے لیے بھی متغیر نہیں ہوتا تھا۔ (بیہقی)

بے عمل مبلغین کی سزا

بے عمل مبلغین کو آخرت میں ایسی سزا دی جائے گی جو بڑی عبرتناک ہوگی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی رات میں نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے میں نے کہا جبرائیل یہ کون ہیں؟ کہا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے واعظ ہیں۔ جو نیکی کا حکم دیتے ہیں لیکن اپنی جانوں کو بھلا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پڑھتے ہیں لیکن عمل نہیں کرتے۔

زبان اور ہونٹوں سے بات کی جاتی ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے عمل واعظ کو ہونٹ کاٹنے کی سزا دی جائے گی جس سے وہ دوسروں کو نیکی کی دعوت دیتے تھے مگر خود عمل نہیں کرتے تھے۔

بے عمل مبلغ کا آخری ٹھکانہ جہنم ہے جو بہت ہی بُری جگہ ہے جس کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا:

حضرت اسامہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز ایک آدمی کو لایا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا آگ میں اس کی انتڑیاں نکل پڑیں گی وہ پھرے گا جیسے گدھا چکی کے گرد پھرتا ہے جہنمی اس کے پاس جمع ہو کر کہیں گے اے فلاں (بے عمل مبلغ) کیا بات ہے جبکہ آپ تو ہمیں نیکی کا حکم دیتے تھے اور بُرائی سے روکتے تھے؟ کہے گا کہ میں تمہیں نیکی کا حکم دیتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا تمہیں بُرائی سے روکتا تھا لیکن خود نہیں رکتا تھا۔ (بخاری)

تبلیغ کے اصول

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تبلیغ کے اصول بیان فرمائے ہیں اور نظامِ دعوت کا اجمالی تعارف کروایا ہے۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (النحل: ۱۲۵)

اپنے رب کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعے بلاؤ اور اچھے انداز میں انکار کرنے والوں کے ساتھ جھگڑا کرو۔

گویا دعوت و تبلیغ کے تین اصول بتائے گئے ہیں۔

۱۔ حکمت کے ساتھ دعوت دینا: یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو دانا، معاملہ فہم اور سمجھدار ہوں ان کے ساتھ تبلیغ حق کی بات بڑی دانشمندی اور حکمت سے کی جائے یا اثباتِ مذہب کرنا جس سے مخاطب کے دل میں مذہب کے اعتقادات کے متعلق یقین پیدا ہو جائے۔

۲۔ موعظت: اس کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب مخاطبین منصف مزاج اور سلجھے ہوئے لوگ ہوں یا اثباتِ مذہب کرنا جس سے عقائد و اعتقادات کے متعلق ظنِ غالب دل میں بیٹھ جائے اور ریب کی تمام صورتیں زائل ہو جائیں۔

۳۔ مجادلت: اگر مخاطب ضدی اور ہٹ دھرم ہوں تو ان کے ساتھ بحث کی نوبت آ جائے تو مباحثہ احسن طریقے سے کرنا چاہئے تاکہ سننے والے مشتعل نہ ہو جائیں اور ان میں دینِ حق کے خلاف تعصب اور جانبداری نہ بڑھ جائے یا وہ طریقہ جس میں مخاطب کو الزامی جوابات دے کر ساکت کیا جائے۔

تبلیغ کے طریقے

تبلیغ کے تین طریقے مروج ہیں:

۱۔ قولی تبلیغ: اس سے مراد یہ ہے کہ گفتگو، تقریر اور بات چیت کے ذریعے پیغامِ حق لوگوں تک پہنچایا جائے۔

۲۔ قلمی تبلیغ: اس سے مراد اللہ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانے کے لیے تصنیف اور کتابت کا راستہ اختیار کیا جائے۔ کتابیں لکھی جائیں، پمفلٹ شائع کیے جائیں۔

۳۔ عملی تبلیغ: اس سے مراد یہ ہے کہ خود اپنی زندگی کو اعمالِ صالح سے مزین کر کے

لوگوں کے سامنے دینِ حق کا عملی نمونہ پیش کیا جائے تاکہ لوگ اس طرف مائل ہوں اور اسلام کی برکتوں سے فیضیاب ہوں۔

مبلغین کے ذاتی اوصاف

تبلیغ کی کامیابی کافی حد تک مبلغ کے ذاتی اوصاف اس کے اخلاق وکردار اور اس کی علمی قابلیت پر موقوف ہوتی ہے اس لیے داعی کے اوصاف کا موضوع سب سے اہم ہے انتہائی اختصار کے ساتھ ان کے اوصاف کا تذکرہ کر رہا ہوں۔

(۱) علم وبصیرت (۲) فہم وفراست (۳) دانش وبینش (۴) قابلیت کے مناسب طبقات کا انتخاب جاننے والا ہو (۵) سیرت وکردار (۶) دعوت کی عملی ترتیب کو جانتا ہو (۷) خشیتِ الٰہی وعدمِ خشیتِ خلائق (۸) استغنا (۹) صبر وتحمل (۱۰) عفوودرگزر (۱۱) مستقل مزاجی۔

مبلغین کی خدمت میں عرض

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہر ہفتے ایک مرتبہ وعظ کیا کرو دو مرتبہ کر سکتے ہو، تین مرتبہ سے زیادہ وعظ مت کہنا اور اس قرآن سے لوگوں کو متنفر نہ کرنا اور ایسا کبھی نہ ہو کہ تم لوگوں کے پاس پہنچو اور وہ اپنی کسی بات میں مشغول ہوں اور تم اپنا وعظ شروع کر دو اور ان کی بات کاٹ دو اگر تم ایسا کرو گے تو ان کو وعظ ونصیحت سے متنفر کر دو گے بلکہ ایسے موقع پر خاموشی اختیار کرو اور جب ان کے اندر خواہش دیکھو اور وہ تم سے مطالبہ کریں تو پھر وعظ کہو دیکھو مسجع مقفی عبارتیں بولنے سے بچو کیونکہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کو دیکھا ہے کہ وہ تکلف کے ساتھ عبارت آرائی نہیں کرتے تھے۔ (البخاری)

ترپنویں شاخ

نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کرو

اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے ہر ذی شعور کو خیر وشر، برائی و بھلائی کے راستوں سے آگاہ فرمایا اور ان پر چلنے کے فوائد اور نہ چلنے کے نقصانات سے آگاہ فرمایا بلکہ نیکی و بھلائی کے راستے پر چلنے والوں کا ساتھ دینے اور ان کے ساتھ (جانی و مالی) تعاون کرنے کا بھی حکم صادر فرمایا اور برائی اور شر کو دبانے اور مٹانے کے لیے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کرنے کی تلقین کی گویا دینِ اسلام کی خواہش ہے کہ نیکی و خیر کو فروغ نصیب ہو اور برائی نیست و نابود ہو۔ یہ معاشرہ نظیرِ جنت بنے اور اس کے افراد رشک ملائک بنیں اس لیے قرآن میں جابجا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا۔

قرآن وحدیث میں نیکی میں تعاون کی تاکید

وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ (المائدہ: ۲)

اور ایک دوسرے کی (باہم) مدد کرو نیکی اور تقویٰ (کے کاموں) میں اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ کے کارخانۂ قدرت کا سارا نظام انسانوں کے باہمی تعاون پر قائم ہے اگر ایک انسان دوسرے انسان کی مدد نہ کرے تو اکیلا انسان خواہ کتنا ہی عقلمند، زیرک کیوں نہ ہو سرمایہ دار اور جاگیردار ہی کیوں نہ ہو تن تنہا اپنی ضروریات زندگی حاصل نہیں کرسکتا ہماری خوشی و مسرت اور خوشحالی میں دوسرے انسانوں کی محنت اور تعاون شامل ہوتا ہے جیسے کوئی اکیلا شخص غلہ اگانے سے لیکر اسے کھانے کے قابل بنانے تک کے تمام مراحل کو طے نہیں کرسکتا اور نہ ہی اپنی ستر پوشی کے لیے اسے جس لباس کی ضرورت پڑتی ہے اس کو روئی کی

کاشت سے لے کر اپنی بدن کے موافق کپڑا تیار کرنے تک بیشمار مسائل کا حل خود اکیلا کر سکتا ہے غرض ہر انسان اپنی زندگی میں قدم قدم پر دوسرے بیسیوں بلکہ سینکڑوں افراد کا محتاج رہتا ہے اللہ تعالیٰ کا عجیب اور پیارا نظام جس میں امیر کو غریب کے تعاون کی ضرورت اور غریب کو امیر کے تعاون کی ضرورت ہے یعنی امیر کو محنت و مشقت کرانے کے لیے غریب کی ضرورت اور غریب کو پیسوں کے لیے امیر کے تعاون کی ضرورت ہے سوداگر گاہکوں کا محتاج اور گاہک سوداگروں کا مکان بنانے والا آدمی معمار، بڑھی، مزدور، لوہار کا محتاج اور یہ سب اس کے محتاج ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے نیکی کے ساتھ تعاون کرنے اور بدی کے ساتھ تعاون نہ کرنے کا حکم دیا ہے اور تعاون کی اصل بنیاد نیکی، تقویٰ اور خداترسی کو قرار دیا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر مسلمان بھائی بھی حق کے خلاف ظلم و زیادتی کی طرف چل رہا ہے تو اس کی بھی ہرگز مدد نہ کی جائے۔ بلکہ اسے ظلم سے روکنے کے لیے کہا جائے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْمَظْلُوْمًا

تو اپنے بھائی کی (ہر حال میں) مدد کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو یا مظلوم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حیرت سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مظلوم بھائی کی امداد تو سمجھ گئے ہیں لیکن ظالم کی امداد کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا اس کو ظلم سے روکو یہی اس کی امداد ہے۔

حضرت ابو رقیہ تمیم بن اوس الداری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اَنَّ النَّبِیَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ قُلْنَا لِمَنْ قَالَ اللّٰهُ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامتهم (مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین خیر خواہی کا نام ہے ہم نے پوچھا کس کی؟ (خیر خواہی) فرمایا اللہ اور اس کی کتاب، اس کے رسول اور مسلمانوں کے رہنماؤں اور ان کے عوام کے لیے خیر خواہی۔

"تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی"

بر کا معنیٰ فعل الخیرات نیک عمل، تقویٰ کا معنیٰ ترک المنکرات برائیوں کا ترک کرنا ہے۔

بر و تقویٰ کے تعاون پر زور دیتے ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا:

اَلدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ

جو شخص کسی کو نیکی کا راستہ بتا دے تو اس کا ثواب ایسا ہی ہے جیسے اس نیکی کو اس نے خود کیا ہو۔

صحیح بخاری میں روایت ہے نبی پاک ﷺ نے فرمایا جو شخص لوگوں کو ہدایت اور نیکی کی طرف دعوت دے تو جتنے آدمی اس کی دعوت پر عمل کریں گے ان سب کے برابر اس کو بھی اجر ملے گا بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے ثواب میں سے کچھ کم کیا جائے اور جس شخص نے لوگوں کو کسی گمراہی یا گناہ کی طرف بلایا تو جتنے لوگ اس کے بلانے پر گناہ میں مبتلا ہوئے ان سب کے گناہوں کے برابر اس کو بھی گناہ ہوگا بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں کچھ کمی کی جائے۔

ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا جب کوئی سائل مجھ سے مانگنے آئے تو تو بھی کہہ دیا کر کہ یارسول اللہ ﷺ آپ اس کو عطا فرما دیں۔ کیونکہ میں نے اسے دینا ہی ہوتا ہے اور جب تو کہہ دے گی تو تجھے بھی اللہ کی بارگاہ سے اتنا ہی ثواب مل جائے گا جتنا مجھے ملنا ہے۔

وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ یُطِیْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اُولٰٓىٕكَ سَیَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ (التوبہ: ۷۱)

مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں حکم کرتے ہیں نیکی کو روکتے ہیں برائی سے اور صحیح ادا کرتے ہیں نماز اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور اطاعت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ ضرور رحم فرمائے گا بیشک اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔

نیکی میں تعاون نہ کرنے والوں کی سزا

حضور ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے تم ضرور نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے رہو گے ورنہ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ تم پر اپنی طرف سے عذاب بھیج دے پھر تم اس سے دعائیں کرو لیکن وہ قبول نہ ہوں۔

ایک حدیث کے مطابق بنی اسرائیل کی ایک بستی میں فسق و فجور حد سے بڑھ گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو حکم دیا کہ اس بستی کو تباہ کر دیا جائے جبرائیل نے عرض کی خدایا اس بستی میں ایک عابد و زاہد ایسا بھی ہے جو ہمیشہ تیری عبادت میں مصروف رہتا ہے اور اس نے کوئی گناہ یا جرم نہیں کیا ہے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اللہ نے فرمایا کہ اسے بھی بستی والوں کے ساتھ تباہ کر دو کیونکہ وہ لوگوں کو برائی اور نافرمانی سے روکتا نہیں تھا (یعنی اس کو سزا ہی اس بات کی ملی کہ اس نے برائی کو ختم کرنے کے لیے کوشش کیوں نہیں کی تھی؟) لہٰذا ایک مسلمان کا یہ بنیادی اور لازمی فرض ہے کہ نیکی کا کام جہاں بھی ہو رہا ہو وہ اس کا ساتھ دے یا کم از کم اس میں رکاوٹ نہ ڈالے اور برائی و ظلم جہاں بھی ظہور پذیر ہو وہ اس کے خلاف ڈٹ جائے تاکہ برائی کا سدِ باب ہو اور نیکی کو فروغ حاصل ہو اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص (جب) کسی ظالم کے ساتھ مدد کرنے کے لیے چلا تو وہ اسلام سے نکل گیا۔

مسلمانانِ عالم کی سلطنت و سطوت کا راز نیکی و بھلائی کے پرچار میں اور برائی کا سر کچلنے میں ہے آج ہم جو اپنی عظمت و عزت سے محروم ہیں اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ ہم نے یہ اہم فریضہ چھوڑ دیا ہے اور اس کی بجائے مال و زر کے حصول کو مقصدِ زیست بنا لیا لغویات و فضولیات کو شعورِ زندگی سمجھ لیا مجاہدانہ زندگی گزارنے کی بجائے غافلانہ اندازِ حیات اختیار کر لیا اگر ہم اپنی متاعِ بیکراں کو دوبارہ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں پھر سے اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر اللہ تعالیٰ سے تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی کا عہد مصمم کرنا ہوگا اور

وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

کا وعدہ کرنا ہوگا لالچ اور خوف وحرص سے بے نیاز ہونا ہوگا۔

بقولِ اقبال

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

یہ کام کٹھن ضرور ہے لیکن ناممکن نہیں۔

آئینِ نو سے ڈرنا طرزِ کہن پہ اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

چونویں شاخ

حیاء

حیاء ایک وصف ہے جو انسان کو برے کام نہ کرنے پر ابھارتا ہے اور اہلِ حق کی ادائیگی میں کوتاہی سے روکتا ہے۔ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حیاء کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا مشاہدہ کرتا ہے اور پھر یہ سوچتا ہے کہ اس منعم کا شکر ادا کرنے میں مجھ سے کتنی کوتاہی ہوتی ہے تو اس سے آدمی کے دل میں ایک کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اسی کا نام حیاء ہے۔

حیاء کا لغوی و شرعی معنیٰ

حیا، حیاۃ سے ماخوذ ہے ایک سے زمین کی زندگی ہے اور دوسری سے دل کی زندگی ہے۔ مذمت اور عتاب کے خوف سے انسان کے اوپر جو تغیر وانکسار کی حالت طاری ہوتی ہے اس کو لغت میں حیاء کہتے ہیں۔

اور اصطلاح شرع میں حیا اس وصف کو کہتے ہیں جو انسان کو برے کاموں سے اجتناب اور اچھے کاموں کے اکتساب پر برانگیختہ کرتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اللہ کی نعمتیں اور اپنی تقصیرات کو دیکھنے سے جو حالت پیدا ہوتی ہے اس کو حیا کہتے ہیں۔ حیا دو طرح کی ہے ایک وہ حیا جو لوگوں کو آپس میں ہوتی ہے۔ دوسری وہ جس میں بندے کا اللہ تعالیٰ سے تعلق ہوتا ہے۔ پہلی تو یہ ہے کہ انسان اپنی نگاہ کو ایسی چیزوں سے بچا کے رکھے جن کا دیکھنا حلال نہیں۔ دوسری یہ کہ بندہ اپنے مولیٰ کے احسانات پہچاننے اور اس کی نافرمانی سے باز رہے۔

اگر حیا کی وجہ سے ضعف، بزدلی، حق سے خروج اور حد قائم کرنے کو چھوڑنا پیدا نہ ہو تو

حیا محمود ہے ورنہ مذموم، جنسی عمل کو کنایہ سے تعبیر کرنا بھی حیا کے آثار سے ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو عبادت گزار اور بہادر نہیں دیکھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی چیز ناگوار ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ سے معلوم ہو جاتا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ آفتاب کی طرح تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی چیز ناگوار لگتی تو یوں معلوم ہوتا جیسے آفتاب پر ابر آ گیا ہو۔

شرم و حیا انسانی زندگی کے لیے ایسے ہی ضروری ہے جیسے خوراک، جس کے اقوال میں افعال میں، اخلاق میں حیا کا جذبہ نہ ہو اس کے لیے ہر آن گمراہ ہونے کا خطرہ ہے اسی گمراہی سے بچانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر بے حیائی و فحاشی سے رکنے کا حکم دیا ہے اور شرم و حیا کو اپنا اثاثہ حیات بنانے کی تلقین کی۔

قرآن و حدیث میں شرم و حیا کی تلقین

شیطان جو انسان کا ازلی دشمن ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ

شیطان انسان کا کھلم کھلا دشمن ہونیکی وجہ سے اسے شرم و حیا اختیار کرنے سے روکتا ہے۔

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ

شیطان وعدہ دیتا ہے تم کو تنگ دستی کا اور حکم کرتا ہے تمہیں بے حیائی (و فحاشی) کا جبکہ اللہ تعالیٰ بے حیائی و فحاشی سے روکتا ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (الانعام ۱۵۲)

بے حیائی کی باتوں کے قریب مت جاؤ اور جو ظاہر ہوں ان سے اور جو باطن (چھپی ہوئی) ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے جمع کا لفظ ''فواحش'' استعمال فرما کر ہر قسم کی قولی، فعلی، اخلاقی برائیوں کے نہ صرف ارتکاب سے بلکہ ان کے قریب جانے سے بھی منع فرما دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ تمام چیزیں جو دل میں گناہ کی تحریک پیدا کرتی ہیں۔ یعنی ظاہر و باطن، جلوت و خلوت ہر مقام پر بے حیائی سے رکنے اور حیا کو قائم رکھنے کی تلقین فرمائی۔ انہی لوگوں کے لیے

قرآن نے مژدہ جانفزا سنایا ہے۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى

جو خلوت و جلوت میں اپنے رب سے ڈرتا رہا اور خواہشات کو اپنے تابع کرتا رہا بے حیائی سے باز رہا، شرم و حیا کی پاسداری کرتا رہا وہ جنتی ہے اسی لیے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ (الاعراف: ۲۸)

(بیشک اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا) اور اس کے ساتھ ہی یہ فرمادیا۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ (الاعراف: ۱۳۳)

اے حبیب ﷺ فرمادیجئے کہ میرے رب نے بے حیائی و فحاشی کو حرام قرار دیا ہے۔

حضرت عبدالقیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تمہارے اندر دو خصلتیں ایسی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے میں نے پوچھا وہ دو کون سی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا بردباری اور حیا میں نے پوچھا یہ پہلے سے میرے اندر تھیں یا اب پیدا ہوئی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا پہلے سے تھیں میں نے کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں۔ جس نے مجھے دو ایسی خصلتوں پر پیدا فرمایا جو اسے پسند ہیں۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے حیا کی مختلف پیرایہ میں تاکید فرمائی ہے اور اس کے ساتھ ترغیب بھی دی ہے۔

ایک دفعہ ایک انصاری اپنے بھائی سے کہہ رہا تھا کہ زیادہ شرم نہ کرو حضور ﷺ نے سنا تو فرمایا یہ نہ کہو کیونکہ

فَاِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْاِيْمَانِ (مشکوٰۃ)

بیشک حیا جزوِ ایمان ہے۔

حیا کے ان بیشمار فوائد و برکات کی بنا پر آپ ﷺ نے فرمایا:

اَلْحَيَاءُ لَا يَأْتِيْ اِلَّا بِخَيْرٍ (مشکوٰۃ)

شرم و حیا جزوِ ایمان ہے اور ایمان باعثِ دخولِ جنت ہے۔ بے حیائی جفا ہے اور جفا

باعثِ دخولِ دوزخ ہے۔

حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ ہر دین کا ایک اخلاق ممتاز ہوتا ہے۔ ہمارے دین کا ممتاز اخلاق شرم کرنا ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا چار چیزیں انبیاء و رسل کی سنتوں میں سے ہیں (۱) خوشبو (۲) مسواک (۳) نکاح (۴) حیا

حیا کا حق

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے حیا کرو جیسا کہ اس کا حق ہے عرض کیا گیا الحمد للہ ہم اللہ سے حیا کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یوں نہیں بلکہ حیا والے کو چاہیے کہ سر کی اور سر کے تمام اعضاء کی نگرانی رکھے پیٹ کی اور اس کے اندر کی چیز کی حفاظت کرے مرنے کو اور اس کے بعد بوسیدہ ہو جانے کو یاد رکھے اور جو آخرت کا طالب ہوتا ہے وہ دنیا کی زیب و زینت کو چھوڑ دیتا ہے۔ درحقیقت یہی شخص ہے جو اللہ تعالیٰ سے حیا کا حق ادا کرتا ہے۔ (ترمذی)

شرم و حیا پر ہی اسلام کا مدار ہے خدا اور خلق سے کسی کو شرم نہیں تو فرمایا:

اِذَا لَمْ تَسْتَحِیْ فَاصْنَعْ مَاشِئْتَ (البخاری)

جب تمہارے پاس حیا ہی نہ رہا تو جو دل میں آئے کر گزرو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ بے حیا انسان کے لیے سب کچھ مباح ہے یہ تو تہدید و وعید ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے۔

اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ

جو چاہو (جیسا چاہو) عمل کرو۔ حیا انسان کو بہت سی برائیوں سے بچاتی ہے جس شخص میں حیا نہیں اس سے خیر و بھلائی کی توقع عبث ہے۔

حضور ﷺ کا حیا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشَدُّ حَيَاءً مِّنَ الْعَذْرَآءِ فِي خِدْرِهَا وَكَانَ اِذَا كَرِهَ شَيْئًا عَرَفْنَاهُ فِي وَجْهِهٖ (مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پردے میں رہنے والی کنواری لڑکی سے زیادہ حیا کرنے والے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی چیز ناپسند ہوتی تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے جان لیتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی آدمی کے کسی عیب کی خبر پہنچتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس آدمی کا نام لے کر یوں نہ فرماتے تھے کہ فلاں کو کیا ہو گیا کہ وہ یوں کرتا ہے بلکہ یوں فرماتے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ یوں اور یوں کہتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایک آزاد کردہ غلام کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے (حیا کی وجہ سے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شرمگاہ کبھی نہیں دیکھی اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری شرمگاہ دیکھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا حیا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حیا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگ اللہ سے حیا کرو کیونکہ میں بیت الخلاء میں جاتا ہوں تو اللہ سے شرما کر اپنے سر کو ڈھانپ لیتا ہوں۔

كَامِلُ الْحَيَاءِ وَالْاِيْمَانِ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا حیا:

حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ دونوں نے ان سے یہ واقعہ بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چادر اوڑھے ہوئے اپنے بستر پر لیٹے ہوئے تھے۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اجازت مانگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دے دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح لیٹے رہے وہ اپنی ضرورت کی بات کر کے چلے گئے۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اجازت مانگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی اجازت دے دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح لیٹے رہے وہ بھی اپنی ضرورت کی بات کر کے چلے گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر میں نے اجازت مانگی

تو آپ ﷺ اٹھ کر بیٹھ گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تم بھی اپنے کپڑے ٹھیک کر لو (پھر مجھے اجازت دی) میں بھی اپنی ضرورت کی بات کر کے چلا گیا۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا بات ہے؟ آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آنے پر جتنا اہتمام کیا اتنا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آنے پر نہیں کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا عثمان رضی اللہ عنہ بہت ہی حیا والے آدمی ہیں تو مجھے ڈر ہوا کہ اگر میں انہیں اس حالت میں اجازت دے دوں گا تو وہ اپنی ضرورت کی بات کہہ نہ سکیں گے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا حیا:

حضرت فرماتے ہیں کہ میں تاریک کمرے میں غسل کرتا ہوں تو میں اللہ سے شرم کی وجہ سے جب تک اپنے کپڑے پہن نہ لوں اس وقت تک اپنی کمر سیدھی کر کے کھڑا نہیں ہوتا۔

حیا کے فروغ اور بے حیائی کے سدِ باب کی تجاویز:

فتنہ وفساد، بے حیائی وفحاشی کا چشمہ جہاں سے ابلتا ہے اخلاق اور سوسائٹی پر جہاں سے ضرب کاری پڑتی ہے ان سوتوں اور سوراخوں کو بند کر دیا جائے اس کے لیے سب سے پہلا اور بنیادی کام یہ ہے کہ نگاہ جو شہوت کی قاصد اور پیامبر ہے اس پر احادیث نبویہ کے قاصد بٹھائے جائیں اور اس کو مطلع کر دیا جائے کہ ایک بار نظر پڑ جانے کے بعد دوبارہ نہ دیکھو کیونکہ تمہارے لیے صرف پہلی نگاہ معاف ہے اور دوسری نظر نہیں یہ بھی خیال رہے کہ:

اَلنَّظَرُ سَهْمٌ مَسْمُوْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ

نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے کیونکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ نگاہ کی حفاظت ہی اصل شہوت اور شرمگاہ کی حفاظت کی ضمانت ہے۔ جس نے نظر کو آزاد کر دیا۔ اس نے اس کو ہلاکت میں ڈال دیا اور نظر ہی تمام آفتوں کی بنیاد ہے۔ جن میں انسان مبتلا ہوتا ہے۔ اسی لیے فرمایا گیا کہ:

اَلصَّبْرُ عَلٰی غَضِّ الْبَصَرِ اَیْسَرُ عَلَی الصَّبْرِ عَلٰی اَلَمٍ بَعْدَہٗ

آنکھ بند کرنا آسان ہے مگر بعد کی تکلیف پر صبر کرنا بہت مشکل ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

مَا تَرَکْتُ بَعْدِیْ فِتْنَۃً عَلَی الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ (بخاری)

میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے بڑھ کر اور کوئی ضرر رساں فتنہ نہیں چھوڑا یعنی مردوں کے لیے سب سے نقصان دہ چیز عورت ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا دنیا اور عورتوں سے ڈرو کیونکہ بنی اسرائیل میں پہلا فتنہ جو پیدا ہوا تھا وہ عورتوں میں تھا (مشکوٰۃ)

اس لیے اسلام نے مردوں کو نگاہیں جھکا کر چلنے کا حکم دیا تاکہ اس فتنہ کا حتی الامکان قلع قمع کیا جائے اور عورتوں کو فرمایا کہ تم اپنی آرائش و زیبائش مردوں پر ظاہر نہ کرو بلکہ اسلام نے عورتوں کو اس قدر حجاب کی تاکید فرمائی جس کا اندازہ حدیثِ پاک سے لگایا جا سکتا ہے۔ حضرت ابنِ ام مکتوم رضی اللہ عنہ صحابی نابینا تھے انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں آنا چاہا تو آپ ﷺ نے فرمایا حضرت اُمِ سلمٰی رضی اللہ عنہا اور اُمِ میمونہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا پردے میں ہو جاؤ۔ انہوں نے عرض کیا وہ تو نابینا ہیں ہم کو نہ دیکھیں گے آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم بھی نابینا ہو کیا تم ان کو نہ دیکھو گی؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی مجلس میں سوال کیا۔

اَیُّ شَیْءٍ خَیْرٌ لِلْمَرْاَۃِ

(کون سی چیز عورتوں کے لیے سب سے بہتر ہے) کسی نے جواب نہ دیا سب خاموش رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بھی اس مجلس میں تھا۔ مجھ سے بھی کوئی جواب نہ بن پڑا جب میں گھر آیا تو میں نے یہی سوال سیدہ کائنات فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا سے کیا تو انہوں نے بڑی برجستگی سے جواب دیا۔

لَا یَرَاھُنَّ الرِّجَالُ

سب سے بہتر یہ ہے کہ مردوں کی نگاہوں سے عورتیں محفوظ رہیں۔

بے حیائی کا انجام

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ (النور: ۱۹)

بیشک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ پھیلے بے حیائی ایمان والوں میں تو ان کے لیے دردناک عذاب ہے دنیا و آخرت میں۔

حضور ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ہلاک کرنا چاہتا ہے تو اس سے حیا چھین لیتا ہے۔ جب اس میں شرم نہیں رہتی تو وہ لوگوں کی نظروں میں حقیر و مغبوض بن جاتا ہے۔ جب اس کی حالت اس نوبت کو پہنچ جاتی ہے تو پھر اس سے امانت کی صفت بھی چھین لی جاتی ہے اور جب اس میں امانتداری نہیں رہتی تو وہ خیانت در خیانت میں مبتلا ہونے لگ جاتا ہے اس کے بعد اس سے صفتِ رحمت اٹھالی جاتی ہے۔ پھر وہ پھٹکارا ہوا مارا مارا پھرنے لگ جاتا ہے جب تم اس کو اس طرح مارا مارا پھرتا دیکھو تو وہ وقت آ جاتا ہے کہ اب اس سے رشتۂ اسلام ہی چھین لیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

پچپنویں شاخ

والدین کے ساتھ بھلائی

انسان مدنی الطبع ہے۔ اس میں مل جل کر زندگی بسر کرنے کا فطری رجحان پایا جاتا ہے۔ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے وہ دوسروں کا محتاج ہے معاشرتی زندگی میں قرابت داری کا بہت اہم حصہ ہے اسی وجہ سے اسلام نے معاشرتی تنظیم کو بہتر بنانے کے لیے نیکی اور صلہ رحمی پر بہت زور دیا ہے۔

بر کا لغوی و شرعی معنیٰ

بر کی ضد اثم ہے۔ بر کا مفہوم ہر اس عمل کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے جس کے کرنے کا اسلام نے حکم دیا ہے۔ بر کا معنی صلہ، جب کوئی شخص صلہ رحمی کرے تو کہتے ہیں کہ اس نے بر کی جیسے قرآن مجید میں ہے۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آلِ عمران: ۹۲)

تم اس وقت تک ہرگز بر (یعنی نیکی) نہ پاسکو گے جب تک تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں کچھ خرچ نہ کرو۔

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (الممتحنہ ۸)

جن لوگوں نے تم سے دین میں جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا اور تمہیں ان کے ساتھ بر کرنے (یعنی عدل و انصاف کرنے) کا سلوک کرنے سے منع نہیں فرماتا۔ بیشک اللہ تعالیٰ عدل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

ابو منصور نے کہا ہے کہ بر دنیا اور آخرت کی خیر کو کہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا

ہمیشہ سچائی پر رہو کیونکہ سچائی بر کی ہدایت دیتی ہے۔

حضور ﷺ سے بر کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ (البقرہ: ۱۷۷)
کی تلاوت فرمادی کیونکہ یہ آیت اعتقاد، اعمال، فرائض، نوافل، برِ والدین، اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک میں وسعت پر مشتمل ہے۔

قرآن وحدیث میں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید

اللہ تعالیٰ نے فرمایا (یاد کرو) جب ہم نے اولادِ یعقوب سے یہ پختہ عہد لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں، باپ، رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرتے رہنا اور لوگوں سے اچھی بات کہنا۔ (البقرہ: ۸۳)

آپ ﷺ فرمادیجئے کہ جو مال (بھی) خرچ کرو تو (وہ) ماں باپ قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، اور مسافروں کا حق ہے (البقرہ: ۲۱۵)

اور اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قرابت دار پڑوسی، اجنبی پڑوسی، مجلس کے ساتھی، مسافر اور باندیوں کے ساتھ نیکی کرو (النساء: ۳۶)

آپ ﷺ فرمادیجئے کہ آؤ میں تم کو پڑھ کر سناؤں کہ اللہ نے تم پر کیا حرام کیا ہے؟ یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔ (الانعام: ۱۵۱)

اور آپ ﷺ کے رب نے یہ حکم دیا ہے کہ (اے لوگو) اس (اللہ) کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔ اگر تمہارے سامنے ان دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف (تک) نہ کہنا اور نہ انہیں جھڑکنا اور ان کے ساتھ ادب سے بات کرنا اور عاجزی اور نرم دلی کے ساتھ ان کے سامنے جھکے رہنا اور یہ دعا کرنا کہ اے رب ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ ان دونوں نے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔ (بنی اسرائیل: ۲۴)

اور ہم نے انسانوں کو اس کے والدین کے متعلق نیکی کا حکم دیا ہے۔ اس کی ماں نے

کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اس کو پیٹ میں اٹھایا اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے (اور ہم نے یہ حکم دیا کہ) میرا اور اپنے والدین کا شکریہ ادا کرو۔ میری ہی طرف لوٹنا ہے اور اگر وہ تم پر یہ دباؤ ڈالیں کہ تم میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کا تمہیں علم نہیں ہے تو تم ان کی اطاعت نہ کرنا اور دنیا میں ان کے ساتھ نیکی و بھلائی کے ساتھ رہنا۔ (لقمان ۱۴،۱۵)

اور ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے۔ اس کی ماں نے تکلیف کے ساتھ اسے پیٹ میں اٹھایا اور تکلیف کے ساتھ اسے جنا اور اس کو (پیٹ میں) اٹھانا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس ماہ میں ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری قوت کو پہنچا اور (اس کے بعد) چالیس برس کا ہو گیا تو اس نے کہا اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں تیرے اس احسان کا شکریہ ادا کرتا رہوں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر فرمایا اور اس پر کہ میں تیری پسند کے نیک کام کرتا رہوں اور میری اولاد میں نیکی کو رکھ دے بیشک میں نے تیری طرف رجوع کیا اور میں تیرے فرماں برداروں میں سے ہوں (الاحقاف ۱۵)

حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کے متعلق مشورہ طلب کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا

اَلَکَ وَالِدَانِ

کیا تمہارے والدین ہیں؟ انہوں نے کہا جی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ان سے چمٹے رہو کیونکہ

فَاِنَّ الْجَنَّۃَ تَحْتَ اَقْدَامِھَا

جنت ان کے قدموں کے نیچے ہے۔ (طبرانی)

حضرت طلحہ بن معاویہ سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کی یا رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنِّی اُرِیْدُ الْجِھَادَ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ

(پیارے آقا میں جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ رکھتا ہوں)۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اُمُّكَ حَيَّةٌ؟

(تمہاری ماں حیات ہے)؟ میں نے کہا جی یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے فرمایا:

اِلْزِمْ رِجْلَهَا فَثَمَّ الْجَنَّةُ

اس کے پاؤں سے لپٹ جاؤ (چمٹ جاؤ) وہی جنت ہے۔ (طبرانی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک عورت آئی عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں کس کے ساتھ نیکی کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ۔ اس نے کہا پھر کس کے ساتھ؟ فرمایا ماں کے ساتھ۔ اس نے کہا پھر کس کے ساتھ؟ آپ ﷺ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ (چوتھی بار) پھر کہا کس کے ساتھ؟ فرمایا اپنے والد کے ساتھ۔ (طبرانی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ

جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔ (کنز العمال)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ قَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْ اُمِّهٖ كَانَ لَهٗ سَتْرًا مِّنَ النَّارِ

جس شخص نے اپنی ماں کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا وہ بوسہ اس کے لیے جہنم کی آگ سے حجاب ہوگا۔ (کنز العمال)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: اِلْزِمْ رِجْلَهَا فَثَمَّ الْجَنَّةُ

اپنی ماں کے پیروں سے چمٹے رہو جنت بھی وہیں ہے۔ (کنز العمال)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے تم خود اور تمہارا مال تمہارے والد کی ملکیت ہے۔ تمہاری پاکیزہ ترین کمائی تمہاری اولاد ہے۔ سو اپنی اولاد کی کمائی سے کھاؤ۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَيْهِ اَوْ اَحَدُهُمَا فِيْ كُلِّ يَوْمِ الْجُمْعَةِ فَقَرَأَ عِنْدَهٗ يٰسٓ غُفِرَ لَهٗ (کنز العمال)

جو شخص ہر جمعہ کے دن اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے اور وہاں سورۃ یسین پڑھے تو اس شخص کی مغفرت ہو جائے گی۔

پیر اور جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام اور ماں باپ کے سامنے جمعہ کے دن اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ وہ (اپنے متعلقین کی) نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہروں کی سفیدی اور چمک زیادہ ہو جاتی ہے سو تم اللہ سے ڈرو اور اپنے فوت شدہ لوگوں کو اذیت نہ دو۔ (کنز العمال)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَامِنْ رَجُل يَنْظُرُ اِلٰى وَجْهِ وَالِدَيْهِ نَظْرَةُ رَحْمَةٍ اِلَّا كَتَبَ لَهُ بِهَا حَجَّةً مَقْبُوْلَةً مَبْرُوْرَةً

جو شخص اپنے ماں باپ کے چہرے کی طرف محبت سے ایک نظر دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ایک مقبول حج کا ثواب عطا کرتا ہے۔ (کنز العمال)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر نماز کی حالت میں تمہیں ماں باپ بلائیں تو ماں کے بلانے پر چلے جاؤ باپ کے بلانے پر نہ جاؤ۔ (کنز العمال)

ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ باپ کے لیے اولاد کی صرف چار نیکیاں باقی رہ جاتی ہیں۔ (۱) باپ کی نمازِ جنازہ پڑھنا (۲) باپ کے حق میں دعا کرنا۔ (۳) باپ کے وعدے کو پورا کرنا (۴) اس کے رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا اور اس کے دوستوں کی عزت کرنا۔ (کنز العمال)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ تین چیزوں کو دیکھنا عبادت ہے۔

اَلنَّظَرُ فِيْ ثَلَاثَةِ اَشْيَاءَ عِبَادَةٌ. اَلنَّظَرُ فِيْ وَجْهِ الْاَبَوَيْنِ وَ فِي الْمُصْحَفِ وَ فِي الْبَحْرِ

ماں باپ کے چہرے کو دیکھنا، قرآن مجید کو دیکھنا، سمندر کو دیکھنا، (کنز العمال)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ مسجد کی طرف دیکھنا عبادت ہے، قرآن کو دیکھنا عبادت ہے اور والدین کی طرف دیکھنا عبادت ہے اور جس بھائی سے اللہ کے لیے

محبت ہو اس پر نظر ڈالنا عبادت ہے۔

والدین کی وفات کے بعد حسنِ سلوک کی صورت

حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تھے۔ ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا میرے ماں باپ کی وفات کے بعد (بھی) کوئی ایسی چیز باقی ہے جس کے ذریعہ میں ان سے حسنِ سلوک کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں (۱) ان کے لیے رحمت کی دعا کرنا (۲) ان کے لیے مغفرت کی دعا کرنا (۳) ان کے بعد اس عہد کو نافذ کرنا جس کو وہ انجام دینا چاہتے تھے (۴) صلہ رحمی کرنا جو صرف ماں باپ کے تعلق کی وجہ سے اور ان کی رضا کے لیے ہو (۵) ان سے محبت اور میل جول رکھنے والوں کا احترام کرنا۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے سب اعمال ختم ہو جاتے ہیں لیکن تین چیزوں کا نفع اسے پہنچتا ہے (۱) صدقہ جاریہ (۲) ایسا علم جس سے لوگ نفع حاصل کرتے ہوں (۳) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہو۔ (مشکوٰۃ)

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ سعد کی ماں کا انتقال ہو گیا پس کونسا صدقہ بہتر ہو گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا پانی پس حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کنواں کھودا اور فرمایا هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ یہ سعد کی ماں کا کنواں ہے۔ (مشکوٰۃ)

والدین کے ساتھ حسنِ سلوک نہ کرنے کی مذمت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اَرْضٰی وَالِدَیْهِ فَقَدْ اَرْضَی اللّٰهَ وَمَنْ اَسْخَطَ وَالِدَیْهِ فَقَدْ اَسْخَطَ اللّٰهَ

جس نے اپنے والدین کو راضی کیا اس نے اللہ کو راضی کیا اور جس نے اپنے والدین کو ناراض کیا اس نے اللہ کو ناراض کیا (کنز العمال)

حضور ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوْقَ الْأُمَّهَاتِ (بخاری)

اللہ تعالیٰ نے تم پر ماں کی نافرمانی کو حرام قرار دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے قرآن پر عمل نہیں کیا اس نے اس کی تلاوت نہیں کی اور جس نے ماں باپ کی نافرمانی کرتے ہوئے ان کو گھور کر دیکھا اس نے ان کے ساتھ نیکی نہیں کی۔ وہ مجھ سے بری ہیں میں ان سے بری ہوں (کنز العمال)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر گناہ کی سزا کو اللہ تعالیٰ جتنی دیر چاہتا ہے مؤخر کر دیتا ہے۔ اور ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ موت سے پہلے دنیا میں جلد سزا دیتا ہے۔ (کنز العمال)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

رَغِمَ اَنْفُهٗ رَغِمَ اَنْفُهٗ رَغِمَ اَنْفُهٗ قِيْلَ مَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ (مسلم)

اس کی ناک خاک آلود ہوئی۔ اس کی ناک خاک آلود ہوئی۔ اس کی ناک خاک آلود ہوئی۔ عرض کی گئی کس کی یا رسول اللہ ﷺ فرمایا جس نے اپنے والدین میں سے دونوں یا کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا پھر جنت میں داخل نہ ہوا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کا اپنے والدین کو گالی دینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا آدمی اپنے والدین کو گالی دیتا ہے؟ فرمایا وہ کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اور وہ کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔ (البخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ کے لیے اپنے ماں باپ کا فرماں بردار رہا اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھلے رہیں گے۔

اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک ہی تھا تو ایک دروازہ جنت یا دوزخ کا کھلا رہے گا۔اس پر ایک شخص نے سوال کیا کہ (یہ جہنم کی وعید) کیا اس صورت میں بھی ہے کہ ماں باپ نے اس شخص پر ظلم کیا ہو تو آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: وَاِنْ ظَلَمَا وَاِنْ ظَلَمَا

یعنی ماں باپ کی نافرمانی اور ان کو ایذا رسانی پر جہنم کی وعید ہے۔خواہ ماں باپ نے ہی اولاد پر ظلم کیا ہو۔جس کا حاصل یہ ہے کہ اولاد کو ماں باپ سے انتقام لینے کا حق نہیں کہ انہوں نے اس پر ظلم کیا ہے تو یہ بھی ان کی خدمت واطاعت سے ہاتھ کھینچ لے۔اسلام نے تو ہر حال میں ماں باپ کی خدمت، ادب کرنے کی تلقین وتاکید فرمائی ہے۔

حقوق وفرائضِ اولاد

دنیا کے ہر مذہب نے اپنے پیروکاروں کو والدین کی خدمت واطاعت گزاری کی تاکید کی ہے۔اسلام کو دیگر مذاہب میں اس امر پر فوقیت حاصل ہے کہ اس نے اپنی تعلیمات میں والدین کی نہ صرف خدمت کی تلقین کی ہے بلکہ احسان کی تاکید فرمائی ہے اور احسان کا درجہ خدمت سے کہیں بڑھ کر ہے۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

تفصیل میں جائے بغیر مختصر عرض کر دیتا ہوں۔

حقوقِ والدین اور فرائضِ اولاد

(۱) ادب واحترام (۲) اطاعت وفرماں برداری (۳) خدمت گزاری (۴) دعائے مغفرت (۵) عزیز واقارب اور دوستوں سے حسنِ سلوک

فرائضِ والدین اور حقوقِ اولاد

(۱) تحفظِ حیات (۲) اولاد کی صحیح پرورش (۳) محبت وشفقت (۴) صحیح تعلیم وتربیت (۵) بیاہ وشادی (۶) اولاد کے درمیان عدل ومساوات

چھپنویں شاخ

صلہ رحمی

صلہ کا لغوی و شرعی معنی

صلہ وصل سے اسم مصدر ہے اس کے لغوی معنی ملانا، جوڑنا عطیہ اور انعام کے ہیں صلۃ الارحام کا مطلب نسبی رشتہ داروں سے وابستہ رہنا ہے ان کے ساتھ تعلق کو استوار رکھنا، ان کے ساتھ حسن سلوک، خوش روئی اور محبت و مودت سے پیش آنا۔ ان کی دنیاوی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کرنا ان کے غم وخوشی میں برابر کا شریک ہونا۔

رحم کا لغوی و شرعی معنی:

رحم کی جمع ارحام ہے رحم شکم مادر کو کہتے ہیں۔ رحم رحمان سے نکلی ہوئی ایک شاخ ہے حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو تجھ کو جوڑے گا میں اس کو جوڑوں گا اور جو تجھ کو کاٹے گا میں اس کو کاٹوں گا یعنی جو شخص صلہ رحم کرے گا خدا اس کے ساتھ رحم سے پیش آئے گا۔ اور جو قطع رحم کرے گا خدا کا رحم اس سے دور ہو جائے گا۔

قرآن وحدیث میں صلہ رحمی کی تاکید

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ (النساء ۱)

ڈرو اللہ تعالیٰ سے جس کے واسطے سے سوال کرتے ہو آپس میں اور خبردار رہو قرابت والوں سے۔

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓىٕكَ مِنْكُمْ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ (الانفال ۷۵)

اور وہ لوگ جو ایمان لائے بعد میں اور ہجرت بھی کی اور جہاد بھی کیا تمہارے ساتھ مل کر تو وہ بھی تم ہی میں سے ہیں اور رشتہ دار (ورثہ میں) ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں حکمِ الٰہی کے مطابق۔

وَ الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ وَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ یَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ (الرعد: ۲۱)

اور وہ لوگ جو جوڑتے ہیں اسے جس کے متعلق حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ نے کہ جوڑا جائے اور ڈرتے رہتے ہیں اپنے رب سے اور خائف رہتے ہیں سخت حساب سے۔

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَ یَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْیِ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (النحل: ۹۰)

بیشک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ ہر معاملے میں انصاف کرو اور بھلائی کرو اور اچھا سلوک کرو رشتہ داروں کے ساتھ اور منع فرماتا ہے بے حیائی سے، برے کاموں سے اور سرکشی سے اللہ تعالیٰ نصیحت کرتا ہے تمہیں تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔

وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ (بنی اسرائیل: ۲۶)

اور دیا کرو رشتہ دار کو اس کا حق اور مسکین اور مسافر کو بھی۔

وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ (البقرہ: ۱۷۷)

اور دے اپنا مال اللہ کی محبت میں رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، اور مسافروں اور مانگنے والوں کو اور (خرچ کر) غلام آزاد کرنے میں۔

وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ (الاحزاب: ۶)

قریبی رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں کتاب اللہ کی روح سے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّبْسَطَ لَهٗ رِزْقُهٗ وَیُنْسَاَلَهٗ فِیْ اَثَرِهٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَهٗ (مشکوٰۃ)

جس کو یہ بات پسند ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی پیدا ہو اس کی عمر دراز ہو تو اسے

چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔

اس حدیث پاک میں صلہ رحمی کے فوائد کا ذکر کیا گیا ہے آخرت میں ملنے والا ثواب تو ہے ہی لیکن اس دنیا میں اس کے رزق میں وسعت و کشادگی پیدا کر دی جائے گی۔ افلاس و غربت دور ہو جائے گی۔ درازی عمر نصیب ہو گی۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ مبارک کلمات جو سب سے پہلے میرے کانوں میں پڑے یہ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ (مشکوۃ)

لوگوں ایک دوسرے کو کثرت سے سلام کیا کرو، لوگوں کو کھانا کھلایا کرو، صلہ رحمی کیا کرو اور ایسے وقت میں نماز کی طرف سبقت کیا کرو جبکہ عام لوگ نیند کے مزے میں ہوں (ایسا کرو گے تو) بڑی سلامتی و سکون کے ساتھ جنت میں پہنچ جاؤ گے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ایک باندی کو آزاد کر دیا تھا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم (اسے) اپنے ماموں کو دے دیتیں تو زیادہ ثواب ہوتا۔

اسلام نے غلام اور باندی کو آزاد کرنے کی بڑی فضیلت و ترغیب دی ہے اور اسے بہترین کارِ ثواب قرار دیا ہے لیکن اس کے باوجود صلہ رحمی کا مرتبہ اس سے بہر حال اعلیٰ و افضل ہے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلہ رحمی کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ وَهِيَ عَلٰى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ (مشکوۃ)

یعنی کسی محتاج کی مدد کرنا صرف صدقہ ہی ہے اور اپنے کسی رشتہ دار کی مدد کرنا دو امروں پر مشتمل ہے۔ ایک صدقہ اور دوسرا صلہ رحمی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! تمہیں اپنے حسب ونسب کے متعلق اس قدر علم حاصل کرنا ضروری ہے جس کی وجہ سے تم اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کر سکو۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر وہ کسی شخص میں ہوں گی تو اللہ تعالیٰ اس کا حساب سہولت وآسانی سے لے گا۔ اور اپنی رحمت سے جنت میں داخل کرے گا۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تم کو محروم کرے اس کو دو۔ جو تم سے رشتہ توڑے اس سے ناطہ جوڑو۔ جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کرو۔ جب یہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے جنت میں لے جائے گا۔

(الادب المفرد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریبی رشتہ داروں کے ساتھ بھلائی کرنا عمر دراز کرتا ہے۔ اور چھپا کر خیرات کرنا خدا کے غصے کو فرو کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میرا نام اللہ ہے۔ میرا نام رحمٰن ہے۔ میں نے اپنے نام کو رحم سے مشتق کیا ہے۔ جو اس کو ملائے گا میں اس کو ملاؤں گا جو قطع رحمی کرے گا میں اس کو قطع کردوں گا۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ مخلوق کی پیدائش سے فارغ ہو چکا تو رحم نے اللہ کا دامن تھام لیا اور کہا کہ یہ اس کا مسکن ہوگا جو تیری گرہ (صلہ رحم کو) کاٹنے (قطع رحم) سے بچے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیشک کیا تجھ کو یہ پسند نہیں کہ جو تجھ کو جوڑے گا میں اس کو جوڑوں گا اور جو تجھ کو کاٹے گا میں اس کو کاٹوں گا۔ رحم نے عرض کیا ہاں یارب فرمایا تو یہ آیت پڑھ لو۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ

(محمد: ۲۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رحم عرشِ الٰہی میں لٹکا ہوا کہتا ہے کہ جس نے مجھ کو جوڑا خدا اس کو جوڑے گا اور جس نے مجھ کو کاٹا خدا اس کو کاٹے گا۔ (مسلم)

ایک اعرابی نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے ایسی چیز بتائیے جو مجھ کو جنت کے قریب اور آتشِ دوزخ سے دور کردے فرمایا اللہ کی عبادت کرو۔ کسی کو اس میں شریک نہ کرو۔ نماز پڑھو، زکوٰۃ دو اور صلہ رحمی کرو۔

قطع رحم کی وعید اور سزا

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ (محمد ۲۲،۲۳)

اور پھر تم سے یہی توقع ہے کہ اگر تمہیں حکومت مل جائے تو تم فساد برپا کردو گے زمین میں اور قطع کردو گے اپنی قرابتوں کو یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی پھر انہیں بہرا کردیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کردیا۔

وَ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَ يَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ (الرعد ۲۵)

اور وہ لوگ جو توڑتے ہیں اللہ سے (کیے ہوئے) وعدہ کو اسے پختہ کرنے کے بعد اور کاٹتے ہیں ان رشتوں کو جن کے متعلق حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ نے کہ انہیں جوڑا جائے اور (فتنہ) وفساد برپا کرتے ہیں زمین میں یہی لوگ ہیں جن پر لعنت ہے اور ان کے لیے برا گھر ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ (مشکوٰۃ)

جو شخص اپنے قرابت داروں سے تعلقات منقطع کرتا ہے وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

لَا تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ عَلٰى قَوْمٍ فِيْهِ قَاطِعُ الرَّحِمِ (مشکوٰۃ)

اس قوم پر اللہ کی رحمت نہیں اترے گی جس میں کوئی قطع رحمی کرنے والا موجود ہو۔

حضور ﷺ نے فرمایا وہ قوم رحمتِ الٰہی سے محروم رہتی ہے جس میں کوئی قاطع رحم ہوتا ہے اور اس کو دنیا میں ہی سزا مل جاتی ہے۔ (الادب المفرد)

حضور ﷺ نے فرمایا شعبان کی پندرھویں شب میں تقریباً سب لوگ آزاد کر دیے جاتے ہیں مگر قاطع رحم، ماں باپ کا نافرمان اور شراب کا عادی یہ تینوں اس رات میں بھی آزاد نہیں کیے جاتے۔ (ترمذی)

رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہر جمعرات کی شام (جمعہ کی رات) لوگوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ رشتۂ قرابت توڑنے والے کے اعمال قبول نہیں کرتا۔ (الادب المفرد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ میرے چند قرابت دار بڑی عجیب طبیعت کے واقع ہوئے ہیں۔ میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے قطع کرتے ہیں۔ میں ان سے نیکی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے جہالت کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا اگر واقعی تو ایسا ہے جیسا بیان کر رہا ہے تو گویا تو ان کے منہ میں بھوبل ڈالتا ہے (یعنی تیری عطا ان کے حق میں حرام ہے اور ان کے شکم میں آگ کا حکم رکھتی ہے) اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان پر تیری مدد کرتا رہے گا۔ جب تک تو اس صفت پر قائم رہے گا۔ (مسلم)

ستاونویں شاخ

حُسنِ خُلق

خلق کا لغوی معنی:

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ خَلقْ اور خُلقْ کی اصل ایک ہے۔ خلق کا لفظ ان ہیات، اشکال اور صورتوں کے ساتھ مختص ہے جن کا آنکھ کے ساتھ ادراک کیا جاتا ہے۔ اور خلق کا لفظ ان قوتوں اور خصلتوں کے ساتھ مخصوص ہے جن کا بصیرت کے ساتھ ادراک کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (القلم ۴)

بلاشبہ آپ ﷺ ضرور بہت عظیم خلق پر ہیں۔

انسان اپنے کسب سے جس فضیلت کو حاصل کرے اس کو خلاق کہتے ہیں۔ سورہ البقرہ میں ہے۔ وَلَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنْ خَلَاقٍ

آخرت میں اس کے لیے کوئی اجر نہیں ہے۔

خلق اور خلق کا معنی ہے طبیعت اور خصلت اور اس کی حقیقت انسان کی باطنی صورت ہے۔ یہ انسان کے وہ اوصاف ہیں جو اس کے ساتھ اس کی صورتِ ظاہرہ کی طرح مختص ہوں۔ یہ اوصافِ حسن (اچھے) بھی ہوتے ہیں۔ اور قبیح (برے) بھی۔ اور انسان کی باطنی صورتوں کے اوصاف کے ساتھ ثواب اور عقاب کا تعلق اس کی ظاہری صورتوں کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احادیث میں حسنِ خلق کی متعدد جگہ تعریف کی گئی ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ حسنِ خلق سے زیادہ میزان میں کوئی چیز وزنی نہیں ہے۔ نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔ کہ جس چیز کی وجہ سے لوگوں کا جنت میں دخول زیادہ ہوگا وہ اللہ

تعالیٰ کا خوف اور حسنِ خلق ہے۔ جس شخص کے اخلاق زیادہ اچھے ہوں گے اس کا ایمان زیادہ کامل ہوگا۔ نیز ارشاد فرمایا کہ انسان اپنے اچھے اخلاق کی وجہ سے روزہ رکھنے والے اور قیام کرنے والے کے اجر کو پالیتا ہے۔ اور فرمایا مجھے مکارمِ اخلاق کو پورا کرنے کیلئے مبعوث کیا گیا ہے۔

خلق کا اصطلاحی معنیٰ

خلق ایک ملکہ نفسانیہ ہے۔ جو شخص اس سے متصف ہو اس کے لیے افعالِ محمود کا اکتساب سہل اور آسان ہو جاتا ہے۔ بخل، غضب اور معاملات میں تشدد کرنا۔ قول و فعل میں لوگوں کے ساتھ تکبر کرنا، ترکِ تعلق کرنا، خرید و فروخت میں تساہل کرنا، رشتہ داروں کے حقوق سے تغافل کرنا وغیرہ ان تمام چیزوں سے اجتناب و احتراز کرنا حسنِ خلق میں داخل ہے جب انسان کی روح قدسیہ ہو اور اس میں معارفِ الہیہ حقیہ کی بہت زیادہ استعداد ہو اور عقائدِ باطلہ کو قبول کرنے کی بالکل استعداد نہ ہو تو پھر اس کی طبیعت میں ایسا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کے لیے افعالِ محمود کا کرنا سہل اور آسان ہو جاتا ہے۔

حسنِ اخلاق کی فضیلت

انسان میں از خود جو اوصاف ہوتے ہیں ان کو خلق کہتے ہیں کیونکہ وہ اوصاف اس میں بمنزلہ خلقت ہوتے ہیں صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے اوامر پر عمل کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی نواہی سے مجتنب رہتے تھے نیز جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کے متعلق سوال کیا گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ سے لے کر دس آیتیں پڑھیں اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچھا کسی کا خلق نہیں تھا۔ صحابہ یا اہل بیت میں سے جو شخص بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً لبیک کہتے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

اور جب بھی کسی خلقِ محمود کا ذکر کیا گیا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں اس کا بہت بڑ

حصہ تھا۔ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کو اس لیے عظیم کہا گیا کہ اللہ کے سوا آپ کی ہمت اور کسی کی طرف نہیں ہوتی تھی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کو اس لیے عظیم کہا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں مکارم اخلاق مجتمع تھے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مکارم اخلاق کو مکمل کرنے کیلئے بھیجا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے ادب سکھایا اور اچھا ادب سکھایا۔

جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ

''معاف کرنا اختیار کیجئے نیکی کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے اعراض کیجئے'' جب میں نے اس کو قبول کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

امام ترمذی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تم جہاں بھی ہو اللہ سے ڈرو، گناہ کے بعد نیکی کرو وہ نیکی اس گناہ کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن مومن کے میزان میں حسنِ خلق سے زیادہ کوئی چیز وزنی نہیں ہو گی۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ بے حیا اور درشت کلام سے بغض رکھتا ہے۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھے اخلاق سے زیادہ کوئی چیز میزان میں وزنی نہ ہو گی اور اچھے اخلاق والا روزہ دار اور قیام کرنے والے کے اجر کو پا لے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ لوگ کس چیز کی وجہ سے جنت میں زیادہ داخل ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے ڈر اور اچھے اخلاق کی وجہ سے پوچھا گیا کہ لوگ کس چیز کی وجہ سے جہنم میں زیادہ داخل ہوں گے؟ فرمایا منہ اور شرمگاہ کی وجہ سے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لیے دعا مانگا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا يَهْدِيْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّيْ سَيِّاٰتِهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّيْ سَيِّاٰتِهَا اِلَّا اَنْتَ (مسلم)

اے اللہ بہترین اخلاق کی طرف تو میری رہنمائی فرما تیرے سوا بہترین اخلاق کی طرف کوئی رہنمائی نہیں کرسکتا اور برے اخلاق سے مجھ کو دور کر دے کیونکہ تو ہی برے اخلاق کو مجھ سے دور کرسکتا ہے۔

یہ اس پاک ہستی کی دعا ہے جس کے اخلاق کو خالقِ کائنات نے خلقِ عظیم کہا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جس کے اخلاقِ حمیدہ کو کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ کہا ہے اسی لیے تاجدارِ مدینہ ﷺ نے فرمایا:

اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا

جس شخص کا خلق بہترین ہوگا تمام مومنوں سے اس کا ایمان اعلیٰ واکمل ہوگا۔ ایک مرتبہ فرمایا:

اَنَّ الرَّجُلَ لَیُدْرِکُ بِحُسْنِ خُلُقِهٖ دَرَجَةَ قَائِمِ اللَّیْلِ وَصَائِمِ النَّهَارِ (ابوداؤد)

انسان اپنے اخلاق کے باعث اس درجہ پر فائز ہے جو رات بھر ذکرِ الٰہی میں کھڑے رہنے والے اور عمر بھر روزہ رکھنے والے کو نصیب ہوتا ہے۔

ہر مومن کے دل میں اللہ کی رضا و محبت کی تمنا انگڑائیاں لیتی ہے۔ پیارے آقا ﷺ نے اس کا طریقہ یہ بتایا کہ اَحَبُّ عِبَادِ اللّٰهِ اِلَی اللّٰهِ اَحْسَنُهُمْ اَخْلَاقًا اللہ تعالیٰ کے بندوں میں اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ ہوتا ہے جس کے اخلاق اچھے (اور پسندیدہ) ہوتے ہیں۔

اس طرح ہر بندہ مومن کی یہ بھی خواہش ہے کہ ہادیِ عالم مرشدِ اعظم ﷺ کی اس پر نگاہِ عنایت ہو اور قیامت کے روز جب ہر سو نفسا نفسی کا شور ہو اس روز بھی اسے اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کا قرب نصیب ہو۔ معیت و صحبت میسر آئے۔ چنانچہ حامیِ بیکساں شفیعِ مجرماں ﷺ نے اپنے چاہنے والوں کو یہ فرما کر بشارت دی کہ

ان احبکم الی واقربکم منی فی الاخرۃ مجالس محاسنکم اخلاقا وان ابغضکم الی وابعدکم منی مساویکم اخلاقا

تم میں سے سب سے زیادہ پیارا اور آخرت میں سب سے زیادہ میرے قریب وہ

شخص ہوگا جو خوش خلق ہے اور تم میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور مجھ سے سب سے زیادہ دور بروزِ قیامت وہ شخص ہوگا جو بد خلق ہے۔

آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ جو کچھ انسان کو عطا کیا گیا ہے اس میں سب سے بہتر کیا ہے؟ فرمایا اچھے اخلاق آپ ﷺ نے فرمایا میں جنت کی بلندی میں اس شخص کے لیے گھر کی ذمہ داری لیتا ہوں جو اپنے اخلاق اچھے کر لے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ص فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (آلِ عمران: ۱۵۹)

پس اللہ کی رحمت سے آپ نرم ہو گئے ہیں ان کے لیے اور اگر ہوتے آپ تند مزاج، سخت دل تو یہ لوگ منتشر ہو جاتے آپ ﷺ کے آس پاس سے تو آپ ﷺ درگزر فرمائیے ان سے اور بخشش طلب کیجئے ان کے لیے اور صلاح و مشورہ کیجئے ان سے اس کام میں اور جب آپ ﷺ ارادہ کر لو کسی بات کا تو پھر توکل کرو اللہ پر۔

حضور ﷺ کے اخلاقِ حمیدہ

حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ میرے والد گرامی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ آپ ہمیں حضور ﷺ کے کچھ اخلاق بتائیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں حضور ﷺ کا پڑوسی تھا جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ میرے پاس پیغام بھیجتے میں آ کر وحی لکھ لیتا جب ہم دنیا کا ذکر کرتے تو آپ ﷺ بھی اس کا ذکر فرماتے اور جب ہم آخرت کا ذکر کرتے تو آپ ﷺ بھی ہمارے ساتھ آخرت کا ذکر کرتے اور جب ہم کھانے پینے کی بات کرتے تو آپ ﷺ بھی کرتے (یعنی حضور ﷺ بڑی بے تکلفی سے ہمارے ساتھ گفتگو میں شریک ہوتے تھے)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ صبح کی نماز پڑھ لیتے تو مدینہ پاک کے خادم و غلام اور باندیاں اپنے برتنوں میں پانی لے کر آتے۔ آپ ﷺ

کے پاس جو بھی برتن لایا جاتا آپ ﷺ (برکت کے لئے) اپنا ہاتھ اس میں ڈال دیتے بعض دفعہ یہ لوگ سردیوں کی صبح میں ٹھنڈا پانی لاتے تو حضور ﷺ اس میں بھی (حوصلہ افزائی کیلئے) ہاتھ ڈال دیتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ کسی سے مصافحہ فرماتے یا کوئی اور آپ ﷺ سے مصافحہ کرتا تو آپ ﷺ اس سے اپنا ہاتھ نہ چھڑاتے بلکہ وہی دوسرا آدمی اپنا ہاتھ حضور ﷺ کے ہاتھ سے علیحدہ کرتا اور اگر کوئی آدمی آپ ﷺ کی طرف منہ کر کے بات کرتا تو آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ رہتے۔ یہاں تک کہ فارغ ہو کر وہی آدمی آپ ﷺ سے چہرہ پھیر لیتا اور کبھی کسی نے یہ منظر نہیں دیکھا کہ حضور ﷺ نے اپنے پاؤں اپنے پاس بیٹھنے والے کی طرف پھیلا رکھے ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کبھی یہ نہیں دیکھا کہ کوئی آدمی حضور ﷺ کے کان میں بات کر رہا ہو اور حضور ﷺ اس سے اپنا سر دور کر لیں بلکہ وہی آدمی اپنا سر دور کرتا اور یہ بھی کبھی نہیں دیکھا کہ حضور ﷺ کا ہاتھ کسی نے پکڑ رکھا ہو اور حضور ﷺ نے اس سے اپنا ہاتھ چھڑایا ہو۔ بلکہ وہی آدمی حضور ﷺ کا ہاتھ چھوڑتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کئی سال حضور ﷺ کی خدمت کی آپ ﷺ نے نہ کبھی مجھے گالی دی۔ نہ کبھی مجھے مارا، نہ کبھی ڈانٹا اور نہ کبھی تیوری چڑھائی اور اگر آپ ﷺ نے مجھے کوئی کام بتایا اور اس میں مجھ سے سستی ہو گئی تو آپ ﷺ اس پر مجھ سے ناراض نہیں ہوئے بلکہ آپ ﷺ کے گھر والوں سے اگر کوئی ناراض ہوتا تو اسے فرماتے اسے چھوڑ دو اور اگر یہ کام مقدر ہوتا تو ضرور ہو جاتا۔

اسلامی نظامِ اخلاق

قرآن کریم اور سنتِ نبوی کے ذخائر اسلامی نظامِ اخلاق کی تفصیلات سے بھرے پڑے ہیں یہاں صاحب خلق عظیم نبی کریم ﷺ کا ایک ارشادِ گرامی نقل کرتا ہوں جس کی جامعیت نظامِ اخلاق کی جملہ جزئیات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ نبی مکرم و معظم ﷺ نے فرمایا:

اَوْصَانِیْ رَبِّیْ بِتِسْعٍ اُوْصِیْکُمْ بِهَا اَوْصَانِیْ بِالْاِخْلَاصِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَةِ،

وَالْعَدْلُ فِی الرِّضَاءِ وَالْغَضَبِ، وَالْقَصْدُ فِی الْغِنٰی وَالْفَقْرِ وَاَنْ اَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَنِیْ وَاُعْطِیَ مَنْ حَرَمَنِیْ وَاَصِلَ مَنْ قَطَعَنِیْ وَاَنْ یَکُوْنَ صَمْتِیْ فِکْرًا وَنُطْقِیْ ذِکْرًا وَنَظَرِیْ عِبْرَۃً

میرے رب نے مجھے نو باتوں کی نصیحت فرمائی ہے میں تمہیں بھی ان باتوں کی نصیحت کرتا ہوں۔ مجھے نصیحت فرمائی گئی کہ میں خلوت و جلوت میں اخلاص کا مظاہرہ کروں۔ خوشنودی اور غصہ دونوں حالتوں میں عدل کروں۔ ثروت وافلاس دونوں صورتوں میں میانہ روی اختیار کروں اور جو مجھ پر ظلم کرے میں اس کو معاف کروں۔ جو مجھے محروم رکھے اس کو عطا کروں۔ جو میرے ساتھ قطع رحمی کرے میں اس سے صلہ رحمی کروں۔ میری خاموشی غور و فکر ہو۔ میری گفتگو ذکر الٰہی ہو اور میری نگاہ عبرت آموز ہو۔

اٹھاونویں اور انسٹھویں شاخ

غلاموں کے ساتھ احسان اور سرداری کا حق

خورشیدِ اسلام طلوع ہونے سے قبل ہی غلاموں کی خرید وفروخت کا رواج تھا معاشرے کا سب سے مظلوم طبقہ بھی یہی تھا اس مجبور ومقہور طبقے پر جو بے پناہ مظالم توڑے جاتے تھے۔ اور ظلم وستم کے جس بے رحم شکنجے میں انہیں کسا ہوا تھا اور جو نا قابلِ بیان سزائیں دی جاتی تھیں تاریخ میں اس کی دل سوز اور روح فرسا داستانیں موجود ہیں۔ بلال حبشی، یاسر یمنی، صہیب رومی، عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ تاریخ ساز شخصیات ہیں جو صبرو استقلال کے کوہِ گراں ثابت ہوئے، کوئی مجھ سے ان کے بارے میں پوچھے تو برملا یہ کہوں گا کہ یہی ہیں وہ لوگ جن پر صبر نے بھی رشک کیا ہوگا اسلام نے غلاموں کو آزاد کرانے اور ان کے ساتھ رواداری اور حسنِ سلوک سے پیش آنے کو جزوِ ایمان قرار دیا ہے۔ چشمِ فلک نے ان کی اس بلندی عظمت کا خود مشاہدہ کیا جو اسلام نے انہیں عطا کیا ان میں سے بعض مسلمانوں کے سردار اور بڑی بڑی سلطنتوں کے تاجدار بنے، اور بعض علم دین تفقہ اور تفوق حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں کے سروں کے تاج بنے۔ اور بعض اپنی مجاہدانہ صلاحیتوں کے جوہر دکھا کر اپنی کمسنی کے باوجود بلا امتیاز مسلمانوں کے عظیم لشکرِ جرار کے سپہ سالار بنے۔ گویا اسلام نے رنگ ونسل کے امتیازات کو ختم کر کے اصولِ مساوات دیا اور گورے کالے، عربی، عجمی، حاکم ومحکوم، آقا وغلام کو ایک ہی صف میں لا کھڑا کیا۔ صرف محراب و مسجد میں ہی نہیں بلکہ ہر جگہ اور ہر مقام پر یکسانیت کو روا رکھا۔ اسلام نے شخصی سیرت و کردار اور بلندی اخلاق کو انسان کے مقام و مرتبہ کی کسوٹی قرار دیا نہ کہ مال و متاع اور حسب ونسب کو۔

شَرَفُ النَّاس بِالْعِلْمِ وَالْاَدَب لَا بِالْمَالِ وَالنَّسَب

یورپ کے مؤرخ لارڈ ایکٹن نے فرانس کے منشورِ حقوقِ انسانی Declaration of the rights of man کے متعلق کہا تھا کہ کاغذ کا یہ پرزہ دنیا کے کتب خانوں سے زیادہ وزنی ہے۔ کاش موصوف محسنِ انسانیت ﷺ کا خطبہ حجۃ الوداع کا بھی مطالعہ کر لیتا تو یقیناً اس حقیقت کا اعتراف کرتا کہ یہ انسانیت کا وہ عظیم ترین منشور ہے جس کی تابشِ ضو سے ہر مہذب قوم اور ملک نے شعوری یا غیر شعوری طور پر اپنی اپنی معاشرتی زندگی کو منور کیا ہے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام علیہم الرضوان کے جمِ غفیر کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ ''اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا فخر اللہ تعالیٰ نے مٹا دیا ہے۔ گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر، عرب کو عجم اور عجم کو عرب پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ تم سب آدم کے بیٹے ہو'' پھر فرمایا:

اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِم

ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔

یہ اصول مساوات کا کرشمہ تھا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جس کا نام سن کر بڑے بڑے حکمران لرزہ براندام ہو جاتے تھے اور جس کے بارے میں دورِ جدید کے مؤرخ نے لکھا ہے۔

Had islam produced an other Omar there would be no religion but islam on the face of earth یعنی اگر اسلام میں ایک اور عمر پیدا ہو جاتا تو دنیا میں پھر اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کا وجود ہی نہ ہوتا۔

جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بحیثیت خلیفۃ المسلمین جو تقریباً پچیس لاکھ مربع میل کی حکمران تھے۔ موذن رسول ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ (کالے، حبشی غلام) کو ''سیدی'' (میرے سردار) کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ یہی وہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں جس نے اپنے نبی سے عظمتِ انسانیت کا درس لیا ہوا تھا۔ جب بیت المقدس میں پہنچتے ہیں تو غلام سوار ی کر رہا ہے اور خود حاکمِ وقت (ہو کر) اس کے اونٹ کی نکیل تھامے ہوئے ہے۔

قرآن وحدیث میں غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید

وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (النساء: ۳۶)

اور عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اور نہ کسی کو اس کا شریک بناؤ اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو نیز رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور پڑوسی جو رشتہ دار ہے اور پڑوسی جو رشتہ دار نہیں اور ہم مجلس اور مسافر اور جو (لونڈی، غلام) تمہارے قبضے میں ہیں (ان سب سے حسنِ سلوک کرو)

حضور ﷺ نے فرمایا تمہارے کچھ بھائی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہاتھوں میں دے رکھا ہے۔ اگر کسی کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے اس کے بھائی کو دیا ہو تو اسے چاہیے کہ جو خود کھائے وہی اسے کھلائے جو خود پہنے وہی اسے پہنائے۔ (بخاری)

رحمۃ اللعالمین ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کا خادم کھانا تیار کرے اور لیکر تمہارے پاس آئے تو کھانا تیار کرنے میں اس نے گرمی، دھوپ برداشت کی ہو تو (آپ کو) چاہیے کہ اسے اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاؤ اگر کھانا تھوڑا ہو تو ایک دو لقمے ہی اسے دے دو۔ (مسلم)

حضور ﷺ چاہتے تھے کہ صرف کھانے پینے ہی میں نہیں بلکہ یہ مساوات ملنے جلنے اور آدابِ معاشرت میں بھی رہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بدترین دعوت وہ ہے جس میں امیر لوگ تو بلائے جائیں مگر غریبوں کو نظر انداز کر دیا جائے (بخاری)

حضرت معرور بن سوید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہمارا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزر ہوا انہوں نے ایک چادر پہنی ہوئی تھی اور ان کے غلام نے بھی ویسی ہی چادر پہنی ہوئی تھی ہم نے کہا اے ابوذر رضی اللہ عنہ اگر تم یہ دونوں چادریں ملا کر پہنتے تو حلہ ہو جاتا۔ انہوں نے کہا کہ میرے اور میرے ایک بھائی کے درمیان لڑائی ہوئی اس کی ماں عجمی تھی میں نے اس کو اس کی ماں کی وجہ سے عار دلائی اس نے نبی اکرم ﷺ سے میری شکایت کی آپ

ﷺ نے فرمایا:

اِنَّكَ امْرَءٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ

تم میں زمانہ جاہلیت کی عادات ہیں۔

میں نے کہا جو شخص لوگوں کو گالی دے گا تو وہ لوگ اس شخص کے ماں باپ کو گالی دیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ابوذر رضی اللہ عنہ تم میں زمانہ جاہلیت کی عادات ہیں۔

هُمْ اِخْوَانُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَيْدِيْكُمْ

یہ تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ نے ان کو تمہارا ماتحت کر دیا ہے۔

فَاَطْعِمُوْهُمْ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ وَاَلْبِسُوْهُمْ مِمَّا تَلْبَسُوْنَ وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَاِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ فَاَعِيْنُوْهُمْ

ان کو وہ کھلاؤ جو تم (خود) کھاتے ہو اور وہ پہناؤ جو تم پہنتے ہو ان کو ایسے کام پر مجبور نہ کرو جو ان پر دشوار ہو۔ اگر ان کو ایسے کام پر مجبور کرو تو ان کی (پھر) مدد (بھی) کرو۔ (مسلم)

اگر چہ یہ احکامات غلاموں کے بارے میں ہیں مگر آج کل کے خادمین و ملازمین بھی اسی زمرے میں آتے ہیں۔

حضور ﷺ کا اپنے غلام وخدام سے حسنِ سلوک

حضور ﷺ اپنے خادموں کو ''میرا بچہ'' یا ''میری بچی'' کے شفقت آمیز الفاظ سے پکارتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ (خادمِ خاص) کو کبھی کبھی پیار و محبت سے انیس بھی کہہ دیتے تھے۔ آپ ﷺ جس طرح اپنے غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو پیار و شفقت دیتے تھے اسی طرح ان کے فرزند حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بھی عزیز رکھتے تھے۔ اپنے ایک زانو پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اور دوسرے زانو پر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بٹھاتے اور فرماتے ''خدایا میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اس لیے تو بھی ان سے محبت فرما۔ (البخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی دریائے رحمت سے مکمل فیضیاب ہوئے تھے۔ حضور ﷺ پیار سے انہیں بیٹا کہتے کبھی ان کے گھر تشریف لے جاتے بعض اوقات کھانا بھی وہیں تناول فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی کام کیلئے جانے کا حکم فرمایا میں نے کہا میں نہیں جاؤں گا حالانکہ ارادہ جانے کا تھا پھر میں باہر نکلا اور گلی میں لڑکوں کے ساتھ کھیلنے لگ گیا اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور پیچھے سے گردن سے مجھے پکڑ لیا میں نے دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے کہنے لگے ''اے انیس تو کام پر نہیں گیا میں نے عرض کی جاتا ہوں'' یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بچپن کا واقعہ ہے۔ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عرصہ میں کبھی مجھے اف تک نہ کہا نہ کبھی یہ کہا کہ تو نے یہ کام کیوں کیا؟ اور یہ کام کیوں نہیں کیا؟ (بخاری)

ایک آدمی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اپنے خادم کی غلطیوں کو کس حد تک در گزر کریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے پھر تیسری مرتبہ سوال کرنے پر فرمایا کہ اگر دن میں ستر مرتبہ بھی غلطی کرے تو بھی معاف کرو۔ (مشکوٰۃ)

اسلام میں خدام کی مراعات و مبشرات

۱۔ کام کاج میں خدام کی مدد

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کرتے رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ گھر کے کام کاج میں مصروف رہتے ہیں کپڑوں میں اپنے ہاتھ سے پیوند لگاتے ہیں۔ دودھ دوھ لیتے ہیں۔ بازار سے سودا خرید لاتے ہیں غلام کے ساتھ مل کر آٹا گوندھ لیتے ہیں۔ اپنے جوتے خود گانٹھ لیتے ہیں اونٹ کو اپنے ہاتھ سے باندھ لیتے ہیں چارہ دیتے ہیں۔

ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ٹوٹی ہوئی جوتی کا تسمہ درست کرنا شروع کیا تو ایک صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائیے میں ٹانک دوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تشخص پسندی ہے جو مجھے پسند نہیں۔

۲۔ خدام کے ادب کا حکم

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا ضَرَبَ اَحَدُکُمْ خَادِمَهٗ فَذَکَرَ اللّٰهَ فَادْفَعُوْا اَیْدِیَکُمْ

جب تم میں سے کوئی اپنے خادم کو مار رہا ہو اور وہ اللہ کا ذکر کرے تو تم اس سے اپنے ہاتھ اٹھا لو (ترمذی)

۳۔ غلطی پر معاف کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص بارگاہ ہے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں خادم کو (اس کی غلطی پر) کتنی دفعہ معاف کروں۔

قَالَ کُلَّ یَوْمٍ سَبْعِیْنَ مَرَّةً

ہر روز ستر ۷۰ مرتبہ (ترمذی)

۴۔ سزا نہ دینے کا حکم

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اپنے غلام کو مار رہا تھا میں نے اپنے پیچھے سے ایک آواز سنی! اے ابو مسعود رضی اللہ عنہ تمہیں علم ہونا چاہیے کہ جتنا تم اس غلام پر قادر ہو اللہ تم پر اس سے زیادہ قادر ہے میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ اللہ کیلئے آزاد ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم ایسا نہ کرتے تو تمہیں جہنم کی آگ جلاتی یا فرمایا تمہیں جہنم کی آگ مس کرتی۔ (مسلم)

۵۔ غلام کیلئے دوگنا اجر وثواب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی غلام اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا کرے اور اپنے مالکوں کا حق بھی ادا کرے تو اس کو دو اجر ملیں گے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو سنائی تو انہوں نے کہا کہ اس غلام سے حساب نہیں ہوگا اور نہ اس مومن سے حساب ہوگا جو دنیا سے بے رغبتی رکھتا ہو۔ (مسلم)

۶۔ وظیفے و اجرت میں جلدی کی جائے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کا خازن آیا تو پوچھا کہ کیا تم نے غلاموں کا وظیفہ ادا کر دیا ہے؟ وہ کہنے لگے کہ نہیں فرمایا جاؤ اور ان کو وظیفہ ادا کرو۔ کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

سنا ہے کہ انسان کے مجرم ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ خادموں کا وظیفہ روک لے۔ (مسلم)

۷۔ خدام کی ہتکِ عزت کی سزا

حضور ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے خادم پر تہمت لگائی حالانکہ وہ سرے سے پاک اور بری ہو تو قیامت کے روز اس مالک کو کوڑے مارے جائیں گے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے غلام اور خادم کو کسی بہانے مارا حالانکہ اس نے وہ قصور اور جرم نہیں کیا تو اس کی تلافی یہ ہے کہ اسے آزاد کر دے۔ (مشکوٰۃ)

۸۔ خدام کو اولاد کی طرح رکھو

حضور ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں بدترین شخص کی نشاندہی نہ کروں؟ وہ آدمی ہے جو اکیلا کھاتا ہے اپنے خادم کو مارتا پیٹتا ہے اور صاحبِ حق سے اس کے حق کو روکتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ بد اخلاق جنت میں نہ جائے گا۔ صحابہ علیہم الرضوان نے عرض کیا کہ اے خدا کے رسول ﷺ آپ نے ہمیں یہ نہیں بتایا کہ یہ امت تمام امتوں سے بڑھ کر خادموں، یتیموں والی ہوگی فرمایا ہاں تو تم ان کو اپنی اولاد کی طرح عزت و وقار کے ساتھ رکھنا اور انہیں وہی کھلانا جو تم کھاتے ہو۔ (مشکوٰۃ)

حکام (سردار) اور خدام (غلام و نوکر) کو تنبیہ

حضور ﷺ نے فرمایا جس میں تین خصلتیں ہوں تو اللہ اس کی موت آسان فرما دے گا۔ اور جنت میں داخل فرمادے گا کمزوروں کے ساتھ نرمی والدین کے ساتھ شفقت خادم اور غلام کے ساتھ بھلائی کرنا (مشکوٰۃ)

ایک دفعہ ایک صحابی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میرے کچھ غلام ہیں جو میرے سامنے جھوٹ بولتے ہیں میری خیانت اور نافرمانی کرتے ہیں اس کے مقابلے میں میں ان کو برا بھلا کہتا ہوں اور مارتا ہوں فرمایئے کہ میرا معاملہ ان کے ساتھ کس طرح ہوگا؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ان کی بددیانتی، نافرمانی اور جھوٹ کا حساب ہوگا اور تمہارا ان کو سزا دینے کا بھی حساب ہوگا پھر اگر تمہاری سزا ان کے قصور اور

کوتاہی کے برابر ہوگی تو معاملہ برابر رہے گا نہ تمہیں مواخذہ اور نہ انہیں سزا ہوگی اگر ان کے جرائم کے مقابلے میں تمہاری سزا کم ہوگی تو تیری برتری ہوگی وہ صاحب رونے لگے حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم خدا کا یہ فرمان نہیں پڑھتے۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ

ہم قیامت کے دن انصاف کا ترازو رکھیں گے۔

پھر کسی جان پر ذرا زیادتی نہ ہوگی اگر کسی کا رائی کے برابر بھی کوئی (اچھا یا برا) عمل ہوگا تو ہم حاضر کرلیں گے اور ہم حساب لینے کے لیے کافی ہیں۔ یہ سن کر وہ بندہ خدا عرض کرنے لگا یارسول اللہ ﷺ پھر میں تو اپنے ان غلاموں کے بارے میں سوائے علیحدگی کے فلاح کی کوئی صورت نہیں دیکھتا اب آپ گواہ ہو جائیں کہ وہ سب کے سب آزاد کیے جاتے ہیں۔ (مشکوۃ)

عبد (غلام) کی اقسام

عبد (غلام) کی تین قسمیں ہیں (۱) عبدِ رقیق (۲) عبدِ آبق (۳) عبدِ مأذون

(عبدِ رقیق سے مراد وہ غلام جو پوری طرح اپنے مالک کے قبضہ اور اس کی ملک میں ہو)

(عبدِ آبق اپنے مالک سے بھاگے ہوئے غلام کو کہتے ہیں)

(عبدِ ماذون وہ غلام جو مالک کی ملک اور اس کے قبضہ میں ہو اس کی قابلیت و صلاحیت استعداد اور خوبی کی وجہ سے اس کے مالک نے اسے اپنے کاروبار کا اختیار دیا ہو اور اسے اس بات کا اذن دیا ہو کہ وہ اس کے کاروبار میں جائز و ممکن تصرف کرے اس لیے غلام کا بیچنا، خریدنا، مالک کا بیچنا وخریدنا ہے۔

عام مؤمنین عاصی ہوں یا مطیع و فرمانبردار سب اللہ کے بمنزلہ عبدِ رقیق کے ہیں۔

کفار و مشرکین، و منافقین بمنزلہ عبدِ آبق کے ہیں۔

انبیاء، اولیاء محبوبین، مقربین بمنزلہ عبدِ ماذون کے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے قرب کے مطابق مأذونیت کا شرف عطا فرماتا ہے۔

ساٹھویں شاخ

اولاد اور اہلِ خانہ کے حقوق

کائنات میں سب سے عزیز ترین اور قریب ترین خونی رشتہ والدین اور اولاد کا ہے اس لیے شریعتِ اسلامیہ نے اسے تمام دیگر رشتوں پر فوقیت اور فضیلت دی ہے قرآن و حدیث میں بڑی تفصیل اور وضاحت کے ساتھ ان کے باہمی حقوق و فرائض کی تصریح کی گئی ہے اور ان ذمہ داریوں کی نشاندہی کی گئی ہے جن کی ادائیگی دینی فریضہ ہے ایک فریق کے حقوق دوسرے کے فرائض ہیں اس لیے اگر والدین اپنے فرائض ادا کرتے ہیں تو اولاد کو اپنے حقوق حاصل ہوتے ہیں اسی طرح اولاد کے فرائض کی ادائیگی والدین کے حقوق ہیں اسلام نے ہر فرد کو اپنا فرض ادا کرنے کی تلقین کی ہے تاکہ گھر میں ماحول خوشگوار اور فضا پرامن ہو حقوقِ والدین کا ذکر ہم شاخ نمبر ۱۵ میں تفصیل سے کر چکے ہیں اس لیے یہاں صرف حقوقِ الاولاد کی بات ہوگی۔

حق کی تعریف:

حق وہ ذمہ ہے جس کی ادائیگی ایک فرد پر دوسرے فرد کیلئے عائد ہوتی ہے اگر ہم غور سے معاشرے میں ہونے والی جنگ و جدال اور فتنہ و قتال کا مشاہدہ کریں تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ ننانوے فیصد غارتگری اور فتنہ و فساد کی بنیاد حق تلفی ہے اتلافِ حق کی کئی صورتیں ہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے باہمی رنجش و عداوت، بغض و نفرت کو ختم کرنے کے لئے ''ادائے حقوق'' کا نظام قائم کیا حقوق العباد میں سب سے پہلے والدین کے حقوق اولاد کے ذمہ قرار دیے اور پھر ماں باپ کے ذمہ اولاد کے حقوق کو بیان کیا۔

اسلام نے والدین پر اولاد کے حقوق کے سلسلہ میں ایک بہت ہی جامع حکم دیا۔

ارشادفرمایا:

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ

(التحریم: ٦)

اے ایمان والوں تم اپنے آپ کواور اپنے اہل وعیال کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

"اھلیکم" میں اہل وعیال سب داخل ہیں جن میں بیوی، اولاد، غلام، باندیاں، (نوکر، خادم وغیرہ) شامل ہیں ایک روایت میں ہے کہ جب یہ آیت اتری تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو جہنم سے بچانے کی فکر تو (ہمیں) سمجھ آگئی (کہ ہم گناہوں سے بچیں اور احکامِ الٰہیہ کی پابندی کریں) مگر اہل وعیال کو ہم کس طرح جہنم سے بچائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جن کاموں سے منع فرمایا ہے ان (برے) کاموں سے ان سب کو منع فرماؤ اور جن کاموں کے کرنے کا تمہیں حکم دیا ہے تم ان کے کرنے کا اپنے اہل وعیال کو بھی حکم کرو۔ تو یہ عمل ان کو جہنم کی آگ سے بچا سکے گا اس سلسلہ میں رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی بھی بڑی رہنمائی فرماتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ہر ایک راعی ہے اور ہر ایک اپنی رعیت کے معاملے میں جواب دہ ہے۔ حکمران راعی ہے وہ اپنی رعیت کے معاملے میں جواب دہ ہے۔ مرد اپنے گھر والوں کا راعی ہے اور وہ ان کے بارے میں جواب دہ ہے۔ عورت اپنے شوہر کے گھر اور بچوں کی راعی ہے وہ ان کے بارے میں جواب دہ ہے۔ (البخاری)

قرآن وحدیث میں تربیت اولاد کی ترغیب

وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا (مریم: ٥٥)

(حضرت اسماعیل) حکم دیا کرتے تھے اپنے گھر والوں کو نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا اور اپنے رب کے نزدیک بڑے پسندیدہ تھے۔

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا (طٰہٰ: ١٣٢)

اور حکم دیجئے اپنے گھر والوں کو نماز کا اور خود بھی پابند رہیے اس پر
اور یاد کرو جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا اے میرے پیارے فرزند کسی کو اللہ کا شریک نہ بنانا یقیناً شرک ظلم عظیم ہے۔ (لقمان:۱۳)

دوسرے مقام پر فرمایا:

(حضرت لقمان نے کہا) پیارے فرزند اگر کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر وزنی ہو یا پھر وہ کسی چٹان میں یا آسمانوں یا زمین میں (چھپی) ہو تو لے آئے گا اسے اللہ تعالیٰ بیشک اللہ تعالیٰ باریک بین ہر چیز سے باخبر ہے۔ میرے پیارے بچے نماز صحیح صحیح ادا کیا کرو اور برائی سے روکتے رہو اور صبر کیا کرو ہر مصیبت پر جو تمہیں پہنچے بیشک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔ اور (تکبر کرتے ہوئے) نہ پھیر لے اپنے رخسار کو لوگوں کی طرف سے اور نہ چلا کر زمین میں اتراتے ہوئے بیشک اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتا کسی گھمنڈ کرنے والے فخر کرنیوالے کو اور میانہ روی اختیار کر اپنی رفتار میں اور دھیمی کر اپنی آواز بیشک سب سے وحشت انگیز آواز گدھے کی ہے۔ (لقمان:۱۶تا۱۹)

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ

حَقُّ الْوَلَدِ عَلَى الْوَالِدِ اَنْ یُحْسِنَ اِسْمَهٗ وَ یُعَلِّمُهُ الْکِتَابَ وَیُزَوِّجُهٗ اِذَا بَلَغَ

باپ پر اولاد کا حق یہ ہے کہ جب وہ پیدا ہوں تو ان کے لیے عمدہ نام تجویز کرے جب وہ بڑے ہوں تو ان کو تعلیم دے اور جب وہ بالغ ہوں تو ان کی شادی کرے۔ ایک اور مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا:

مُرُوْا اَبْنَاءَ کُمْ بِالصَّلٰوۃِ لِسَبْعٍ وَاضْرِبُوْھُمْ لِعَشْرٍ وَفَرِّقُوْا مَضَاجِعَھُمْ

جب تمہارے بچے سات سال کے ہو جائیں اور انہیں نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب دس سال کے ہو جائیں اور نماز نہ پڑھیں تو انہیں مار کر نماز پڑھاؤ اور اسی عمر میں ان کی خواب گاہیں جدا کر دو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

عَلِّمُوْھُمْ وَاَدِّبُوْھُمْ اپنی اولادوں کو اچھی تربیت کرو اور ادب سکھاؤ۔

اس سلسلہ میں نبی اکرم ﷺ نے بھی امت کو ہدایت فرمائی ہے کہ اَدِّبُوْا اَوْلَادَکُمْ عَلٰی ثَلَاثِ خِصَالٍ حُبِّ نَبِیِّکُمْ وَحُبِّ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَقِرَاءَۃِ الْقُرْاٰنِ (الجامع الصغیر)

اپنی اولاد کو تین چیزوں کی تلقین کرو اور انہیں سکھاؤ

۱۔ اپنے نبی ﷺ کی محبت

۲۔ نبی ﷺ کے گھرانے (اہل بیت) کی محبت

۳۔ قرآن مجید کا پڑھنا

اولاد کے حقوق

۱۔تحفظِ جان:

والدین کو جو قانونِ فطرت کے ساتھ تخلیقِ انسان میں حصہ دار ہوتے ہیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اولاد کا سلسلۂ حیات منقطع کریں۔ زمانۂ جاہلیت میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل عرب اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے تاکہ ان کا کوئی داماد نہ بنے۔ مختلف اقوام میں یہ بھی رواج تھا کہ دیوتاؤں کی خوشنودی کے لیے بچوں کو قربان کیا جاتا تھا۔ اسلام میں ان تمام رسومات اور عقیدوں پر ضرب کاری لگائی گئی اور ان کی مکمل طور پر بیخ کنی کی گئی ہے۔ اہلِ عرب افلاس و غربت کی وجہ سے بھی اولاد کشی کرتے تھے۔ اللہ نے فرمایا:

وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ مِنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُکُمْ وَاِیَّاھُمْ (الانعام ۱۵۲)

مفلسی کے ڈر سے اپنے بچوں کو نہ مارڈالو ہم تم کو اور ان کو رزق دیتے ہیں۔

۲۔مکمل رضاعت وحضانت:

والدین پر اولاد کا صرف یہی حق نہیں کہ ان کی زندگی کا تحفظ کیا جائے بلکہ یہ بھی ہے کہ ماں اپنے بچوں کو دودھ پلائے۔

وَالْوَالِدَاتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَھُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُتِمَّ الرَّضَاعَۃَ وَعَلَی الْمَوْلُوْدِ لَہٗ رِزْقُھُنَّ وَکِسْوَتُھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (البقرہ ۲۳۳)

اور مائیں اپنی اولاد کو دودھ پلائیں پورے دو سال (یہ مدت) اس کے لیے ہے جو

پورا کرنا چاہتا ہے دودھ کی مدت جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ ہے کھانا ان ماؤں کا اور ان کا لباس مناسب طریقے سے

اسلام نے حقیقی ماں کے علاوہ دوسری عورت سے بھی بچے کو دودھ پلانے کی اجازت دے رکھی ہے۔ اس رضاعی ماں کا درجہ بھی تقریباً حقیقی ماں کے برابر ہے۔ ایک اعرابی آیا جبکہ حضور ﷺ امام حسن رضی اللہ عنہ کو چوم رہے تھے اعرابی نے کہا آپ بچوں کو پیار کرتے ہیں میرے دس بچے ہیں میں نے آج تک کسی کو نہیں چوما حضور ﷺ نے اس کی طرف نظر اٹھائی اور فرمایا جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔ (بخاری)

۳۔ اولاد کے درمیان عدل:

والدین کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنی اولاد کے درمیان تفریق کریں خصوصاً لڑکے اور لڑکی کے درمیان۔ اولادِ نرینہ سے ترجیحی سلوک حضور ﷺ کو سخت ناپسند تھا آپ ﷺ نے فرمایا جب بھی کوئی شخص کوئی چیز لے کر گھر میں داخل ہو تو پہلے وہ چیز لڑکی کو دے پھر لڑکے کو دے۔

حضور ﷺ نے اولاد کے درمیان عدمِ مساوات کی حوصلہ شکنی فرمائی ہے ایک صحابی نے اپنے لڑکوں میں سے کسی کو ایک غلام ہبہ کر دیا اور چاہا کہ حضور ﷺ کی شہادت و گواہی ہو حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا آپ نے اپنے ہر لڑکے کو ایک ایک غلام ہبہ کیا ہے؟ عرض کیا نہیں فرمایا میں ایسے ظالمانہ عطیہ پر گواہ نہیں بنوں گا۔ (ابوداؤد)

عطیات میں بھی اولاد کے ساتھ مکمل عدل و مساوات ہونی چاہیئے

۴۔ رزقِ حلال پر پرورش:

اولاد کی رزقِ حلال سے پرورش کرنا ماں باپ کا فرض ہے۔ ایامِ حمل اور ایامِ رضاعت میں بھی بچے کی نشوونما حرام مال سے نہیں ہونی چاہیے۔ ورنہ بچہ بڑا ہو کر حرام و حلال کی تمیز سے بے نیاز ہو گا فرعون کے محل میں پلنے والے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں سوائے اپنی والدہ کے کسی اور عورت کا دودھ نہیں پیا۔ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ (القصص: ۱۲)

ہم نے اس بچے پر (قوم قبط کی) تمام دودھ پلانے والیوں کو حرام کر دیا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ چھوٹے سے بچے تھے تو انہوں نے صدقہ کی کھجور منہ میں ڈال لی حضور ﷺ نے منہ میں انگلی ڈال کر اگلوائی یہ فرماتے ہوئے کہ صدقہ آلِ محمد ﷺ پر حرام ہے۔

۵۔ اچھی تعلیم و تربیت:

اولاد سے محبت و مروت کا جذبہ انسان و حیوان میں مشترک ہے گائے، بھینس، بکری اور جملہ حیوان بھی اپنے بچوں کو دودھ پلاتے ہیں انہیں فرطِ محبت سے چومتے ہیں ان کی جدائی محسوس کرتے ہیں ان کا بچہ مر جائے تو شدتِ غم سے دودھ دینا بند کر دیتے ہیں بچے کی دیکھ بھال کرتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا باپ کا کوئی عطیہ بیٹے کے لیے اس سے بڑھ کر نہیں کہ وہ اس کی تعلیم و تربیت اچھی کرے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے انہیں دس باتوں کی نصیحت فرمائی ان میں سے چار باتیں (نصیحتیں) یہ ہیں۔ والدین کو ہرگز نہ ستانا۔ اپنے اہل و عیال پر اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا۔

ادب سکھانے کی وجہ سے اپنی لاٹھی (تیار رکھ اور) ان کی جانب سے (غافل ہو کر لاٹھی) اٹھا کر مت رکھو۔

اور ان کو اللہ کے بارے میں ڈراتے رہنا۔

اب یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ کس قسم کی تعلیم دلوائی جائے؟ ایسا علم جس سے اللہ کی معرفت اور اپنی تخلیق کے مقصد کا پتہ چلے اور تسخیر کائنات کے سربستہ رازوں کا بھید معلوم ہو جائے۔

۶۔ تربیتِ اخلاق:

اسلام میں محض ذاتی نجات کافی نہیں وہ ہر شخص کو یہ ذمہ داری سپرد کرتا ہے۔ کہ وہ دوسروں کی نجات کا بھی بندوبست کرے۔ خاندان کے سربراہ کا یہ فرض ہے کہ وہ اہل و عیال کی ایسی تربیت کرے کہ وہ اللہ کی عظمت کے قائل ہوں احکامِ الٰہی مانیں اور آخرت کا فکر کریں۔ دنیوی خوشحالی کے علاوہ وہ ابدی زندگی میں سرخروئی کا خیال بھی دامنگیر رہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا (التحریم: ٦)

اے ایمان والوتم اپنے آپ کواور اپنے اہل وعیال کوآگ سے بچاؤ۔

حضور ﷺ نے فرمایا باپ کا اپنے بچہ کوکوئی ادب سکھانا ایک صاع صدقہ سے بہتر ہے (مسلم)

بچے کے ابتدائی سال بڑی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں نپولین نے کہا تھا مجھے بچے پہلے سات سال کیلئے دے دو میں تمہیں ایک اچھی قوم دے دوں گا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شخصیت سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضور ﷺ نے ان کی کتنی بے مثال تربیت کی تھی اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی حضور ﷺ کے تربیت یافتہ تھے اسی لیے ان کی زندگیاں اسلامی اخلاق کا اعلیٰ نمونہ تھیں۔

اٹھاونویں شاخ

دین داروں کے ساتھ محبت کرنا اور سلام کو پھیلانا

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو اہلِ قرابت سے حسنِ سلوک کا حکم دیا ہے متعدد مقامات پر اس کی تاکید کر کے اس کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔

وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ (بنی اسرائیل: ۲۶)

(اور قرابت داروں کو اس کا حق ادا کرو) ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی (النحل: ۹۰)

بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے بھلائی کرنے اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا۔ (حکم دیتا ہے)

ایک دفعہ ایک شخص نے نبی پاک ﷺ سے عرض کی یارسول اللہ ﷺ مجھے ایسی بات بتائیے جو مجھے جنت میں لے جائے۔ فرمایا "خدا کی عبادت کرو اس کا شریک نہ بناؤ نماز اچھی طرح ادا کرو۔ زکوٰۃ دو اور قرابت کا حق ادا کرو۔ (البخاری) قرابت کا حق ادا کرنے کو "صلہ رحم" اور حق ادا نہ کرنے کو "قطع رحم" کہتے ہیں۔ (تفصیل کے لیے شاخ نمبر ۴۶ "صلہ رحمی" کا مطالعہ فرمالیں۔

دینداروں سے محبت ومودت کی تاکید اور اس کے فوائد

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی ہولناکیوں اور تباہ کن ویرانیوں کا ذکر کرنے کے بعد دینداروں سے محبت ومودت اور تعلق کے فوائد بیان فرماتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ○ یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ○ (الزخرف: ۶۷،۶۸)

گہرے دوست اس روز (قیامت) ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے بجز ان کے جو متقی اور پرہیزگار ہیں اے میرے (پیارے) بندو آج تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم (آج) غم زدہ ہو گے۔

قیامت کے دن سب تعلقات ٹوٹ جائیں گے بھائی چارے اور یارانے ختم ہو جائیں گے ہر شخص کا دل خوفِ الٰہی سے دہل رہا ہو گا اور کلیجہ منہ کو آ رہا ہو گا سبھی ایک دوسرے سے بے زار نظر آئیں گے لیکن دیندار اور پرہیزگار لوگ خوش وخرم ہوں گے۔

اتنے میں بارگاہ صمدیت سے ایک اعلان ہو گا اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرمائے گا۔

اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِیْ اَلْیَوْمَ اُظِلُّھُمْ فِیْ ظِلِّیْ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّیْ (مسلم)

(میرے لیے آپس میں) محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ مجھے اپنے جلال کی قسم میں ان کو آج اپنے سائے کے نیچے جگہ دوں گا جبکہ میرے سائے کے علاوہ اور کوئی سایہ نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْاَنَّ عَبْدَیْنِ تَحَابَّا فِی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَاحِدٌ فِی الْمَشْرِقِ وَاٰخَرُ فِی الْمَغْرِبِ لَجَمَعَ اللّٰہُ بَیْنَھُمَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یَقُوْلُ ھٰذَا الَّذِیْ کُنْتَ تُحِبُّہٗ فِیَّ

اگر دو بندے اللہ کے لیے آپس میں محبت کرتے تھے اور ان میں سے ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں رہتا تھا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو اکٹھا کرے گا اور فرمائے گا۔ کہ یہ وہ آدمی ہے جس کے ساتھ تو میرے لیے محبت کرتا تھا۔

انہی خوش بخت اور عالی لوگوں کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ

یعنی قیامت کی دن ہر آدمی اس شخص کے ہمراہ ہو گا جس کے ساتھ (دنیا میں) محبت کرتا تھا۔

(کیسا پیارا سماں ہو گا جب میدانِ محشر میں ہمیں آواز دی جائے گی کہ میری خاطر میرے اولیاء سے محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ میرے پاس آؤ میں تمہیں اپنے ولیوں سے محبت کا صلہ دوں اور تمہیں ان کا قربِ خاص عطا کروں بتاؤ کس آستانہ عالیہ شریف سے محبت کا دم بھرتے تھے پھر مخلوقِ خدا سے ایک گروہ کہے گا الٰہی ہم نے شیخ عبد القادر

جیلانی کے آستانے پر جانا ہے دوسرا کہے گا ہمیں میاں شیر ربانی کے پاس جانا ہے ایک جماعت داتا گنج بخش علی ہجویری کی طالب ہوگی تو دوسری معین الدین اجمیری کی کوئی فرید الدین کا دیوانہ ہوگا تو کوئی نظام الدین کا کوئی جماعت علی کا چاہنے والا ہوگا اور کوئی مہر علی کا الغرض جو دنیا میں جس کے ساتھ محبت کرتے ہوں گے انہیں ان کی صحبت میں بھیج دیا جائے گا انشاء اللہ ولیوں کے چاہنے اور ماننے والوں کا ہی بیڑا پار ہوگا)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے اے جبرائیل میں اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر پس جبرائیل بھی اس سے محبت کرنے لگتا ہے پھر وہ آسمان میں منادی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو پھر سب اہلِ آسمان اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر زمین میں اس کی مقبولیت کا چرچا ہو جاتا ہے (اور لوگ اس کے گرویدہ اور چاہنے والے ہو جاتے ہیں) (مسلم)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو نہ نبی ہیں نہ شہید لیکن قیامت کے دن قربِ الٰہی کی وجہ سے انبیاء و شہداء ان پر رشک کریں گے۔ صحابہ علیہم الرضوان نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہمیں بتایئے وہ کون ہیں؟ ان کے اعمال کیا ہیں؟ تاکہ ہم ان لوگوں سے محبت کریں فرمایا وہ لوگ جو اللہ کے لیے آپس میں محبت کرتے ہیں نہ ان میں کوئی رشتہ ہے نہ مالی منفعت۔ بخدا ان کے چہرے سراپا نور ہوں گے اور نور کے منبروں پر انہیں بٹھایا جائے گا۔ دوسرے لوگ خوفزدہ ہوں گے انہیں کوئی خوف نہ ہوگا۔ لوگ حزن و ملال میں مبتلا ہوں گے لیکن انہیں کوئی حزن و ملال نہ ہوگا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ آیت پڑھی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا ایک شخص اپنے بھائی سے ملنے کے لیے ایک دوسری بستی میں گیا اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ کو اس کے انتظار کے لیے بھیج دیا جب اس شخص کا اس کے پاس سے گزر ہوا تو فرشتے نے

پوچھا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ اس شخص نے کہا اس بستی میں میرا ایک بھائی ہے اس سے ملنے کا ارادہ ہے فرشتے نے پوچھا کیا تم نے اس پر کوئی احسان کیا ہے جس کی تکمیل مقصود ہے اس نے کہا کہ اس کے سوا اور کوئی بات نہیں کہ مجھے اس سے صرف اللہ کے لیے محبت ہے تب اس فرشتہ نے کہا کہ میں تمہارے پاس اللہ کا یہ پیغام لایا ہوں کہ جس طرح تم اس شخص سے محض اللہ تعالیٰ کی وجہ سے محبت کرتے ہو اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت کرتا ہے۔ (مسلم)

سلام کا بیان

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا (النور: ۲۷)

اے ایمان والو نہ داخل ہوا کرو (دوسروں کے) گھروں میں اپنے گھروں کے سوا جب تک تم اجازت نہ لے لو اور سلام نہ کر لو ان گھروں میں رہنے والوں پر۔

سلام کی اہمیت کا اندازہ حضور ﷺ کے اس فرمانِ عالیشان سے لگایا جا سکتا ہے۔

لَا تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تُحَابُّوْا اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ اَفْشُوْا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ (مسلم)

تم جنت میں داخل نہیں ہو گے جب تک تم ایمان نہ لے آؤ اور تم ایمان نہیں لاؤ گے حتیٰ کہ تم آپس میں محبت رکھو کیا میں تم کو نہ بتاؤں اس چیز کے متعلق کہ جب تم اس کو کرو تو تمہیں ایک دوسرے سے محبت ہو جائے اپنے درمیان سلام پھیلاؤ۔ ایک صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ

اَیُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتُقْرِئُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ (متفق علیہ)

کون سا اسلام (کا عمل) بہتر ہے؟ فرمایا تو کھانا کھلائے اور ہر واقف و ناواقف کو سلام کہے۔

ایک مقام پر آپ ﷺ نے اسلام کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

اَلتَّعْظِيْمُ لِاَمْرِ اللّٰهِ وَالشَّفَقَةُ عَلٰى عِيَالِ اللّٰهِ

اللہ کے احکام کی تعظیم کرنا اور اللہ کی مخلوق سے محبت کرنا اسلام ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ۔

اَکَانَتِ الْمُصَافَحَۃُ فِیْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ فَقَالَ نَعَمْ

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مصافحہ کیا کرتے تھے؟ حضرت انس (رضی اللہ عنہ نے) کہا ہاں (کیا کرتے تھے)

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اگر رات کے وقت گھر تشریف لاتے تو اس طرح سلام فرماتے کہ سونے والے کی نیند خراب نہ ہوتی اور جاگتا ہوا اسے (سلام کو) سن لیتا۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مکانوں کے سامنے کی زمین پر بیٹھے ہوئے باتیں کررہے تھے اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہمارے پاس کھڑے ہوگئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں راستوں پر مجلس منعقد کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ راستوں میں مجالس منعقد کرنے سے اجتناب کرو۔ ہم نے کہا کہ ہم کسی برے قصد سے نہیں بیٹھے۔ ہم آپس میں مذاکرہ اور بحث کرنے کے لیے بیٹھے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم نہیں مانتے تو راستے کا حق ادا کرو۔ نظر جھکا کر رکھنا۔ سلام کا جواب دینا اور اچھی باتیں کرنا۔

باسٹھویں شاخ

سلام کا جواب دینا

سلام کا لغوی و شرعی معنیٰ

سلام، اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔ اللہ تعالیٰ نقص، عیب اور فانی ہونے سے سلامت ہے۔ یعنی وہ ان تمام عوارض سے بری ہے جو اس کے غیر کو لاحق ہوتے ہیں۔ وہ باقی اور دائم ہے۔ کیونکہ۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ (الرحمن:)

اہلِ لغت کی اکثریت نے اسلام اور سَلامت کو ہم معنٰی قرار دیا ہے۔ جس طرح رضاع اور رضاعت کا ایک معنٰی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام سلام اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو اختلاف اور تفاوت سے محفوظ رکھا ہے۔ کیونکہ مخلوق کا تمام نظام حکمت اور عدل پر قائم ہے۔ اسی طرح اس نے جن اور انس کو جور اور ظلم سے سلامت رکھا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اپنے تمام افعال میں سلام ہے اس کے افعال میں سے کسی فعل میں ظلم، تفاوت اور اختلاف نہیں ہے۔

سلام، تسلیم کا اسم ہے جس طرح کلام، تکلیم کا اسم ہے۔ سلام، سلم کا مصدر بھی ہے۔ اس کے لغوی معنٰی ہیں سلامت اور عافیت، حفاظت اور بچاؤ میں رہنا، بے عیب ہونا، بے نقص ہونا جنت کو اسی لیے دار السلام کہتے ہیں کیونکہ وہاں ہر شخص کو امن، عافیت اور سلامتی حاصل ہوگی اور ہر آفت اور مصیبت سے محفوظ رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کا نام سلام اس لیے بھی ہے کہ وہ ہر عیب اور نقص سے پاک ہے اسلامی اصطلاح میں سلام سے مراد دو اشخاص کا آپس میں السلام علیکم (تم پر سلامتی ہو) اور وعلیکم

السلام (تم پر بھی سلامتی ہو) قصد اور نیت کے ساتھ کہنا۔

سلام کا آغاز اور ابتداء

اس دعائیہ کلمہ کا آغاز حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے ہوا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان میں روح پھونکی تو سب سے پہلے انہیں چھینک آئی تو انہوں نے اللہ کی توفیق اور اجازت کے ساتھ الحمد للہ کہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کچھ فاصلے پر بیٹھے ہوئے فرشتوں کو جا کر سلام کہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جا کر سلام کہا تو فرشتوں نے جواباً وعلیک السلام ورحمۃ اللہ کہا۔ اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پاس چلے گئے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کا یہی سلام رہا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل عرب لوگ اسلام کے لیے۔

اَنْعَمَ اللّٰهُ بِكَ عَيْنًا حَيَّاكَ اللّٰهُ اَنْعَمَ صَبَاحًا

کے الفاظ استعمال کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ختم کر کے السلام علیکم کے وہ الفاظ جاری کیے جن کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو دی تھی۔

انبیاء علیہم السلام اور مؤمنین پر اللہ کے سلام کا بیان

اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء اور صفات میں سے سلام کا ذکر فرمایا ہے۔

اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ (الحشر: ۲۳)

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر انبیاء علیہم السلام اور مؤمنین پر سلام بھیجا گیا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے متبعین کے متعلق فرمایا:

قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ

(ھود: ۴۸)

فرمایا گیا! اے نوح کشتی سے اترو ہماری طرف سے تم پر اور تمہارے ساتھ والی جماعتوں پر سلام اور برکتیں ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

سَلٰمٌ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ (الصفت: ۱۰۹)

ابراہیم تم پر سلام ہو۔

سَلٰمٌ عَلٰی مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ (الصفت: ۱۲۰)

موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو۔

سَلٰمٌ عَلٰی اِلْیَاسِیْنَ (الصفت: ۱۳۰)

الیاس پر سلام ہو۔

وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ (الصفت: ۱۸۱)

رسولوں پر سلام ہو۔

مومنین کے متعلق ارشاد فرمایا:

وَ اِذَا جَآءَ كَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ (الانعام: ۵۴)

جب آپ کے پاس ہماری آیتوں پر ایمان لانے والے آئیں تو کہیے "تم پر سلام ہو"

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (النمل: ۵۹)

آپ ﷺ کہیے سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

وَ السَّلٰمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی (طٰه: ۴۷)

جو ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو۔

آخرت میں مومنین کے متعلق فرمایا

وَ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ (یونس: ۱۰)

اور جنت میں ان کی باہمی دعا خیر سلام ہے۔

سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ (الرعد: ۲۴)

تم پر سلام ہو کیونکہ تم نے صبر کیا اور آخرت کا گھر کیا ہی اچھا ہے۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اہل جنت کو خود سلام کہے گا۔

حَتّٰی اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ طِبْتُمْ

فَادۡخُلُوۡهَا خٰلِدِيۡنَ (الزمر: ۷۳)
یہاں تک کہ جب وہ (جنتی) جنت کے پاس پہنچ جائیں گے اور اس کے دروازے کھولے جائیں گے تو جنت کے دروازے ان سے کہیں گے کہ تم پر سلام ہو تم پاکیزہ ہو پس اس جنت میں ہمیشہ کیلئے داخل ہو جاؤ۔

قرآن وحدیث میں سلام کرنے کے احکام وآداب

فَاِذَا دَخَلۡتُمۡ بُيُوۡتًا فَسَلِّمُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِكُمۡ تَحِيَّةً مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً

(النور: ۶۱)

پھر جب تم کسی کے گھر میں داخل ہو تو اپنوں پر سلام کرو (ملاقات کے وقت کی) اچھی دعا، اللہ کی طرف سے برکت والی پاکیزہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَدۡخُلُوۡا بُيُوۡتًا غَيۡرَ بُيُوۡتِكُمۡ حَتّٰى تَسۡتَاۡنِسُوۡا وَ تُسَلِّمُوۡا عَلٰٓى اَهۡلِهَا (النور: ۲۷)

اے ایمان والو اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور ان گھر والوں کو سلام نہ کر لو۔

وَلَقَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُنَاۤ اِبۡرٰهِيۡمَ بِالۡبُشۡرٰى قَالُوۡا سَلٰمًا (ھود: ۶۹)

بیشک ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے انہوں نے کہا "سلام" ابراہیم نے کہا "سلام"

اِذَا حُيِّيۡتُمۡ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوۡا بِاَحۡسَنَ مِنۡهَاۤ اَوۡ رُدُّوۡهَا (النساء: ۸۶)

اور جب تمہیں کسی لفظ کے ساتھ سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر (لفظ کے ساتھ اس کو) سلام کرو یا اسی (لفظ) کے ساتھ جواب دو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جب تک تم ایمان نہیں لاؤ گے جنت میں داخل نہیں ہو سکتے اور جب تک تم ایک دوسرے سے محبت نہ کرو مومن نہیں ہو گے کیا میں تمہاری راہنمائی اس چیز کی طرف نہ کروں جسے کرنے کے بعد تم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو

آپس میں (بکثرت) سلام کیا کرو۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھوٹا بڑے کو سلام کرے گزرنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور کم لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔ (البخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوار پیدل کو سلام کرے اور پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور کم (لوگ) زیادہ (لوگوں) کو سلام کریں۔ (البخاری)

ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا السلام علیکم! نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس (نیکیاں) دوسرے شخص نے حاضر ہو کر کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیس نیکیاں۔ پھر ایک اور شخص نے آکر کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیس (نیکیاں)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہے جو پہلے سلام کرے (ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کسی مجلس میں پہنچے تو سلام کرے اور جب وہاں سے جانے کا ارادہ کرے تو سلام کرے کیونکہ پہلا سلام دوسرے سے زیادہ ثواب والا نہیں ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ایک جماعت کا گزر ہو تو ان میں سے ایک شخص کا سلام کرنا کافی ہے اور بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص کا جواب دینا کافی ہے۔ (ابوداؤد)

سلام کے فضائل

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

نصاریٰ کے سلام کا طریقہ یہ ہے کہ وہ منہ پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں

یہود کا طریقہ یہ ہے کہ انگلیوں سے اشارہ کرتے ہیں

مجوس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ جھک جاتے ہیں

عربوں کا طریقہ یہ تھا کہ وہ کہتے تھے حَیَّاکَ اللہ (اللہ تم کو زندہ رکھے)

بادشاہوں کا طریقہ یہ تھا کہ وہ کہتے تھے انعم صباحا (صبح بخیر)

مسلمانوں کا طریقہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بلاشبہ یہ سلام کا سب سے افضل طریقہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جب تم کو کوئی شخص سلام کرے تو تم اس کو اس سے اچھا جواب دو یا ویسا ہی جواب دو سوا گر کوئی شخص کہے السلام علیکم تو تم جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہو السلام علیکم کے جواب میں السلام علیکم نہیں مشروع کیا گیا بلکہ وعلیکم السلام مشروع کیا گیا ہے تاکہ اول و آخر اللہ کا نام ہو اول و آخر اللہ کا نام لیا جائے گا تو اس کی برکت سے تمام مجالس میں اللہ کی رحمت اور سلامتی شامل رہے گی۔

سلام کے مسائل

ابتداء سلام کرنا سنت ہے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اِفْشُوْا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ (صحیح مسلم)

آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔ اگر کسی ایک شخص کو سلام کیا جائے تو اس کا جواب دینا فرض عین ہے اور جماعت کو سلام کیا جائے تو اس کا جواب دینا فرضِ کفایہ ہے۔ سلام کرتے وقت جھکنا مکروہ ہے۔ اجنبی عورت کو سلام کرنا مکروہ ہے۔ حمام میں سلام کرنا مکروہ ہے۔ کھانا کھانے والے شخص کو بھی سلام کرنا مکروہ ہے۔

اسی طرح قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے، حدیث وفقہ پڑھنے والے، تسبیح و تہلیل کرنے والے، خطبہ دینے والے واعظ کو، علم دین، پڑھنے والے کو، اذان دینے والے، اقامت کہنے والے کو سلام کہنا مکروہ ہے۔ قضائے حاجت میں مشغول کو بھی سلام کہنا مکروہ ہے۔

ہدایات

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک ﷺ نے فرمایا جب اہلِ کتاب تم کو

سلام کریں تو تم ان کے جواب میں (صرف) وعلیکم کہو۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں پوچھا یا رسول اللہ ﷺ وہ کونسے حقوق ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم مسلمان سے ملو تو اس کو سلام کرو اور جب وہ تم کو دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کرو۔ اور جب وہ تم سے نصیحت طلب کرے تو اس کو نصیحت کرو اور جب وہ چھینک کے بعد الحمد للہ کہے تو اس کی چھینک کا جواب دو اور جب وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرو اور جب وہ مر جائے تو اس کے جنازے میں جاؤ۔ (مسلم)

آپ ﷺ خود کسی سے ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے تو عادت طیبہ تھی کہ تین مرتبہ سلام کر کے اجازتِ داخلہ طلب فرماتے اگر جواب نہ ملتا تو واپس تشریف لے جاتے۔

آپ ﷺ کی عادتِ محمودہ تھی کہ کبھی دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر اجازت طلب نہ فرماتے بلکہ دروازے کی دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہو کر سلام عرض کرتے پھر اندر آنے کی اجازت چاہتے تاکہ اجازت سے قبل مکان کے اندر نظر نہ پہنچے۔

آپ ﷺ کی یہ عادت تھی آپ ﷺ ہاتھ، انگلی یا سر کے اشارے سے سلام کا جواب نہ دیتے تھے۔

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے کبھی رسول اللہ ﷺ کو اپنے ہاتھ سے چھوا ہے انہوں نے کہا ہاں تو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو چوم لیا (الادب المفرد)

معلوم ہوا حصولِ برکت کے لیے اللہ کے کسی محبوب بندے کے ہاتھوں کا بوسہ لینا جائز ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا تو نورِ محمدی ﷺ (جس کو اس کائنات میں سب سے پہلے بنایا گیا تھا) حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں رکھ دیا فرشتے حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں بائیں چلنے لگے تاکہ نورِ محمدی ﷺ کی زیارت کرتے رہیں ایک دن حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا یا الٰہی یہ فرشتے میرے ساتھ کیوں چلتے ہیں حکم ہوا ہم نے نورِ محمدی ﷺ کو تیری پیشانی میں رکھا ہے یہ اس کی زیارت

کرنے کے لئے تیرے پاس آتے ہیں اس پر حضرت آدم علیہ السلام نے التجا کی الٰہی مجھے بھی اس نور کی زیارت سے مشرف فرمایا جائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا آدم اپنے انگوٹھوں کی طرف دیکھو ہم اس میں اس نور کی جھلک دکھاتے ہیں جب حضرت آدم علیہ السلام کے انگوٹھوں میں اللہ تعالیٰ نے نور محمدی کو ظاہر فرمایا تو حضرت آدم و نے بڑی محبت اور عقیدت سے انگوٹھوں کا بوسہ لیا اور اسے چوم کر آنکھوں سے لگا لیا۔

اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اسم (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو سنتے تو فوراً اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگا لیا کرتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس عمل کی خبر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایسا کرے گا اس کو کبھی آنکھوں کی تکلیف نہیں ہوگی۔

تریسٹھویں شاخ

مریض کی عیادت کرنا

بیماری بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اس کے منافع بیشمار ہیں۔ اگرچہ آدمی کو بظاہر اس سے تکلیف پہنچتی ہے مگر درحقیقت راحت و آرام کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہاتھ آتا ہے۔ یہ ظاہری بیماری جس کو آدمی بیماری سمجھتا ہے۔ حقیقت میں روحانی بیماریوں کا ایک بڑا زبردست علاج ہے۔ بڑے سے بڑا غافل آدمی بھی جب مرض میں مبتلا ہوتا ہے تو خدا کو یاد کرنا شروع کر دیتا ہے توبہ و استغفار کرنے لگ جاتا ہے لیکن بعض ناداں اپنی بیماری میں نہایت ہی بے جا کلمات بولنا شروع کر دیتے ہیں بلکہ کفریہ کلمات سے بھی گریز نہیں کرتے اور اللہ کی طرف ظلم کی نسبت کر دیتے ہیں اور

خَسِرَ الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةَ

کے مصداق بن جاتے ہیں اب ہم اس کے چند فوائد کا ذکر کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو جو تکلیف، حزن و غم پہنچے یہاں تک کہ کانٹا جو اس کو چبھے اللہ تعالیٰ ان کے سبب اس کے گناہ مٹا دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو جو اذیت پہنچتی ہے مرض یا اس کے سوا کچھ اور (اس کے سبب) اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو ایسے گرا دیتا ہے جیسے درخت سے پتے جھڑتے ہیں (بخاری و مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ام السائب کے پاس تشریف لے گئے فرمایا تجھے کیا ہوا ہے جو کانپ رہی ہو عرض کی بخار ہے خدا اس میں برکت نہ کرے فرمایا بخار کو برا نہ کہو یہ

تو آدمی کی خطاؤں کو اس طرح دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کچیل کو (دور کرتی ہے) (مسلم)

مریض کی عیادت کی فضیلت

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مریض کی عیادت کرنے والا واپس آنے تک جنت کے باغ میں رہتا ہے۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ عزوجل فرمائے گا اے ابنِ آدم میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی! وہ شخص کہے گا اے میرے رب میں تیری کیسے عیادت کرتا حالانکہ تو رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا (اسی طرح بھوک اور پیاس کے متعلق بھی ہے) (مسلم)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا ہے اور سات چیزوں سے منع فرمایا ہم کو جنازوں کے ساتھ چلنے، بیماروں کی عیادت کرنے، دعوت قبول کرنے، مظلوم کی مدد کرنے، قسم پوری کرے، سلام کا جواب دینے اور چھینک لینے والے کے لیے رحمت کی دعا کا حکم دیا ہے اور چاندی کے برتنوں، سونے کی انگوٹھی، ریشم، دیباج، قسی استبرق (تینوں ریشم کی اقسام ہیں) سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ ایک اعرابی کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور آپ ﷺ کا یہ معمول تھا آپ ﷺ جب کسی مریض کی عیادت کرتے تو یہ فرماتے۔

"لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْشَاءَ اللّٰهِ"

کوئی بات نہیں انشاء اللہ یہ مرض تم کو گناہوں سے پاک کرنے والا ہے اس نے کہا آپ ﷺ کہتے ہیں کہ پاک کرنے والا ہے ہرگز نہیں یہ تو جوش میں آنے والا بخار ہے۔ جو ایک بوڑھے شخص کو قبرستان بھیجنے والا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا چلو پھر ایسا ہوگا۔ (البخاری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا اور ثواب کی نیت سے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کے لیے گیا

اسے ستر سال کی مسافت کے برابر جہنم سے دور کیا جاتا ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جو شخص شام کے وقت کسی مریض کی عیادت کے لیے جاتا ہے تو اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں جو صبح تک اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں اور جو شخص صبح کے وقت کسی مریض کی عیادت کے لیے جاتا ہے تو اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں اور شام تک اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں ایک باغ ہوگا۔ (ابوداؤد)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی مریض کی عیادت کی وہ اللہ کی رحمت میں رہتا ہے حتیٰ کہ وہ بیٹھ جائے اور بیٹھ جاتا ہے تو اس کی رحمت میں ڈوب جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا جو شخص کسی مریض کی عیادت کرے اللہ تعالیٰ اس کو پچھتر ہزار فرشتوں کے سایے میں رکھتا ہے اور جب وہ قدم اٹھاتا ہے تو اس کے لیے حج وعمرہ لکھ دیا جاتا ہے اور جب وہ قدم رکھتا ہے تو اس کا ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے اور ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ مریض کے پاس بیٹھ جاتا ہی اور جب وہ بیٹھ جاتا ہے تو گھر واپس آنے تک اس کو رحمتِ الٰہی ڈھانپے رکھتی ہے۔ (طبرانی)

بدعقیدہ اور بدکار کی عیادت سے ممانعت

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منکرینِ تقدیر اس امت کے مجوس ہیں اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت مت کرو اور اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازے میں مت جاؤ۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شرابی جب بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت مت کرو۔

عیادت کے آداب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں! جب تم کسی بیمار کے پاس جاؤ تو اس کو دیر تک زندہ

رہنے کی خوشخبری سناؤ کیونکہ تمہارے کہنے سے کسی انسان کی زندگی دراز نہیں ہوسکتی مگر بیمار کی طبیعت خوش ہو جائے گی۔ (ترمذی)

حضور ﷺ نے فرمایا جو مسلمان کسی کی بیمار پرسی کیلئے جائے تو سات مرتبہ یہ کلمات پڑھے اگر اس کو موت نہ آ چکی ہوگی تو ضرور شفا ہو جائے گی۔

اَسْئَلُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَّشْفِیَکَ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب تم کسی مریض کی عیادت کو جاؤ تو اس سے کہو کہ وہ تمہارے لیے دعا کرے اس لیے کہ اس کی دعا فرشتوں کی دعا کی مانند ہوتی ہے۔ (ابن ماجہ)

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ یا کسی قریب المرگ شخص کے پاس جاؤ تو اس کے سامنے بھلائی کا کلمہ زبان سے نکالو کیونکہ تم جو کہتے ہو فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔ (مسلم)

عیادت کے آداب میں سے ہے کہ مریض کے پاس زیادہ دیر نہ بیٹھیں جس سے مریض تنگ ہو یا اس کے گھر والے پریشان ہوں مریض کو صبر پر تلقین کریں۔ اپنے اور لوگوں کے دکھوں کے قصے سنانے سے گریز کریں دل بہلانے والی اور اسے مسرور رکھنے والی باتیں کریں استغفار کی تلقین کریں اگر مریض غریب ہو تو اس کے علاج و معالجے کیلئے حسب حیثیت رقم نذر کریں وہاں جا کر خود ڈاکٹر یا حکیم حازق نہ بنیں بلکہ کسی ڈاکٹر سے کنسلٹ کروائیں۔

حضور ﷺ کی نصیحت

آپ ﷺ نے ایک آدمی کو نصیحت کرتے ہوئے یہ بات فرمائی کہ تم پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو۔

(۱) اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے (۲) صحت کو بیماری سے پہلے (۳) خوشحالی کو محتاجی سے پہلے (۴) فراغت کو مشغولیت سے پہلے (۵) زندگی کو موت سے پہلے (مشکوٰۃ)

یعنی جوانی میں خوب عبادات و ریاضات اور مجاہدات کرلو بڑھاپے میں باوجود نیکی کی

خواہش کے کچھ نہ ہو سکے گا۔

درجوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری
وقتِ پیری گرگ ظالم می شود پرہیزگار

صحت وتندرستی کو آخرت کی تیاری میں لگاؤ خدانخواستہ اگر بیمار ہو گیا تو دوہرا غم ہو گا ایک بیماری کا اور دوسرا نیکی نہ کرنے کا اور گناہ و برائی کی کثرت کا اور جب آسودگی وخوشحالی ہو تو اللہ کی راہ میں خیرات وصدقات کرلو ہو سکتا ہے تم غریب ہو جاؤ اور کل تمہارے یہ حالات نہ رہیں پھر راہِ خدا میں خرچ کا موقع نہ ملے الغرض اپنی پوری زندگی اللہ اور رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے تابع کر کے گزارو تا کہ پچھتانا نہ پڑے۔

چونسٹھویں شاخ

اہلِ قبلہ کی نمازِ جنازہ

دنیا کی چند روزہ زندگی آخرت کی تیاری کیلئے دی گئی ہے جس نفس میں بھی اللہ نے روح پھونکی ہے اس نے موت کا مزہ ضرور چکھنا ہے اور فنا کی لذت سے آشنا ہونا ہے حضور ﷺ کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ دنیا میں پردیسی و مسافر اور راہ گیر کی طرح رہو۔ مسافر جس طرح ایک اجنبی شخص ہوتا ہے۔ اور راہ گیر راستے کے کھیل تماشوں میں نہیں لگتا اسے فکر صرف اپنی منزل پر پہنچنے کی ہوتی ہے ہماری منزل بھی آخرت ہے یہ دنیا نہیں لیکن افسوس کہ ہم اسی زندگی کی مصیبتوں میں پھنس گئے ہیں اور آخرت کی اصل منزل سے ناآشنا ہو گئے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''لوگو موت کو یاد کرو اور اس کو یاد رکھو جو دنیا کی لذتوں کو ختم کو دینے والی ہے۔ (جامع ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا موت مومن کا تحفہ ہے۔

ہر چند کہ موت مومن کا تحفہ ہے اور یہ دنیا مومن کیلئے قید خانہ ہے لیکن اس کے باوجود موت کی تمنا کرنے سے منع فرمایا ہے بلکہ فرمایا اگر مجبوریاں حد سے بڑھ جائیں تو پھر یہ کہا کرو۔

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيٰوةُ خَيْرًا لِّيْ وَتَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ

(بخاری ومسلم)

''اے اللہ جب تک زندگی بہتر ہو اس وقت تک مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے موت بہتر ہو اس وقت مجھے دنیا سے اٹھا لے''

جب کسی پر موت کے آثار ظاہر ہونے لگیں تو اس کے پاس کلمہ طیبہ پڑھنا چاہئے اور جب موت واقع ہو جائے تو

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِیْ فِیْ مُصِيْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَيْرًا مِنْهَا (ترمذی) پڑھنا چاہئے۔

میت پر نوحہ اور ماتم ناجائز اور آنسو بہانا جائز

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے شوہر ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ان کی آنکھیں کھلی رہ گئی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بند کیا اور فرمایا جب روح جسم سے نکل جاتی ہے تو بینائی بھی اس کے ساتھ چلی جاتی ہے۔ اس لیے موت کے بعد آنکھوں کو بند ہی کر دینا چاہیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر ان کے گھر کے آدمی چلا چلا کر رونے لگے اور اس رنج اور صدمہ کی حالت میں ان کی زبان سے ایسی باتیں نکلنے لگیں جو خود ان لوگوں کے حق میں بددعا تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لوگو! اپنے حق میں خیر اور بھلائی کی دعا کرو اس لیے کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو ملائکہ اس پر آمین کہتے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس طرح دعا فرمائی اے اللہ ابوسلمہ کی مغفرت فرما اور اپنے ہدایت یافتہ بندوں میں ان کا درجہ بلند فرما اور اس کی بجائے تو ہی نگرانی فرما اس کے پسماندگان کی اور رب العالمین بخش دے ہم کو اور اس کی قبر کو وسیع اور منور فرما۔ (صحیح مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ کے وصال پر روئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل اللہ کی رضا و شکر سے بھرپور اور زبان اس کے ذکر و حمد میں مشغول تھی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر ان کی عیادت کے لیے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اندر تشریف لائے تو ان کو غاشیہ میں یعنی سخت حالت میں پایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس حالت میں دیکھا کہ ان کے گرد آدمیوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ختم ہو چکے؟ تو لوگوں نے عرض کیا نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابھی ختم نہیں ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت پر رونا آ گیا۔ جب دوسرے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گریہ کے آثار دیکھے تو وہ بھی رونے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! اچھی طرح سن لو اور سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسو اور دل کے غم پر تو سزا نہیں

دیتا کیونکہ اس پر بندہ کا اختیار اور قابو نہیں ہے پھر آپ ﷺ نے زبان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا لیکن اس کی غلطی پر یعنی زبان سے نوحہ و ماتم کرنے پر سزا بھی دیتا ہے اور

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ

پڑھنے پر اور دعا و استغفار کرنے پر رحمت بھی فرماتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تجہیز و تکفین میں جلدی

حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو رسول اللہ ﷺ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے ان کی حالت دیکھ کر آپ ﷺ نے دوسرے لوگوں سے فرمایا میں محسوس کرتا ہوں کہ ان کی موت کا وقت آ ہی گیا ہے اگر ایسا ہو جائے تو مجھے خبر کی جائے اور ان کی تجہیز و تکفین میں جلدی کی جائے کیونکہ کسی مسلمان کی میت کے لیے مناسب نہیں کہ وہ دیر تک اپنے گھر والوں کے بیچ میں رہے۔ (ابوداؤد)

میت کا سوگ

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کسی مومن کے لیے یہ جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ منائے البتہ بیوہ کے سوگ کی مدت چار مہینے دس دن ہے اس مدت میں وہ کوئی رنگین کپڑا پہنے نہ خوشبو لگائے اور نہ بناؤ سنگار کرے (بخاری، ترمذی)

میت کا غسل اور کفن

حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی ایک فوت شدہ صاحبزادی کو غسل دے رہے تھے اس وقت حضور ﷺ گھر میں تشریف لائے اور ہم سے فرمایا کہ تم اس کو بیری کے پتوں کے ساتھ جوش دیے ہوئے پانی سے تین دفعہ یا پانچ دفعہ اور اگر اس سے بھی زیادہ مناسب سمجھو تو غسل دو اور آخری دفعہ میں کافور بھی شامل کر لو پھر جب تم غسل دے چکو تو مجھے خبر کر دو اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنا تہبند ہماری طرف پھینک دیا اور فرمایا سب سے پہلے اسے پہنا دو اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم اس کو طاق بار غسل دو اور داہنے اعضاء سے اور وضو کے مقامات سے شروع کرو۔ (بخاری و مسلم)

جنازہ کے ساتھ تیز رفتاری اور جلدی کا حکم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنازہ کو تیز لے جایا کرو اگر وہ نیک ہے تو قبر اس کے لیے خیر ہے یعنی اچھی منزل ہے جہاں تم تیز چل کر اسے جلدی پہنچادو گے اور اگر اس کے سوا دوسری صورت ہے یعنی جنازہ نیک کا نہیں تو ایک برا بوجھ تمہارے کندھوں پر ہے تم تیز چل کر جلد اسے اپنے کندھوں سے اتار دو گے۔ (بخاری ومسلم)

جنازہ کے ساتھ جانے کی ترغیب اور پڑھنے کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون سے حقوق ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم مسلمان سے ملو تو اس کو سلام کرو اور جب وہ تم کو دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کرو اور جب وہ تم سے نصیحت طلب کرے تو اس کو نصیحت کرو اور جب وہ چھینک کے بعد الحمد للہ کہے تو اس کی چھینک کا جواب دو اور جب وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرو اور جب وہ مر جائے تو اس کے جنازے میں جاؤ۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز پڑھے جانے تک جنازے کے ساتھ رہا اسے ایک قیراط اجر ملے گا اور جو شخص دفن تک رہا اسے دو قیراط اجر ملے گا۔ پوچھا گیا قیراط کیا ہے؟ فرمایا دو بڑے پہاڑوں کے برابر یعنی ایک قیراط کا وزن احد پہاڑ جتنا ہے۔ (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس میت پر سو مسلمانوں کا گروہ نماز پڑھے اور وہ سب اس کی شفاعت کریں تو ان کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ (مسلم)

حضرت مالک بن میسرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جس مسلمان بندے یا بندی کا انتقال ہو اور مسلمانوں کی تین صفیں اس کی نمازِ جنازہ پڑھیں اور اس کے لیے مغفرت و جنت کی دعا کریں تو ضرور اللہ تعالیٰ اس کے واسطے مغفرت اور جنت واجب کر دیتا ہے۔ (سنن ابوداؤد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک جنازہ گزرا لوگوں نے اس کی تعریف کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہوگئی۔ واجب ہوگئی۔ واجب ہوگئی۔ اور دوسرا جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس کی مذمت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہوگئی۔ واجب ہو گئی۔ واجب ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں ایک جنازہ گزرا اس کی اچھائی بیان کی گئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہوگئی۔ واجب ہوگئی۔ واجب ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس جنازے کی تم نے تعریف کی اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور جس جنازے کی تم نے مذمت کی اس کے لیے جہنم واجب ہوگئی۔ تم زمین پر اللہ کے گواہ ہو۔ تم زمین پر اللہ کے گواہ ہو۔ (مسلم)

تدفین کے بعد

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو خود بھی استغفار فرماتے اور دوسروں کو بھی فرماتے کہ اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور ثابت قدم رہنے کی دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کو منکر نکیر کے جواب میں ثابت قدم رکھے۔ (ابوداؤد)

قبروں کی زیارت کرنا ان کو جا کر دیکھنا صرف مردوں کے لیے مستحب ہے ہر ہفتے میں کم از کم ایک مرتبہ زیارتِ قبور کی جائے اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ وہ دن جمعہ کا ہو قبرستان میں جا کر اس طرح کہیں۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَنَاوَلَكُمْ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ

پھر قرآن مجید سے جو حصہ یاد ہو آسانی سے پڑھ سکتا ہو پڑھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَيْهِ اَوْاَحَدُهُمَا فِیْ كُلِّ يَوْمِ الْجُمُعَةَ فَقَرَأَ عِنْدَهٗ يٰسٓ غُفِرَلَهٗ (کنز العمال)

جو شخص ہر جمعے کے دن اپنے ماں باپ یا ان مین سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے اور وہاں سورہ یسین پڑھے تو اس کی مغفرت ہو جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے

تمہیں (ابتدائے اسلام میں) زیارتِ قبور سے منع کیا تھا اب اجازت دیتا ہوں کہ تم قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس (زیارت) سے دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی یاد اور فکر پیدا ہوتی ہے۔ (ابنِ ماجہ)

کسی کی موت کے بعد رحمت و مغفرت کی دعا کرنا، نمازِ جنازہ ادا کرنا، اعمالِ مسنونہ ہیں۔ سورہ حشر میں مومنین کے متعلق آیا ہے (اور وہ جوان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی دعا مانگی جسے ہم ہر نماز میں درود شریف کے بعد پڑھتے ہیں (اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا)

ان کے ساتھ دوسرا طریقہ نفع رسانی کا یہ ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ کیا جائے یا کوئی عمل خیر کر کے ان کو ہدیہ کیا جائے۔ اسی کو ایصالِ ثواب کا درجہ دیا جاتا ہے جیسے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کے انتقال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں اپنی والدہ کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا وہ ان کے لیے فائدہ مند ہوگا؟ اور اس کا ثواب پہنچے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں پہنچے گا انہوں نے عرض کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بناتا ہوں اپنا باغ میں نے اپنی والدہ مرحومہ کے لیے صدقہ کر دیا۔ (بخاری)

پینسٹھویں شاخ

چھینک لینے والے کو جواب دینا

عطاس، عطس سے مصدر بھی ہے اور اسم بھی عربی میں عطاس کا معنی کھلنا اور پھوٹنا ہے جیسے کہا جاتا ہے عطس الصبح صبح پھوٹی اسی وجہ سے صبح کو عاطس بھی کہتے ہیں۔ عام استعمال میں عطاس کے معنی ہیں چھینک۔

چھینک کا انسانی بدن سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ چھینک صحت و تندرستی کی علامت ہے۔

چھینک

ناک میں گندہ مواد اٹک جاتا ہے جس کے دور کرنے کے لیے ہوا کا زوردار جھٹکا لگتا ہے اس سے رکاوٹ دور ہو جاتی ہے ناک کے آس پاس کے خانوں سے فاضل رطوبت کا ناک کی راہ سے بہاؤ شروع ہو جاتا ہے اور طبیعت کو فرحت ہوتی ہے۔

چھینک دلیلِ شفاء ہے کیونکہ چھینک کے ذریعے بدن کے مسام کھل جاتے ہیں۔ بینائی صاف اور روشن ہو جاتی ہے۔ معدہ ہلکا پڑ جاتا ہے۔ دانت، کان، کمر کا درد کم ہو جاتا ہے یا دور ہو جاتا ہے اس کے برعکس جمائی سستی و کاہلی کی علامت ہے۔

تشمیت

جس کو چھینک آئے تو وہ الحمد للہ کہے اور سننے والا یرحمک اللہ کہے پھر چھینک لینے والا جواباً یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَ یُصْلِحُ بَالَکُمْ کہے

ایک روایت میں ہے کہ اگر چھینک لینے والا الحمد للہ ہی نہ کہے تو اس کو جواب مت دو اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اپنے بھائی کو چھینک کا جواب تین بار دو پس اگر زیادہ چھینک آئے تو وہ زکام ہے۔

چھینک کے متعلق حضور ﷺ کے ارشاداتِ عالیہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

ان الله يحب العطاس ويكره التثاؤب فاذا عطس احدكم وحمدالله كان حقا على كل مسلم سمعه ان يقول له يرحمك الله فاما التثاؤب فانما هو من الشيطن فاذا تثاؤب احدكم فليرده استطاع فان احدكم اذا تثاؤب ضحك منه الشيطن (بخاری ومسلم)

بیشک اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا ہے اور جمائی کو ناپسند کرتا ہے پس تم سے جب کوئی چھینکے اور الحمد للہ کہے تو ہر مسلمان پر جس نے اس کو سنا لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اس کو یرحمک اللہ کہے جہاں تک جمائی کا تعلق ہے تو وہ شیطان کی طرف سے ہے پس جب تم میں سے کوئی جمائی لے تو جہاں تک ہو سکے اس کو روکے کیونکہ تم میں سے جب کوئی جمائی لیتا ہے تو شیطان اس سے ہنسی اڑاتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص نے چھینک کے بعد۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ عَلٰى كُلِّ حَالٍ

کہا اس شخص کی داڑھ اور کان میں کبھی درد نہیں ہوگا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسولِ خدا ﷺ کے سامنے ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حضور ﷺ نے فرمایا یرحمک اللہ ایک دوسرے شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ"

آپ ﷺ نے فرمایا اس کو اس (پہلے شخص پر) انیس درجے فضیلت ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس دو آدمیوں کو چھینک آئی آپ ﷺ نے ایک آدمی کی چھینک کا جواب دیا (یعنی یرحمک اللہ فرمایا) اور دوسرے آدمی کی چھینک کا جواب نہ دیا آپ ﷺ نے جس کی چھینک کا جواب نہیں دیا تھا اس نے کہا فلاں کو چھینک آئی تو آپ ﷺ نے اس کی چھینک کا جواب دیا اور مجھے

چھینک آئی اور آپ ﷺ نے میری چھینک کا جواب نہیں دیا آپ ﷺ نے فرمایا اس نے الحمد للہ کہا تھا مگر تم نے الحمد للہ نہیں کہا (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا وہ اس وقت حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے گھر تھے مجھے چھینک آئی تو انہوں نے جواب نہیں دیا اور جب حضرت فضل رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو چھینک آئی تو اس کو انہوں نے جواب دیا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اپنی والدہ کے پاس گیا اور ان سے یہ واقعہ بیان کیا جب حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ میری والدہ کے پاس آئے تو انہوں نے ان سے کہا کہ میرے بیٹے کو تمہارے سامنے چھینک آئی تو تم نے اس کو جواب نہیں دیا اور حضرت فضل رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو چھینک آئی تو تم نے اس کو جواب دیا حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمہارے بیٹے کو چھینک آئی تو اس نے الحمد للہ نہیں کہا تو میں نے اس کا جواب نہیں دیا اور حضرت فضل رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو چھینک آئی تو اس نے الحمد للہ کہا تو میں نے اس کی چھینک کا جواب دیا اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہی فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم میں سے کسی شخص کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو اس کی چھینک کا جواب دو اور (اگر وہ الحمد للہ نہ کہے تو اس کی چھینک کا جواب مت دو۔ (مسلم)

کن لوگوں کی چھینک کا جواب دینا ممنوع ہے

چھینک کا جواب دینے سے حسب ذیل لوگ مستثنیٰ ہیں۔

۱۔ جو شخص چھینک کے جواب میں الحمد للہ نہ کہے اس کو جواب نہ دیا جائے گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص چھینک کے جواب میں الحمد للہ نہ کہے اس کو جواب مت دو۔

۲۔ کافر کو چھینک کا جواب نہیں دیا جائے گا۔ امام ابوداؤد نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے یہود چھینک لیتے تا کہ آپ ﷺ ان کے لیے یرحمک اللہ فرمائیں لیکن آپ ﷺ فرماتے۔

يَهْدِيكُمُ اللّٰهُ وَ يُصْلِحُ بَالَكُمْ

اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہاری اصلاح فرمائے

۳۔ جس شخص کو زکام ہو اور وہ بار بار چھینکیں لے اس کو جواب نہیں دیا جائے گا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک، دو اور تین بار چھینک کا جواب دو اس کے بعد اگر چھینک آئے تو اس شخص کو زکام ہے۔

۴۔ جو شخص چھینک کے جواب کو مکروہ سمجھتا ہو اس کو چھینک کا جواب نہ دیا جائے۔

۵۔ خطبہ کے وقت چھینک کا جواب نہ دیا جائے کیونکہ اس وقت خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

۶۔ مجامعت کے وقت اور بیت الخلاء میں اگر چھینک آئے تو الحمد للہ کہنے کو مؤخر کر دے پھر اگر بعد میں کوئی اس سے الحمد للہ سنے تو وہ جواب دے سکتا ہے۔

چھینک کے آداب و مسائل

۱۔ چھینک آنے پر چند مجلسی آداب کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

۲۔ منہ کو نیچے کر لینا چاہیے

۳۔ حاضرین کی طرف سے منہ پھیر لیا جائے

۴۔ منہ پر کپڑا یا ہاتھ رکھ لینا چاہیے

۵۔ چھینک کے بعد ناک کو کپڑے سے صاف کرنا چاہیے

۶۔ جسے چھینک آئے وہ الحمد للہ کہے

۷۔ سننے والا یرحمک اللہ کہے۔

۸۔ پھر دوبارہ چھینک لینے والا یھدیکم اللہ ویصلح بالکم کہے۔

۹۔ یہ عمل تین بار مشروع ہے تین سے زائد پر جواب نہ دیا جائے۔

۱۰۔ چھینک مارنے والا الحمد للہ نہ کہے تو اس کو جواب نہ دیا جائے۔

۱۱۔ مرد کو جوان عورت کی اور عورت کو جوان مرد کی بالجہر تشمیت کی اجازت نہیں۔

چھیاسٹھویں شاخ

کفار و مشرکین سے دوری اور ان پر سختی کرنا

کفار اور مشرکین اور تمام اسلام دشمن عناصر پر سختی کی ہدایت کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیشمار مقامات پر مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ کافروں، مشرکوں اور منافقوں کو ہرگز اپنا دوست اور راز دار نہ بنائیں اور انہیں اپنا خیر خواہ نہ سمجھیں اور نہ ہی اپنے دل میں ان کے لیے کوئی (SOFT CORNER) رکھیں اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی کی مخالفت کریں گے۔ اسلام کے ازلی دشمنوں کو اپنا دوست بنائیں گے ان کے لیے دنیا و آخرت کی ذلت و رسوائی کے ساتھ عذابِ جہنم کی وعید ہے۔

کفار و مشرکین سے دوری اور ان پر سختی کا قرآنی حکم

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ

(آلِ عمران ۲۸)

مسلمان کافروں کو اپنا دوست (ہرگز) نہ بنالیں سوائے مسلمانوں کے اور جو ایسا کرے گا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہ رہا مگر یہ کہ تم ان سے کچھ ڈرو اور اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا

(آلِ عمران:۱۱۸)

اے ایمان والو نہ بناؤ اپنا راز دار غیروں کو وہ کسر نہ اٹھا رکھیں گے تمہیں خرابی پہنچانے میں اور وہ پسند کرتے ہیں جو چیز تمہیں ضرر دے۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَھُمُ الْعِزَّۃَ فَاِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا (النساء: ۱۳۹)

اور جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں عزت تو ساری اللہ کے پاس ہے۔

''اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے منافقین کی یہ نشانی بتائی ہے کہ وہ کفار کو اپنا دوست بناتے ہیں''

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَکُمْ ھُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَ الْکُفَّارَ اَوْلِیَآءَ (المائدہ: ۵۷)

اے ایمان والو جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنالیا ہے وہ جو تم سے پہلے کتاب دیے گئے ہیں اور کافران میں سے کسی کو (بھی) اپنا دوست نہ بناؤ۔

یہود اسلامی عبادات کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور کفار کا تو یہی مشغلہ تھا وہ اسلام کی ہر چیز سے تمسخر کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے محبت و دوستی کے تعلقات قائم کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے اللہ کی غیرت کو یہ بات قبول نہیں کہ کفار و یہود شعائرِ اسلام کا مذاق اڑائیں اور آپ انہیں سینے سے لگائیں اور تعلقات کی پینگیں بڑھائیں۔ ایسے کفرنواز اسلام کی اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت و حاجت نہیں ہے۔

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ اغْلُظْ عَلَیْھِمْ وَ مَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ (التوبہ: ۷۳)

اے نبی جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی کرو اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَکُمْ مِّنَ الْکُفَّارِ وَ لْیَجِدُوْا فِیْکُمْ غِلْظَۃً (التوبہ: ۱۲۳)

اے ایمان والو جہاد کرو ان کافروں سے جو تمہارے قریب ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ تم میں سختی پائیں۔

اس دنیا میں انسان کا سب سے بڑا رشتہ والدین سے ہوتا ہے۔ کائنات میں سب

سے زیادہ خیر خواہ ماں باپ ہی ہوتے ہیں۔ اللہ نے فرما دیا ہے کہ اگر تمہارے والدین کا جھکاؤ یا حقیقی بھائیوں کا جھکاؤ بھی کفر کی طرف ہو تو ان سے بھی دلی دوستیاں قائم نہ کرنا۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح: ۲۹)

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے (مومن) کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے تربیت یافتہ افراد کے اوصاف حمیدہ کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ کفار اور اسلام دشمنوں کے مقابلے میں بڑے سخت اور آپس میں انتہائی نرم اور مہربان ہیں۔ کفار کے مقابلے میں سخت ہونا ان کا ہر موقع پر ثابت ہوتا رہا انہوں نے نسبی رشتے، ناطے سب اسلام پر قربان کر دیے، غزوہ بدر میں باپ بیٹے کے مقابلے میں آیا ماموں بھانجے کے مقابلے میں، چچا بھتیجے کے مقابلے میں اور بھائی بھائی کے مقابلے میں میدانِ جنگ میں آئے اور حدیبیہ کے موقع پر بھی اس کا اظہار ہوا اور مواخات مدینہ نے بھی ان کے باہمی ایثار اور محبت ومودت کی ایک تاریخ ساز مثال پیش کی۔ چشمِ فلک نے آج تک اس کا نظارہ نہیں کیا ہوگا۔ درحقیقت صحابہ علیہم الرضوان اور اہلِ ایمان کی دوستی و دشمنی، محبت وعداوت کوئی بھی چیز اپنے نفس اور ذاتی مفاد کے لیے نہ تھی بلکہ یہ سب کچھ اللہ اور اس کے رسولِ مقبول ﷺ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہوتی تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ اِيْمَانَهٗ (بخاری)

جو شخص اپنی محبت اور بغض وعداوت دونوں کو اللہ کی مرضی کے تابع کر دے تو اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔

اس سے یہ بھی پتہ چل گیا کہ صحابہ علیہم الرضوان کفار پر بے رحم یا سنگدل نہ تھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس موقع پر اللہ یا رسول اللہ ﷺ کا حکم کفار پر سختی کرنے کا ہوتا وہاں

ان کے اپنے نسبی رشتے، ناطے یا دوستیاں ان کے پائے استقلال میں ذرا سی جنبش بھی پیدا نہ کر سکتی تھیں کفار پر بجلیاں بن کر برسنے والے عزم واستقلال کے یہ پہاڑ اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ بڑے ہی نرم، شفیق اور مہربان ہوتے ہیں۔ان فولادی چٹانوں کی باہمی محبت کو حضور ﷺ نے یوں بیان فرمایا:

مثل المؤمنین فی توادھم و تراحمھم کمثل الجسد الواحد واذا شتکی منہ عضو تداعی لہ سائر الجسد باالحمی والسھر

مسلمانوں کی مثال باہمی محبت اور ایک دوسرے پر شفقت کرنے میں ایسی ہے جیسے ایک جسم اگر اس کا کوئی عضو بیمار ہو جاتا ہے تو سارا جسم بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے اور نیند کافور ہو جاتی ہے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰی اَوْلِیَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ (المائدہ: ۵۱)

اے ایمان والو یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا وہ انہی میں سے ہوگا۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ (الممتحنہ: ۱)

اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی کی وجہ سے حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے جو تمہارے پاس آیا۔

کفار ومنافقین کا آخرت میں ٹھکانہ

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ

(البقرہ: ۱۶۱۔۱۶۲)

بیشک وہ جنہوں نے کفر کیا اور کافر ہی مرے ان پر لعنت ہے اللہ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی ہمیشہ رہیں گے اس (جہنم) میں ان پر سے عذاب ہلکا نہیں ہوگا اور نہ ہی انہیں

مہلت دی جائے گی۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنَافِقِيْنَ وَ الْمُنَافِقَاتِ وَ الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا (التوبہ: ۶۷)

اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں کو آگ کا وعدہ دیا ہے جس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (النساء: ۱۴۵)

بیشک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقے میں ہیں۔

اہم بات

دشمنوں یا دو جماعتوں میں تعلقات کے مختلف درجات ہوتے ہیں ایک درجہ قلبی موالات یا دلی محبت ومودت کا ہے یہ صرف مومنین کے ساتھ مخصوص ہے غیر مومن کے ساتھ مومن کا یہ تعلق کسی صورت بھی جائز نہیں ہیدوسرا درجہ مواسات کا ہے جس کے معنی ہمدردی، خیر خواہی اور نفع رسانی کے ہیں یہ سوائے کفار اہلِ حرب کے جو مسلمانوں سے برسر پیکار ہیں باقی سب غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے۔

تیسرا درجہ مدارات کا ہے جس کا معنی ظاہری خوش خلقی اور دوستانہ برتاؤ کے ہیں یہ بھی تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے جبکہ اس سے مقصود ان کو دینی نفع پہنچانا ہو یا وہ اپنے مہمان ہوں یا ان کے شر یا ضرر رسانی سے اپنے آپ کو بچانا ہو۔

چوتھا درجہ معاملات کا ہے ان سے تجارت یا اجرت وملازمت اور صنعت وحرفت کے معاملات کیے جائیں۔ یہ بھی تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے سوائے ایسی حالت کے کہ ان معاملات سے عام مسلمانوں کو نقصان پہنچتا ہو رسول اللہ ﷺ خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعامل اس پر شاہد وعادل ہے۔

سترسٹھویں شاخ

ہمسایہ کے ساتھ نیکی

ہمسایہ سے مراد ہم سایہ یعنی ایک ہی سایہ تلے رہنے والے۔ عربی میں اس کے لیے ''جار'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ (جار جمع جیران) جس کے معنی ذمہ داری اور پناہ میں لینا ہے۔ لیکن ہمسایہ کا عام مفہوم قریبی مکان یا دوکان کا ساتھی ہے۔ جس کے حقوق کی نگہداشت کی جاتی ہے اور تعلقات و معاملات میں اس کی خصوصی رعایت کی جاتی ہے۔ ہمسائیگی کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ چالیس گھر تک پڑوس ہے۔ امام زہری وضاحت فرماتے ہیں کہ اپنے گھر سے چالیس گھر چاروں طرف تک ہمسائیگی ہے نیز حسنِ سلوک میں الاقرب فالاقرب کا اصول کارفرما ہے۔ سب سے زیادہ قریبی سب سے زیادہ حسنِ سلوک کا مستحق ہے اسی طرح درجہ بدرجہ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میرے دو ہمسائے ہیں میں ہدیہ کس کے پاس بھیجوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس کے گھر کا دروازہ تمہارے گھر کے دروازے کے قریب تر ہے۔ (البخاری)

اس دنیا میں ہر انسان دوسرے انسان کی مدد اور تعاون کا محتاج ہے بیمار تندرست کا، بھوکا سخی کا مریض طبیب کا اور کسبِ معاش میں بھی ایک دوسرے کا دست نگر ہے جس معاشرے میں ایک شخص کے اوروں کے ساتھ تعلقات خوشگوار ہوں گے وہی شخص یا معاشرہ خوشحال اور مہذب کہلانے کا حقدار ہوگا۔

ہمسائے کی اقسام

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہمسائے کی تین بڑی اقسام بیان کی ہے۔

وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ (النساء: ۳۶)

اور بندگی کرو اللہ کی اور شریک نہ کرو اس کا کسی کو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور قرابت داروں کے ساتھ اور یتیموں اور فقیروں اور ہمسایہ اجنبی اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر کے ساتھ۔

مفسرین کرام نے فرمایا کہ ''جار ذی القربیٰ'' سے مراد وہ پڑوسی ہے جو تمہارے مکان کے متصل رہتا ہے۔

جار الجنب سے وہ پڑوسی مراد ہے جو تمہارے مکان سے کچھ فاصلے پر رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جار ذی القربی سے وہ شخص مراد ہے جو پڑوسی بھی ہو اور رشتہ دار بھی۔ اس طرح اس میں دو حق جمع ہو گئے اور جار الجنب سے مراد وہ ہے جو صرف پڑوسی ہے رشتہ دار نہیں اس لیے اس کا درجہ پہلے سے مؤخر رکھا گیا ہے۔

بعض مفسرین نے فرمایا کہ جار ذی القربی سے مراد وہ پڑوسی ہے جو مسلمان ہو اور جار الجنب سے مراد غیر مسلم پڑوسی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض پڑوسی وہ ہیں جن کا صرف ایک حق ہے بعض وہ ہیں جن کے دو حق ہیں اور بعض وہ جن کے تین حق ہیں ایک حق والا پڑوسی وہ غیر مسلم ہے جس سے کوئی رشتہ داری نہیں دو حق والا پڑوسی وہ ہے جو صرف پڑوسی ہے اور مسلمان ہے اور تین حق والا پڑوسی وہ ہے جو پڑوسی بھی ہے مسلمان بھی ہے اور رشتہ دار بھی ہے۔

اسلام میں ہمسائیگی کی اہمیت

ہمسائیگی صرف دینی اعتبار سے ہی نہیں بلکہ اخلاقی اور معاشرتی لحاظ سے بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے تہذیب وتمدن کی اساس باہمی تعاون، محبت والفت اور اشتراکِ عمل پر قائم ہے۔ ہر انسان دوسرے انسان کی استعانت اور مدد کا محتاج ہے۔ لہٰذا معاشرے کے استحکام کے لیے ضروری ہے کہ لوگوں میں تعاون واشتراک کا جذبہ راسخ ہو۔ درحقیقت

پڑوسی ہی ایک دوسرے کے دکھ سکھ اور رنج و راحت کے دائمی رفیق اور شریکِ کار ہوتے ہیں۔ وہ ایسے مشکل وقت میں کام آتے ہیں جب رشتہ داروں کو ابھی خبر بھی نہیں ہوتی۔ لہٰذا اسی مصلحت کے پیشِ نظر اسلام نے ہمسایہ کا خیال رکھنے کی بڑی تاکید کی ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی عربوں میں حقوقِ ہمسائیگی کا بہت خیال رکھا جاتا تھا اگر کسی عرب کے پڑوسی پر ظلم کیا جاتا یا کوئی آدمی اس کی بے عزتی کرتا تو پڑوسی اسے برداشت نہ کرتا تھا اور ہمسایہ کی خاطر لڑنے مرنے کے لیے تیار ہو جاتا تھا۔ اسلام نے آ کر اس اچھی عادت کو قائم رکھا بلکہ اس میں مزید تاکید فرمائی چنانچہ قرآن تلقین کرتا ہے (اور ہمسایہ رشتہ دار اور ہمسایہ بیگانہ نیز ہم مجلس ساتھی کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ) (النساء:۳۶)

ہمسایہ کے متعلق احادیثِ نبویہ ﷺ میں متعدد بار تاکید آئی ہے۔

تم میں کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے پڑوسی کے لیے بھی وہی چیز عزیز نہ جانے جو خود عزیز رکھتا ہے۔ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهٗ (البخاری)

جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے پڑوسی کا احترام کرے۔

(بندوں کے معاملات میں) سب سے پہلے قیامت کے روز جو معاملہ پیش ہوگا وہ دو پڑوسیوں کا جھگڑا ہوگا (مسند احمد)

حضور ﷺ نے فرمایا جبرائیل ہمیشہ مجھے ہمسایہ کے متعلق ہدایت کرتے رہتے ہیں حتی کہ مجھے خیال ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہمسایہ کو وارث قرار دے دیں گے۔ (متفق علیہ)

ایک دن صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضور ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ ہمیں کیسے پتہ چلے کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں یا برا کام آپ ﷺ نے فرمایا جب پڑوسی کو اپنی نسبت اچھا کہتے سنو تو سمجھو کہ اچھا کر رہے ہو اور جب برا کہتے ہوئے سنو تو سمجھو برا کر رہے ہو۔ (مشکوٰۃ)

آپ ﷺ نے فرمایا زنا حرام ہے خدا اور رسول اللہ ﷺ نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ لیکن دس دفعہ زنا سے بڑھ کر یہ ہے کہ کوئی اپنے ہمسائے کی بیوی سے زنا کرے۔

چوری حرام ہے خدا اور رسول اللہ ﷺ نے اسے حرام قرار دیا ہے لیکن دس گھروں سے چوری کرنے سے بڑھ کر یہ ہے کہ کوئی اپنے ہمسائے کے گھر چوری کرے۔ (الادب المفرد)

حضور ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم مومن نہیں ہوسکتا خدا کی قسم مومن نہیں ہوسکتا۔ خدا کی قسم مومن نہیں ہوسکتا کسی نے عرض کیا پیارے آقا ﷺ کون؟ (مومن نہیں ہوسکتا) فرمایا جس کی ایذا رسانی سے اس کا پڑوسی محفوظ نہیں (مشکوٰۃ)

حضور ﷺ نے فرمایا بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی سے عمدہ سلوک کرتا ہو۔

آپ ﷺ نے فرمایا وہ مومن ہی نہیں جو خود تو پیٹ بھر کر کھالے اور اس کا پڑوسی بھوکا سوئے (مشکوٰۃ)

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے وضو فرمایا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ کے وضو کا پانی لے کر اپنے اعضاء پر ملنے لگے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس پر تمہیں کیا چیز آمادہ کر رہی ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ خدا اور رسول ﷺ کی محبت، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اسے خدا اور رسول ﷺ سے محبت ہو تو اسے چاہیے کہ جب بھی بات کرے تو سچ کرے اور اگر اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اسے ادا کرے اور اپنے پڑوسی کے ساتھ عمدہ سلوک کرے۔ (مشکوٰۃ)

ایک دفعہ حضور ﷺ جہاد پر نکلے تو ارشاد فرمایا جس نے اپنے پڑوسی کو ایذاء پہنچائی وہ ہمارے ساتھ نہیں چل سکتا۔ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں نے اپنے پڑوسی کی دیوار میں پانی ڈال دیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے۔ (بخاری)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ قیامت نہ آئے گی یہاں تک کہ آدمی اپنے پڑوسی کو قتل کرنے لگے اپنے بھائی اور باپ کو قتل کرنے لگے۔

حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں کسی نے عرض کیا کہ فلاں خاتون نماز بہت پڑھتی ہے اور اس طرح روزہ اور صدقہ میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہے۔ مگر پڑوسی کے حق میں کچھ عمدہ سلوک نہیں کرتی فرمایا وہ جہنمی ہے پھر عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ فلاں عورت صدقہ، نماز اور روزہ تو واجبی ہی ادا کرتی ہے پنیر کے چند ٹکڑے ہی صدقہ کرتی ہے مگر اپنے پڑوسی کو ایذا نہیں دیتی تو فرمایا کہ یہ عورت جنت میں جائے گی۔ (مشکوٰۃ)

ہمسائے کے حقوق

اسلام میں پڑوسیوں کے حقوق متعدد اور متنوع ہیں ان میں سے احادیث کی روشنی میں چند کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

ا۔حسنِ سلوک:

قرآن مجید میں تمام ناداروں اور حاجت مندوں کے حقوق کا ذکر ہے سورہ النساء میں پڑوسیوں خواہ رشتہ دار ہوں یا اجنبی یا ہم نشین ساتھی سب سے حسنِ سلوک کی تاکید کی گئی ہے اور حضور ﷺ نے بھی اس کی بار بار تاکید فرمائی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے پانچ نصیحتیں کیں ان میں سے ایک یہ تھی۔

''اپنے پڑوسی کے ساتھ نیکی کر تو کامل ہو جائے گا'' (ترمذی)

جو شخص خدا اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے اسے سچ بولنا چاہیے امانت میں خیانت نہیں کرنی چاہیے اور ہمسائیوں سے حسنِ سلوک کرنا چاہیے۔ (بیہقی)

۲۔تحائف کا تبادلہ:

ہمسائیوں میں باہمی خیر سگالی کو فروغ دینے کے لیے تحفے، تحائف اور ہدایا کا تبادلہ مستحسن ہے۔ اس کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تَہَادُوْا تَحَابُّوا

ایک دوسرے کو تحائف دیا کرو اس سے محبت بڑھتی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا اے مومن عورتوں کوئی پڑوسی اگر ہدیہ یا تحفہ بھیجے تو اسے حقیر نہ جانو خواہ بکری کا ایک کھر ہی کیوں نہ ہو۔ (متفق علیہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسولِ خدا ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ میرے دو پڑوسی ہیں ان میں سے کس کو ہدیہ بھیجوں؟ فرمایا جس کا دروازہ تمہارے گھر کے زیادہ قریب ہو۔ (بخاری)

۳۔ایذاء رسانی کی ممانعت:

اسلام نے پڑوسی کو ضرر، تکلیف اور ایذاء دینے سے منع کیا ہے اگر کوئی شخص کسی کے

جان و مال پر ہاتھ ڈالے یا آبروریزی کی کوشش کرے تو پڑوسی کا فرض ہے کہ اس کی حفاظت میں اپنی جان پر کھیل جائے کیونکہ ہمسایہ ''ماں جایا'' ہوتا ہے۔

پڑوسی کو ضرر رسانی کی ممانعت کے ضمن میں فرمایا ''تو نے پڑوسی کے کتے کو پتھر مارا تو نے ہمسائے کو دکھ پہنچایا۔

اگر ہمسایہ تنگ کرے تو پڑوسی کو صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا چاہیے انتقامی کاروائی نہیں کرنی چاہیے ایک صحابی کا واقعہ صحیح بخاری میں موجود ہے کہ وہ اپنے ہمسائے سے تنگ آ کر حضور ﷺ کے روبرو شکایت کرنے لگا آپ ﷺ نے فرمایا صبر کرو۔ دوسری بار شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا صبر کرو تیسری بار جب اس نے شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا صبر کرو تیسری بار جب اس نے شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا اپنے گھر کا سامان باہر نکال کر رکھ دو اس نے ایسا ہی کیا پاس سے گزرنے والے پوچھتے تو وہ صحابی جواب دیتا کہ اپنے ہمسائے کی بدسلوکی کے سبب سامان باہر رکھا ہے وہ کہتے کہ خدا اس پر لعنت کرے اس طرح وہ لعنت ملامت کرتے حتی کہ پڑوسی صحابی کی منت، سماجت نے لگا کہ سامان واپس لے جائیں خدا کی قسم میں آئندہ بدسلوکی نہیں کروں گا۔

۴۔ ایثار و قربانی:

ہمسایہ کے ہر قسم کی امداد و اعانت کے لیے ایثار و قربانی کو لازم ٹھہرایا ہے۔ حضور ﷺ نے اس کی بڑی تاکید فرمائی ہے آپ ﷺ نے فرمایا وہ مومن نہیں جو خود تو سیر ہو کر کھائے لیکن اس کا پڑوسی بھوکا ہو (الادب المفرد)

اسی طرح ایک دفعہ کسی آدمی نے بکری کا سر ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو تحفہ بھیجا انہوں نے خیال کیا کہ میرے فلاں بھائی کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اس کو مجھ سے زیادہ اس کی ضرورت ہے چنانچہ اس کی طرف سر ابھیج دیا اس نے تیسرے کے پاس تیسرے نے چوتھے کے پاس یہاں تک کہ نو گھروں سے پھر کر پہلے آدمی کے پاس واپس پہنچ گیا۔

۵۔ حق شفعہ:

پڑوسی ترکہ میں شریک نہیں لیکن شفعہ کا حقدار ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہمسایہ اپنے شفعہ کا زیادہ حقدار ہے۔ اگر وہ غائب ہو تو شفعہ کا انتظار کیا جائے کہ یہ شفعہ اس وقت تک قائم رہے گا جب تک دونوں کا راستہ ایک ہو۔

۶۔ بخل سے ممانعت:

قرآن مجید میں ان لوگوں کے لیے وعید ہے جو پڑوسیوں کو معمولی استعمال کی اشیاء مانگنے پر نہیں دیتے حضور ﷺ نے فرمایا اگر تیرا پڑوسی تیرے تنور میں روٹی پکانا چاہیے یا اپنا سامان ایک روز کے لیے یا نصف روز کے لیے تیرے پاس رکھنا چاہیے تو اسے منع نہ کر۔

ایک مقام پر حضور ﷺ نے فرمایا اگر وہ تمہاری امداد کا طالب ہو تو اس کی مدد کر اگر تم سے قرض مانگے تو قرض دے۔ اگر مریض ہو تو اس کی بیمار پرسی کر۔ اگر مر جائے تو کفن دفن میں شریک ہو۔ اگر اسے بھلائی پہنچے تو مبارک باد دو۔ اگر مصیبت پہنچے تو ہمدردی کا اظہار کرو۔ اگر عمارت بناؤ تو عمارت بلند کر کے اس سے ہوا مت روکو۔ اگر کوئی پھل لاؤ تو اسے بھی کچھ بھیج دو۔ اگر کھانا کھاؤ تو شوربہ قدرے زیادہ رکھو اور کچھ اسے بھی بھیج دو۔ (احیاء العلوم)

اڑسٹھویں شاخ

مہمان سے بھلائی

ضیافت و مہمان نوازی تمام انبیاء و رسل اور اولیاء صلحا کا طریقہ رہا ہے سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے متعلق آیا ہے کہ عموماً اس وقت تک کھانا نہیں کھاتے تھے جب تک ان کے پاس کوئی نہ کوئی مہمان نہ آ جاتا تھا قرآن مجید میں ہے کہ جب فرشتے انسانی شکل میں آپ کے پاس آئے تو آپ نے بچھڑا بھون کر ان کی ضیافت کی (تفصیل کے لیے سورہ الذاریات آیات ۲۴ سے ۳۰ تک ملاحظہ فرمالیں) اسلام کے مزاج میں احسان و مروت کو بڑا دخل ہے۔ یہ مہمان داری اور ضیافت کا اہتمام اس کا ایک حصہ ہے یہ ایک اخلاقی صفت ہے۔ جس کی ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تاکید فرمائی ہے۔

اسلام میں مہمان نوازی کی ترغیب و تاکید

مہمان نوازی بھی دراصل خدمتِ خلق کا ایک طریقہ ہے۔

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست
بتسبیح و سجادہ و دلق نیست

(شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ)

مہمان نوازی کی ترغیب اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا اندازہ لگائیے ایک صحابی بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر سوال کرتا ہے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں کسی کے پاس جاؤں اور وہ میری تواضع نہ کرے تو کیا جب وہ میرے پاس آئے تو میں بھی اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ تم اس کی خاطر و مدارت کرو۔ (ترمذی)

قاضی ابوشریح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من كان يومن بالله واليوم الاخر فليكرم ضيفه جائزة قالوا وما جائزة يا رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يَوْمًا وَلَيْلَةً وَالضِيَافَةُ ثَلَاثَةُ ايام فما كان وراء ذالك فهو صدقة عليه (متفق علیه)

جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت، خاطر داری کرے صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ جائزتہ کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایک دن اور رات کی خدمت ''جائزہ'' ہے اور تین دن کی خدمت ضیافت ہے اور اس سے زیادہ خدمت اس پر صدقہ ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی پاک ﷺ کی خدمتِ عالیہ میں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ ہمیں کہیں بھیجتے ہیں تو ہم جب کسی ایسے قبیلے میں فروکش ہوں جو ہماری مہمانی نہ کرے تو آپ ﷺ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا اگر تم کسی قوم میں اترو تو اگر وہ تمہاری مہمانی کا بندوبست کریں تو اسے قبول کرلو اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان سے حقِ مہمانی ضرور وصول کرو جو مناسب ہو (مشکوٰۃ)

حضور ﷺ نے فرمایا تیرے مہمان کا بھی تجھ پر حق ہے۔ (متفق علیہ)

حضور ﷺ نے فرمایا اپنے بھائی کو صلہ دو۔ صحابہ نے پوچھا کیا صلہ دیں یارسول اللہ ﷺ؟ فرمایا جب آدمی اپنے بھائی کے ہاں جائے اور وہاں کھائے پیئے تو اس کے حق میں خیر و برکت کی دعا کرے یہ اس کا صلہ ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت ابو کریمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی پاک ﷺ نے فرمایا رات کے آنے والے مہمان کی میزبانی ہر مسلمان پر واجب ہے۔

حضور ﷺ سے ایک صحابی نے پوچھا اسلام کا کونسا کام سب سے بہتر ہے فرمایا کھانا کھلانا، سلام کہنا ہر مسلمان کو خواہ تو اسے پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو۔ (بخاری ومسلم)

حضور ﷺ اور میزبانی

حضور ﷺ کے پاس جب معزز مہمان آتے تو آپ ﷺ خود بنفس نفیس ان کی خاطر داری فرماتے۔

جب آپ ﷺ مہمان کو اپنے دستر خوان پر کھانا کھلاتے تو بار بار فرماتے اور کھایئے اور کھایئے اور جب مہمان خوب آسودہ ہو جاتا اور انکار کرتا تو تب آپ ﷺ اصرار سے باز آتے۔ (ترمذی)

ایک مرتبہ حضور ﷺ کے پاس ایک کافر مہمان آیا اس کے لیے بکری کا دودھ لایا گیا وہ سارا کا سارا پی گیا اس کے بعد دوسری بکری پھر تیسری حتی کہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا مگر حضور ﷺ نے اس کا برا نہ منایا سیر ہو کر کھانا کھایا اور سو گیا رات کو بستر پر پاخانہ کر دیا شرم کے مارے صبح اٹھتے ہی حضور ﷺ سے اجازت لیے بغیر نکل گیا راستے میں پہنچا تو اسے خیال آیا کہ میں اپنی تلوار بھول آیا ہوں جب تلوار لینے کیلیے واپس گھر پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ امام الانبیاء حبیب کبریا ﷺ اس کی غلاظت کو خود صاف فرما رہے ہیں اس عادت کریمہ کو دیکھ کر اس سے رہا نہ گیا فوراً کلمہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں آ گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور میزبانی

صحابہ کرام کو بھی میزبانی کا عمل بے حد پسند تھا ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے علی رضی اللہ عنہ تمہیں کون کونسے عمل پسند ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

اَلصِّیَامُ الصَّیْفِ وَالطَّعَامُ الضَّیْفِ

گرمیوں کے روزے رکھنا اور مہمان کی ضیافت کرنا۔ (پسندیدہ عمل ہیں)

مہمان اور میزبان کو ہدایات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ آدمی اپنے مہمان کا استقبال دروازے سے باہر نکل کر کرے اور رخصت کے وقت (مہمان کو) گھر کے دروازے تک پہنچائے۔ (بخاری)

ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب دستر خوان بچھایا جائے تو اس پر سے کوئی شخص نہ اٹھے یہاں تک کہ دستر خوان اٹھا لیا جائے اور اپنا ہاتھ نہ اٹھائے

اگرچہ وہ سیر ہو چکا ہو یہاں تک کہ لوگ بھی فارغ ہو جائیں۔ اس لیے کہ اس کے اس طرح کرنے سے (یعنی اُٹھ جانے سے) اس کا ساتھی شرمندہ ہو جاتا ہے تو وہ بھی اپنا ہاتھ روک لے گا اور شاید اس کو ابھی کھانے کی خواہش ہو۔ (بخاری)

مہمان کیلئے یہ درست نہیں کہ وہ کسی کے ہاں اتنا ٹھہرے کہ میزبان کو تنگ دل کر دے (مسلم)

حضور ﷺ نے فرمایا جب کوئی آدمی اپنے مسلمان بھائی کے پاس (مہمان بن کر) جائے تو وہ اسے جو کچھ کھلائے پلائے وہ کھا پی لے اور اس کے متعلق نہ تو سوال کرے نہ فرمائش اور نہ کوئی جستجو کرے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ صحابہ تشریف لائے آپ نے ان کے سامنے روٹی اور سرکہ رکھا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ سرکہ اچھا سالن ہے کسی انسان کی سب سے بڑی ہلاکت یہ ہے کہ اس کے پاس اس کے دوست آئیں اور وہ اس چیز کو جو اس کے گھر میں ہے حقیر سمجھ کر مہمان کے سامنے پیش نہ کرے اور آنے والوں کی ہلاکت اس سے زیادہ نہیں ہو سکتی کہ جو چیز ان کے سامنے بے تکلفی سے رکھی جائے وہ اس کو حقیر سمجھیں اور اس پر اعتراض کریں۔ (طبرانی)

یعنی محترم مہمان کو بلا وجہ نخرے یا شکوے نہیں کرنے چاہیں اور نہ ہی کھانے پینے والی چیز میں کیڑے نکالنے چاہیے۔ اور میزبان کو بھی چاہیے کہ حتی المقدور مہمان کے سامنے عمدہ اور اچھی چیز رکھے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

لا یحل لمسلم ان یقیم عندا خیه حتی یوثمه قالوا یا رسول الله صلی الله علیه وسلم وکیف یوثمه؟ قال یقیم عنده ولا شی له یقریه به.
کسی مسلمان آدمی کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کے پاس اتنا قیام کرے کہ اسے گنہ گار کر دے۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ وہ اسے کیسے گناہگار کرے گا؟ تو فرمایا کہ وہ اس کے ہاں ٹھہرا رہے اور اس کے پاس اس کے لیے کوئی چیز نہ ہو جو وہ پیش کرے (مسلم)

انہترویں شاخ

مجرموں کی ستر پوشی

اللہ تعالیٰ نے جن وانس کی تخلیق کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ (الذاریات: ۵۶)

ہم نے جن وانس کو اسی لیے پیدا کیا کہ وہ ہماری عبادت کریں۔

اسلام میں عبادت کا مفہوم بڑا جامع اور وسیع ہے عبادت پوجا پاٹ اور چند رسومات کی ادائیگی کا نام ہرگز نہیں ہے بلکہ ہر وہ کام جو اللہ کی رضا وخوشنودی کیلئے ہو وہ عبادت میں داخل ہے۔ زندگی کا ہر شعبہ تجارت ہو یا زراعت معیشت ہو یا معاشرت تہذیب و اخلاق ہو یا حکومت وریاست الغرض انسانوں کے باہمی لین دین ومعاملات آپس کے تعلقات اور ایک دوسرے کے حقوق وفرائض کی خوش اسلوبی سے ادائیگی ہر جگہ اور ہر مقام پر احکام الٰہی کی تعمیل اور اپنی مرضی ورضا کو نظر انداز کر کے اللہ کی منشاء ورضا کو ملحوظ رکھنا عبادت میں شامل ہے اسلام اپنے ماننے والوں کو ایک بنیادی نصیحت کرتا ہے کہ اے انسان جہاں تو اپنے لیے خیر وبھلائی کی تمنا وخواہش کرتا ہے وہاں اپنے مسلمان بھائی کیلئے بھی کر اور جیسے اپنے لیے گناہ ومعصیت سے دور رہنے کی کوشش کرتا ہے ویسے ہی اپنے مسلمان بھائیوں کیلئے بھی کر اسی بات کا اللہ نے بھی حکم فرمایا یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا (التحریم: ۱۱)

اے ایمان والو تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ۔

جو اپنے لیے پسند کرتا ہے اپنے بھائی کیلئے بھی وہی چیز پسند کر

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا یُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ
یعنی ہم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی

کیلئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

کائنات کا کوئی شخص یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کے عیوب ونقائص کو اچھالا جائے جب ہم اپنے لیے یہ بات پسند نہیں کرتے تو ہمارا ایمان ہم سے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ہم کسی مسلمان کے لیے بھی یہ پسند نہ کریں کہ اس کے Weak points کا لوگوں کو پتہ چلے اور وہ ''بدنام'' ہو اور نہ ہی اس کی شہرت کو بدنامی کا گرہن لگانے کیلئے مصروفِ عمل ہوں۔

اسلام میں ستر پوشی کی ترغیب

ہماری عادت ہے کہ ہم بعض برائیوں کو ہلکا سمجھتے ہوئے کر گزرتے ہیں اور بسا اوقات کسی نیکی کو چھوٹا سمجھتے ہوئے چھوڑ دیتے ہیں اس سلسلہ میں اسلام نے ہماری یہ تربیت فرمائی کہ لَا تَحْتَقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا

کہ کسی نیکی (بھلائی خیر کے کام) کو ہلکا اور معمولی یا حقیر نہ جانو۔

ظاہراً ستر پوشی معمولی سا کام لگتا ہے لیکن حقیقتاً اللہ کے ہاں اتنا محبوب عمل ہے جس کا کوئی اندازہ ہی نہیں۔ جناب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من نفس عن مومن کربة من کرب الدنيا نفس الله عنه کربة من کرب يوم القيامه و من يسر على معسر يسر الله عليه في الدنيا والاخرة ومن ستر مسلما ستره الله في الدنيا والاخرة والله في عون العبد ماكان العبد في عون اخيه۔

جس نے کسی مسلمان کی دنیاوی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کی اللہ تعالیٰ قیامت کی تکلیفوں میں سے اس کی کوئی تکلیف دور کرتا ہے جو شخص کسی تنگ دست کے لیے فراخی پیدا کرتا ہے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کے لیے آسانیاں پیدا فرماتا ہے۔ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ جب تک کوئی شخص اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا رہتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا يستر عبد عبدا في الدنيا الا ستره الله يوم القيامه (مسلم)

جو شخص دنیا میں کسی کے عیب کا پردہ رکھے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے عیب کا پردہ رکھے گا۔

اس حدیثِ پاک کی گہرائی میں جا کر اگر غور کریں تو بڑی ہی لطیف بات ذہن میں آتی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کو یا تو اہلِ محشر سے مخفی رکھے گا یا ان کے عیوب کا حساب ہی نہیں لے گا اور اسے بلاحساب جنت میں داخل کر دے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ستر پوشی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی صحابی کی غلطی پر مطلع ہوتے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی صحابی کے بارے میں کچھ بتایا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں اس صحابی کا نام لے کر نہ سمجھاتے بلکہ ستر پوشی سے کام لیتے ہوئے مدبرانہ اور ناصحانہ انداز میں سب صحابہ کی تربیت فرما دیتے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی آدمی کے عیب کی خبر پہنچتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا نام لے کر یوں نہ فرماتے کہ فلاں کو کیا ہو گیا ہے۔ وہ یوں کہتا ہے بلکہ یوں فرماتے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ یوں کہتے ہیں۔ حضرت ماعزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے جب بارگاہ نبوت میں آ کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پاک فرمائیے میں نے زنا کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور فرمایا : وَیْحَكَ اَرْجِعْ فَاسْتَغْفِرَ اللّٰهَ وَ تُبْ اِلَیْهِ اے جوان واپس چلا جا اور توبہ استغفار کر اس نے سامنے ہو کر پھر یہی کہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ مبارک پھیر لیا (گویا اسے احساس دلایا کہ میں نے نہیں سنا اور تو اس اقرار سے باز آ جا اور گناہ پر پردہ رہنے دے اور جا کے معافی مانگ) تیسری مرتبہ پھر اس نے اقرار کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے متنبہ کیا کہ اب اگر چوتھی بار تو نے ایسا ہی کہہ دیا تو تجھے رجم کر دیا جائے گا لیکن وہ باز نہ آیا اور چوتھی مرتبہ بھی وہی الفاظ کہہ دیئے۔ اب اس کی طرف توجہ کرنا لازمی ہو گیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے اور (ستر پوشی کی عظیم مثال پیش فرمائی) اسے کہا کہ (اے جوان) لَعَلَّكَ قَبَّلْتَ اَوْ غَمَزْتَ اَوْ نَظَرْتَ شاید تو نے فقط بوسہ لیا ہو یا نظر بازی کی ہو لیکن وہ اسلام کی عظیم اور تعلیم و تربیت کی

مثالی یونیورسٹی کا طالب علم صدق وصفا کا پیکرِاتم اپنی بات پہ اڑا رہا تو حضور ﷺ نے فرمایا: اَبِكَ جُنُوْنٌ قَالَ لَا

کیا تو مجنوں تو نہیں؟ اس نے کہا نہیں۔ پھر فرمایا کیا تو شادی شدہ ہے؟ اس نے کہا ہاں یارسول اللہ ﷺ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اِذْهَبُوْا بِهٖ فَارْجُمُوْهُ اسے لے جاؤ اور رجم کرو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِى الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ (النور: ١٩)

بیشک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ پھیلے بے حیائی ان لوگوں میں جو ایمان لائے ہیں (تو) ان کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

اہم بات

اسلام میں ثبوتِ زنا کے دو طریقے ہیں (۱) زانی اقرار کرے۔ (۲) چار افراد زانی کو زنا کرتے ہوئے دیکھ لیں اگر زانی شادی شدہ ہے تو اس کی سزا سنگسار (رجم) ہے اور اگر شادی شدہ نہیں تو سو (۱۰۰) کوڑے لگائے جائیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جس کسی سے اس قسم کا گندہ فعل صادر ہو جائے تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ کے پردے کو فاش نہ کرے اور جو شخص ہمارے سامنے اپنے آپ کو ظاہر کرے گا (یعنی خود اقرار کرے گا) تو اَقِمْنَا عَلَيْهِ كِتَابَ اللّٰهِ تو ہم اس پر حکمِ الٰہی ضرور جاری کریں گے۔

حضرت ہزال بن معین رضی اللہ عنہ نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو جب اقرار گناہ کے لیے بھیجا تو حضور ﷺ نے فرمایا: لَوْ سَتَرْتَهٗ بِثَوْبِكَ كَانَ خَيْرًا لَّكَ

اگر تو اسے کپڑے میں ڈھانپ لیتا تو یہ تیرے لیے بہتر ہوتا (کپڑے میں ڈھانپنے کا مطلب یہ ہے کہ اس جرم کا اقرار نہ کرتا گناہوں پر پردہ پوشی رہتی معصیت کے بعد خاموش رہتا کسی کو نہ بتاتا اور اللہ کی بارگاہ میں توبہ و استغفار کرتا اور اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیتا۔

ستر ویں شاخ

مصائب پر صبر کرنا

صبر ایک عظیم الشان ''خلق'' ہے اور بہت سی برائیوں کے لیے سپر اور ڈھال کا کام دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ستر سے زیادہ مقامات پر اس کی فضیلت کا اعلان کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے بہت سے مراتبِ علیاء اور درجاتِ رفیعہ کا مدار اسی فضیلت پر رکھا ہے ارشادِ ربانی ہے۔

فَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا (السجدہ: ۲۴)

اور ہم نے ان میں سے مقتدا و پیشوا بنائے جو ہمارے احکام کی رہبری کرتے رہے جب تک وہ صابر رہے۔

حقیقت میں صبر ایک ایسی صفت کا نام ہے جس کے ذریعے انسان برائیوں سے باز رہ سکے اور نفس ان کی طرف اقدام سے رک جائے اس لیے یہ صرف انسان ہی کا خاصہ ہے۔

صبر کا معنیٰ ومفہوم واقسام

صبر کے اصل معنیٰ اپنے نفس کو روکنے اور قابو پانے کے ہیں قرآن وحدیث کی اصطلاح میں صبر کے تین شعبے ہیں

۱۔ اپنے نفس کو حرام و ناجائز چیزوں سے روکنا

۲۔ اپنے آپ کو طاعات وعبادات کی پابندی پر مجبور کرنا

۳۔ مصائب وآفات پر صبر کرنا

صبر کی مختلف اقسام کی جاتی ہیں یعنی وہ اشیاء جن کی طرف صبر کی نسبت کی جاتی ہے اس کی مختلف نام ہیں پس اگر پیٹ اور شرمگاہ کی خواہشات کے مقابلہ میں صبر ہے تو اس کا نام ''عفت'' ہے۔

اگر مصائب پر صبر ہے تو اس کو "صبر" ہی کہتے ہیں اس کی ضد کا نام "جزع وفزع" ہے۔

اگر دولت وثروت کی بہتات کی حالت میں صبر ہے تو اس کا نام "ضبطِ نفس" ہے۔ اور اس کی ضد کا نام "بطر" (چھچھورپن) ہے۔

اگر میدان جنگ اور اسی قسم کے مہلک حالات پر صبر ہے تو وہ "شجاعت" کہلاتا ہے اور اس کی ضد کا نام "جبن" (یعنی بزدلی) ہے۔

اگر غیض وغضب کے حالات پر صبر ہے تو اس کو "حلم" (یعنی بردباری کرنا) کہتے ہیں۔ اور اس کی ضد کو "تزمر" (یعنی بے قابو ہونا) کہا جاتا ہے۔

اگر حوادثاتِ زمانہ پر صبر ہے تو اس کا نام "وسعۃ صدر" (یعنی کشادہ دلی اور حوصلہ مندی) ہے اور اس کی مخالف صفت کو "فجر" (یعنی تنگ دلی اور بے صبری) کہتے ہیں۔

اور اگر دوسروں کے پوشیدہ رازوں پر صبر ہے تو اس کا نام "کتمانِ سر" (یعنی پردہ پوشی) ہے۔

اگر کفافِ معیشت پر (یعنی روزہ مرہ کے خرچ پر) صبر ہے تو اس کو "قناعت" کہتے ہیں۔

اور اگر ہر قسم کی عیش پسندی کے مقابلہ میں صبر ہے تو اس کا نام "زہد" (یعنی دنیا کی لذتوں کو چھوڑنا) ہے۔

قرآن وحدیث میں صبر کی ترغیب وفضیلت

وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ (البقرہ: ٤٥)

اور مدد لو صبر اور نماز سے۔

وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (آل عمران: ١٨٦)

اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو بیشک یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِیْحُكُمْ وَ اصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (الانفال: ٤٦)

اور آپس میں نہ جھگڑو ورنہ تم کم ہمت ہو جاؤ گے اور اکھڑ جائے گی تمہاری ہوا اور صبر کرو بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

وَ لَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ وَ اصْبِرْ وَ مَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ (النحل: ١٢٦، ١٢٧)

اگر تم (مشکلات میں) صبر کرو تو یہ صبر ہی بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لیے اور آپ صبر فرمائیں اور آپ کا صبر اللہ کی توفیق سے ہے۔

وَاصْبِرْ عَلٰی مَا اَصَابَكَ (لقمان: ۱۷)

(حضرت لقمان نے کہا اے بیٹے) صبر کیا کرو ہر مصیبت پر جو تمہیں پہنچے

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (الاحقاف: ۳۵)

اے محبوب ﷺ آپ ﷺ صبر کیجیے جس طرح اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا تھا۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ يٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ

(الصافات: ۱۰۲)

اور جب (حضرت اسمٰعیل) اتنا بڑا ہو گیا کہ آپ کے ساتھ دوڑ دھوپ کر سکے تو آپ نے فرمایا اے میرے پیارے فرزند میں نے دیکھا ہے خواب میں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں اب بتا کہ تیری کیا رائے ہے؟ عرض کی ابا جان کر ڈالیے جو آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں سے پائیں گے۔

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ○

(العصر: ۳)

(جو لوگ خسارے میں نہیں) وہ ہیں جو ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتے رہے ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی تاکید کرتے رہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

اَلصَّبْرُ عِنْدَ صَدْمَةِ الْاُوْلٰى

صبر پہلے صدمے کے وقت ہوتا ہے۔

روایت میں ہے کہ جب یہ آیت مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ (جو آدمی برا عمل کرے تو اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا) نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اس آیت کے بعد نجات کی کیا صورت ہو گی؟ آپ ﷺ

نے فرمایا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! اللہ تمہاری بخشش فرمائے کیا تم بیمار نہیں ہوئے؟ کیا تم پر کوئی آزمائش نہیں آئی؟ کیا تم صبر نہیں کرتے؟ کیا تم غمگین نہیں ہوتے؟ یہی تو بدلہ ہے یعنی جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے گناہوں کا کفارہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبر نصف ایمان ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دفعہ ایمان کی تعریف پوچھی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''صبر اور دریادلی'' ایمان ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ جب میں اپنے بندوں کی آنکھیں لے لوں پھر وہ صبر کرے تو آنکھوں کے بدلے اسے جنت دوں گا۔......(البخاری)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے اس کے ہر معاملہ اور ہر حال میں اس کے لیے خیر ہی خیر ہے۔ اگر اسے خوشی، راحت و آرام پہنچے تو وہ اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے لیے خیر ہے۔ اور اگر اسے کوئی دکھ، رنج، تکلیف پہنچتی ہے تو اس پر وہ صبر کرتا ہے اور یہ صبر بھی اس کے لیے سراسر خیر اور موجب برکت ہوتا ہے۔ (مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر

حضرت ابوعبیدہ بن حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی پھوپھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہم عورتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کرنے گئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار چڑھا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر پانی کا ایک مشکیزہ درخت پر لٹکایا گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نیچے لیٹ گئے اور اس مشکیزے سے پانی کے قطرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر ٹپکنے لگے چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار بہت تیز تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا تھا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کو دور کر دے تو بہت اچھا ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام انسانوں میں سب سے زیادہ سخت تکلیف و آزمائش انبیاء پر آتی ہے پھر ان پر جو ان کے قریب ہوں۔ پھر ان پر جو ان کے قریب ہوں پھر ان پر جو

ان کے قریب ہوں۔

حضور ﷺ اپنے ایک غلام حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کے ہمراہ طائف تشریف لے گئے وہاں کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی کفر و شرک سے تائب ہونے کے لیے کہا وعظ و نصیحت کی وہاں کے لوگوں نے اپنے غلاموں اور بد معاش، بد طینت لوگوں کو حضور ﷺ پر پتھر برسانے کے لیے کہا انہوں نے ایسا ہی کیا حضور ﷺ لہولہان ہو گئے جسد اطہر سے اس قدر خون بہا کہ نعلینِ مبارک میں جم گیا وضو کے لے جوتا اتارنا مشکل ہو گیا۔ آپ ﷺ سے بد دعا کے لیے کہا گیا تو صبر و رضا کے پیکرِ اتم نبی محترم ﷺ نے فرمایا میں بد دعا نہ کروں گا اس لیے کہ انشاء اللہ ان کی آئندہ نسلیں ایک خدا پر ایمان لائیں گی ہاں ان کے لیے یہ دعا ضرور کرتا ہوں۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِی فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ الٰہی میری قوم کو ہدایت دے دے یہ میرے مرتبے سے ناواقف ہیں۔

صبر کرنے والوں کے لیے مژدہ جانفزا

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ (البقرہ: ۱۵۳)

بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

بَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَا اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (البقرہ ۵۵، ۵۶)

خوشخبری سنائیے ان صبر کرنے والوں کو جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں بیشک ہم صرف اللہ ہی کے لیے ہیں اور یقیناً ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا وَ اتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (آلِ عمران ۲۰۰)

اے ایمان والو صبر کرو اور ثابت قدم رہو اور کمر بستہ رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ (اپنے مقصد میں) کامیاب ہو جاؤ۔

''اور جو لوگ صبر کرتے رہے اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اور صحیح صحیح ادا کرتے رہے نماز کو اور خرچ کرتے رہے اس مال سے جو ہم نے ان کو دیا پوشیدہ طور پر اور

اعلانیہ طور پر اور مدافعت کرتے رہتے ہیں نیکی سے برائی کی انہی لوگوں کے لیے دارِ آخرت کی راحتیں ہیں سدا بہار باغات جس میں وہ داخل ہوں گے اور جو صالح ہوں گے ان کے باپ دادوں، ان کی بیویوں اور ان کی اولاد سے (وہ بھی داخل ہوں گے) اور فرشتے (یہ کہتے ہوئے) داخل ہوں گے ان پر ہر دروازہ سے سلامتی ہو تم پر بوجہ اس کے جو تم نے صبر کیا پس کیا عمدہ ہے یہ آخرت کا گھر۔ (الرعد:۲۲ تا ۲۴)

اِنِّي جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَائِزُوْنَ (المومنون: ۱۱۱)

میں نے بدلہ دے دیا انہیں آج ان کے صبر کا وہی ہیں مراد کو پانے والے۔

''بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں، سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں، خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں، روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں، اپنی عصمت کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والیاں، کثرت سے اللہ کی یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں تیار کر رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے ان سب کے لیے مغفرت اور اجرِ عظیم (الاحزاب:۳۵)

وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا مُّتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا (الدھر: ۱۲، ۱۳)

عطا فرمائے گا (اللہ) انہیں صبر کے بدلے جنت اور ریشمی لباس، وہاں پلنگوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے نہ نظر آئے گی انہیں وہاں سورج کی تپش اور نہ ٹھرن۔

اکہترویں شاخ

زہد و تقویٰ اور چھوٹی امیدیں

زہد کا لغوی واصطلاحی معنیٰ

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ زہید کا معنیٰ ''تھوڑی چیز'' اور زاہد کا معنیٰ ہے جو تھوڑی چیز سے راضی ہو اور زیادہ سے بے رغبتی کرے قرآن مجید میں ہے۔

وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ (یوسف: ۲۰)

اور وہ یوسف میں (پہلے ہی) بے رغبت تھے۔

بعض آئمہ کا کہنا ہے کہ جو شخص رزقِ حلال میں سے بقدرِ کفایت لے اور زائد کو اللہ کے لیے چھوڑ دے وہ زاہد ہے۔

اصطلاحی معنیٰ:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''انسان کا اپنی مرغوب اور مباح چیز کو ترک کر دینا زہد ہے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ بعض مباح چیزوں کو ترک کر دینا زہد ہے اور صرف حرام چیزوں کا ترک کر دینا ہی زہد نہیں ہے ہر چند کہ وہ حرام چیزوں کا زاہد ہے۔ لیکن عرف میں زہد کا لفظ مباح چیزوں کے ترک کے ساتھ مخصوص ہے۔ سو دنیا کے ساتھ اعراض کر کے آخرت کی طرف رغبت کرنا زہد ہے یا غیر اللہ سے اعراض کر کے اللہ کی طرف راغب ہونا زہد ہے اور یہ زہد کا سب سے بلند درجہ ہے۔

قرآن وحدیث میں زہد کی ترغیب

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (الکہف: ۷)

بیشک جو کچھ زمین پر ہے ہم نے اس کو زمین کے لیے زینت بنایا تا کہ ہم انہیں آزمائیں کہ کون سب سے بہتر کام کرنے والا ہے۔

ابن ابی حاتم نے سفیان ثوری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کا یہ معنٰی ہے ''تا کہ ہم انہیں آزمائیں کہ کون دنیا کی زینت میں زہد کرنے والا ہے اور خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان میں سے کون دنیا کو زیادہ ترک کرنے والا ہے؟

وَ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى (طه: ۱۳۱)

اور آپ حیاتِ دنیا کی ان زینتوں اور آرائشوں کی طرف آنکھ نہ پھیلائیں جو ہم نے ان کے مختلف قسم کے لوگوں کو (عارضی) منفعت کے لیے دے رکھی ہیں تا کہ اس میں ہم ان کو آزمائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کا رزق سب سے بہتر اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ دنیا کی زیب و زینت کی طرف آنکھ نہ پھیلائیں یہی بعینہ زہد کا حکم ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی بیوی نے ابو درداء رضی اللہ عنہ سے کہا تم کو کیا ہو گیا ہے؟ تم دوسرے لوگوں کی طرح مال جمع نہیں کرتے بلکہ صرف ضرورت کے لائق ہی کماتے ہو اور دنیا کو چھوڑے بیٹھے ہو ابو درداء رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ہر شخص کو ایک سخت گھاٹی سے گزرنا ہے جو لوگ بوجھل ہوں گے وہ اس سے نہ گزر سکیں گے میں اس گھاٹی سے گزرنے کے لیے ہلکا پھلکا رہنا چاہتا ہوں۔ (طبرانی)

قیامت میں جب سب لوگ جمع ہوں گے تو کہا جائے گا کہ اس وقت کے فاقہ کش کہاں ہیں؟ اس سوال پر لوگوں کی ایک جماعت سامنے آئے گی ارشاد ہو گا تم نے کیا عمل کیے تھے؟ عرض کریں گے الٰہی ہم پر بلائیں ڈالی گئیں ہم نے صبر کیا تو نے دولت اور سلطنت ہمارے غیروں کو دی لیکن ہم نے اف نہ کی ارشاد ہو گا تم سچ کہتے ہو پھر اس جماعت کو سب سے پہلے جنت میں داخل کر دیا جائے گا دولت والوں پر حساب کی سختی ہوتی

رہے گی۔(ابنِ حبان)

حضور ﷺ بعض اوقات جنگ میں فقراء اور مساکین کے وسیلہ سے فتح کی دعا مانگا کرتے تھے۔(طبرانی)

حضور ﷺ نے کہا یا اللہ! جو تجھ پر ایمان لایا ہے اور مجھ کو رسول ﷺ جانتا ہے تو اس کے دل میں اپنے دیدار کی محبت پیدا کر دے اور اس پر موت کو آسان فرمادے۔لیکن دنیا اس کو کم دے اور جو تجھ پر ایمان نہیں لایا اور میری رسالت کو ماننے والا نہیں ہے اس کو دنیا بہت زیادہ دے لیکن اپنے دیدار کی محبت اس سے سلب فرما اور موت اس پر مشکل کر دے۔

(ابنِ حبان)

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ دو باتیں ایسی ہیں کہ ابنِ آدم ان کو پسند نہیں کرتا حالانکہ وہ اس کے لیے بہتر ہیں ایک تو موت سے گھبراتا ہے لیکن یہ نہیں سمجھتا کہ موت فتنوں سے بہتر ہے۔دوسرے مال کی کمی سے رنجیدہ ہوتا ہے حالانکہ قلتِ مال سے حساب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔(احمد)

کسی نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ سب سے زیادہ زاہد کون ہے؟ فرمایا جس نے قبر کو فراموش نہ کیا اور دنیا کی زیبائش کو ترک کر دیا فانی چھوڑ کر باقی کو اختیار کر لیا آنے والے کل کو زندگی میں شمار نہ کیا۔اور اپنی جان کو مردوں میں سمجھ لیا۔

غریب، کمزور اور حقیر مسلمانوں کی بدولت لوگوں کو رزق ملتا ہے ان کی مدد کی جاتی ہے۔غریبوں کی دعا، نماز اور اخلاص سے دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہے۔(بخاری،نسائی)

حضور ﷺ نے فرمایا فقراء، اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے

(ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے دنیا کی فکر میں صبح کی اللہ تعالیٰ اس کو پریشان حال رکھے گا اور اس کے اہل و عیال کو متفرق کر دے گا اور اس کی آنکھوں کے سامنے فقر و فاقہ کر دے گا اور اس کو اتنی ہی دنیا ملے گی جتنی اس کی تقدیر میں ہے اور جس شخص نے آخرت کی فکر میں صبح کی اللہ تعالیٰ اسے مطمئن رکھے گا اس

کے اہل وعیال کی حفاظت کرے گا اور اس کے دل کو مستغنی کر دے گا اور اس کے پاس دنیا دھتکاری ہوئی آئے گی۔ (ترمذی)

حضور ﷺ نے فرمایا جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جس کو دنیا میں زہد اور کم گوئی دی گئی ہو تو اس کا قرب حاصل کرو کیونکہ اس شخص کو حکمت دی گئی ہے۔ (ابنِ ماجہ)

ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا دنیا سے بے رغبتی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور لوگوں کے پاس جو چیزیں ہیں ان سے بے رغبتی کرو تو لوگ تم سے محبت کریں گے۔ (ابنِ ماجہ)

حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا میں برحق مومن ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے دنیا سے اپنے نفس کو ہٹا لیا ہے اب میرے نزدیک دنیا کا پتھر اور سونا برابر ہے (پھر اس زہد کے نتیجے میں) میں نے جنت و دوزخ اور عرشِ الٰہی کا صاف مشاہدہ کیا حضور ﷺ نے فرمایا واقعی تم نے ایمان کو پہچان لیا۔ (اس زہد پر) جمے رہنا یہ وہ بندہ ہے جس کے دل کو اللہ نے ایمان سے روشن کر دیا۔ (طبرانی)

حضور ﷺ کے پاس بعض وفود آئے اور یہ کہا کہ ہم مومن ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے ایمان کی کیا علامت ہیں؟ انہوں نے کہا ہم مصیبت پر صبر کرتے ہیں۔ راحت کے وقت شکر کرتے ہیں تقدیر پر راضی رہتے ہیں ہمارے دشمنوں کو کوئی تکلیف پہنچے تو ہم خوش نہیں ہوتے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر ایسے ہی ہو تو تم جو چیز نہیں کھاتے اس کو جمع نہ کرو جس جگہ نہیں رہتے وہاں مکاں نہ بناؤ اور جن چیزوں کو تم نے چھوڑ جانا ہے ان میں رغبت نہ کرو اس حدیث میں حضور ﷺ نے زہد کو ایمان کو تکملہ قرار دیا ہے۔

زہد کے درجات:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ زہد کے تین درجات ہیں۔

۱۔ ایک شخص کے دل میں دنیا کی خواہش ہو لیکن وہ مجاہدہ اور کوشش کر کے دنیا کو ترک کر دے اس کو متزہد کہتے ہیں۔

۲۔ ایک شخص اپنی رغبت سے دنیا کو ترک کردے بایں طور کہ وہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کو حقیر جانے۔

۳۔ ایک شخص زہد میں بھی زہد کرے یہ سب سے بڑا مرتبہ ہے۔

امام احمد رضی اللہ عنہ کے نزدیک زہد کی اقسام

امام احمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

۱۔ زهد العوام ترك الحرام

عوام الناس کا زہد ہے کہ حرام (باتوں، ماکولات، مشروبات) سے بچیں۔

۲۔ ترك الفضول من الحلال وهو زهد الخواص

خواص کا زہد یہ ہے کہ اپنی ضروریات سے زائد حلال اشیاء کے استعمال سے بچیں۔

۳۔ ترك ما يشغل عن الله وهو زهد العارفين

عارفین کا زہد یہ ہے کہ انسان ہر اس (چیز و کام) سے بچے جو اسے یادِ الٰہی سے غافل کردے۔

حقیقتِ حیات

زہد کو اختیار کرنے پر انسان اس وقت ہی آمادہ ہوسکتا ہے جب وہ موت و حیات کی حقیقت پر نظر رکھتا ہو اور دنیا کی دلفریبیوں، رعنائیوں اور رنگینیوں کی حقیقت سے باخبر ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (العنكبوت: ٦٤)

اور یہ حیاتِ دنیوی کھیل تماشے کے سوا کچھ نہیں اور تحقیق آخرت کا گھر ہی ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے کاش لوگ جانیں۔

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ وَّ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى (النساء: ٧٧)

کہہ دیجیے کہ دنیا کا مال و متاع معمولی ہے اور آخرت متقیوں کے لیے بہترین جگہ ہے۔

وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اِلَّا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ وَّلَلدَّارُ الْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ

(الانعام: ۳۲)

اور یہ دنیا کی زندگی کھیل کود کے سوا کچھ نہیں اور دارِ آخرت پرہیزگاروں کے لیے بہترین جگہ ہے۔

اس زندگی کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ اسے اپنے لیے آزمائش سمجھا جائے اور نیک اعمال کے لیے اپنے تمام اوقات اور صلاحیتوں کو وقف کر دیا جائے۔ حضور ﷺ کے ارشاداتِ عالیہ سے اس حیات کی حقیقت اور بھی واضح ہو جاتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

اَلدُّنْیَا مُزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

اَلدُّنْیَا جِیْفَۃٌ وَّطَالِبُھَا کِلَابٌ

دنیا مردار ہے اس کے چاہنے والے کتے ہیں۔

ابنِ آدم کو تین چیزوں کے علاوہ کسی چیز کا کوئی حق نہیں ہے رہنے کے لیے گھر، ستر کے لیے لباس، روٹی کا ٹکڑا اور پانی (ترمذی)

دنیوی زندگی آخرت کے مقابلے میں ایسے ہے جیسے سمندر میں انگلی ڈبو کر نکالو تو جو تری اس کے ساتھ آئے (مسلم)

دنیا میں مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے عیش کی جگہ ہے۔ (مسلم)

اگر دنیا کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی تک نہ دیتا (ترمذی)

زاہد کی فضیلت

حضرت ابوالعباس سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے کہ اسے کروں تو اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے محبت کرے اور لوگ بھی حضور ﷺ نے فرمایا دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے بے نیازی اختیار کرو تو لوگ تجھے پسند کریں گے۔ (ابن ماجہ)

جب تم کسی بندے کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا کی طرف سے زہد یعنی بے رغبتی اور کم سخنی نصیب فرمائی ہے اس کی صحبت میں رہا کرو کیونکہ اسے حکمت کا القا ہوتا ہے۔ (بیہقی)

قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا۔

جس کو حکمت عطا کی گئی اس کو خیرِ کثیر عطا کیا گیا۔

جو بندہ بھی زہد اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے دل میں حکمت کو لگائے گا اور اس کی زبان پر بھی حکمت کو جاری کر دے گا اور دنیا کے عیوب اس کی بیماریوں اور پھر اس کا علاج و معالجہ بھی اس کی آنکھوں سے دکھا دے گا اور دنیا میں اس کو سلامتی کے ساتھ نکال کر جنت میں پہنچا دے گا۔ (بیہقی)

حضور ﷺ دعا فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشَ الْاٰخِرَةِ

اللہ آخرت کے آرام و عیش کے سوا کوئی عیش نہیں چاہیے۔

زہدِ نبوی ﷺ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کھجور کی چٹائی پر سوئے جب اٹھے تو جسمِ اطہر پر اس کے نشانات تھے ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ ﷺ ہمیں حکم فرمائیں تو ہم آپ ﷺ کے لیے بستر کا انتظام کریں اور کچھ بنائیں حضور ﷺ نے فرمایا مجھے دنیا سے کیا تعلق اور کیا لینا میرا تعلق دنیا کے ساتھ بس ایسا ہے جیسا کہ کوئی سوار مسافر کچھ دیر سایہ لینے کے لیے کسی درخت کے نیچے ٹھہرا اور پھر اس کو چھوڑ کر اپنی منزل کی طرف چل دیا۔ (ترمذی، ابنِ ماجہ)

رسول اللہ ﷺ کے زہد کے بارے میں طالب حقیقت کے لیے اتنا جاننا ہی کافی ہے کہ دنیا کے مال و متاع اور اس کی آرائشوں سے آپ ﷺ نے ایسی حالت میں بھی اجتناب فرمایا جبکہ وہ آپ ﷺ کے قدموں میں بکھری پڑی تھیں اور پے در پے فتوحات ہو رہی تھیں حتیٰ کہ اس بے رغبتی کی حالت میں آپ ﷺ نے دنیا کو خیر باد کہہ دیا اور اس

وقت خانگی اخراجات کے باعث آپ ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی آپ ﷺ دعا مانگا کرتے تھے اے اللہ آلِ محمد ﷺ کو اتنا رزق دے کہ وہ اپنی زندگیاں باقی رکھ سکیں۔

ابنِ ابی شیبہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ظاہری حیات میں کبھی سیر ہو کر متواتر تین دن کھانا نہیں کھایا اور دوسری روایت میں ہے کہ کبھی متواتر دو دن سیر ہو کر جو کی روٹی نہیں کھائی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہم ایسے آلِ محمد ﷺ ہیں کہ بعض اوقات سارا مہینہ گزر جاتا ہے ہمارے گھر میں آگ روشن کرنے کی نوبت نہیں آتی صرف کھجوروں اور پانی پر ہی گزر اوقات ہوتی رہتی ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن محمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا فخرِ دو عالم ﷺ نے پردہ فرمانے تک کبھی سیر ہو کر جو کی روٹی بھی نہ کھائی اور یہی حالت آپ ﷺ کے گھر والوں کی رہی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دستر خوان پر کھانا نہیں کھایا اور نہ ہی امراء کی طرح چھوٹی چھوٹی پیالیوں میں کھاتے آپ ﷺ کے لیے چپاتی کبھی نہیں پکائی گئی اور بکری کا بھنا ہوا گوشت ناپسند تھا۔

کھانا جو کھانا جو کی روٹی ان چھنا آٹا روٹی موٹی
وہ بھی شکم بھر روز نہ کھانا صلی اللہ علیہ وسلم

ایک دفعہ حضرت جبرائیل بارگاہِ رسالت پناہ ﷺ میں حاضر ہوئے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ بیشک اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لیے بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر آپ ﷺ چاہیں تو آپ ﷺ کے لیے اس پہاڑ کو سونا بنا دیا جائے اور جہاں کہیں بھی آپ ﷺ تشریف فرما ہوں یہ آپ ﷺ کے ساتھ رہے آپ ﷺ نے تھوڑی سی دیر سر جھکایا پھر فرمایا اے جبرائیل دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا آخرت میں کوئی ٹھکانہ نہیں اور اس کا مال ہے جس کے پاس حقیقی دولت نہیں اسے وہی شخص جمع کرتا ہے جس کے پاس عقل وخرد نہ ہو جبرائیل نے کہا اے ممدوحِ پروردگار ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حقیقت

آشنائی والے مقام پر ثابت قدم رکھا ہوا ہے معلوم ہوا رسول اللہ ﷺ کا فقر مبارک اختیاری تھا۔

کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

زہد کے متعلق غلط فہمی کا ازالہ

بعض لوگوں نے زہد کا مطلب یہ سمجھ لیا ہے کہ آدمی دنیا کی ساری نعمتوں، راحتوں اور لذتوں کو اپنے اوپر حرام کرے نہ کبھی لذیز کھانے کھائے، نہ ٹھنڈا پانی پیئے اور نہ ہی اچھا کپڑا پہنے نہ کبھی اچھے بستر پر سوئے حضور ﷺ نے زہد کے اس تصور کو غلط قرار دیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا دنیا کے بارے میں زہد حلال کو اپنے اوپر حرام کرنا اور اپنے مال کو برباد کرنے کا نام نہیں بلکہ زہد یہ ہے کہ جو کچھ تمہارے پاس اور تمہارے ہاتھ میں ہو اس سے زیادہ اعتماد تم کو اس پر ہو جو اللہ کے پاس اور اس کے قبضے میں ہے اور جب تم کو کوئی تکلیف پیش آئے تو اس کے اخروی ثواب کی چاہت تمہارے دل میں زیادہ ہو بہ نسبت اس خواہش کے کہ وہ تکلیف تمہیں پیش ہی نہ آتی۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

بہترویں شاخ

تحفظِ عصمت اور اختلاط مرد وزن سے کنارہ کشی

اسلام نے عصمت وعفت کے تحفظ کے لیے صرف ایک جائز وحلال راستے کی اجازت دے کر باقی تمام چور دروازوں پر پابندی لگائی ہوئی ہے اور یہ جائز وحلال راستہ نکاح کا ہے۔ تمام مذاہب وادیان اور آئین وقوانین میں اس فطری جائز راستہ کو کھلا رکھا گیا ہے اسی رشتہ پر خاندانی وقبائلی زندگی کا دار ومدار ہے اگر نکاح کا راستہ نہ ہوتو نظامِ حیات درہم برہم ہو جائے اور مدنیت وارتقاء کا نام ونشان مٹ جائے کون نہیں جانتا کہ عمر کے ایک مخصوص حصے میں آ کر مرد کو عورت کی ضرورت محسوس ہوتی ہی تا کہ اس سے تسکین حاصل کرے اور عورت کو مرد کی تلاش ہوتی ہے جس کا سہارا لیکر وہ اپنی سب سے بڑی دولت عصمت کو محفوظ کرتی ہے اور دونوں پاکدامنی کی زندگی گزارتے ہیں اور حوادثِ زمانہ کے وقت ایک دوسرے کے معاون ثابت ہوتے ہیں شادی اجتماعی حیثیت سے بھی ضروری ہے کہ مذکورہ فوائد کے ساتھ اجتماعی شیرازہ بندی میں سہولت پیدا ہوا گر شادی نہ ہوتو باپ کہاں سے آئے گا؟ ماں کون ہوگی؟ بھائی بہن کا رشتہ کس طرح پیدا ہوگا؟ شوہر اور بیوی کون کہلائے گا؟ سسر اور سالا کون بنے گا؟ رضاعی اور غیر رضاعی رشتہ کی شاخ کس درخت سے پھوٹے گی؟

غیر فطری راستوں سے تکمیل شہوت اسلام کی نظر میں

جائز اور حلال طرق کے علاوہ اسلام نے دیگر غیر مشروع ناجائز اور حرام طریقوں سے شہوت طلب کرنے والوں کے لیے سخت سزائیں مقرر کی ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ترمذی شریف میں روایت ہے۔

من وجد تموہ یعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل المفعول بہ

تم جس کو دیکھو کہ وہ قومِ لوط کا عمل کرتا ہے تو فاعل اور مفعول بہ دونوں قتل کر ڈالو۔

مادہ تولید کی بربادی کی شکل یہ بھی ہے کہ بیوی کے ساتھ کوئی عملِ لوط کا ارتکاب کرے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

لَا یَنْظُرُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اِلٰی رَجُلٍ اَتٰی رَجُلًا اَوْ اِمْرَاَۃً فِیْ دُبُرِھَا (ترمذی)

اللہ تعالیٰ اس شخص کو نظرِ رحمت سے نہیں دیکھے گا جو کسی مرد یا عورت سے لَواطت کرتا ہے۔

اسی انسانی امانت میں خیانت کی ایک شکل یہ بھی ہے جس کی طرف حدیثِ پاک میں اشارہ کیا گیا ہے اور سخت سزا تجویز کی گئی ہے کہ

مَنْ اَتٰی بَھِیْمَۃً فَاقْتُلُوْا

جو کسی چوپائے سے وطی کرے اسے قتل کر ڈالو۔

مادہ تولید کو ہاتھ وغیرہ سے نکال کر ضائع کرنا اسلام میں اس کی بھی سختی کے ساتھ ممانعت کی گئی ہے۔ فرمایا:

اَلنَّاکِحُ بِالْیَدِ مَلْعُوْنٌ (اَوْکَمَا قَالَ)

ہاتھ سے منی نکالنے والا لعنتی ہے۔

تجربہ و مشاہدہ بتاتا ہے کہ اس قسم کے لوگوں کے چہرے کی رونق غائب ہو جاتی ہے اور وہ آدمی دھتکارا اور پھٹکارا ہوا لگتا ہے اپنی تندرستی کی نعمت سے محروم ہو جاتا ہے بسا اوقات اپنی مردمی قوت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ الغرض اسلام نے ان تمام طرق اور راستوں کے سدِ باب کی سختی سے کوشش کی ہے۔

تحفظِ عصمت و عفت اور شادی

اتنی خطرناک اور مہلک برائی جو انسان کو ہر اعتبار سے سخت نقصان پہنچاتی ہے۔ اس کی روک تھام کی جس شد و مد سے ضرورت تھی وہ کسی ذی عقل سے مخفی نہیں اور صرف روک دینا ہی کافی نہیں بلکہ اس کے لیے مستقل قوانین اور ضابطہ کی ضرورت تھی اور اسلام نے یہی کیا انسان کی فطرت کو جانچا اور اس کے مطابق علاج اور پرہیز کی تاکید کی۔

غیر مذاہب کی طرح افراط وتفریط کا راستہ اختیار نہیں کیا بلکہ انسانی مزاج کو پرکھ کر اعتدال کا طریقہ پسند کیا۔

لواطت اور زنا کے نقصانات بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کو حکم دیا کہ مرد و عورت جن کو شادی کی ضرورت محسوس ہو ضرور شادی کریں۔ عصمت و عفت کی حفاظت کا سب سے بڑا ذریعہ اور ان کی جنسی خواہشات کی تسکین کا سبب یہی ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شادی کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

وَ اَنْكِحُوا الْاَیَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآىِٕكُمْ (النور: ۳۲)

اور تم میں سے جو بے نکاح ہوں ان کا نکاح کر دیا کرو اور تمہارے غلام اور لونڈیوں میں جو اس لائق ہوں ان کا بھی۔

اللہ تعالیٰ نے رشتہ ازدواج کے قیام کی تاکید فرمائی ہے اور ان تمام بالغ اولاد کی شادی کر دینے کا حکم دیا ہے جن کو شادی کی ضرورت ہو اسی لیے بعض فقہاء نے شادی کو واجب قرار دیا ہے احادیثِ مبارکہ سے ان کی تائید بھی ہوئی ہے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ جنسی میلان حدِ برداشت سے جب باہر ہو جائے اور شرعی حدود کو توڑنے کا خطرہ سامنے آ جائے یعنی ظنِ غالب اس خطرہ میں مبتلا ہونے کا ہو تو اِس وقت کا نکاح کرنا مومن کیلئے واجب ہو جاتا ہے لیکن اگر بیتابی حد سے گزری ہو تو سنت موکدہ ہے حضور ﷺ نے فرمایا:

یَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَ فَلْیَتَزَوَّجْ فَاِنَّهٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ (بخاری)

اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو اسباب اجماع کی قدرت رکھتے ہوں انہیں چاہیے کہ وہ نکاح کر لیں کیونکہ یہ نگاہ کو محفوظ رکھتا ہے اور شہوت کی جگہ کو بچاتا ہے۔

اس حدیث میں حضور ﷺ نے نکاح کے فوائد بھی بیان فرمائے۔ ایک اور جگہ فرمایا:

تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم (مشکوٰۃ)

بہت محبت کرنے والی اور بہت سے بچے دینے والی عورت سے شادی کرو اس لیے کہ میں تمہاری کثرت سے اور امتوں پر فخر کروں گا۔

اگر کوئی شخص چاہتا ہے کہ دنیا سے پاک صاف جائے اور اس کا دامنِ عفت و عصمت گناہ میں ملوث نہ ہو تو اس کی شکل یہی ہے۔

من اراد ان یلقی اللہ طاھرا مطھر افلیتزوج الحرائر (مشکوٰۃ)

اللہ تعالیٰ سے جو شخص پاک صاف ملنا چاہے اس کو چاہیے کہ وہ شریف عورتوں سے شادی کرے۔

غور کیا جائے تو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ گناہوں کے بڑے حصے کا تعلق جنسی میلانات سے ہی ہے۔ شرعی اور آئینی حدود میں اپنے آپ کو جکڑ دینے کے بعد اسباب کی حد تک بے راہ روی کے خطرات کم ہو جاتے ہیں اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ

اِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ نِصْفَ الدِّیْنِ (مشکوٰۃ)

بندہ نے جب شادی کر لی تو اس نے نصف دین پورا کر لیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

اَتَزَوَّجُ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ (بخاری)

میں شادی کرتا ہوں پس جو میرے طریقے سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں۔

اختلاطِ مرد و زن کے نقصانات

مرد و زن کے اختلاط اور میل جول سے نفسِ انسانی کو بھٹکنے کا موقع ملتا ہے اور شیطان کیلئے دوسروں کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کا موقع ہاتھ آ جاتا ہے ہم یہ نہیں کہتے کہ ہمیں عورتوں پر اعتماد نہیں ہے اور مردوں کو ہم شیطان سمجھتے ہیں بلکہ ہم عورت اور مرد دونوں ہی کو قابلِ اعتماد اور لائقِ وثوق یقین کرتے ہیں مگر ساتھ ہی ہم اس کے بھی قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی سرشت میں شہوت ودیعت کی ہے۔ مرد و عورت کی اس میں کوئی تفریق نہیں۔

جوانی ہر شخص پہ مایہ الزام ہوتی ہے
نگاہِ نیک بھی اس عمر میں بدنام ہوتی ہے

تاریخ شاہد ہے کہ ہر دور میں دشمنوں اور بد باطنوں نے پاکدامن مرد و عورت پر تہمت لگائی ہے۔ جس سے فتنہ و شر کے دروازے کھلے ہیں۔ اس لیے عقل کی روشنی میں بھی

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ایسی تدبیر اختیار کی جائے جس سے وہ راستے بند ہو جائیں جن سے ہو کر فتنہ وفساد کے چشمے ابلتے ہیں۔ ایک خاتون نے ان الفاظ میں اپنی دلسوزی کا اظہار کیا کہ ”جو لڑکیاں مخلوط تعلیم کی پیداوار ہیں ان کی اخلاقی سیرت کے متعلق یہ کہنا چاہتی ہوں کہ مخلوط تعلیم سے ان کی خلقی عصمت اور غیرت تباہ ہو جاتی ہے۔

جن ملکوں میں مخلوط تعلیم عام ہے ان کے واقعات ملاحظہ فرمائیے۔ امریکہ کے متعلق وہاں کے جج لنڈ سے کا بیان ہے کہ ہائی سکول کی کم عمر والی چار سو پچانویں لڑکیوں نے خود مجھ سے اقرار کیا ہے کہ ان کو لڑکوں سے صنفی تعلقات کا تجربہ ہو چکا ہے۔

اسی جج لنڈ سے کا بیان ہے؟ ”اندازہ ہے کہ ہائی سکول کی کم از کم ۴۵ فیصد لڑکیاں مدرسہ چھوڑنے سے پہلے خراب ہو چکی ہوتی ہیں“

ایک مغربی خاتون مسز ڈون بھی حال اپنے مضمون ”عورتوں کی تعلیمی وقت“ میں رقمطراز ہیں۔ ”آخر میں یہ امر قابلِ توجہ ہے کہ مخلوط طریقہ تعلیم میں اگرچہ دعویٰ کتنا ہی کیا جائے ان جذباتی دقتوں کا ازالہ نہیں ہو سکتا جو نوجوانوں میں صنفی شعور کے آغاز سے پیدا ہو جاتی ہیں اور جو بعض طبائع کیلئے مطالعہ میں کامل انہماک کی راہ میں حقیقی رکاوٹیں پیدا کرتی ہیں جو چودہ اور اٹھارہ برس کی درمیانی مدت میں ناگزیر ہیں۔ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے مابین روزمرہ کے اختلاط کے نتیجہ کے طور پر نہ صرف جذباتی تعلقات پیدا ہو سکتے ہیں بلکہ مطالعہ اور ضبط زندگی کے لیے اور بھی زیادہ تباہ کن یہ بات ہے کہ بعض اوقات شاگرد استادوں سے جذباتی وابستگی پیدا کر لیتے ہیں۔

جب تعلیمی اداروں اور تعلیم یافتہ طبقہ کا یہ حال ہے تو پھر عوام کے متعلق آپ کیا رائے قائم کریں گے؟ عہدِ نبوی ﷺ میں کچھ بدمعاش یہودی اور منافق عورتوں کو چھیڑا کرتے تھے۔ اس لیے نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

اَلْغَيْرَةُ مِنَ الْاِيْمَانِ وَاِنَّ الْمِزَاءَ مِنَ النِّفَاقِ

غیرت ایمان کا حصہ ہے اور بے حیائی وفحاشی منافقت میں سے ہے۔

احتیاطیں

اسی لیے ہادی عالم ﷺ نے اصلاح احوال واصلاحِ معاشرہ کے لیے فرمایا تھا:

فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَآءَ فَاِنَّ اَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِي اِسْرَآئِيْلَ كَانَتْ فِي النِّسَآءِ

(مسلم، مشکوٰۃ)

دنیا اور عورتوں سے ڈرو کیونکہ بنی اسرائیل میں پہلا فتنہ جو پیدا ہوا وہ عورتوں میں تھا۔

مَاتَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً اَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ (متفق علیہ)

میں نے اپنے بعد عورتوں سے بڑھ کر اور کوئی فتنہ مردوں کے لیے ضرررساں نہیں چھوڑا۔

اَلصَّبْرُ عَلٰى غَضِّ الْبَصَرِ اَيْسَرُ عَلَى الصَّبْرِ عَلٰى اَلَمِ بَعْدَهٗ

آنکھ بند کرنا آسان ہے مگر بعد کی تکلیف پر صبر کرنا مشکل ہے

نظر کا تیر اگر پیوست ہو گیا تو اس سے حسرت، سوزشِ قلب، جگر کی ٹیس اور آہ وفغان نیم شبی پیدا ہوتی ہے۔ آدمی بے قابو ہو جاتا ہے ضبط باقی نہیں رہتا۔ جو کہ مستقل سوحانِ روح بن جاتا ہے۔ رحمتِ عالم ﷺ نے بھی اس فتنہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اَلنَّظَرُ سَهْمٌ مَسْمُوْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ

نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے۔

نگاہ شہوت کی قاصد اور پیامبر ہوتی ہے اور نگاہ کی حفاظت دراصل شرم گاہ اور شہوت کی جگہ کی حفاظت ہے۔ جس نے نظر کو آزاد کر دیا اس نے اس کو ہلاکت میں ڈال دیا اور نظر ہی ان تمام آفتوں کی بنیاد ہے جن میں انسان مبتلا ہوتا ہے کیونکہ نظر کھٹک پیدا کرتی ہے پھر کھٹک فکر کو وجود بخشتی ہے اور فکر شہوت کو ابھارتی ہے شہوت ارادہ کو جنم دیتی ہے ارادہ قوی ہو کر عزیمت میں تبدیل ہو جاتا ہے اور عزیمت میں مزید پختگی ہو کر فعل واقعہ ہوتا ہے اسی لیے بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ:

اَلنَّظَرُ سَهْمٌ سَمٌّ اِلَى الْقَلْبِ

نگاہ ایک تیر ہے جو قلب میں زہر ڈال دیتی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، کانوں کا زنا سننا ہے، زبان کا زنا بات کرنا ہے، ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے اور پیر کا زنا چلنا ہے اور دل کا زنا ارادہ اور تمنا کرنا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے ایک دفعہ اپنی مجلس میں فرمایا اَیُّ شَیْءٍ خَیْرٌ لِلنِّسَاءِ ؟ عورتوں کے لیے کونسی چیز بہتر ہے؟ کسی نے جواب نہ دیا سب کے سب خاموش رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس مجلس میں میں خود بھی شریک تھا مجھ سے بھی کوئی جواب نہ بن پڑا۔ جب میں گھر آیا تو خاتونِ جنت بتول زہرا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا اَیُّ شَیْءٍ خَیْرٌ لِلنِّسَاءِ

عورتوں کے لیے کونسی چیز بہتر ہے؟

دختر رسول سیّدہ بتول سلام اللہ علیھا نے بڑی برجستگی سے جواب دیا۔

"لَا یَرَاھُنَّ الرِّجَالُ"

سب سے بہتر یہ ہے کہ مردوں کی نگاہ سے عورتیں محفوظ رہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس جواب سے اس قدر خوش ہوئے کہ جا کر حضور ﷺ سے جواب کا تذکرہ کیا چنانچہ حضور ﷺ بھی خوش ہوئے اور فرمایا فاطمہ میرا ایک حصہ ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: یا علی لَا تَتْبَعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَاِنَّ لَكَ الْاُوْلٰی وَلَیْسَتْ لَكَ الْاٰخِرَةُ (مشکوٰۃ)

اے علی رضی اللہ عنہ ایک بار نظر پڑ جانے کے بعد پھر دوبارہ نہ دیکھو تمہارے لیے صرف پہلی نظر معاف ہے دوسری نہیں۔ (تفصیل ملاحظہ فرمانا چاہیں تو شاخ نمبر ۵۴ حیا کا مطالعہ فرمالیں شکریہ)

تہترویں شاخ

لغویات سے بچنا

لغو کی تعریف

لغو سے مراد ہر وہ قول اور فعل ہے جو فضول اور بے فائدہ ہو یا فضول کلام و کام جس میں کوئی دینی فائدہ نہ ہو۔

اَللَّغْوُ مَالَا یَعْتَدُّ بِهٖ کَلَامٌ وَّ غَیْرِہٖ (المنجد)

لغو کا اعلیٰ درجہ معصیت اور گناہ ہے۔ جس میں فائدہ دینی نہ ہونے کے ساتھ ساتھ دینی ضرر اور نقصان ہے اور اس کا ادنی درجہ یہ ہے کہ نہ مفید ہو نہ مضر اس کا ترک کرنا اولی اور موجب مدح ہے۔ مومن کی زندگی تو ہر لمحہ قیمتی ہے۔ اس کے پاس کہاں فرصت ہے کہ فضول اور بے کار کاموں میں شرکت کرے۔ لفظ ''اعراض'' نے مومن کی اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ لغویات میں ارتکاب اور اس میں شرکت تو دور کی بات ہے مومن تو اس طرف اپنا رخ بھی نہیں کرے گا۔ شاعرِ مشرق نے مومن کی عدیم الفرصتی کا یوں ذکر فرمایا:

فرصت آتی ہے میسر فقط غلاموں کو
نہیں ہے بندۂ حر کے لیے جہاں میں فراغ

قرآن وحدیث میں لغویات سے اعراض کی تاکید

وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا کِرَامًا (الفرقان: ۷۲)

(مومن کی شان یہ ہے کہ) جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب گزرتے ہیں کسی لغو چیز کے پاس سے تو بڑے باوقار ہو کر گزر جاتے ہیں۔

وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَ لَکُمْ اَعْمَالُکُمْ سَلٰمٌ

عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ (القصص: ۵۵)

اور جب (مومن) سنتے ہیں کسی بے ہودہ (لغو) بات کو تو منہ پھیر لیتے ہیں اس سے اور کہتے ہیں ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں تم سلامت رہو ہم جاہلوں کے چاہنے والے نہیں۔

وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (المومنون: ۳)

اور وہ (مومن) جو ہر بے ہودہ امر سے منہ پھیرے ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے روز جب جنتیوں کو جنت میں داخل فرما دے گا اور جہنمی اپنے کرتوتوں کے باعث جہنم چلے جائیں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ جنتیوں کو جنت کی بے بہا نعمتوں سے مالا مال کرے گا جس چیز کی تمنا کی جائے گی فوراً پیش کر دی جائے گی اور وہ وہاں۔

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَأْثِيْمًا (الواقعة: ۲۵)

نہ سنیں گے وہاں لغو باتیں اور گناہ والی باتیں

پھر فرمایا لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا (النباء: ۳۵)

(جنت میں مومن) نہ سنیں گے کوئی بے ہودہ بات اور نہ جھوٹ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَالَا يَعْنِيْهِ (ترمذی)

ایک آدمی کے اچھا مسلمان ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ لایعنی (بیہودہ) باتوں کو چھوڑ دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو وقت کا اور بے پناہ صلاحیتوں کا جولا ثانی سرمایہ دیا ہے مومن اس کو ضائع نہیں کرتا وہ اس چند روزہ زندگی کو غنیمت جان کر آخرت کی تیاری میں مصروف ہو جاتا ہے اپنے ایمان و ایقان میں کمال و جمال پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن افسوس کہ ایک طرف ہم ہیں کہ ہمیں غیبت، چغلی، جھوٹ، وعدہ خلافی، الزام تراشی سے ہی فرصت نہیں ملتی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ ایک بات اپنی زبان سے نکالتا ہے جو اللہ کی خوشنودی

کی بات ہوتی ہے بندہ اس کا خیال نہیں کرتا لیکن اللہ تعالیٰ اس کی اس بات کی بدولت اس کے درجات بلند فرماتا ہے اسی طرح آدمی خدا کو ناراض کرنے والی بات زبان سے لا پرواہی سے نکالتا ہے جو اسے جہنم میں گرا دیتی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا مومن کبھی لعنت وملامت کرنے والا، بے حیا اور فحش گو نہیں ہوسکتا۔

نبی اکرم ﷺ نے مومن کی یہ تعریف بیان فرمائی کہ

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ

مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ ہاتھ سے تکلیف کا مطلب کسی کو بے جا قتل نہ کرے، مار پیٹ نہ کرے، زبان سے تکلیف کا مطلب کسی کو گالی گلوچ نہ دے، غیبت اور چغلی نہ کرے۔ کسی پر تہمت نہ لگائے۔ کسی کی دل آزاری والی باتیں نہ کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

جراحات السنان لها التيام
ولا يلتام ما جرح اللسان

لغویات سے اعراض کے فوائد

حضور ﷺ نے فرمایا: من يضمن ما بين لحييه وما بين رجليه اضمن له الجنة جو شخص مجھے اپنی زبان اور شرمگاہ کی ضمانت دے دے میں اسے جنت کی ضمانت دوں گا۔

حضور ﷺ نے فرمایا: من صمت نجا جو بے ہودہ اور لغو باتوں سے خاموش رہا وہ نجات پا گیا۔

حضرت لقمان حکیم سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو یہ عالی مرتبہ کیسے مل گیا؟ انہوں نے کہا تین باتوں کی وجہ سے

۱۔ راست گوئی

۲۔ ادائے امانت

۳۔ اور بے کار باتوں سے کنارہ کش ہونے کی وجہ سے

حضور ﷺ نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا انسان کے لیے سب سے زیادہ خوفناک چیز یہ ہے اس کی حفاظت نجات کا موجب ہے۔

لغویات میں پڑنے کے نقصانات

حضور ﷺ نے فرمایا: سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ مسلمان کو گالی گلوچ دینا گنہ گار ہے اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔

اَكْثَرُ النَّاسِ ذُنُوْبًا اَكْثَرُهُمْ كَلَامًا فِيْمَا لَا يَفِيْدُ (حدیث)

سب سے زیادہ گنہ گار وہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ بے ہودہ کلام کرتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا بدزبانی انسان کو آسمان جتنی بلندی سے دوزخ میں گرادیتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا صبح ہوتی ہے تو انسان کے سب اعضاء اس کی زبان کی گوشمالی کرتے ہیں کہ ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر ہم تو تمہارے ساتھ ہیں تو سیدھی ہوئی تو ہم بھی سیدھے ہیں اور تو ٹیڑھی ہوئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا زبان گویا کل اعمال کا مایہ خمیر ہے کتنے ہی لوگ ہیں جو زبان کی بدکلامی کی وجہ سے دوزخ میں منہ کے بل گرائے جائیں گے۔

جو آدمی اپنے عمل اور باتوں میں موازنہ کرتا رہے گا وہ خود بخود صرف حاجت کی بات کرنے کا عادی بن جائے گا۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی آدمی سے اللہ تعالیٰ کے اعراض کرنے کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ اس کو بیکار باتوں کے مشغلہ میں الجھادے۔

حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آدمی کی بیکار باتوں کا مشغلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو رسوا کرنے کی ایک علامت ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے ایک زبان دراز عورت دیکھی فرمایا اگر یہ گونگی ہوتی تو یہ اس کے حق میں اچھا ہوتا۔

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انسان کو تیر مارنا اس کو زبان سے طعن وتشنیع کرنے سے کم ہے کیونکہ زبان کے نشانے کبھی خطا نہیں ہوتے۔ ایک دانا کا قول ہے کہ چھ

باتیں ایسی ہیں جن سے جاہل پہچانا جاتا ہے

۱۔ خلافِ مزاج بات پہ غضب ناک اور سیخ پا ہونا
۲۔ بے فائدہ کلام (عقل مند کو زیب نہیں دیتا)
۳۔ فضول خرچی (یہ بھی جاہلوں کا ہی کام ہے)
۴۔ ہر کسی سے راز کی بات کہنا
۵۔ ہر کسی پر اعتماد کر بیٹھنا
۶۔ دوست اور دشمن میں احتیاط نہ کرنا (ہر دو سے ایک جیسا سلوک کرنا)

چوہترویں شاخ

سخاوت

جودوسخا کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کی خاطر اس کے دیے ہوئے مال میں سے غربا، یتامیٰ، مساکین، محتاجوں اور دیگر ضرورت مند لوگوں پر خرچ کرے۔

مشکوٰۃ المصابیح میں حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مال میں زکوٰۃ کے سوا بھی حق ہے۔ اسلام پیدائشِ دولت (PRODUCTION) کے ساتھ ساتھ تقسیمِ دولت (DISTRIBUTION) کی طرف بھی انسان کی توجہ مبذول کراتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو اسلامی نظامِ معیشت کو دنیا کے دوسرے معاشی نظاموں سے ممتاز کرتی ہے اور روحانی طور پر اللہ کا قرب عطا کرتی ہے۔

قرآن وحدیث میں جودوسخا کی ترغیب واہمیت

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ (البقرہ: ۲۵۴)

اے ایمان والو خرچ کرو اس مال سے جو ہم نے آپ کو دیا ہے۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ (البقرہ: ۲۶۱)

مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں ایسی ہے جیسے ایک دانہ جو اگاتا ہے سات بالیں ہر بال میں سو دانہ ہو اور اللہ تعالیٰ بڑھا دیتا ہے جس کی لیے چاہتا ہے۔

وَاَنفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ (البقرہ: ۱۹۵)

اور خرچ کیا کرو اللہ کی راہ میں اور نہ پھینکو اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ (آلِ عمران: ۹۲)

ہرگز نہ پاسکو گے کامل نیکی جب تک نہ خرچ کرو ان چیزوں سے جن کو تم عزیز رکھتے ہو اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ (آلِ عمران: ۱۳۴)

(مومن وہ ہیں جو خرچ کرتے ہیں خوشحالی اور تنگدستی ہیں)۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ (البقرہ: ۱۶۷)

اے ایمان والو خرچ کیا کرو عمدہ چیزوں سے جو تم نے کمائی ہیں۔

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلِاَنْفُسِکُمْ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ (البقرہ: ۲۷۲)

اور جو تم خرچ کرو اپنے مال سے تو (اس میں) تمہارا اپنا فائدہ ہے اور تم اللہ کی رضا کے لیے ہی خرچ کرتے ہو۔

قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ یُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَ لَا خِلٰلٌ (ابراھیم: ۳۱)

آپ ﷺ میرے بندوں کو فرمایئے جو ایمان لائے ہیں کہ وہ صحیح صحیح ادا کیا کریں نماز اور خرچ کیا کریں اس سے جو ہم نے انہیں رزق دیا ہے پوشیدہ طور پر اور علانیہ اس سے بیشتر کہ آجائے وہ دن جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوستی۔

سخاوت کرنے والوں کا انعام

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَاۤ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَاۤ اَذًی لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (البقرہ: ۲۶۲)

اور جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں پھر جو خرچ کیا اس کے پیچھے نہ احسان جتاتے ہیں اور نہ ہی دکھ دیتے ہیں انہیں کے لیے ثواب ہے ان کا ان کے رب کے

پاس نہ کوئی خوف ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (البقرہ : ۲۷۴)

جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال رات میں اور دن میں چھپ کر اور علانیہ تو ان کے لیے ان کا اجر ہے اپنے رب کے پاس اور نہ انہیں کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَاَنْفَقُوْا لَھُمْ اَجْرٌ کَبِیْرٌ (الحدید: ۷)

پس جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور (راہِ خدا میں) خرچ کرتے رہے ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔

ایک روز ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک دنبہ ذبح فرمایا اس کا ایک بازو رکھ لیا اور باقی سب مسکینوں میں بانٹ دیا رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم کاشانہ اقدس میں تشریف لائے تو پوچھا کہ کوئی چیز اس سے بچی بھی ہے؟ ام المؤمنین نے کہا مَا بَقِیَ مِنْھَا اِلَّا کَتِفُھَا باقی سب ختم ہو گیا ہے صرف ایک بازو بچا ہے۔ مربی اعظم نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَقِیَ کُلُّھَا غَیْرُ کَتِفِھَا

اے عائشہ رضی اللہ عنہا جو تم نے راہِ خدا میں دیا وہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گیا فنا تو صرف وہ بازو ہوا ہے جو تم نے اپنے لیے رکھا ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خرچ کر اور شمار نہ کر اللہ تعالیٰ تجھ پر شمار کرے گا (یعنی تجھے بھی گن گن کر دے گا اور روک کر نہ رکھ تجھ پر روک رکھے گا جہاں تک ہو سکے خیرات کر)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنْفِقْ یَا ابْنَ اٰدَمَ اَنْفِقْ عَلَیْکَ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابنِ آدم خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر صبح جب بندے صبح کرتے ہیں تو دو فرشتے اترتے ہیں ایک کہتا ہے اے اللہ (اپنی راہ میں) خرچ کرنے

والے کو اچھا بدل عطا کر اور دوسرا کہتا ہے اے اللہ بخیل کا مال تلف کر دے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلسَّخِیُّ حَبِیْبُ اللّٰہِ وَلَوْ کَانَ فَاسِقٌ

سخی اللہ کا دوست ہے اگرچہ گناہ گار ہی ہو۔

حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن مومن کا صدقہ اس کا سایہ ہوگا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول خدا ﷺ نے فرمایا صدقہ و خیرات اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت کو دفع کرتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ایک دفعہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا اے بلال رضی اللہ عنہ خرچ کر عرش والے سے غربت کا ڈر نہ رکھ۔

ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ سخاوت جنت میں ایک درخت ہے سخی اس کی ٹہنیاں پکڑ لیتا ہے اور وہ اس کو جنت میں داخل کر دیں گی بخل دوزخ کا ایک درخت ہے بخیل اس کی ٹہنیاں پکڑ لیتا ہے اور وہ اسے دوزخ میں داخل کر دیں گی۔

سخاوت نہ کرنے والوں کی سزا

اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَ یَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَ اَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا (النساء ۳۷)

جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور حکم دیتے ہیں لوگوں کو بھی بخل کرنے کا اور چھپاتے ہیں جو عطا فرمایا ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اور تیار کر رکھا ہے۔ ہم نے (ان بخیل) کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب۔

وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَ الْفِضَّۃَ وَ لَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ یَّوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَتُکْوٰی بِھَا جِبَاھُھُمْ وَ جُنُوْبُھُمْ وَ ظُھُوْرُھُمْ ھٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ

(التوبہ ۳۴، ۳۵)

اور جو لوگ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور نہیں خرچ کرتے اسے اللہ کی راہ میں تو

انہیں خوشخبری سنایئے دردناک عذاب کی جس دن تپایا جائے گا (یہ سونا چاندی) جہنم کی آگ میں پھر داغی جائیں گی اس سے ان کی پیشانیاں، ان کے پہلو، اور ان کی پشتیں (اور انہیں بتایا جائے گا) کہ یہ ہے جو تم نے جمع کر رکھا ہے اپنے لیے تو (اب) چکھو (سزا اس کی) جو تم جمع کیا کرتے تھے۔

یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ مَآ اَغْنٰى عَنِّیْ مَالِیَهْ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ اِنَّهٗ كَانَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ (الحاقه: ۲۷ تا ۳۳)

اے کاش موت نے ہی (میرا) قصہ پاک کر دیا ہوتا آج میرا مال میرے کسی کام نہ آیا۔ میری بادشاہی بھی فنا ہو گئی (فرشتوں کو حکم ہوگا) پکڑ لو اس کو اور اس کی گردن میں طوق ڈال دو پھر اسے دوزخ میں جھونک دو پھر ستر گز لمبے زنجیر میں اس کو جکڑ دو بیشک یہ اللہ پر ایمان نہیں لایا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جود و سخا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ شَیْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا (مسلم)

کبھی ایسا نہیں ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کا سوال کیا گیا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''نہیں'' فرمایا ہو۔

عاشقِ رسول حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب ترجمانی فرمائی ہے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو پہاڑوں کے درمیان کی بکریاں مانگیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو وہ بکریاں عطا کر دیں پھر وہ اپنی قوم کے پاس گیا کہنے لگا اے میری قوم اسلام لے آؤ خدا کی قسم! بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتنا دیتے ہیں

کہ فقر کا خدشہ نہیں رہتا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک آدمی صرف دنیا کی وجہ سے مسلمان ہوتا تھا پھر اسلام لانے کے بعد اس کو اسلام دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہو جاتا تھا۔ (مسلم) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں کہیں سی کوئی صدقہ وغیرہ کی رقم آتی تو جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو غریبوں اور مستحقین میں تقسیم نہ فرما دیتے گھر تشریف نہ لے جاتے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ضرورت مند محتاج کو دیکھتے تو اپنا کھانا پینا تک اٹھا کر اسے عنایت فرما دیتے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود بھی اس کی ضرورت ہوتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا و سخاوت مختلف صورتوں سے ہوتی تھی کبھی کسی کو کوئی چیز ہبہ فرما دیتے۔ کسی کو اس کا حق دیتے۔ کسی کو کوئی ہدیہ دیتے، کبھی کپڑا خریدتے اور اس کی قیمت ادا کر کے اس کپڑے والے کو وہی کپڑا بخش دیتے اور کبھی قرض لیتے اور اس سے زیادہ عطا فرما دیتے اور کبھی کپڑا خرید کر اس کی قیمت سے زیادہ رقم عطا فرما دیتے اور کبھی ہدیہ قبول فرماتے اور اس سے کئی گنا زیادہ اس کو عطا فرما دیتے۔ (مدارج النبوۃ) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی شخص سے کوئی چیز مانگنے پر انکار نہیں فرمایا۔ اگر اس وقت موجود ہوتی تو عطا فرما دیتے ورنہ دوسرے وقت کا وعدہ فرما لیتے یا اس کے حق میں دعا فرماتے کہ حق تعالیٰ اس کو کسی اور طریقے سے عطا فرما دے۔ (شمائل ترمذی)

حضرت ام سلمی رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر تھا مجھے ڈر ہوا کہ کہیں یہ کسی درد کی وجہ سے نہ ہو میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو کیا ہو گیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کا رنگ کیوں بدلا ہوا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان سات دینار کی وجہ سے جو کل کے ہمارے پاس آئے ہیں اور ابھی تک ان کو خرچ نہیں کر سکے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدُ النَّاسِ كَفًّا

محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک سب سے زیادہ سخی تھا۔

یہ دربارِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے یہاں اپنوں کا کیا کہنا
یہاں سے ہاتھ خالی غیر بھی جایا نہیں کرتے

صحابہ کرام کا جود وسخا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم فرمایا اس دن میرے پاس کافی مال تھا میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر میں (نیکی میں) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھ سکتا ہوں تو آج کے دن ہی بڑھ سکتا ہوں۔ چنانچہ میں نے اپنا آدھا مال لاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم اپنے گھر والوں کے لیے کتنا مال چھوڑ کر آئے ہو عرض کیا یارسول اللہ اپنے گھر والوں کیلئے آدھا مال چھوڑ کر آیا ہوں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گھر میں جو کچھ تھا وہ سب کچھ لے آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا یَا اَبَابَکْرٍ مَا اَبْقَیْتَ لِاَهْلِكَ

ابوبکر تو اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ آیا ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا یارسول اللہ اَبْقَیْتُ لَهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ

گھر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ آیا ہوں۔ سامان سارا لے آیا ہوں۔ یہ جواب سن کر میں نے اپنے دل میں کہا میں کبھی بھی کسی چیز میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ (ترمذی، ابوداؤد)

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے زیادہ کوئی سخی عورت نہیں دیکھی البتہ ان دونوں کی سخاوت کا طریقہ الگ الگ تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھوڑی تھوڑی چیز جمع کرتی رہتیں۔ جب کافی چیزیں جمع ہو جاتیں تو پھر ان کو تقسیم فرما دیتیں اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اگلے دن کے لیے کوئی چیز نہ رکھتیں یعنی جو کچھ تھوڑا بہت آتا اسے اسی دن تقسیم کر دیتیں۔

لوگوں نے ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روتے ہوئے دیکھا تو پوچھا کیا معاملہ ہے آپ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے میں تو اس لیے روتا ہوں کہ ایک ہفتہ گزر چکا ہے میرے پاس کسی مہمان نے قدم نہیں رکھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ سینکڑوں اونٹ مع مال واسباب اللہ کے راستے پر خرچ کر دیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ زرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے دو توڑے چاندی اور ایک لاکھ اسی ہزار درہم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجے۔ آپ نے شام ہونے سے پہلے یہ سب کچھ غریبوں میں تقسیم کر دیا اور شام کو روزہ روغن زیتون اور روٹی کے ساتھ افطار کیا۔

ایک دفعہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ چالیس اونٹوں کی زکوۃ کیا ہو گی؟ سیدہ کائنات نے فرمایا تمہارے لیے صرف ایک اونٹ اور اگر میرے پاس چالیس ہوں تو میں سارے ہی راہِ خدا میں دے دوں۔

ایک شخص نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے گھر کو سامان سے بالکل خالی دیکھ کر کہا کہ اے ابوذر رضی اللہ عنہ تمہارے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا جو کچھ میرے ہاتھ میں آتا ہے اسے اپنے دوسرے گھر (آخرت) کے لیے بھیجتا جاتا ہوں۔ اس شخص نے کہا وہ تو ٹھیک ہے جب تک اس گھر میں وقت گزارنا ہے تب تک تو سامان کے بغیر چارہ نہیں آپ نے جواب دیا کہ سامان اگر رکھ بھی لوں تو گھر کا مالک مجھے رہنے کب دے گا۔

پچھترویں شاخ

چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کا ادب واحترام

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ عقل وخرد اور دانش وبینش کی بے پناہ صلاحیتیں دیں اور اپنی خلافت کا تاج پہنایا۔ ساری مخلوق کو اپنا کنبہ کہہ کر محبت ومودت کے باہمی رشتے سے پیوستہ کیا۔ ان کے پیار ومحبت کے دوام کے لئے ایثار وقربانی کا درس دیا۔ اور کہیں انہیں جسد واحد کہہ کر تراحمھم وتوادھم کی تلقین کی۔ انہی چیزوں نے ان کی باہمی محبت کو دوام بخشا۔

نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جَوَامِعُ الْکَلِمْ عطا کیے تحدیث نعمت کے طور پر جس کا اظہار آپ ﷺ نے یوں فرمایا:

أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ

حضور ﷺ کے پرمغز اور پرحکمت ارشادات نے انسانیت کی کایا ہی پلٹ دی ازلی عداوت وشقاوت میں زندگی بسر کرنے والوں کو باہمی محبت ومواخات کی تسبیح میں اس طرح پرو دیا کہ ان کا باہمی رحم وکرم دوسروں کے لیے مثالی بن گیا۔ رسول محترم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يَعْرِفْ حَقَّ كَبِيْرِنَا فَلَيْسَ مِنَّا

جو چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور بڑوں کے حق (ادب واحترام) کو نہیں سمجھتا وہ ہم میں سے نہیں ہے اس حکمِ مبارک کی جامعیت کو مدنظر رکھ کر اس کائنات ارضی وسماوی پر نظر دوڑائیں تو ہمیں اس فرمانِ عالیشان کے معاشرتی اثرات کی حقیقت کا اندازہ ہو جائے گا گویا حضور ﷺ نے ہمیں اس معاشرے میں زندگی بسر کرنے کا سنہری اصول عطا کیا ہے۔ اس کائنات میں ہر شخص کسی دوسرے شخص سے چھوٹا ہوگا یا بڑا اگر خود چھوٹا ہے تو اپنے

سے بڑے کا ادب و احترام کرے اور اگر بڑا ہے تو چھوٹے پر شفقت کرے اس رحم و شفقت اور ادب و احترام کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔

پہلی بات: تو یہ ہے کہ چھوٹا اور بڑا ہونے کا کیا مطلب ہے؟

حضور ﷺ نے یہ ہرگز نہیں فرمایا کہ جو تم سے عمر میں چھوٹا ہو اس پر شفقت کرو اور جو عمر میں بڑا ہو اس کا ادب و احترام کرو آپ ﷺ نے اس حکم کے اطلاق (Application) کو مطلق (Absolute) رکھا یعنی کوئی عمر کی قید نہیں بارہا دفعہ ایسا دیکھا گیا ہے کہ عمر سے کم لوگ مقام و مرتبہ کے اعتبار سے بڑھے ہوتے ہیں حکمت و دانائی کے اعتبار سے بھی بڑے ہو سکتے ہیں فہم و فراست اور قابلیت و صلاحیت کے اعتبار سے بھی بڑے ہو سکتے ہیں۔ اپنی مینٹل ایج اور آئی کیو کے اعتبار سے بڑے ہو سکتے ہیں۔ الغرض کوئی کسی اعتبار سے بھی بڑا ہو تو وہ مستحق ادب و احترام ہے اور اگر چھوٹا ہے تو شفقت کا مستحق ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ادب و احترام اور شفقت کا دائرہ کار

بڑا چھوٹے سے شفقت کرے اور چھوٹا بڑے کا ادب کرے اس کو حضور ﷺ نے اپنے گھر تک محدود رکھنے کا حکم نہیں دیا بلکہ فرمایا چھوٹا بڑے کا ادب کرے اور ہر بڑا چھوٹے پر شفقت کرے۔ ادب و احترام اور شفقت کا دائرہ بھی پوری کائنات کو محیط ہے۔ کوئی بھی اپنا ہو یا پرایا، دوست ہو یا دشمن سبھی شامل ہیں۔ اس کی بے شمار مثالیں ہمیں حضور ﷺ کی سیرت میں نظر آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو ہمیں وہ نبی ﷺ عطا کیا ہے جو نہ صرف انسانوں پر بلکہ حیوانوں، چوپائیوں، چرند پرند الغرض پوری کائنات کے لیے سراپا رحمت بن کر آیا۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

حضور ﷺ کے رحم و کرم اور شفقت کی مثالیں

ایک دفعہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ان کے ہاتھ میں کسی پرندے کے بچے تھے اور چیں چیں کر رہے تھے۔ حضور ﷺ نے پوچھا یہ بچے کیسے ہیں؟

صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں ایک جھاڑی کے قریب سے گزرا تو ان بچوں کی آواز آ رہی تھی۔ میں ان کو نکال لایا۔ ان کی ماں نے دیکھا تو بے تاب ہو کر سر پر چکر کاٹنے لگی حضور ﷺ نے فرمایا فوراً جاؤ اور ان بچوں کو وہیں رکھ آؤ جہاں سے لائے ہو (مشکوٰۃ)

ایک دفعہ حضور ﷺ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے وہاں ایک اونٹ بھوک سے بلبلا رہا تھا آپ ﷺ نے شفقت سے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور اس کے مالک کو بلا کر فرمایا کہ اس جانور کے بارے میں تم خدا سے نہیں ڈرتے۔

ایک دفعہ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ اپنے غلام کو مار رہے تھے اتفاق سے رسول اللہ ﷺ اس موقع پر تشریف لائے آپ ﷺ نے رنجیدہ ہو کر فرمایا ابو مسعود اس غلام پر تمہیں جس قدر اختیار ہے اللہ تعالیٰ کو تم پر اس سے زیادہ اختیار ہے۔ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد سن کر تھرا اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اس غلام کو اللہ کی راہ میں آزاد کرتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم ایسا نہ کرتے تو دوزخ کی آگ تم کو چھو لیتی۔ (ابو داؤد)

ایک غزوہ میں مشرکین کے چند بچے ہلاک ہو گئے۔ حضور ﷺ کو سخت صدمہ ہوا بعض صحابہ نے عرض کیا کہ مشرک بچے ہی تو تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''مشرکین بچے بھی تم سے بہتر ہیں'' پھر فرمایا خبردار بچوں کو قتل نہ کرو۔ خبردار بچوں کو قتل نہ کرو۔ ہر جان خدا ہی کی فطرت پر ہوتی ہے۔ (مسند احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک روز میں ایسے اونٹ پر سوار ہو گئی جس میں شدت تھی۔ میں نے اسے ادھر ادھر دوڑانا شروع کر دیا تو حضور ﷺ نے نرمی اختیار کرنے کا حکم فرمایا۔

حدیبیہ کے میدان میں حضور ﷺ مسلمانوں کے ساتھ نمازِ فجر ادا فرما رہے تھے۔ ستر اسی آدمی کوہِ تنعیم سے چپکے سے اترے تا کہ مسلمانوں کو نماز پڑھتے ہوئے قتل کر دیں۔ یہ سب گرفتار ہو گئے اور حضور ﷺ نے انہیں کسی فدیہ یا سزا کے بغیر آزاد فرما دیا۔

شفقت و رحم کرنے والوں کے لیے خوشخبری

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (الاعراف: ۵۶)

بیشک اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں کے زیادہ قریب ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِرْحَمْ مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكَ مَنْ فِي السَّمَآءِ

زمین پر بسنے والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔

کرو مہربانی تم اہلِ زمین پر
خدا مہربان ہو گا عرشِ بریں پر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَّنْفَعُ النَّاسَ

لوگوں میں بہترین وہ (لوگ) ہیں جو دوسروں کے لیے بہتر ہوں۔

بقولِ اقبال

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھی کروبیاں

ایک فاحشہ عورت نے دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی وجہ سے زبان باہر نکالے ہوئے ہے اور قریب المرگ ہے۔ اس عورت نے اپنا موزہ نکالا اور اسے اپنی اوڑھنی سے باندھ کر کنویں میں ڈال دیا اور پانی نکال کر اس کتے کو پلایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ سنانے کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی ادا پر اس عورت کی بخشش کر دی اور فرمایا ہر ذی روح کے ساتھ رحم (وشفقت) کرنے پر تم کو ثواب ملے گا۔

یہی ہے عبادت یہی دین و ایمان
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

رحم نہ کرنے والوں کے لیے وعید

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بوسہ دے رہے تھے اس نے کہا میرے دس بچے ہیں اور میں نے ان میں سے کسی کو بوسہ نہیں دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ لَّا یَرْحَمْ لَا یُرْحَمْ

جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔ (مسلم)

حضور ﷺ نے فرمایا:

لَا تُنْزَعُ الرَّحْمَةُ اِلَّا مِنْ شَقِيٍّ (ابوداؤد)

شقی اور بدبخت سے (مادہ) رحم کو چھین لیا جاتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

مَنْ لَّا یَرْحَمُ النَّاسَ لَا یَرْحَمُهُ اللّٰهُ تَعَالٰی (بخاری)

جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں فرمائے گا۔

چھہترویں شاخ

باہمی صلح کرانا

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے مقاصدِ عظیمہ جو مختلف مقامات پر بیان کیے ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ (البقرہ: ۲۱۳)

(ابتداء میں) سب لوگ ایک ہی دین پر تھے (پھر جب ان میں اختلافات پیدا ہو گئے) پھر بھیجے اللہ نے انبیاء خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے اور نازل فرمائی ان کے ساتھ کتاب برحق تاکہ فیصلہ کردے لوگوں کے درمیان جن باتوں میں وہ جھگڑتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کو مسلمانوں کا جھگڑا، فساد کسی صورت برداشت نہیں بلکہ ان کے روزے، نمازیں، صدقات وخیرات کی بھی وہ اہمیت نہیں جو ان کی باہمی محبت ومودت، اور اتفاق واتحاد کی ہے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الا اخبر كم بافضل من درجة الصيام والصلوة والصدقة قالوا بلى يا رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اصلاح ذات البين وفسادات البين الحالقه

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسے عمل پر آگاہ نہ کروں جس کا درجہ روزے، نماز اور صدقہ سے افضل ہے صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور مہربانی فرمائیے فرمایا (اصلاحِ ذات البین) دو آدمیوں کے درمیان صلح کرا دینا (تمہارے روزے، نمازوں اور صدقات سے افضل ہے) اور دو آدمیوں کے درمیان فساد کرانا ایمان کو مونڈ کر رکھ دیتا ہے۔

قرآن وحدیث میں اصلاح ذات البین کی ترغیب

فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَیْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ (البقرہ: ۱۸۲)

جسے اندیشہ ہو وصیت کرنے والے سے کسی طرفداری یا گناہ کا پس وہ صلح کرادے ان کے درمیان تو اس پر کچھ گناہ نہیں ہے۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا (آل عمران: ۱۰۳)

اور مضبوطی سے پکڑلو اللہ کی رسی کو سب مل کر اور جدا جدا نہ ہونا اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت (جو اس نے) تم پر فرمائی جبکہ تم تھے (آپس میں) دشمن پس اس نے الفت پیدا کر دی تمہارے دلوں میں تو بن گئے تم اس احسان سے بھائی بھائی۔

لَا خَیْرَ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَیْنَ النَّاسِ (النساء: ۱۱۴)

نہیں کوئی بھلائی ان کی اکثر سرگوشیوں میں بجز ان لوگوں کے جو حکم دیں صدقہ دینے کا یا نیک کام یا صلح کرانے کا لوگوں میں۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ (الانفال: ۱)

اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے معاملات کی اصلاح کرو۔

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ۝ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ (الحجرات: ۹،۱۰)

اگر اہلِ ایمان کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو اور اگر زیادتی کرے ایک گروہ دوسرے پر پھر سب (مل) لڑو اس سے جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ لوٹ آئے اللہ کے حکم کی طرف پس اگر لوٹ آئے تو صلح کرا دو ان کے درمیان عدل اور انصاف سے بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے بے شک اہلِ ایمان بھائی بھائی

ہیں پس صلح کرادو اپنے دو بھائیوں کے درمیان اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اصلاح کا فریضہ سر انجام دینے والوں کو خوشخبری سنائی۔

اِنَّا لَا نُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُصۡلِحِیۡنَ (الاعراف: ۱۷۰)

ہم اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کریں گے۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَیۡسَ الۡکَذِبُ الَّذِیۡ یُصۡلِحُ بَیۡنَ النَّاسِ وَ یَقُوۡلُ خَیۡرًا وَ یَنۡمِیۡ خَیۡرًا (متفق علیہ)

ہرگز وہ شخص جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کراتا ہے بھلائی کی بات کہتا ہے اور اچھی بات پہنچاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ عزوجل احب الکذب فی الصلاح وابغض الصدق فی الفساد

بیشک اللہ تعالیٰ (دو مومنوں کی) صلح کرانے والے کے جھوٹ کو پسند فرماتا ہے اور اس سچ کو ناپسند فرماتا ہے جو فساد اور جھگڑے کا باعث ہو۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

المومن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضا (مسلم)

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کیلئے ایسی عمارت ہے جس کا بعض حصہ بعض حصے کو مضبوط و مستحکم بناتا ہے۔

المسلمون کرجل واحد ان اشتکی عینہ اشتکی کلہ وان شتکی راسہ ان اشتکی کلہ (مسلم)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام مسلمان (باہم) ایک شخص کی طرح ہیں اگر اس کی آنکھ میں تکلیف ہو تو اس کے سارے جسم میں تکلیف ہوتی ہے اور اگر اس کے سر میں تکلیف ہو تو اس کے سارے جسم میں تکلیف ہوتی ہے۔

مبتلائے درد کوئی عضو ہو تو روتی ہے آنکھ
کس قدر ہمدرد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ

دردمندانہ گزارش

قرونِ اولیٰ کے سارے مسلمانوں کی ترقی اور عروج وکمال کا راز ان کی یکجہتی اور اتحاد و یگانگت میں مضمر تھا اور بلاشبہ آج ہماری ذلت و رسوائی کا سبب ہماری نا اتفاقی ہے جب سے مسلمانوں میں اختلافات نے جنم لیا ہے ادبار و تنزل ان پر غالب آتا گیا جس سے ہر شعبۂ زندگی متاثر ہوا۔ جس کا مشاہدہ ہم روز کرتے ہیں چشمِ فلک نے مسلمانوں کے وہ سنہری حاکمانہ ایام بھی دیکھے کہ دنیا کے تین چوتھائی حصے پر ان کی سلطنت وسطوت کا پھریرا لہرایا کرتا تھا لیکن آج کیا ہے؟ سوا ارب کی کثیر تعداد ہونے کے باوجود محکوم ومقہور ہیں...... کاش......

آج بھی ہو براہیم سا جو ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستان پیدا

ہمیں چاہیے کہ اب سنبھل جائیں اب وقت ہے ہمیں کفر وطاغوت کی تند و تیز ہواؤں کے سامنے اتحاد و یکجہتی کی ایسی مضبوط و مستحکم عمارت کی ضرورت ہے جس سے ہر باطل ٹکرا کر ریزہ ریزہ اور پاش پاش ہو جائے میرے خیال میں جتنی آج اتحاد کی ضرورت ہے شاید اس سے پہلے کبھی اس شدت سے اس کی ضرورت نہ پڑی ہو آج تو ہمارے اپنے ہی ہمارے نشیمن پہ بجلیاں گرا رہے ہیں طعن و تشنیع کی تلوار و تیر برسا رہے ہیں حسد و بغض کے آلاؤ بھڑکا رہے ہیں الغرض ضرورت ہے کہ محمدِ عربی ﷺ کے دیوانے شمع رسالت ﷺ کے پروانے اپنے نبی ﷺ کے دین کی عظمت کی خاطر ایک ہو جائیں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں۔

باہمی اختلافات اور مناقشات و منازعات کو بھول جائیں بدگمانی، تجسس، چغلی، غیبت سے اور قطع تعلقی سے باز آجائیں اور اپنے مسلمان بھائیوں کی (Leg pulling) سے احتراز فرمائیں اور شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال کے اس آفاقی پیغام کی عملی تصویر بن جائیں۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

ضروری مسئلہ

شیخ محقق، محدث اعظم شاہ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امرِ واقع کا اخفاء تین مواقع پر جائز ہے

۱۔ دو آدمیوں کے باہمی بغض وعناد کو دور کرنے کیلئے

۲۔ کسی شخص کو جان ومال کا خطرہ ہو تو اس کے لیے

۳۔ بیوی کی اصلاح اور اس کی خوشنودی اور حالات بہتر بنانے کیلئے

نوٹ: اخفائے اصلیت کو توریہ بھی کہتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی ایسے ذو معنی الفاظ یا عبارت کہے جس سے اخفائے اصلیت تو ہو جائے لیکن جھوٹ کا ارتکاب نہ ہو سکے اسلام ہمیں بعض مواقع پر اخفائے اصلیت کا درس دیتا ہے نہ کہ اظہارِ خلافِ اصلیت کا۔

سترویں شاخ

مسلمان بھائی کیلئے وہی چیز پسند کرو جو اپنے لیے کرتے ہو

ایمان کی حلاوت و چاشنی اور اس کی برکتوں کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ آدمی خودغرضی سے پاک ہو اور اس کے دل میں اپنے بھائیوں کے لیے اتنی ہی خیر خواہی و بھلائی کے جذبات ہوں جتنے اپنے لیے رکھتا ہے اور جو اپنے لیے چاہے وہی دوسروں کیلئے چاہے۔ جو بات اور مال اپنے لیے پسند نہیں کرتا اسے دوسروں کے لئے بھی ہرگز پسند نہ کرے۔ خلوص کی اس کیفیت کے بغیر تکمیلِ ایمان ناممکن ہے۔

اسلام اخوت و بھائی چارے کی بنیاد اسلامی رشتہ پر ہے ایک مسلمان خواہ دنیا کے کسی کونے یا گوشے میں ہو کسی بھی رنگ و نسل، زبان، قبیلہ و خاندان علاقہ و وطن سے تعلق رکھتا ہو۔ وہ دینی لحاظ سے دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ اس کے تعلقات ایک ادنیٰ شخص سے لے کر خلیفہ وقت تک برادرانہ ہوں گے اس لیے اگر کوئی مسلمان اس دینی رشتہ کو توڑتا ہے تو اس کا نتیجہ اسلام سے علیحدگی ہے۔ یعنی وہ رشتہ ہے جو ایک طرف اہلِ ایمان کا تعلق اللہ سے قائم کرتا ہے اور دوسری طرف اہلِ ایمان کو باہم ملا کر ایک امت یا جماعت بناتا ہے۔ جس کی بنا پر مسلمانوں کے حقوق قائم ہوتے ہیں۔ ان میں برادرانہ مہر و محبت اور باہمی ہمدردی و تعاون کے جذبات پیدا ہوتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی کرے گا اللہ اس کی حاجت پوری کرے گا۔ الغرض تعلیماتِ اسلامیہ کے مطابق ہمیں روحانی اخلاقی معاشرتی ہر لحاظ سے ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیے اور جو کچھ اپنے لیے پسند کریں وہی دوسرے کے لیے پسند کریں اور ہر لحہ اس کی خیر خواہی و بھلائی کیلئے کوشاں رہیں قرآن مجید نے اہلِ ایمان کے ایثار کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

وَيُؤْثِرُونَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر ۹)

مومن دوسرے مسلمان بھائیوں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود انہیں اس چیز کی شدید حاجت ہو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایثار

ایک روز ایک شخص بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا عرض کیا سخت بھوکا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات سے پوچھا۔ وہاں پانی کے سوا کچھ نہ تھا۔ صحابہ کو فرمایا کوئی ہے جو آج رات اس کی میزبانی کرے۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ انصار میں سے ایک آدمی اٹھا عرض کی یہ سعادت میں حاصل کروں گا اور اس نو وارد کو اپنے گھر لے گیا۔ اپنی بیوی سے کہا کہ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان ہے۔ اس کی خدمت میں بخل نہ کرنا۔ اس نے کہا بخدا میرے پاس تو بچوں کے کھانے کے سوا کچھ بھی نہیں۔ انصاری نے کہا بچوں کو بہلا کر سلا دینا۔ جب ہم کھانا کھانے بیٹھیں تو دیا بجھا دینا۔ آج رات ہم بھوکے گزاریں گے۔ جب کھانا تیار ہوا تو بچوں کو سلا دیا وہ نیک خاتون دیے کو درست کرنے کے بہانے اٹھی اور دیا بجھا دیا۔ ایک ہی دستر خوان پر سب بیٹھ گئے۔ میاں بیوی اس طرح ظاہر کرتے رہے کہ وہ کھا رہے ہیں۔ مہمان کو احساس ہی نہ ہونے دیا کہ انہوں نے کھانا نہیں کھایا۔ رات بھوکے گزاری صبح بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَقَدْ عَجِبَ اللّٰهُ اَوْضَحِكَ مِنْ فُلَانٍ وَ فُلَانَةٍ

کہ فلاں شخص اور اس کی زوجہ نے جو کام کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے بہت پسند کیا ہے یا اللہ تعالیٰ اس پر ہنسے ہیں۔

اسی طرح ایک دفعہ کسی آدمی نے بکری کا سر ایک صحابی کو تحفہ بھیجا انہوں نے خیال کیا کہ میرے فلاں بھائی کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اس کو مجھ سے زیادہ اس کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اس کی طرف وہ سر ابھیج دیا اس نے تیسرے کے پاس، تیسرے نے چوتھے کے پاس یہاں تک کہ نو گھروں سے پھر کر پہلے آدمی کے پاس واپس پہنچ گیا۔

جنگ یرموک میں جب اسلام کو فتح ہوئی تو لوگ زخمیوں کو پانی پلانے کے لیے میدان

جنگ میں مشکیزے لے کر پہنچ گئے ایک جگہ عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابو جہل زخموں سے چور پڑے تھے پانی پلانے کے لیے پیالہ آگے بڑھادیا تو پاس سے العطش العطش کی آواز آئی۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اشارہ کیا مجھے رہنے دو۔ میرے دوسرے بھائی کے پاس جاؤ۔ اس کے پاس گئے تو کسی اور نے العطش کی صدا بلند کی۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ و اور اسے پلاؤ۔ پانی پلانے والا آدمی وہاں پہنچا تو وہ جام شہادت سے اپنی پیاس بجھا چکا تھا جب وہ دوڑ کر دوسرے کے پاس آیا تو وہ بھی داعی اجل کو لبیک کہہ چکا تھا اور جب پیالے والا عکرمہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو وہ بھی جامِ شہادت نوش کر چکے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مسکین نے ان سے سوال کیا ان کے گھر میں صرف ایک روٹی تھی اور ان کا اس روز روزہ تھا آپ نے اپنی خادمہ سے فرمایا کہ یہ روٹی اس کو دے دو۔ خادمہ نے کہا کہ اگر یہ دے دی گئی تو شام کو آپ کے افطار کرنے کے لیے کوئی چیز نہ رہے گی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا پھر بھی دے دو۔ یہ خادمہ کہتی ہیں کہ جب شام ہوئی تو ایک ایسے شخص نے جس کی طرف سے ہدیہ دینے کی کوئی رسم نہ تھی ایک سالم بکری بھنی ہوئی اور اس کے اوپر آٹے میدے کا خول چڑھا ہوا پختہ جو عرب میں سب سے بہترین کھانا سمجھا جاتا ہے ان کے پاس بطور ہدیہ بھیج دیا حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خادمہ کو بلایا کہ آؤ یہ کھاؤ یہ تمہاری اس روٹی سے بہتر ہے۔ (موطا امام مالک)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیمار تھے اور انگور کو جی چاہا ان کے لیے ایک درہم میں ایک خوشہ انگور کا خرید کر لایا گیا اتفاق سے ایک مسکین آ گیا اور سوال کیا آپ نے فرمایا کہ یہ خوشہ اس کو دے دو۔ حاضرین میں سے ایک شخص خفیہ طور پر اس کے پیچھے گیا اور خوشہ اس سے خرید کر ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کو پیش کر دیا مگر یہ سائل پھر آیا اور سوال کیا تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے پھر اس کو دے دیا پھر کوئی صاحب خفیہ طور پر گئے اور اس مسکین کو ایک درہم دے کر خوشہ خرید لائے اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا وہ سائل پھر آنا چاہتا تھا لوگوں نے منع کر دیا اور اگر حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ہوتی کہ یہ وہی خوشہ ہے جو انہوں نے صدقہ میں دے دیا تھا تو ہرگز نہ کھاتے مگر ان کو یہ خیال ہوا کہ لانے والا بازار سے لایا ہے اس لیے استعمال فرمالیا۔ (النسائی)

نبی ﷺ کی تربیت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ (بخاری)

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا ایمان کی ستتر شاخیں ہیں سب سے افضل شاخ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے اور ادنیٰ شاخ (اِمَاطَۃُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ) تکلیف وہ چیز کو راستے سے ہٹانا۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کی نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے، اور تمام مسلمانوں کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

نوٹ: (حضور ﷺ کے ایثار کے چند واقعات شاخ نمبر ۴۷ ''سخاوت'' میں موجود ہیں)

مجاہدِ ملت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی سینٹر

(صدر جمعیت علماء پاکستان)

یہ بڑی قابلِ قدر تالیف ہے جس میں حضور ﷺ کی چند مبارک نصیحتوں کو اکٹھا کیا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو اللہ تعالیٰ کی رضا ورحمت کے حصول، دخولِ جنت اور جہنم سے نجات کیلئے اور حقوق العباد کی جملہ انواع واقسام کی ادائیگی کی فضیلت کے متعلق اور عبادات ومعاملات کی اہمیت وافادیت کے بارے میں بے شمار نصیحتیں فرمائی ہیں آپ کے ارشاداتِ عالیہ کی چونکہ تین حیثیتیں ہیں۔قولی، فعلی اور تقریری۔اس لحاظ سے یہ مبارک نصائح بھی آپ کی سنتِ مطہرہ میں شامل ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے جس طرح اپنی سنتوں کی اتباع ہم پر لازم قرار دی ہے اسی طرح اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو ہادی ومہدی ہیں کی سیرت طیبہ کی اتباع بھی لازم قرار دی ہے اپنے اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور کو خیر القرون فرما کر اس دور کے آئیڈیل ہونے کی تصدیق فرمادی ہے گویا صحابہ کرام اور تابعین کا دور ہی حق کا معیار ہے اور اس دور کو اپنے لیے نصب العین قرار دینا اخلاص اور احسان کے ذیل میں آتا ہے۔

مؤلف نے جس ذوق وشوق اور اخلاص ومحبت کے ساتھ ان نصیحتوں کو مرتب کیا عزیزم محمد طاہر نجمی سلمہ نے بھی اسی جذبہ صادقہ کے پیشِ نظر اس کا ترجمہ کر کے امتِ مسلمہ کے لیے ایک بہترین دستاویز کا اہتمام کیا ہے۔موصوف نے قارئین کی سہولت کی خاطر بعض مقامات پر حواشی کا اضافہ کر کے حضور ﷺ کی مبارک نصیحتوں کو عام فہم بنانے کے لیے جس قدر تگ ودو اور محنت کی، وہ بھی قابلِ صد تحسین ہے۔امید ہے کہ یہ کتاب انشاء اللہ امتِ مسلمہ کے لیے فائدہ منداور ہدایت ونجات کا سبب ہوگی۔

اللہ تعالیٰ مولف ومترجم کو جزائے خیر دے ان کی محنت کو قبول فرمائے اور انہیں خدمت دین کی مزید توفیق عطا فرمائے۔آمین بجاہ نبی الکریم ﷺ

مولانا عبدالستار خان نیازی (۱۵ دسمبر ۱۹۹۷)

علامۃ الزمان محققِ دوراں مفتی محمد خان قادری

(شیخ الجامعہ، جامعہ اسلامیہ لاہور، نائب امیر عالمی دعوت اسلامیہ)

حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے نہایت ہی اختصار کے ساتھ دینِ اسلام کی تعلیم سے اس طرح بہرہ ور فرما دیں کہ اس کے بعد سوال کی گنجائش ہی نہ رہے آپ ﷺ نے فرمایا اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ دین سراپا خیر خواہی کا نام ہے۔

عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کس کی خیر خواہی، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی، اس کے رسول کی، اس کی کتاب کی اور تمام مسلمانوں کی خیر خواہی جس قدر امت کے خیر خواہ نبی اکرم ﷺ تھے کسی دوسرے کے بارے میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ آپ ﷺ نے اپنی امت کی ہر معاملہ میں ایسی رہنمائی فرما دی ہے کہ اگر امت اس کو اپنائے تو اس کے دنیا، آخرت دونوں سنور جائیں اسے کسی دوسرے کی دریوزہ گری کی ضرورت ہی نہ رہے۔ آج پریشانی یہ ہے کہ ہم آپ ﷺ کی تعلیمات سے آگاہ نہیں رہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ لوگوں تک ان کی زبان میں آپ کی تعلیمات و ہدایات کو پہنچایا جائے۔ آپ ہی کا ارشاد گرامی ہے بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً میری تعلیم کو آگے پہنچاؤ خواہ وہ ایک ہی بات ہو۔ ہر دور کے اہل علم نے اس ضرورت کو حتی الوسع پورا کرنے کی کاوش کی ہے۔ شیخ حمزہ محمد صالح عجاج نے عربی زبان میں اس موضوع پر کام کیا۔ ہمارے فاضل عزیز الحاج الحافظ محمد طاہر نعیمی حفظہ اللہ نے بڑی محنت کے ساتھ اسے اردو زبان دی ہے تاکہ عربی سے ناواقف لوگ بھی اس سے استفادہ کر سکیں۔ انہوں نے محض ترجمہ پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ حواشی کے ذریعے ارشاداتِ عالیہ کی شرح بھی کر دی ہے تاکہ قارئین اسے خوب سمجھ سکیں۔

اس سے پہلے بندہ کے کہنے پر انہوں نے امام نبہانی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب ''الرحمہ المہداۃ'' کا ترجمہ کیا جو نماز کی اہمیت وفضیلت کے نام سے شائع ہوا اسی طرح امام بیہقی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب شعب الایمان کا ترجمہ بھی کیا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں مزید برکت عطا فرمائے اور ان کے دیگر ساتھیوں کو بھی ایسے کام کی توفیق دے۔

دعا گو

اسلام کا ادنیٰ خادم

محمد خان قادری

جامعہ اسلامیہ لاہور

جمعرات ۱۸ دسمبر ۱۹۹۷ء